فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

نصف ثانی جلد ترجمہ درالمختار کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ • یہہ کتاب ہی اجارہ کے احکام مین مترجم کہتا ہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدّم الهبة لكونها تمليك عين وهذه تمليك منفعة مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنی اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی هي لغة اسم للأجرة وهي ما يستحق على عمل الخير ولذا يدعى به يقال اعظم الله اجرك اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو و لہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین کہ خدا تجکو اجر عظیم دے

مترجم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہی خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل كالاجارة والاجرة الكراء انتہی یعنی کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اوسپر دلالت کرتی ہی انتہی یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کراء اجیر اور اجر کی تفسیر ما یستحق علی عمل الخیر کی ہی وشرعا تمليك نفع مقصود من العين بعوض حتى لو استأجر ثيابا او اواني ليتجمل بها

ہونیکی بھی صلاحیت رکھتی ہے اسواسطے کہ اجرت ثمن ہے منفعت کا ھم ثمن دین بھی ہوتا ہے اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہے تو عین اجرت ہونیکی بھی صلاحیت رکھتا ہے وَلَا ینعکسُ کلیًّا فلا یُقالُ مالا یجوزُ ثمنًا لا یجوزُ اجرۃً لجوازِ اجارۃِ المنفعۃِ بالمنفعۃِ اذا اختلفا کما سیجیٔ اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہین ہوتا تو یون نہ بولین سگے کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہین اسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارۂ منفعت کے بعوض منفعت کے جب کہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ھم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہہ صحیح ہے اور بیع مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہے نہ عکس منطقی وَتنعقدُ باعَرتُکَ ھذہِ الدّارَ شھرًا بکذا لانّ العاریۃَ بعوضٍ اجارۃٌ بخلافِ العکسِ اور منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہہ گھر عاریت دیا مہینے بھر بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہے برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہہ اجارہ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر اَو وَھَبْتُکَ او اَجَرْتُکَ منافعَھا شھرًا بکذا یا منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دئے ایک مہینہ بھر بعوض اسقدر کے افادَ انّ رکنَھا الایجابُ والقبولُ مصنف رنے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب و قبول ہے ھم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہہ فائدہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہے (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہہ نہین ہوسکتا بدون ایجاب و قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ رکنیت ایجاب و قبول کی تنعقد کے لفظ سے نکلتی ہے اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہے ایجاب و قبول کے ربط سے وَشرطُھا کونُ الاجرۃِ والمنفعۃِ معلومتین لانّ جھالتَھما تفضی الی المنازعۃِ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہے اجرت و منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعت کیطرف کھینچتا ہے وَحکمُھا وقوعُ الملکِ فی البدلینِ ساعۃً فساعۃً اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہے دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین سیدم آور گھڑی گھڑی ھم وجہ اسکی یہہ ہے کہ اجارہ عقد معاوضہ ہے اور احد العوضین منفعت ہے کہ اندک اندک معدوم ہوا ہوجاتی ہے اور معاوضہ مقتضی ہے مساوات کا تو بالضرور تراخی فی المنفعہ موجب ہے تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہے تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وَھل تنعقدُ بالتعاطی ظاھرُ الخلاصۃِ نعم ان عُلمتِ المدۃُ وفی البزازیۃِ ان قصرتْ نعم والّا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہے تعاطی سے بلا ایجاب قبول لفظی ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہے اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہے کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہے اور اگر کمتر نہو تو منعقد نہین ہوتا ھم امام محمد نے اصل مین ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین تو جائز نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کر لین پہلے کرایہ پر تو جائز ہے اور یہہ اجارہ جدیدہ ہوگا تعاطی سے اور ینبیہ مین ہے کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہے نادین یا حجامت کرواتا ہے یا فصد لیتا ہے یا حمام مین جاتا ہے یا سقے سے پانی پیتا ہے پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہہ اجارہ جائز ہے بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھہ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیہ وَیُعلَمُ النفعُ ببیانِ المدّۃِ کالسکنیٰ والزراعۃِ مدۃً کذا ای مدۃً کانت وان طالتْ ولو مضافۃً کاجرتُکھا غدًا وللمؤجرِ بیعُھا وتبطلُ الاجارۃُ بہٖ یُفتیٰ خانیہ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہے مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو کہ مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اوس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہے اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ ھم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہے اگرچہ موجر اور مستاجر اوس مدت تک زندہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہے اور بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہے اور تابید مبطل اجارہ ہے یہہ قول ہے ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی وَلم تزدْ فی الاوقافِ علیٰ ثلٰثِ سنینَ فی الضیاعِ وعلیٰ سنۃٍ فی غیرِھا کما مرّ فی بابہٖ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین

حاشیہ: یعنی ثمن ... [illegible]

چنانچہ گھر اور دکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقودًا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیۃ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہہ حیلہ ہی کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہی بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اوسکا فسخ کر ڈالنا جائز ہی کذا فی الخانیہ وفیہا لو شرط الواقف مدۃ یتبع الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر وقف کا کرنیوالا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اوس شرط کی پیروی لازم ہی مگر جب کہ اوسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اوسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہی یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف وبیت سب پر نافذ ہی قلت وقدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجی متنا فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتوے ہی اگرچہ بعقود جداگانہ ہو اور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اوسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی نفع الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح رہیگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی نفع الوسائل کے قول پر م نفع الوسائل مین مذکور ہی کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی مین ہی تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہی تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی علی اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اوس امر فساد کا افادہ کیا ہی جو اکثر واقع ہوتا ہی وقف یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے یعنی شخص مساقی اجارہ لیتا ہی اوس باغ کی زمین کو جو خالی ہی اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہی وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے م یعنی ایک سہم یتیم یا وقف کیواسطے مقرر کرتا ہی اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہی اجارہ مین نہ مساقات مین یعنی فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہی لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہی درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اوسکا یعنی منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولی فساد ہی مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک اون دونون مین سے یعنی ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہی م منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہی کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اسواسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہہ ہی کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہی اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہی پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہوگا انتہی وجہ اولویت کی یہہ ہی کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کیواسطے خیر اور شر دونون ہی اور باوجود اسکے فاسد ہی تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اوسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہی ضمیر مفادہ کی اوسکی طرف راجع ہی جو اوسکے کلام سے مستفاد ہین کذا فی الطحطاوی قلت وقید سرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیہ فیقتصر علی محلہ ولا یتعدی کجمع بین عبد ومدبر فتدبر مین کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہا نے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہی تو کل عقد مین فساد پھیلیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کہ وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد مین تو اسکو تامل کرو م یہ شارح نے نفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مین فساد ضعیف ہی تو ربا

ٹھہرا رہیگا اور اصل تک نہ پھیلیگا کذا فی الطحطاوی وَجَعَلُوْهُ اَیْضًا مِنَ الفَسَادِ الطَّارِیْ فَتَنَبَّهْ اور یہ بھی ہے کہ فقیہوں نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے
تو آگاہ رہو ھم یہ دوسری تنبیہ ہے یعنی جب کہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے میں تامل ہے یعنی سو اسطے کہ
سبب عقد میں داخل ہے اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو وَمِنْ حَوَادِثِ الرُّوْمِ وَصِیُّ زَیْدٍ بَاعَ ضَیْعَةً مِنْ تَرِکَتِهٖ لِدَیْنٍ عَلٰی اَنَّهَا مِلْکُهٗ ثُمَّ ظَهَرَ اَنَّ
بَعْضَهَا وَقْفُ مَسْجِدٍ هَلْ یَصِحُّ الْبَیْعُ فِی الْبَاقِیْ اَجَابَ فَرِیْقٌ نَعَمْ وَفَرِیْقٌ لَا وَاَلَّفَ بَعْضُهُمْ رِسَالَةً مُلَخَّصُهَا تَرْجِیْحُ الْاَوَّلِ فَتَامَّلْ اور ملک
روم کے حوادث سے یہ مسئلہ ہے کہ زید کے وصی نے اوسکے ترکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادائے دین کیواسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا
کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے جواب دیا
کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اس میں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اوّل کی ترجیح ہے تو اسکو تامل کرو ھم شارح نے امر بالتامل سے
انفع الوسائل کی تقویت کیطرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہیں ہے تاکہ عقد واحد میں بعض صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری اسپر دلالت کرتا ہے کہ
عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وَفِیْ جَوَاهِرِ الْفَتَاوٰی اٰجَرَ ضَیْعَةً وَقْفًا ثَلٰثَ سِنِیْنَ وَکَتَبَ فِی الصَّکِّ اَنَّهٗ اٰجَرَ ثَلٰثِیْنَ
عَقْدًا کُلَّ عَقْدٍ عَقِیْبَ الْاٰخَرِ لَا تَصِحُّ الْاِجَارَةُ وَهُوَ الصَّحِیْحُ وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی صِیَانَةً لِلْاَوْقَافِ ثُمَّ قَالَ وَلَوْ قَضٰی قَاضٍ بِصِحَّتِهَا تَجُوْزُ وَیَرْتَفِعُ
الْخِلَافُ انتہی اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ اوسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے
کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اوقاف کی حفاظت کیواسطے یعنی تاکہ اتنی مدت تک تصرف
سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نکرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی
ھم رفع خلاف اوس وقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہوں ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے
کذا فی الطحطاوی قُلْتُ وَسَیَجِیْءُ اَنَّ الْمُتَوَلِّیْ وَالْوَصِیَّ لَوْ اٰجَرَ بِدُوْنِ اَجْرِ الْمِثْلِ یَلْزَمُ الْمُسْتَاْجِرَ تَمَامُ اَجْرِ الْمِثْلِ فَاِنَّهٗ یَعْمَلُ بِالْاَنْفَعِ لِلْوَقْفِ میں
کہتا ہوں اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کم اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اوسپر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہے وقف کیواسطے
وَفِیْ صُلْحِ الْخَانِیَّةِ مَتٰی فَسَدَ الْعَقْدُ فِی الْبَعْضِ بِمُفْسِدٍ مُقَارِنٍ یَفْسُدُ فِی الْکُلِّ اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اوس مفسد کے
جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ھم مصنف اپنی شرح میں اس قول کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتوی کی تقویت کیواسطے وَیُعْلَمُ النَّفْعُ اَیْضًا
بِبَیَانِ الْعَمَلِ کَالصِّیَاغَةِ وَالصَّبْغِ وَالْخِیَاطَةِ بِمَا یَرْتَفِعُ الْجَهَالَةُ اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگسازی
اور درزی اسطرح کا بیان جو جہالت کو دور کردے ھم عمل زرگری میں ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ
سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے اور درزی میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے
واسطے محیط میں ہے کہ اگر بن دیکھے دس کپڑوں کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت
اور رقت میں مختلف ہوتا ہے انتہی فَیُشْتَرَطُ فِی اسْتِیْجَارِ الدَّابَّةِ لِلرُّکُوْبِ بَیَانُ الْوَقْتِ اَوِ الْمَوْضِعِ فَلَوْ خَلَا عَنْهُمَا فَهِیَ فَاسِدَةٌ بَزَّازِیَّة
تو سواری کیواسطے جانور کے کرایہ لینے میں بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ
بیان نہ کرنے کو رافع جہالت نہیں وَیُعْلَمُ اَیْضًا بِالْاِشَارَةِ کَنَقْلِ هٰذَا الطَّعَامِ اِلٰی کَذَا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ پہنچانا اس طعام کا
فلانے مکان تک ھم ہر چند منفعت مشار الیہ نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر وَاعْلَمْ اَنَّ الْاَجْرَ
لَا یَلْزَمُ بِالْعَقْدِ فَلَا یَجِبُ تَسْلِیْمُهٗ بِهٖ بَلْ بِتَعْجِیْلِهٖ اَوْ شَرْطِهٖ فِی الْاِجَارَةِ الْمُنَجَّزَةِ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہیں عقد سے
تو واجب نہیں اوسکی تسلیم یعنی اوسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ میں تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہے ھم جب
کہ مستاجر نے اوس مزدوری ادا کر دی تو اب اوسکو نہیں پھیر لیسکتا کذا فی الطحطاوی عن الشامیہ اَمَّا الْمُضَافَةُ فَلَا تُمْلَکُ فِیْهَا الْاُجْرَةُ بِشَرْطِ التَّعْجِیْلِ اِجْمَاعًا

اور اجارۂ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مالک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل یجعل عقوداً فی کل الاحکام فیفتی بروایۃ
تملکھا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وھبانیہ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارۂ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاے پھر اجرت کے مالک ہونیکا
فتوی دیا جاے بشرط التعجیل بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوھبانیہ للشرنبلالی ھم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بلا تفصیل مطلب ظاہر ہوگا اجارۂ مذکورہ
بخارا مین متعارف ہی صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تین برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات
باقی نہ رہے اور ہر سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز مین مختلف ہین بعضے مجوزین اس اجارہ کو
عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین اسواسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سوا عقد اوّل کے باقی عقود مضاف ٹھہرینگے اور اجارۂ مضافہ مین
اجرت مالک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام شہید نے کہا ہے نزدیک صحیح یہ ہے کہ در حق سایر احکام عقود متعدد سمجھیے
اور در حق ملک اجرت تعجیل یا شتراط التعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہی اور اگر یون کہیے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اپنی
اجرت پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ یہین اشتراط التعجیل باطل ہی اور بالفعل اوسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہی و لہذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو
معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہے اور اگر شارح یون کہتا (وقیل یجعل عقداً واحداً فیفتی بروایۃ تملکھا بشرط التعجیل ای علی ہذا
القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او بالاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کر چکنے سے او تمکنہ منہ الا فی
ثلاث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر اون تین صورتون مین با وجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ھم جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز سپرد کرے خالی کرکے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اوسوقت مین اگر مستاجر
استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم واقع ہوئی یا وہ چیز اوسکے اسباب سے فارغ نہین یا فارغ تسلیم کی مدت
کے غیر مین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اوسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اوسکو محل اجارہ مین رکھا اور اوسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کیطرف سے کوئی عذر نہین
لیکن حاکم یا غاصب نے اوسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صورتون تین ہین پہلی صورت یہ ہے
کہ قدرت علی الاستیفاء اجارۂ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہوا تیسری صورت
یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دو آنگ اجرت معین کر کے پھر اوسکو چند سال رکھ چھوڑا اور نہ پہنے گے تو اجرت لازم نہوگی اوس مدت کے بعد کہ اگر اوسکو پہنتا تو کپڑا پھٹ
جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اوسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اوس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ھذا
بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت و لم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی
تو اجرت واجب ہوگی اوس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اوسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی وھذا اذا کانت
الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسط فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اوسوقت ہے
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین بشرح بیان کیا ہی وظاہر ما فی
الاسعاف فی اخراج الموقف فتجب اجرتہ فی الفاسد بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہی وقف تو وقف کی اجرت
فاسد اجارہ مین واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ھم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہی کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین
متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہی حالانکہ متاخرین کا خلاف یہین نظر نہین آیا اور اجناس مین ہو د مصرح ہی کہ وقف کی اجرت
اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہی عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم
ہوگیا جسمین شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ملخصا. قلت وھل مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی البیع وفاء علی
ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ پر کیواسطے مہیا ہی اور بیع الوفاء کے

اجارہ والی چیز بموجب فتوائے علمائے روم بھی اسی طرح بیع کے مانند ہو تو تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کچھ تردد کا مقام نہیں جانتے چنانچہ ہم ذکر کرچکے ہیں اسواسطے
کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع ہمیں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اوسکے حکم میں کچھ تغیر نہیں پہنچتا بیع الوفا کی یہ صورت ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے
اوس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچے اور پیدا اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اوسکے ہاتھ میں باقی رہی تو
علمائے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا ہمیں یہ خلل ہے کہ بعد انقضائے مدت اجارہ پہلا اجارہ نہیں کذا فی الطحطاوی ہمیں ویقوله
ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولة بین المستاجر والعین لان حقیقة الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت
انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقت غصب کی جاری
نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی وهل تنفسخ بالغصب قال فی الهدایة
نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہوجاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں فسخ ہوجاتا ہے برخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض
المدة فبحسابه اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اوسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا
بشفاعة او حمایة اشباه مگر جب کہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہوگی کذا فی الاشباه
اگر باوجود اسکا اخراج ممکن مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اوسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اوسکا اخراج ممکن نہو تو قضیہ یہی ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلك ای الغصب الموجر وادعاه المستاجر ولا بینة له یحکم الحال کمسئلة الطاحونة اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہوا اور مستاجر کے گواہ نہوں تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند یعنی اگر مستاجر گھر میں رہتا ہو تو نزاع کے
حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اوسمیں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اوسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کی مستاجر
اور موجر میں اختلاف واقع ہو بعد انقضائے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو
موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی ولا یقبل قول الساکن لانه فرد ذخیرة اور گھر کے رہنے والے کا قول
مقبول نہوگا اسواسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرة یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم
ہوگی کذا فی العالمگیریہ وبقوله ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجرة لانه لم یملکه بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول
سے تفریع کی اور آزاد نہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اسواسطے کہ موجر اوسکا مالک نہیں ہوگیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اوسکی
یہ ہے کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اوسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ ملک محمود کا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہیں ہوجاتی والمراد من تمکنه من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع
من الانتفاع اور قدرت استیفائے منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمه العین
الموجرة بعد مضی بعض المدة الموجرة فلیس لاحدهما الامتناع عن التسلیم والتسلم فی باقی المدة اذا لم یکن فی مدة الاجارة
وقت مرغب فیه لاجله تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسیکو باقی مدت میں تسلیم دینے اور لینے سے امتناع
جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکساں ہو تب امتناع دینے
اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیها ای فی العین الموجرة وقت کذلك کبیوت مكة ومنى وحوانیتهما زمن الموسم فانه
لا یرغب فیها بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجله خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ
کی چیز میں ایسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو جیسا کہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دوکانیں موسم حج کے زمانے
میں اسواسطے کہ بعد موسم حج اونکی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اوس وقت میں تسلیم نکرے جسکی خواہش تھی تو مستاجر کو اختیار ہوگا

باقی مدت کے قبض مین چاہے چاہے نہ لے چنانچہ بیع مین کذا فی البحر ھم یعنی اگر بیوع مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خریدا اور عدم خرید مین اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اوسکے کھول لینے پر قادر نہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اوسکو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہین تو واجب نہین کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمین رہ مگر اوسنے دروازہ کھول نہین دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا مین اوسمین نہین رہا تو اگر مستاجر بلا مشقت کھول لینے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہین تو نہین اور موجر کو یون حجت کرنا جائز نہین کہ تو نے کیون نہ قفل توڑ ڈالا اور کیون نہ اوسمین داخل ہوا کذا فی عالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بھذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح صایر فیہ مین کہتا ہون اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھول لینے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی سے تو تسلیم نہوگی اسواسطے کہ تخلیہ صحیح ہوا کذا فی الضمیر فیہ ولو اختلفا یحکم الحال اور اگر دونون مین اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس ہو مستاجر کہتا ہو کہ مین قفل کھول لینے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہو کہ تو قادر ہوا اور دونون کے گواہ نہین ہین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہو کہ مستاجر سے کہا جاے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہو اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہو کذا فی الطحطاوی ولو برھنا فبینۃ الموجر ذخیرہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہو یہ تشبیہ ہو عجز مستاجر کی ساتھہ منح الغفار مین کہا گھر خریدا اور کنجی اوسکی لی اور گھر کیطرف نہین گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہین تو نہین کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فھو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہو کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہو اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے وللموجر طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہی گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا کرایہ ہر منزل مین جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوھا من الصنائع اذا فرغ وسلم فھلاکہ قبل تسلیمہ یسقط الاجر اور سینے اور مانند اوسکے اور پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اوس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اسمین مزدوری کا استحقاق بعد سپرد کرنے کے ہی نہ کہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اوس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی ھم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اوسکی بلا تعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی امین ہے وکذا کل من لعملہ اثر اور اسیطرح ہر ایک وس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ ڑہی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر لہ کحمال لہ الاجر کما فرغ وان لم یسلم بحر اور جسکے عمل کا اثر نہین ہی تا چنانچہ حمال تو اوسکو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم واقع ہو ھم تو بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان وصلیہ عمل فی بیت المستاجر دوخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ھم مصنف کا یہ قول اسکو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہے کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے قبضہ مین ہی اور گھر اوسکے قبضے مین ہی تو اسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو موجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعمیم مذکور کی ہی لیکن تسلیم کا بیان نہین کی ہدایہ مین لکھا ہی کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین یا وقتیکہ عمل سے فراغ نہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہوگا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے جب

اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعہ میں ہے کہ جب مستاجر کے گھر میں بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اوسکی چوری ہوجاے تو بقدر دوخت اوسکی اجرت ثابت
ہوتی دلیل ہے کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہے انتہی درر میں ہے کہ بموجب ہدایہ وتجرید کے مستاجر کے گھر میں عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہیں اور مبسوط
اور فوائد ظہیریہ و ذخیرہ اور شرح جامع صغیر میں مذکور ہے کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہوجاے
کچھہ سینے کے بعد تو اوسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی ثم لو سُرِقَ بعدما خاط بعضه او انهدم بعدما بناه فله الاجر
بحسابه على المذهب شرح ابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہوجاے بعد اسکے کہ درزی نے اوسکو کچھہ سیا یا کچھہ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اوسکا اجر
ثابت ہوگا اوسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کی کذا فی البحر وابن کمال هم هيه استدراک بلا وجه ہے اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر میں ہے تو اجر
واجب ہے خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر میں ہے تو کل یا بعض کچھہ اجر نہیں بدون تسلیم کے اور دیوار اوٹھانا تو نہیں ہوتا
مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق میں ہے کہ مسئلہ بنا خواصل میں متعدد ہے کہ بعض محل سے اجر اوسکی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے
نقل کیا ہے اور اسی پر یقین کیا ہے غایة البیان میں ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا ولہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی میں اسکو پسند کیا ہے اگرچہ
اوسکی عبارت کنز میں مطلق ہے کذا فی الطحطاوی ثوبٌ خاطه الخياط باجر ففتقه رجل قبل ان يقبضه ربُّ الثوب فلا اجر له بل له تضمين
الفاتق کپڑا ہے جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اودھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اوسکے واسطے مزدوری نہیں بلکہ درزی کو سیون
اودھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے ولا يُجبر على الاعادة وان كان الخياط هو الفاتق فعليه الاعادة كانه لم يعمل بخلاف
فتق الاجنبي اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اودھیڑنے والا ہو تو اوسپر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اوسنے نسیا تھا بر خلاف
اجنبی یعنی اجنبی شخص کے اودھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہیں وهل للخياط اجر التفصيل بلا خياطة الاصح لا اشباه لكن في
حاشيتها معزيا للمضمرات المفتى به نعم وقال المصنف ينبغي ان يحكم العرف انتهى ثم رايت في التاتارخانية معزيا للكبرى
ان الفتوى على الاول فتامل اور کیا خیاط کیواسطے کپڑا بیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے
مزدوری نہیں کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان اجر ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا جواب لائق یہ
ہے کہ رواج پر حکم ہو انتہی پھر میں نے تاتارخانیہ میں فتاوی کبری سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کر کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے
کے واسطے دیا سو اوسنے قطع کیا اور مر گیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کروانا مقصود ہو تو بلا شک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہے
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھہ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے فتامل کذا فی الطحطاوی وللخباز طلب الاجر للخبز في بيت المستاجر بعد اخراجه
من التنور لان تمامه بذلك وباخراج بعضه بحسابه جوهرة اور روٹی پکانے والیکو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر
میں تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اوسکے حساب کے موافق اجرت
لازم ہوگی کذا فی الجوہرة فان احترق بعده اي بعد اخراجه بغير فعله فله الاجر لتسليمه بالوضع في بيته ولا غرم لعدم
التعدي وقالا يغرم مثل دقيقه ولا اجر او ان شاء ضمنه الخبز واعطاه الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ
روٹی جل جاے تو اوسکا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کردینے طباخ کے مستاجر کے گھر میں رکھہ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اوسکی
بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دیوے اوسکے آٹے کی برابر اور اوسکی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان
لے اور اوسکو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبله لا اجر له ويغرم اتفاقاً لتقصيره درر وبحر اور اگر روٹی جل گئی تنور
سے نکالنے سے پہلے تو اوسکی مزدوری نہیں اور روٹی کا تاوان دے گا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لم يكن

الخبز فیه ای فی بیت المستاجر سواء کان فی بیته الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر له لعدم التسلیم حقیقة ولا ضمان
لو سرق لانه فی یده امانة خلافا لهما وهی مسئلة الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی پکوائی اور نان بائی کے گھر میں
پکائیں اور پھر جل جاوے یا چوری جاوے تو اوسکے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اوسپر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اوسکے پاس امانت
تھی برخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی الجوہرہ ہم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف
صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یده قبل الاخراج فعلیه الضمان ثم المالك
بالخیار فان ضمنه قیمته مخبوزا فله الاجر وان ضمنه قیمته دقیقا فلا اجر له للهلاك قبل التسلیم ولا یضمن الحطب
والملح اور اگر روٹی جل گئی یا اوسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور سے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اوس سے پکی روٹی کا تاوان
لے تو اوسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان ملے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اوسپر لکڑی اور نمک کا تاوان نہیں والطبخ بعد
الغرف الا اذا کان لا هل بیته جوهرہ والاصل فی ذلك العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے پکانے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیوں مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا مگر جب کہ بہت مستاجر کے گھر والون کیواسطے ہو تو اہل کے
کے واسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ اسمین رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی
اور نہین تو فقط پکا دینے کے بعد ہم زیلعی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں ہے عادت کا اعتبار ہے فان افسده ای الطعام الطباخ او احرقه
او لم ینضجه فهو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی الطعام کی قیمت کا
اوسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بها فوقعت منه شرارة فاحترق البیت لم یضمن بالاذن ولا یضمن صاحب
الدار لو احترق شئی من السکان لعدم التعدی جوهرہ اور اگر مستاجر کے گھر مین باورچی آگ لیگیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اوسمین سے
ایک چنگاری گھر مین پڑی اور گھر جل گیا تو اوسپر تاوان نہین بسبب اذن مالک اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاوے رہنے والون کا بواسطہ عدم تقصیر ہم طحطاوی نے کہا
یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہین بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے وکضرب اللبن بعد الاقامة وقالا بعد تشریجه ای جعل بعضه علی
بعض وبقولهما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریج کے بعد
یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وهذا اذا ضربه فی بیت
المستاجر فلو فی غیر ملکه فلا اجر حتی یعده منصوبا عنده ومنشرجا عندهما زیلعی اور یہ اوس صورت میں جبکہ مستاجر کے گھر مین اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک مین اینٹ پاتھی ہو تو
اجر واجب نہین جبتک شمار نکردے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم مستصفی مین تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور شرط تسلیم ہی بہتر
اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجر ثابت ہوگی کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے آلة اللبن علی اللبان والتراب علی المستاجر وادخال الحمل
المنزل علی الحمال لا صبه فی الجوالق او صعوده للغرفة الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ پر ہے اور مٹی اینٹ پتھانیوالے
مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اوٹھانے والے پر نہ اوسکا ڈالنا اور بھر نا بوریون مین یا اوسکا چڑھالیجانا چھت پر مگر شرط کر لینے سے
وایکاف دابة للحمل علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کیواسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے
اور اسیطرح رسیان اور گونین بکاری پر ہین والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیه یفسدها ظهیریه اور روشنائی لکھنے
والے کے ذمہ پر ہے اور کاغذ کا شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریة ومن کان لعمله اثر فی العین کالصباغ والقصار حبسها
للاجر او رجس اجیر کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو چیز مین جیسے رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اوس چیز کو روک سکتے ہیں اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری
لینے کیواسطے ہم دھوبی سے وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوبی نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ اسکی یہ ہے کہ مقصود قلب وصف ہے جو عمل

ثابت ہو تو حق حبس نہیں ہے اسلئے کہ یہ مثل بیع ہوا جیسا کہ بیع میں کذا فی الدرر وَھَل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشا والغرا او مجرد ما یعاین ویری
قولان اصحهما الثانی فغاسل الثوب وکاسر الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف وحالق رأس العبد لهم حبس
العین بالاجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی چیز مملوک مراد ہی جیسا کہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے
اور دکھائی دے سو اسمین دو قول ہین یعنی ایک قول یہ کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہو دونون قولون مین سے
صحیح تر دوسرا قول ہی تو کپڑا دھونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا
چیز کا اجرت لینے کیواسطے جائز ہی بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ھ بحر الرائق مین ہے کہ مستصفی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد ما یعاین مین حق حبس نہین
تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہی اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہی کذا فی الطحطاوی درر مین نہایہ عن قاضیخان
مذکور ہی کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہو سوا میل چھڑانے کے تو اسمین اختلاف ہی صحیح تر قول یہ ہی کہ اوسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال مین اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی
دھوبی کے عمل سے تو گویا اوسنے سفیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وَھذا اذا کان حالًا اما اذا کان الاجر مؤجلا فلا یملک حبسها کعمله فی
بیت المستاجر للتسلیم حکما اور یہ یعنی حق حبس اوسوقت ہی جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اوسکے حبس کر رکھنے کا مالک
نہین جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے مین حبس کا اختیار نہین بسبب تسلیم حکمی کے. ولا یضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا
تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی الغایۃ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے چیز کو
رکھ لیا اور وہ تلف ہو گئی تو اوسکی مزدوری نہین اور تاوان بھی نہین ہے بواسطہ عدم تعدی کے ومن لا اثر لعمله کالحمال علی ظهرہ او دابته والملاح وغاسل
الثوب ای لتطهیرہ لا لتحسینه مجتبی فلیحفظ لا یحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین جیسا کہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر بوجھ لادنیوالا
اور ملاح اور کپڑا دھونیوالا اجیر چیز کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہی جو کپڑا دھوکر اوسکے طاہر کرنے کیواسطے
نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہی اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اوسکے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اوسنے
سفیدی کو ایجاد کیا تو محسن ثوب حبس کا مالک ہوگا نہ مطہر ثوب درر مین کہا مگر غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالیکو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اوسکے عمل کا اثر نہین فلو حبس
ضمن ضمان الغصب وسیجئ فی بابه پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے باب مین ھ یعنی اگر حبس مین
وہ چیز تلف ہو جاوے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبها بالخیار ان شاء ضمنه قیمتها ای بدلها
شرعا محمولۃ وله الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جوهرہ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اوسکو محمول اعتبار کر کے
اوسکی قیمت یعنی اوسکا عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوهرہ واذا شرط عمله بنفسه بان یقول له
اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلها استعمال غیرها بشرط وغیرہ خلاصه اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے
اس طرح کہ اوس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات یا اپنے ہاتھ سے کام کرنا تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نہ لے مگر دایہ کہ اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور بلا شرط ہر طرح کذا فی الخلاصہ
خانیہ مین ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اوسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی
وان اطلق کان له ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انه لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبه صرح فی الخلاصۃ
اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنی غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے یستاجر کے لفظ سے اشارہ کر دیا کہ اگر اجنبی کو اجیر دیگا بلا اجارہ
تو اول شخص تاوان دہندہ ہوگا نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو صریح بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانه لو شرطه الیوم او غدا فلم
یفعل وطالبه مرارا فقرط حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الائمة بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے
کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سوا اوسنے اوس دن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا اور اوسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہو گئی

تو تاوان اجیر پر لازم نہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہی کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان تعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ
اور مستاجر یون کہنا کہ تجا ہی پر عمل پر اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیأتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکا کیا کہ اجیر اوسکے اہل و عیال کو لے آوے سو اونمین کوئی شخص مر گیا اور باقی لوگون کو لے آیا تو اوسکی
مزدوری ثابت ہوگی اوسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اوسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہوگا
پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہین تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہین تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقولہ لو کانوا ای عیالہ معلومین ای للعاقدین فلذا
لیکون الاجر مقابلا بجملتہم اور مصنف نے بتقال سے قید لگائی کہ اگر اوسکے اہل و عیال معلوم ہون یعنی عاقدین اونکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض
اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ مین پڑی والا یکونوا معلومین فکلہ ای لہ کل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت المؤنۃ تقل
بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کے واسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی سے کہ
اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو بوجہ عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی استاجرہ لیصل
لایصال قطا ای کتابا وزادا الی زید ان ردہ ای المکتوب والزاد لموتہ ای زید او غیبتہ لا شئ لہ لانہ نقضہ بعودہ
کالخیاط اذا خاط ثم فتق ٹھیکا مقرر کیا ایک مرد نے خط یا توشہ پہنچا دینے کا مثلا زید پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اوسکے
واسطے کچھ مزدوری نہین اسواسطے کہ اوسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اوسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی جب کہ سیا پھر اوسکو ادھیڑ ڈالا
ہم مصنف کو لازم تھا کہ خط پہنچانا او جواب لانا دونون ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا ذکر نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین
مصرح ہے اور امام محمد کے جامع صغیر مین خط لیجانا او جواب لانا دونون مذکور ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الخانیۃ استاجرہ لیذہب الموضع کذا و
یدعو فلانا باجر مسمی فذہب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ مین ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کیطرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے
معین مزدوری پر پھر وہ گیا اور اوسنے اوس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی ھم خانیہ مین تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو
یکسان قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع القط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر
بالذہاب وہو نصف الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وعولوا علی لزوم
کل الاجر لکن فی القہستانی عن النہایۃ انہ ان شرط المجئ بالجواب فنصفہ والا فکلہ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال
مکتوب مین اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثون کو درصورت فوت زید کے یا اوس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف
اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف نے پیروی ہے صاحب درر کا ولیکن در مختار کے محشیون نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی مین نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا
شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہین تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہو گئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہے اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے
وان وجدہ ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شئ لانتفاء المعقود علیہ وہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اوسکو نہ پہنچایا تو کچھ مزدوری
اوسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما لو مزقہ اور اسمین اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضون کے نزدیک
اسمین مزدوری واجب ہے اور بعضون کے نزدیک واجب نہین متولی ارض الوقف آجرہا بغیر اجر المثل یلزم مستاجرہا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی
کما غلط فیہ بعضہم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر
ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنابر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق مین ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہین وکذا الحکم وصی اب کما فی مجمع
الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ مجمع الفتاوی مین ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی و باپ پر یفتی بالمذہب
فی غصب عقار الوقف وغصب منافعہ وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی نقضوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظرا للوقف

وادعی انها اضرار فلا بد من البرهان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے اور دعوی کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہی تو ضرور ہی کہ اوسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلها آجرها المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دیوے ثم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم تصح اجارتها لغیر صاحب الزرع لکن تضم علیہ الزیادۃ من وقتها اور اگر زمین تحت مزروع ہو تو اوسکا اجارہ دینا سوا کاشتکار کے جائز نہین لیکن اجرت سابقہ سے زیادت ملائی جاوے مستاجر پر زیادہ ہونیکے وقت سے وان کان بنی او غرس فانه کان استاجرها مشاهرة فانها تؤجر لغیرہ اذا فرغ الشهر ان لم یقبلها لانعقادها عند راس کل شهر اور اگر مستاجر نے زمین مین عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جاوے جب کہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے ہر مہینے کے سر پر ثم تحیط مین ہے کہ غیر کو اوس صورت مین اجارہ دیا جاوے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہو جاوے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہو تو اوسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جاوے کذا فی الطحطاوی والبناء یتملکه الناظر بقیمته مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی تخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہانتک کہ اوسکی عمارت خلاص پاوے یعنی انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم تؤجر لغیرہ وانما تضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ ولیا بزرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جاوے اور اسکے سوا کچھہ نہین کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جاوے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہی واما اذا زاد اجر المثل فی نفسه من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخها وعلیہ الفتوی اور جب کہ اجرت مثل فی نفسہ زیادہ ہو جاوے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی اور اسی پر فتوی ہے وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ معزیا للصغری اور جب تک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ مین فتاوی صغری سے منقول ہی فائدہ وظاہر قوله والبناء یتملکه الناظر الخ انه یتملکه لجهة الوقف قهرا علی صاحبه وهذا لو الارض تنقص بالقلع والا تشترط رضاہ کما فی عامة الشروح منها البحر والمنح فیعول علیها لانها الموضوعة لنقل المذهب بخلاف نقول الفتاوی مین کہتا ہون اور اوسکا قول والبناء یتملکه الناظر الی آخرہ اس پر دلالت کرتا ہی کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبرا اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اوس صورت مین ہی کہ زمین ناقص ہو جاوے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہونے مین صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہی چنانچہ اکثر شروح مین مصرح ہے ازانجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہی تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاویگا اسواسطے کہ نقل مذہب کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہین برخلاف نقول فتاوی کے یعنی اگر فتاوی کی نقول شروح کے مخالف ہون تو اعتماد کے لائق نہین ثم منها فتاوی مؤیدزادہ جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ ہی اور ان مین منقول ہی کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی فتاوی مؤیدزادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیه ساکنه بلا اذن متولیه ان لم یضر رفعه رفعه وان ضر فهو المضیع ماله فلیتربص الی ان یتخلص ماله من تحت البناء ثم یأخذہ اور مؤیدزادہ کے فتاوی مین ہے کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کرایہ کی دکان ہی وقف کی جس مین اوسکے رہنے والے نے کچھہ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اوسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانیوالا خود ضائع کرنیوالا اپنے مال کا ہی تو چاہیے کہ یہانتک انتظار کرے کہ اوسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اوسکو لے ولا یکون بناؤہ مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید له علی ذلک البناء حیث لا یملك رفعه اور عمارت اوس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ نہین ہی اوس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اوسکو منہدم نہین کرسکتا ولو اصطلحا ان یجعل ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیه صح اور اگر اسپر اتفاق کرین کہ اوس عمارت کو وقف کے تحت مین کرادین بعوض اوس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور بنی ہوئی عمارت کی قیمت مین سے جسکی قیمت کمتر ہو اوس سے اوسکا ثمن زیادہ نہو تو صحیح ہی ... الی القاضی

العقد لیس للاجبان الفسخ بنفسه وعلیه الفتوی اور اگر موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی مالک ہے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے
کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوی ہے ہم بیان اس صورت میں ہے جب کہ ادائے دین کا کوئی طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرا کے اوس چیز کو بیچ
دیا جائے ویجوز بمثل الاجر وباکثر وباقل مما یتغابن فیه الناس لا بما لا یتغابن فیکون فاسدة فیؤجره اجارة صحیحة اما من الاول
او من غیره باجر المثل او بزیادة بقدر ما یرضی به المستأجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجر مثل یا زیادہ تر اجر مثل سے یا کمتر اجر مثل سے اوسقدر کہ کمتر یا اقل ہو جو قدر کہ
ان لوگوں کو نقصان ہو جائے اوسقدر میں جس میں تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اوسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اوسکے سوا
اور شخص سے اجر مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجر مثل سے جسقدر کہ مستاجر راضی ہو انتہی اور فتاوی مؤید زادہ میں فتاوی الحانوتی بینة الاثبات
مقدمة وهی التی شهدت بان الاجرة اولا اجرة المثل وقد اتصل بها القضاء فلا تنقض قال وبه اجاب بقیة المذهب
فلیحفظ اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجر مثل ہی تھی اور گواہی
قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے بقیہ اہل مذہب نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت
یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجر مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجر مثل تھی
پھر اور گواہ ہوئے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجر مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اوس سے
متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب ما یجوز من الاجارة وما یکون خلافا فیها ای فی الاجارة

یہ باب ہے اوس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے ہم طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارة یہ باب ہے
اون افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں تصح اجارة حانوت ای دکان ودار بلا بیان ما یعمل فیهما لصرفه للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت
یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اوس عمل کے جو اوس میں کیا جائے بسبب پھیرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق میں کہا ہے اسلیے کہ عمل متعارف
اوسمیں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت چیز نہیں ولا بیان من یسکنها فله ان یسکنها غیره باجارة وغیرها کما سیجی اذا اجارہ صحیح
بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا
شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی وله ان یعمل فیهما ای الحانوت والدار کل ما اراد فیتد ویربط دوابه ویکسر حطبه ویستنجی بجداره
ویتخذ بالوعة ان لم تضر ویطحن برحی الید وان ضر بالبناء یمنع قنیه اور مستاجر کو جائز ہے کہ دوکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو میخ گاڑے اور
جانوروں کو وہیں باندھے اور لکڑیاں توڑے اور اوسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنائے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو تو منع
ہے کذا فی القنیه ہم جانور باندھنا درست جائز ہے جب کہ جانوروں کیواسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہو تو گھر کو اصطبل بنانے اور چکی کے مسئلہ میں
شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے اوستاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت ہے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے
جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارة الخلاصة کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید ان کان لا یضر وعلیه الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور
اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوی ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ
اوسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اوس فعل سے راضی ہو جائے اور جو فعل کمزور نکرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی عبارته لا یسکن
بالبناء للفاعل والمفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراط ذلک فی عقد الاجارة لانه یوهن البناء
فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سوا اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اوسکے
شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی کا امر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف
یا مجہول کا صیغہ ہے ہم شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حداد کا منصوب

ہوتا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد او
اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اوسی کا قول مقبول ہوگا وان اقاما
البینۃ فالبینۃ بینۃ للمستاجر لاثباتها الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ میں بوجہ اثبات زیادت
کذا فی الخلاصہ وفیها استاجر للقصارۃ فله الحدادۃ ان اتحد ضررهما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا کازری کیواسطے تو اوسکو اوسمیں آہنگری
درست ہے اگر کازری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل ما لیس له لزمه الاجر وان انهدم به البناء ضمنه ولا اجر لانهما لا یجتمعان
اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اوسکو درست نہیں ہے تو اوسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اوس کام سے عمارت منہدم ہو جاوے تو اوسکا تاوان دیوے اور اوس صورت میں
کرایہ نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے وله السکنی بنفسه واسکان غیره باجارة وغیرها وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل یبطل
التقیید لانه غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال کرنے
والے کے اختلاف سے اوسمیں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف به کما سیجیء
بخلاف اوس عمل کے جو متفاوت ہو جاتا ہے استعمال کرنیوالے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھ چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ انمین تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف مستعمل
تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی کو خیرات
کرے ھ یعنی اگر چار روپیے کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیے پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف مین لاوے الا فی مسئلتین
اذا آجرها بخلاف الجنس او اصلح فیها شیئا مگر دو صورت مین مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر
مین کچھ درستی کر دی ہو ھ خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیا ہو اور صلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً
گھر مین چونہ کاری کر دی یا چھت پر کڑی لگا دے حموی نے کہا جھاڑو دینا صلاح مین داخل نہیں ولو آجرها من المؤجر لا تصح وتنفسخ الاجارة
فی الاصح بحر معزیا للجوهرة وسیجیء تصحیح خلافه فتنبه اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ پر دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہین اور اجارہ فسخ ہوگا قول
اصح مین چنانچہ بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ مین عدم فسخ کو شارح
وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا وتصح اجارة ارض للزراعة مع بیان ما یزرع فیها او قال علی ان ازرع فیها ما اشاء کیلا تقع المنازعة والا
فهی فاسدة للجهالة وتنقلب صحیحة بزرعها ویجب المسمى اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اوسمین بوئی جاویگی
یا مستاجر یون کہے کہ اجارہ لیتا ہون اس شرط پر کہ زمین مین زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور
اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پلٹ کر صحیح ہو جائیگا اوسکے زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ھ چونکہ زمین
باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتی ہے تو دفع نزاع کیواسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہو جاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت
کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا او فساد تھا بسبب نا دانستگی مزروع کے تو جب کہ جہالت مرتفع ہوگئی زراعت کرنے سے
تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ مین پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت ہے ھ اجارہ مین
پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے او زمین کی خرید مین بلا ذکر حقوق وغیرہ داخل نہین ہے اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کیواسطے اور بدون
دونون چیزون کے زمین سے فائدہ لینا نہین ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین فی الحال ولهذا شور زمین کی بیع جائز ہے اور اوسکا اجارہ زراعت
کیواسطے جائز نہین کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف مین ھ ہمارے ملک مین
جب کہ سال بھر کا اجارہ ہو کما هو مصرح فی القنیة ولو لم یمکنه الزراعة فی الحال لاحتیاجها الی سقی او کری ان امکنه الزراعة فی
مدة العقد جاز والا لا وتمامه فی القنیة اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کرنے کی ... پیدا سے

تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اوس مقدار مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے اجرها وهي مشغولة بزرع
غيره ان كان الزرع بحق لا يجوز الا جارة لكن لو حصده وسلمها انقلبت جائزة زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین
غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹ
اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہوجائیگا ما لم يستحصد الزرع فيجوز ويؤمر بالحصاد والتسليم به يفتي بزازيه زراعت
والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسپر فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان يوجرها
مضافة الى المستقبل فيجوز مطلقا مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کیطرف منسوب کر کے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت
واجبی ہو یا غیر واجبی هم بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان كان الزرع بغير حق صحت لامكان
التسليم بجبره على قلعه اذ [illegible] اوله فتاوى قاری الهداية اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ
صحیح ہے بسبب ممکن ہونے تسلیم کے زبردستی کھیت اوکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الهداية وفي الوهبانية تصح اجارة
الدار المشغولة يعني ويؤمر بالتفريغ وابتداء المدة من حين تسليمها اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں مستاجر وغیرہ کا اسباب
ہو تو اوسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اوسکے خالی کر دینے کا اور ابتدای مدت اجارہ اوسکی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفي الاشباه استاجر
مشغولا وفارغا صح في الفارغ فقط ويجيء في المتفرقات اور اشباہ میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا
اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آویگا وتصح اجارة ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات كطبخ آجر وخزف ومقيلا ومراحا
حتى تلزم الاجرة بالتسليم امكن زرعها ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کیواسطے اور باقی فوائد کیواسطے
جیسا پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کیواسطے نصف روز اور رات کیوقت تو تسلیم سے اجرت
لازم ہوگی خواہ اوس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہو کذا فی البحر هم یہ اجارہ زراعت کیواسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا
فی البحر فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة لعدم نهايتهما اور اگر اجارہ کی مدت گذر جاے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی
موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے هم حموی نے لکہا الخ بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اسواسطے کہ اوسنے زمین کو خراب کر ڈالا
الا ان يغرم له الموجر قيمته اى البناء او الغرس مقلوعا بان تقوم الارض بهما وبدونهما فيضمن ما بينهما اختيار مستاجر
زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جبکہ موجر مستاجر کو کہدے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت
فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاے تو موجر تاوان دے ما بین قیمتین کا کذا فی الاختیار ويتملكه بالنصب عطف على يغرم لان فيه نظرا لهما اور قیمت
دیکر موجر مکان اور درخت کا مالک ہوا اسواسطے کہ اسمیں مستاجر اور موجر دونوں کیواسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا یتملکہ کا لفظ منصوب ہے یغرم پر عطف ہے
قال في البحر وهذا استثناء من لزوم القلع على المستاجر فافاد انه لا يلزمه القلع لو رضي الموجر بدفع القيمة لكن ان كانت
تنقص يتملكها جبرا على المستاجر والا فبرضاه بحر الرائق میں کہا اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف
نے فائدہ دیا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر
جبر کرکے زمین کا مالک ہے اور اگر ناقص نہوتی ہو تو اوسکی رضا مندی سے مالک ہو یعنی بعد ادای قیمت او يرضى الموجر معطف على يغرم بتركه اى
البناء والغرس فيكون البناء والغرس لهذا والارض لهذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا
[illegible] شارح نے کہا یرضی عطف ہے یغرم پر [illegible] الترك اي باجر او اجارة [illegible] فلهما ان يواجرها
لثالث [illegible] على قيمة البناء [illegible] اور زمین [illegible] کا کھودنا [illegible]

باقی رکھنا بحال اپنی بہتر ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی ہے اور بعد انقضاء مدت کے تو اجر مثل لازم ہوگی قولہ تلحق بالمستاجر المستعیر فیترك الی ادراكه باجر المثل
اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہی تو تعرض نکیا جاوے کھیت سے اور سکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر
لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجر مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر ایہی حکم ہو عاریت کی زمین میں مکان بنانے
اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و اما الغاصب فیؤمر بالقلع مطلقا لظلمہ اور غاصب کو کھیت اوکھاڑ ڈالنے کا حکم ہوگا
ہرطرح اگرچہ کھیت کچا ہو اوسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب العدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولهم یترك الزرع باجر ای بقضاء او بعقد
هما حتی لا یجب الاجر الا بعدهما كما فی القنیه فلیحفظ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نکیا جاوے اجرت
لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب ہوگی مگر قضا یا عقد شرط ہے چنانچہ قنیہ میں ہے
تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر و تصح اجارة الدابة للركوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ
لادنے کیواسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کیواسطے کرایہ کیا تو اوسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصہ
در مختار کی شرح سے منقول ہے کہ اگر بیان نکیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنے گا تو اجارہ فاسد ہے لا تصح اجارة الدابة لیجنبها
ای لاجل ان یجعلها جنیبة بین یدیه ولا یركبها اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اوسکو خالی لیچلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اوسکو کوتل کر
لیچلے اپنے سامنے اور اوسپر سوار نہو ولا تصح اجارتها ایضا لاجل ان یربطها علی باب داره لیراها الناس فیقال له فرس او دابه
کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اوسکو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اوسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان یزین بیته او
حانوته بالثوب لما قدمنا ان هذه منفعة غیر مقصودة من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دوکان کو آراستہ کرے کپڑے
سے اجارات ثلثہ مذکورہ اوس دلیل سے جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں ذکر کر چکے کہ جانور کا کوتل لیچلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دوکان کو کپڑے سے آراستہ
کرنا منفعت غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں اونکا فرش کرے اور اون پر نہ بیٹھے اور نسوے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جبکہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اوسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا فی
المستاجر بیتا لیصلی فیه او طیبا لیشمه او کتابا ولو شعرا لیقرأه او مصحفا شرح وہبانیہ اور اسیطرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا
تا کہ اوسمیں نماز پڑھے یا خوشبو دار چیز کرایہ لے سونگھنے کیواسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کیواسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ
ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا کرایہ لینا نماز کیواسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہے
اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جاتے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ
کو قرار دیجیے تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یعین من یركب ویلبس او قال اركب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار
اور کسی پہننے والے کی قید نلگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کہے میں مختار ہوں کہ سوار کروں
یا پہناؤں جسکو میں چاہوں گا کذا فی الحموی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ لے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح مذکور کریگا وتعین
اول راكب ولابس اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا
تو اب دوسرے شخص کو اوسپر سوار ہونا جائز نہوگا کذا فی الزیلعی الکافی وان لم یبین من یركبها فسدت للجهالة اور اگر مستاجر نے بیان نکیا کہ
کون اوسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو یوں کہنا صواب تھا (ولو استاجرها للركوب مطلقا) یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری
کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نکہے کذا فی الطحطاوی وتنقلب صحیحة بركوبها
اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاویگا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے از راہ استحسان لان المفسد وجب

ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی تو فساد بھی زائل ہو گیا اسواسطے کہ ہم انتہا کی تعیین کو ابتدا کی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور سوار کرنیوالا ضامن ہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں بجہت عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید براکب اولابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور اگر مستاجر یا مؤجر نے سواری یا پہننے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اوسکے مخالف کیا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہوجاوے اور اوسپر اجرت نہیں اگرچہ اوسنے تسلیم کی ہو ہم مخالفت سے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست میں متفاوت ہوتے ہیں اسواسطے کہ اکثر دبلے اور ہلکے ہیں کہ اونکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب نا واقفکاری کے اور بہت موٹے تازے ہیں جنکی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہیں بخلاف حانوت اقعد فیہ حدادا مثلا حیث یجب الاجر اذا سلم لانہ لما سلم تبین انہ لم یخالف وانہ مما لا یوھن الدار کما فی الغایۃ برخلاف اوس دوکان کے جسمیں مستاجر نے مثلا لوہار کو بٹھلایا ہو اسواسطے کہ اسمیں اجرت واجب ہوگی جب کہ مؤجر کیطرف سے بتسلیم دوکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اوسنے دوکان بتسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے مؤجر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہیں کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحطاوی نے کہا اسمیں گفتگو ہے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانہ مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت اور تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہم یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی الحلبی ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط اور جو کی سواری کے مانند ہے حکم میں ہر چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ ہم شیخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ کھڑے کرنے میں اور مکان نصب کی تجویز کرنے میں اور اوسکی میخیں گاڑنے میں متفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں اور زیلعی نے تفریع کی ہے کہ خیمہ کی میخیں مستاجر کے ذمہ ہیں اور رسیاں موجر پر وفیما لا یختلف فیہ بطل تقییدہ لا بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لما مر ان التقیید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف مستعمل کے تو اوسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہوا تو مستاجر کو جائز ہے کہ اوسکے غیر کو اوسمیں رکھے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اوسکے مانند اور اوس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا ہم کر بضم کاف پیمانہ ہے جسمیں بارہ صاع غلہ سماتا ہے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمینا اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہوں کی برابر اور گیہوں اوسکے وزن کی بار لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہیں والاصل ان من استحق منفعۃ مقدرۃ بالعقد فاستوفاھا او مثلھا او دونھا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا عقد سے پھر اوسنے منفعت کو یا اوسکی برابر یا اوس سے کمتر کو حاصل کیا تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہیں ومنہ تحمیل وزن البر قطنا لا شعیرا فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہے لادنا روئی کا برابر گیہوں کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول صحیح میں ہم یعنی اگر من بھر گیہوں لادنے کو کرایہ ٹھہرا ہو مستاجر نے اوس من بھر روئی جانور پر لادی تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اوسمیں گرمی بھی زیادہ ہے تو اوسکا ضرر زیادہ ٹھہرا گیہوں سے اور گیہوں کی عوض اگر جو اوسیقدر لادے اور جانور مرگیا تو تاوان نہیں بقول صحیح اسواسطے کہ جب جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتوی ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اوسنے اور چیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو درصورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہوں کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادنا اور اگر محمول اندک زیادہ پھیلتا ہو لادے گئے مقام مسمی سے تو تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو ہلاک کرنے سے تاوان لازم نہ آویگا مگر جب کہ موضع حمل سے زیادہ تر پھیلا ہو جیسا تخمیناً روئی بعوض گیہوں کے کذا فی الطحطاوی ولو اردف من یستمسک بنفسہ وعطبت الدابۃ ضمن النصف اور اگر مستاجر جانور پر اپنے پیچھے ایسے شخص کو سوار کرلیا جو بالذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکتا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دیگا ہم اور اگر مستاجر کے پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان اسپر لازم ہوگا

الحمل معًا و وضعًا ہ علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ وھدر بفعل ربہا مجتبیٰ اور اگر ستاجر اور مالک جانور نے بوجھہ ساتھی اوٹھایا اور جانور پر دونون نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان اجر پر واجب ہوگا اوسکے فعل کے سبب سے اور اوسکے مالک کا فعل باطل یعنی ہدر ہوگا کذا فی المجتبیٰ ولو کان البر مثلاً فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقًا ای وعاءً کعدل مثلاً وحدہ و وضعاہ علیہا معًا و متعاقبًا لاضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر کان مستحقًا بالعقد غایۃ اور اگر مثلاً گیہون ہو دو گون مین اور مستاجر اور مالک ہر ا حد نے ایک ایک گون تنہا اوٹھائی اور دونون نے جانور پر ساتھی یا آگے پیچھے رکھی تو ستاجر پر تاوان نہین یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اوٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک طرف گٹھے کے مانند مثلا ومفادہ انہ لاضمان علی المستاجر سواء تقدم او تأخر وھو الوجہ ومن ثم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المنھوانی دفی التعلیل سے مستفاد ہوا کہ ستاجر پر تاوان نہین خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا ہی مصنف کی شرح مین ہے قلت وما فی الخلاصۃ ھو ما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لاضمان لو حمل المستاجر اولا ثم ربہا الدابۃ وان حملہا ربہا اولًا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہیٰ فتنبہ مین کہتا ہون اور جو خلاصہ مین ہے وہ متن کے بعض نسخون مین موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہین اگر مستاجر پہلی گون لادی پھر جانور کے مالک نے اور اگر اوسکے مالک نے اول لادی پھر ستاجر نے تو ستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصہ تو خبردار رہو اس قول غیر معتمد سے وھذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق مثلہ اور یہ یعنی مسئلہ اولی مین جو حکم گذر گیا تاوان القدر زیادۃ نقل کے اوسوقت ہے جب کہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھہ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر لانہ حمل والضمان للزیادۃ غایۃ اور جب کہ جانور اوتنے بوجھہ او ٹھانے کی طاقت نرکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی ستاجر پر کذا فی الزیلعی اور ستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوگی لادنے کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ھم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان اجرت اور ضمان کا کیونکر جتماع ہوا حالانکہ پہلے مذکور ہو چکا کہ دونون مجتمع نہین ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لزوم تاوان کی جہت دوسری اور وجوب اجرت کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کردیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہو تو اگر زیادتی اوسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اس صورت مین تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادی کذا فی البحر قال ولم یتعرضوا للاجر اذا سلمت اظھورہ وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط ستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہین ومنہ علم حکم المکاری فی طرق مکۃ اور ظہور وجوب سمی سے معلوم ہوگیا کہ معظمہ کی راہ مین کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ حمل معین پر کچھ بوجھہ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ لادنے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہین کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا وکبحہا بلجامہا لتقید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اوسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کی سلامتی سے یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن جان تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جائے حتی لو ھلک الصغیر لضرب الاب والوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بزجرہ وتعریکہ تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجائے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا لا یضمنان بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہین ضرب متعارف اور مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہین جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ

الاصح رجوع الامام لقولھما اور غایۃ التحقیق میں بھی مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کی طرف صحیح تر قول ہے لا یضمن لسبق قولھما
اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے بالکل مرنے سے باتفاق امام و صاحبین وظاہر الھدایۃ ان للمستاجر الضرب بالاذن العرفی اور
ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ اباحت ضرب معتاد
معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربھا اصلا ویخاصمہ فیما
زاد علی التادیب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اوسکو مطلقا نمارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب
میں جو تادیب سے زیادہ ہے ہم یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج ووضع الاکاف
سواء اوکف بمثلہ ام لا اور تاوان دیگا زین کے اوتار لینے اور پالان باندھنے سے خواہ ویسا پالان اوس پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے لکھا شاید
شارح پر اکاف مشتبہ ہوا ایکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان باندھنا اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولھذا لفظ وضع کو شارح نے
زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالاسراج بما لا یسرج ھذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور
اوسیطرح سے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہیں باندھا جاتا اوسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان کے زین سے
باندھنے سے تو تاوان لازم نہیں مگر بصورت زیادت وزن حقائق میں عیون سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو بمثلہ او اسرجہ
مکان الایکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اوس پر باندھا جاتا ہو یا بجائے پالان کے
زین باندھا تو تاوان لازم نہوگا مگر جب کہ تول میں زین پالان سے زیادہ ہو تو اوسکے حساب سے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی
اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین ہو چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجرھا بغیر لجام فالجمھا بلجام لا یلجم بمثلہ جیسے مستاجر
تاوان دیگا بصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے پھر اوسکے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اوسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ
لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اوسکے نہیں لگائی جاتی
اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ہم طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر
متعدی ٹھہرا او سلک طریقا غیر ما عینہ المالک وتفاوتا بعدا ووعرا او خوفا بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ
چلا جو مخالف تھی اوس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کردی تھی اور دونوں راہیں متفاوت تھیں دوری یا سخت ہونے یا خوف میں اسطرح کہ لوگ اوس
راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قید بالبر مطلقا سلکہ الناس اولا لخطر البحر فلو لم یقید بالبر لا ضمان یا حامل
مستاجر کا اسباب لاد لیگیا دریا میں جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ
چلتے ہوں بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنی تلف ہوجانے سے وان بلغ المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود
اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہنچا دیا دریا کی راہ سے تو اوسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنی تو گویا اوس سے مخالفت متحقق
نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے گیہوں بونے کا امر کیا تھا
تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہوجانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گیہوں سے یعنی اسواسطے کہ رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک
پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجیء اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اسواسطے کہ رطبہ بونے والا غاصب ٹھہرا
اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنے میں اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضررا لا یضمن
ویجب الاجر مصنف نے تاوان میں مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر کم ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب ہوگی ہم اقل ضرر
کی صورت یہ کہ رطبہ کے بونے کیواسطے زمین اجارہ لی اور گیہوں بویا وضمن بخیاطۃ قباء وامر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے سینے سے حالانکہ اوسکو

قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اوسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھم قبا اوسکو کہتے ہیں جسکا آگا کھلا ہوا اور قمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا
دونوں سیا ہو ولہ ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اوسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت یعنی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہے یعنی اجارہ فاسدہ میں
اجرت مثل لازم ہوتی ہے کہ جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا اذا خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فتقیید الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جب کہ
درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے
اور اوسکی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے ھم درر میں تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا
کہ ذکر قبا اتفاقی ہے مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ
اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو
اوتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کو واسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی ولو صبغ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ
وان کان فاحشا عند اھل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض خلاصہ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو
رنگریزی کے پیشے والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ **فروع** بمسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ
کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہوا اسقدر یعنی
سو اگر بقدر انگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن
مالک نے درزی کو کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو قطع ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا
تیرے قمیص کیواسطے کافی نہیں تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی سواسطے کہ اوسنے دھوکا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال
لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور جو درزی نے کہا کہ ہاں مالک نے کہا اوسکو قطع کر سو اوسنے قطع کیا پھر درزی
بولا کہ تجکو کفایت نہیں کرتا تو اوسپر تاوان لازم نہیں ھم سواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے حکم کذا فی الطحطاوی نزل الحمال فی
مفازۃ ولم یترحل حتی فسد المال بسرقۃ او مطر ضمن لو السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اتر اسیداہن ورہاں سے کوچ نکیا یہانتک کہ مال فاسد ہوگیا
چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہاں اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا یعنی سواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی
ٹھہرا وہاں کے چھوڑنے سے اور اگر غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ
لعادتھم اور اشباہ میں ہے مدد گار رکھا کہ ایک مرد بازار میں اکر اوسکا مال بیچ دے سو اوسنے مزدوری مانگی تو انکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت
اوسنے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو
اجرت لازم نہیں وکذا لو ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کرنے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا
وجوب اور عدم وجوب اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من
المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اوسکو کپڑا بننا سکھاوے اور مولی
نے استاد پر ہر مہینے میں کچھہ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نکی اور تعلیم کے بعد ہر ایک معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اوس
کام میں معتبر ہوگا ھم یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولی کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل
استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ ولو
توھماہ الیہ لم یضمن الا ماہ ذکرہ فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر دوسرے مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان

کیطرف پھیر آیا اور جانور ہلاک ہوگیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہوگا امام قول میں جنسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کیطرف
امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوے ھ مطلقاً یعنی خواہ مدت دونون کیواسطے کرایہ پر لے خواہ فقط جانے کیواسطے بہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہر عاریت لیجانیکا
کرتا وان لازم آویگا مطلقاً مکان معہود سے تجاوز کرے وفیہ خوّفوا المکاری فرجع رُاما دالحمل المحلہ لا اذل لا اجر لہ وینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگون نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والیکو خوف دلایا سو وہ پھیر آیا اور اوسکا اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اوسکی مزدوری نہین اور لائق یہ ہے کہ اوسپر زبردستی کیجاے دوبارہ
لیجانیپر کذا فی مجمع الفتاوے وفیہ دفع ابریشماً الی صباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ ثم ردہ علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوے مین ہے کہ ریشم
دیا رنگریز کو تا اوسکو رنگے اسقدر اجرت پر پھر مالک بولا کہ اوسکومت رنگنا اور مجکو پھیر دے سو اوسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہین وفیہ سئل ظہیر الدین
عمن استاجر رجلاً لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وامتنع بسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوے مین ہے کہ ظہیر الدین سے اوس شخص کے حکم کا سوال ہوا
جسنے ایک مرد کو مزدور کیا تا کہ اوسکا کام کرے زمین مین جب کہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اوسکے سبب سے کیا اوسکی
اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہین یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا فرضت فحملہا دونہا ہل لہ
الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اوسپر لادنا بوجھہ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ
موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہین اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحًی فمنعہ الجیران عن الطحن
لتوہین البناء وحکم القاضی بمنعہ ہل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مالو یمنع حسًا من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اوسکو پڑوسیون نے
پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہوجانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کرایہ ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط
نہوگا جب تک ظاہر مین پیسنے سے منع نکیا جائیگا ھ مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اوسکو چکی پیسنے دین یا چکی کے گھومانے والے جانور کو کھول دین
کذا فی الطحطاوے واستاجر حماماً سنۃ فعرف مدۃ صح بحکم الاجرۃ قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک بیکار
ہین بارہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوہبانیۃ تسقط فی وقت العمارۃ مثل ما
لو انہدم بعض الدار فالمعدم یحرز ۔ اور وہبانیہ مین ہے اور ساقط ہوتا ہے اجرۃ عمارت کے وقت مین مانند اوس صورت کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجائے
تو انہدام تخمین کیا جاے ھ یعنی مقدار انہدام تخمین کرکے بقدر اوسکی اجرت ساقط کیجاے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے
گر جانے سے کرایہ کم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوے عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر خالفا فی قدر العمارۃ آخر ۔ یقدم فیہا قولہ لا المعمر ۔ اور مختار کی
مالک اور کرایہ دار نے مستاجر کی عمارت کی مقدار مین تو یہین مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا ھ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو اذن کیا
عمارت بنانیکا اور کرایہ مین مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار خرچ مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع
ہونگے کذا فی الطحطاوے عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما انفق علی الموجر بمجرد الامر یعنی الا فی تنور وبالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ
مین کہتا ہون اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہی مستاجر کا اوس چیز کو جو موجر پر ہے صرف بمجرد امر کرنے کے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ بنانے مین رجوع
بمجرد امر نہین ہو ضرور ہے اشتراط رجوع موجر پر ھ طحطاوی نے کہا شارح کا قول مسئلہ نظم سے مربوط نہین بلکہ قنیہ کی عبارت سے مربوط ہو شرح وہبانیہ
مین مذکور ہے اسطرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر مین عمارات بنادے مالک کے امر سے تو جسقدر اوسکا صرف ہوا ہے پھیر لے اگرچہ
رجوع صریحاً شرط نہو پھر قاضی خان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ مین رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہین انتہی فی القنیہ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا
وہ قنیہ کا صریح مفاد ہے ولو خرب بیت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخہا المستاجر بحضرۃ المؤجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران
ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہین ہوجاتا جب تک اوسکو مستاجر نے فسخ نکرے یہی قول اصح ہے ھ اگر بعض مکان گھر کا منہدم
ہوگیا اور مالک خانہ غائب تھا یا بیماری کی حالت مین قاضی کی مجلس مین حاضر نہین ہوتا تو اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی اوسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ

فیه بالقبض اور اجارۂ فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کی
قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارة حتی لو قبضها المستاجر ليس له ان يوجرها برخلاف اجارۂ فاسدہ کے کہ اوسمین منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے
عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اوسکو جائز نہیں کہ اور شخص کو اجارہ میں دے ولو آجرها وجب اجر المثل لا يكون غاصبا وللاول نقض الثانية بحر معزيا للخلاصة
الا اگر مستاجر مذکور نے اوسکو اجارہ دیگا تو مستاجر اول پر اجر مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک کو جائز ہے کہ اجارۂ ثانیہ کا
توڑڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے خلاصہ سے منقول وفی الاشباه المستاجر فاسدا لو آجر صحيحا جاز یعنی اور اشباہ میں ہے کہ اجارۂ فاسدہ کا مستاجر
اگر اوسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ھ معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی
تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد یعنی اجارہ کو فاسد کرڈالتی ہیں وہ شرطیں جو مقتضا عقد کے مخالف ہیں ھ چنانچہ پن چکی کے اجارہ میں یہ شرط
ہوئی کہ اگر چہ پانی منقطع ہو جاوے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فكل ما افسد البيع
مما مر يفسدها كجهالة ماجور او اجرة او مدة او عمل وكشرط طعام عبد وعلف دابة ومرمة الدار ومغارمها وعشر وخراج ومؤنة رد اشباه سو جو
چیز بیع کو مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی ہی چیز اجارہ کو فاسد کرڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے
غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اوسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا
خرچ شرط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباه ھ وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ منجملہ اجرت کے قرار دئے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت
بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کے جہالت کی کذا فی حاشية الاشباه لابی السعود وتفسد ايضا بالشيوع بان يوجر نصيبا من داره او نصيبه من دار مشتركة
من غير شريكه او من احد شريكيه انفع المسائل وعمادیہ من الفصل الثلثين اور شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین
اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع المسائل اور عمادیہ
میں تیسویں فصل میں ہے ھ فصولین میں ہے کہ ایک شے مشترک ہے چند شخصوں میں تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو
جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری فلا يفسدها على الظاهر كان آجر الكل ثم فسخ فی البعض او آجر الواحد فمات احدهما او بالعكس اور مصنف نے
احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہیں بموجب ظاہر الروایۃ کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی
پھر بعض میں اجارہ فسخ کرڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مر گیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا
پھر ایک مستاجر مر گیا ھ صورتین اخیر تین میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع
طاری ہے نہ اصلی وهو الحيلة فی اجارة المشاع كما لو قضى بجوازه اور وہ یعنی تمام چیز میں اجارہ کرنا پھر بعض میں فسخ کردینا حیلہ ہے جواز مشاع
اجارہ میں چنانچہ جواز اجارۂ مشاع پر قاضی کا حکم ہو جانا ھ یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اوسکی دو تدبیریں ہیں ایک یہ کہ کل چیز کو اجارہ
دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کرڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اوس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اسکے جائز ہونیکا حکم دے
الا اذا آجر كل نصيبه او بعضه من شريكه فيجوز شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے
تو جائز ہے وجوزاه بكل حال وعليه الفتوى زیلعی وبحر معزيا للمغنى لكن رده العلامة قاسم فی تصحيحه بان ما فی المغنى شاذ مجهول القائل فلا يعول عليه
اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمہ ہو یا غیر محتمل ہو اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق میں یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوے کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کرڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی میں ہے ایسا شاذ ہے
جسکا قائل معلوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں ھ طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین میں ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور اسی پر
اعتماد کیا ہے ارباب شروح اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا قلت فی البدائع لو آجر مشاعا يحتمل القسمة فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو آجره لهما

ثم قسم وسلم لم يجز مین کہتا ہون اور بدائع مین ہے اور اگر او سنے شاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اوسکی قسمت کی اور تسلیم کی تو اجارہ جائز ہو
بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اوسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین و یفتی بجواز
لو البناء لو جلسہ و المعرضة لانہ فصولین من الفصل الحادی و العشرین یعنی الوسط منہ اور فتوی دیا جاتا ہے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور
زمین اوسکی دوسرے شخص کی چنانچہ فصولین مین ہے اکیسوین فصل سے یعنی اوس فصل کے درمیان مین مسئلہ مذکور ہے یعنی اگر صاحب عمارت اوسکو اجارہ دیدے
صاحب زمین یا اوسکے غیر کو تو جائز ہے اور اوس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الجامع و تفسد بجہالة المسمی کلہ او بعضہ
کتسمیة ثوب او دابة او مائة درہم علی ان یرمہا المستاجر لصیرورة المرمة من الاجرة فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجر مسمی کی
جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہوجانے مرمت کے
اجرت مین یعنی خرچ مرمت کا اجرت مین داخل ہوگیا تو اجرت مجہول ہوگئی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا یہ کپڑا اور جانور
تمام اجر کے مجہول ہونے کی مثال ہے اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے و تفسد بعدم التسمیة
اصلا او بتسمیة خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سور کے نام لینے سے یہ عدم التسمیہ کی یہ صورت ہے
کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان فسدت بالاخیرین
بجہالة المسمی و عدم التسمیة وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ و لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہوگیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی مجہولی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہوگی مسمی سے یہ شارح کے اس قول لا ینقص عن المسمی مین
خلل ہے اسواسطے کہ دونون صورتون مین تسمیہ نہین اسواسطے کہ عدم التسمیہ مین تو ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمکن
بل باستیفاء المنفعة حقیقة کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہوگی
بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی کیون نہو بسبب نہونے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع
کیجاے و لا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے یہ اس قول کا خلل مذکور ہوچکا علاوہ اوسکے عدم مرجع الیہ اسکے منافی ہے و ان فسد بجہالة
بالشرط او الشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امر مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی
فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوگی بسبب راضی ہوجانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونون اسقاط زائد عن المسمی پر راضی
ہوگئے یہ جہالت مسمی اور عدم تسمیہ مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت
ہمارے نزدیک نہین ہے بلکہ اونکی قیمت عقد یا شبہہ عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جب کہ منافع کی قیمت نہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کیطرف اور زیادت علی المسمی
ساقط ہوگئی اسواسطے کہ عاقدین اوسکے اسقاط پر راضی ہوگئے اور جب کہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی جو
قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی جیطرح لائق ہے اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدر رد و ینقص عنہ لفساد التسمیة
اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ کے و استثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان یسکنہا فسدت و یجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی
قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر اوسمین سکونت نکرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اوسمین سکونت
کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو یہ ہمنا اجارہ و شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت
قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری و حملہ فی البحر علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق مین اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ مین اجر مسمی مجہول
تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت قاعدہ مذکورہ سے استثنا نہ ٹھہرا لکن ارجعہ قاضیخان فی شرح الجامع الی جہالة المسمی فافہم و علی کل فلا استثناء
لیکن قاضیخان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت مسمی کیطرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہین ہے تو آگاہ رہو یہ طحطاوی نے کہا سطلب بحر الرائق اور

ہوا منہ بغان کا ایک ہی ہے توسیقدر اک بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر کہنا بھی بلا وجہ ہے ہو اسطے کہ جو سبحر الرائق و قاضیخان مین مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت و یدبغی استثناء
الوقف لان الواجب فیہ اجر المثل بالغا ما بلغ فتامل مین کہتا ہون اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف مین با وجود تسمیہ اجرت
مثل واجب ہے جسقدر کہ اجر مثل ہو سو غور کر فان آجر دارہ تعرضہا الا المسمی بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ
وتفسخ فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے سو مستاجر گھر مین ایک مدت تک رہا اور غلام اوسکو دیا تو مستاجر پر اوسکی مدت کیواسطے اجر
مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو اور باقی مدت مین اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی
بجہالتہا دوکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ مین اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل منہما بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا
یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہوا اوسمین جسکی نہایت معلوم نہین چنانچہ ایام اور شہر تو اوسکا کمتر متعین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر
اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کردینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہوچکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ھو اللیلۃ الاولی و
یومہا عرفا وبہ یفتی صح العقد فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول مین مستاجر رہیگا دوکان یا گھر مین تو اوس مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی
رات یعنی چاند رات اور اوسکا دن ہے عرف مین اور اسی کا فتوی ہے ھم یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر
مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن مین وہان سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہوجائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے
کہ اول ماہ ثانی مین دونون کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ رؤیت ہلال ہے لیکن چونکہ اوسکے اعتبار مین حرج تھا لہذا چاند رات اور اوسکا دن معتبر ہوا
ھکذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی ینقضی الا بعذر کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ
موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی مین اختیار نہین جب تک کہ وہ مہینہ آخر ہوجاے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت مین اخراج جائز نہین اگر مستاجر
دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال
المانع ہر مہینہ کے اجارہ مین فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب مین صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے
ھم یعنی موجر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر چھہ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنح واذا آجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر تقسم علیہ
اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہ ہوا ور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر تقسیم ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی
اور ابتدا مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہوا گر نام لیا ہو یعنی یون مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ھو اولہا اور اگر ابتداء
مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر شمنی
اعتبر بالاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوسوقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینون کا شمار چاند دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا ورفتح ہا
معنی دیدہ شود ہلال اور مراد اوس مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینون
کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس ۳۰ دن کا وقالا یتم الاول بالایام والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنون سے پورا کیا جائیگا
اور باقی مہینے چاند چاند سے معتبر ہونگے ھم یعنی اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنون کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا
تو ایک سال تین سو ساٹھ ۳۶۰ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس ۳۰ دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس ۲۹
دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر عبدا باجر معلوم وبطعامہ لم یجز لجہالۃ بعض الاجر تمام نوکر رکھا کسی نے
غلام کو اجرت معین اور اوسکی خوراک پر تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوگا ھم یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی
خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہین کہ خوراک کسقدر آدھ سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط مین ہے کہ جس اجارہ مین تقرر کیا جاے جانور کا شرط

وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین
جارہ کے منافع تھے ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ مین تو غلام کھانا مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی
وجاز اجارۃ الحمام لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ ولتعارف الناس اور حمام نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف لیگئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے
ہین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہان سے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین
ہوتا مواہب لدنیہ مین ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما راٰہ المومنون حسنا فھو عند
اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو
وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہی مین کہتا ہون اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی قول صحابی کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
چنانچہ ابن حجر نے اوسکو بیان کیا ہے ھم مقاصد حسنہ مین ہے کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالے نے بندون کے دل
دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے اصحاب پسند کیے اور اونکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک
ہے اور جسکو مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین ذکر کیا ہے کذا
فی الطحطاوی یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہے وجاز بناؤہ للرجال والنساء ھو الصحیح للحاجۃ بل حاجتھن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالھن اور
حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے کیواسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت غسل کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کیطرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ
عورتون کے نہانے کے اسباب بہت ہین وکراھۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے
اوس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لھا دخول الحمام فی قول وقیل الا لمریضۃ ونفساء
والمعتمد ان لا کراھۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراھۃ لتحقق کشف العورۃ وقد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات مین ہے اور مکروہ ہے
عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقا کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے
زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین سبب بے پردگی کے ثبوت ہے اور النفقہ کا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہو چکا والحجام لانہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطی اجرتہ و
حدیث النھی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنے سے اور اوسکی مزدوری
دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے والظئر بکسر فھمز المرضعۃ باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ
اجر معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کیواسطے گاے بکری کا اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا
ظئر بکسر ظاء معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانیوالی عورت ہے وکذا بطعامھا وکسوتھا ولھا الوسط وھذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر
شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اوسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک ہوگی یعنی نہ عمدہ نہ ناقص اور لازم
اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشائش کی عادت جاری ہے بچے کی محبت اور شفقت سے ھم فتاوی کبرے مین ہے کہ
دایہ کے اجارہ مین تاقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہین
اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی سوجب نہو تو صحت کی مانع نہین ہے وللزوج ان یطأھا خلافا
لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک جائز نہین لا فی بیت المستاجر لانہ ملکہ فلا یدخل الا
باذنہ دایہ کا شوہر قربت نکرے اوس مستاجر کے گھر مین اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے تو اوسمین داخل نہو مگر اوسکے اذن سے والزوج لہ فی
نکاح ظاھر ای معلوم بغیر الاقرار فسخھا مطلقا شانہ اجارتھا اولا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اوس نکاح مین جو معلوم ہے

بدن اور ازروے حیض کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوج نے دیا ہے اوسکو عیب لگتا ہو یا نہ اوسکی شخصیت کے باعث لگتا ہو ولو غیر ظاهر بان
علم باقرارهما لا تفسخ لان قولهما لا يقبل في حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاهر ہو اس طرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونو کے اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نہیں کر سکتا
ہو اسواسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں ہے وللمستاجر فسخها بحبلها ومرضها وفجورها بان فجورا بينا وبجور ذلك من الاعذار اور مستاجر
کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اوسکی بیماری اور اوسکی ظاهر زنا کاری اور مانند اسکے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے ھم منجملہ عذرات کے
یہ ہے کہ لڑکا اوسکے دودہ کو قی کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اوسکا دودہ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان
طویل و ایک غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہیں اور اوسقدر اجارہ سے مستثنے ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی لا بکفرها لانه لا يضر
بالصبي اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہیں کرتا ولو ماتت الصبي والظئر انتقضت الاجارة اور اگر لڑکا
مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوه لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہیں ٹوٹتا ھم اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اوسکے باپ کے واسطے
خواہ صغیر کا مال ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہوگا وعليها غسل الصبي وثيابه واصلاح طعامه ودهنه بفتح الدال اي طليه بالدهن
للعرف وهو معتبر فيما لا نص فيه اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اوسکے کپڑوں کا دھونا اور اوسکا کھانا درست کرنا اور اوسکے بدن میں تیل لگانا بسبب
رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہے جہان نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح دال عبارت ہے تیل لگانے سے ھم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر
اجارہ ہوا تو جو چیز اوس کام کی توابع سے ہو اور اجیر پر اوسکی شرط نہوئی ہو اجارہ میں تو اوسمیں رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے
کپڑے کا کہ وہ پہنتا ہے دھونا دایہ پر ہے اور اسکے کپڑون کا دھونا اوسپر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اس قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے
کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھاے جس سے دودہ فاسد ہو جاے اور اوسپر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا اکیلہ ثمن
شیء من ذلك وما ذكر محمد من ان الدهن والريحان عليها فعادة اهل الكوفة اور دایہ پر لازم نہیں ان چیزوں کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد
نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی وهو اي ثمنه واجرة عملها على ابيه ان لم يكن له للصغير مال الا في ماله
لانه كالنفقة اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اوسکے دودہ پلانے کی اجرت اوسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہو اور اگر اوسکا مال ہو میراث آیا ہے تو اوسکا
ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فاذا ارضعته بلبن شاة او غذته بطعام ومضت المدة لا اجر لها سو جب کہ دایہ نے
لڑکے کو بکری کا دودہ پلایا یا اوسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اوسکی اجرت نہیں لان الصحيح ان المعقود عليه هو الارضاع والتربية لا اللبن
والتغذية عنايه اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودہ پلانا ہے اور پرورش نہ مطلق دودہ اور غذا دینا
کذا في العناية بخلاف ما لو دفعته الى خادمها حتى ارضعته او استاجرت من ارضعته حيث تستحق الاجرة الا اذا اشترط ارضاعها على
الاصح شرنبلاليه عن الذخيرة برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو اپنی خادم لونڈی کو دیا تو اوسنے اوسکو دودہ پلایا یا دایہ نے اوس عورت کو جاکر
رکھا جسنے صغیر کو دودہ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودہ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودہ پلوا دینے سے مستحق اجرت
کی نہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ھم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے اصح پھر فتاوی صغری سے منقول ہے کہ قول اوجہ
یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودہ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی
کذا فی الطحطاوی ولو آجرت نفسها لذلك لقوم آخرين لم يعلم الاولون فارضعتهما وفرغت اثمت ولها الاجر كاملا على الفريقين لشبهها بالاجير
الخاص والمشترك وتمامه في العناية اور اگر دایہ نے اسواسطے یعنی دودہ پلانے کیواسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ
معلوم نہیں ہوا اوسنے دونوں لڑکوں کو دودہ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اوسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب
مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے ھم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ گنہگار نہوگی

اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونوں جگہ ممکن ہی خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح وہبانی میں یون ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو
دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث
صحیح نہیں اجارہ بکرے کی جفتی کا یعنی نر کے اوپر آنے کا مادہ پر گابھن کرنے کیواسطے ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپے دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں بچہ لینے
کیواسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو دوسرا اجر لینا جائز
نہوگا حاشیہ چلپی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی ولو اخذ
بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہوں کیواسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کیواسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر رو دے
اور اوسکی خوبیاں بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہما یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور
اسی طرح طبل قافلہ درست ہے منتقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اوسکے مالکون کو پھیرے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور نہیں تو اوسکو خیرات کرے اور اگر
بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام ہندوانی نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانے میں یہی قول بالیقین ماخوذ ہے
اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہی کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہیں جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن
والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وھبانیۃ
من الشرکۃ ویحبس بہ بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہی طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانے میں فتویٰ دیا گیا ہے
صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اوس مال کے دینے پر جو اوسنے قبول کیا ہی تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجر
معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجر مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے
سے قید کیا جائے اسی قول کا فتویٰ ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادت پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر
نوکری کرنیکا فتویٰ دیا ہی اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل
علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے
جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائیں لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتویٰ ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف
ہو جاتے ہیں زمانے کے اختلاف سے کذا فی المنح وغیرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ مذکور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت
اور طب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ھی ما یھدی للمعلم علی رأس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ
اھداء الحلاوۃ اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہو کی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کی بعضی سورتوں کے
شروع کرنے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اور یٰس یہ نام شیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت تھی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق
یہ عادت تھی اور اب متروک ہو گئی ہے یا بعضے بلاد میں ہو ولو دفع غزلا لاخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ
ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اور
اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تا کہ اوسکو بن دے اوسکی نصف پر یعنی بنی نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تا کہ اوسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ
لیا تا اوسکے گیہون پیس دے کچھہ اوسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتون میں اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا
اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اوسی سے اوسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث ہے جسکو نہی
اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجر پر قادر ہو اور ان صورتون میں قادر نہیں
بلکہ عاجز ہے یعنی بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا اجیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا

بنا ہوا ۱۳ بار ۱۲ آرد ۱۳

هدایہ میں کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ بھی میں بھر تیل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر یا زمین دی
تا دوسرا شخص اوسمیں درخت لگاوے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب بیج کا ہوگا اور اوسپر قیمت درخت
کی لازم ہوگی اور اجرت اوسکے عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار یا جو ریکا مانڈنا یعنی
بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی المحیط و عن الشلبی قفیز طحان کی صورت
یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں کے پیسنے کیواسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہی اوسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا
اونٹ اور کھال اجارہ لی پانی لانے کیواسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمیں اللہ تعالی روزی دے وہ دونوں میں نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہی پھر اگر کھال میں پانی
اونٹ پر لاد دیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور کھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنے کیواسطے اس شرط پر کہ جس قدر
شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنیوالیکا ہی اور جال کی اجرت مثل اوسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے
شخص کو چرانے کیواسطے دیں اس شرط پر کہ جسقدر دودہ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہے دودہ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی
اجرت مثل ملیگی اور اگر اوسنے اپنا چارہ دیا تو اوسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گائے اور مرغیوں کا اوسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو
پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون ہے دوسرے شہر میں ہوا اوسنے مزدور سے کہا کہ اوسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لا دیگا تو تجکو
دس درہم دونگا اوسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درہم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ بمعنی قفیز طحان کے ہے
کذا فی العالمگیریہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طحان میں داخل ہیں والحیلة ان یفرز له الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیه قفیزا منه فیجوز اور
مسائل مستثنیٰ میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اوسکی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنی جولاہے کو سوت اور حمال کو طعام قبل از بننے و حمل کے دے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز
آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یوں نہ کہے کہ اس گیہوں کا آٹا پھر اوسکو ایک قفیز آٹا اوسکے پیسے آٹے سے دے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کیطرف منسوب
نہوا تو مستاجر کے ذمہ دین واجب ہوا اور اجرت کا جسطرح مشار الیہ ہونا جائز ہے اوسیطرح اوسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہوا تو مستاجر
کو اختیار ہے کہ اوسی گیہوں کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجره لیحمل له نصف هذا الطعام بنصفه الاخر لا اجر له
اصلا لصیرورته شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہیں یعنی نہ اجر
مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اوسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لا دیچل اور بیس سیر باقی
اپنی اجرت میں لے سو اوسنے فوراً اسی لادا تو اوسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اوس غلہ کو لادے جو اوسمیں اور اوسکے غیر میں
مشترک ہو وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ جو عمل اپنے شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا وما استشکله
الزیلعی اجاب عنه المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ میں اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اوسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح میں ہم زیلعی نے اس مسئلہ میں دو اشکال
ذکر کئے ہیں اشکال اول یہ کہ یہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیحہ میں اجرت فقط عقد سے مملوک نہیں ہوتی تو یہاں بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا
یعنی جب اجیر مالک ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک میں منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے
اول اشکال کا جواب یوں دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت میں مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یوں جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق میں منافات نہیں اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بموجب عقد اور تسلیم اجرت
کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہوگیا مالک کا غلہ
میں قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونوں مطلبوں میں تنافی نہیں بلکہ اول مستور ہے ثانی کیطرف انتہی لیکن اس جواب میں خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد میں بدون عمل کے
اجرت واجب نہیں ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہیں ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہیں ہوسکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہیں لہذا بعض فضلا نے کہا

کہ ناک فی المحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر صورت مفروضہ میں اجر واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجر کا فی الحال کذا فی الطحطاوی مختصرا قال ومشایخ بلخ صححوا بان دلالۃ النص لا عموم لها فلا یخصص عنها شیٔ بالعرف کما زعمہ مشایخ بلخ مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے علمائے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص میں عموم نہیں ہے تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشایخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ مشایخ بلخ اور نسفی نے حمل طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اوسکو جائز نہیں جانتا وہ اوسکو بقفیز طحان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہے تعارف سے اور اگر یوں کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہیں بلکہ قفیز طحان کے نص اوسکو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص ہوجاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہیں جانتا کہ استصناع میں قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اوسکی تخصیص ہوگئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشایخ اس تخصیص کو جائز نہیں رکھتے ہیں اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اسی سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہیں ہوسکتی بخلاف استصناع کے کہ اوسکا رواج جمیع بلاد میں ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ میں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہیں کرتے بلکہ دلالۃ النص سے بعض یا فی معنی قفیز الطحان کو تعامل اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہیں چنانچہ مشایخ بلخ نے شیاب میں تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے میں کہتا ہوں دلالۃ النص میں عموم ہی نہیں ہے کہ اوسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی او استاجرہ خبازا لیخبزلہ کذا کفیزا من دقیق الیوم بدرھم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدھما فیفضی للمنازعۃ لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منہ الیوم جازت اجماعا یا نان پزے اجارہ کیا کہ اوسکو اتنے آٹے مثلاً ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکادے ایک درم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونوں میں ایک امر کو ترجیح نہیں تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجای الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر نان پزی سے آج فرغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم جب عمل اور وقت میں اجتماع ہوا تو دونوں اجارہ کی لیاقت رکھتے ہیں اور کوئی اونمیں اولی نہیں تو جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یوں کہا کہ اگر بعض یوم میں تو فرغت ہو سو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو نان پزی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی الغایہ مختصرا او ارضا بشرط ان یثنیھا ای یحرثھا مرتین او یکری انھارھا العظام او یسرقنھا لبقاء اثر ھذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو دوبار جوتے یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے اور صاف کر دے یا زمین میں مستاجر بالیس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین واسطے تو اگر انکا کچھہ اثر باقی نرہے تو اجارہ فاسد نہوگا ہم دوبار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیوں کی کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے نتیجے کیواسطے مفسد اجارہ نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر شرط اجارہ کی مناسب ہے وہ مفسد نہیں اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کے منفعت کیواسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو مستاجر کو وہ شرط منافی عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ بالیس ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعھا بزراعۃ ارض اخری لما مر ان الجنس بانفرادہ یحرم النسأ یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہے اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل میں اعتراض ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات میں ہے اور یہاں مقدرات میں گفتگو نہیں تو بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس منفعت کے اجارہ میں کچھہ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد جنس میں اگر استیفا منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف وقولہ فسد جواب الشرط وھو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنی فسد کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اوسکے بیچ میں مستاجر کی خبر ہے

وصحت لو استاجرھا علی ان یکریھا ویزرعھا او یسقیھا ویزرعھا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہی اگر زمین اس شرط پر اجارہ لی کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور بووے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینھما فلا اجر لہ لانہ لا یعمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ فلا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اوس غلہ کے لانے کا جو دونون مین مشترک ہی تو اوسکو واسطے کچھ اجر نہین ہو اسواسطے کہ کسیقدر اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجر کا مستحق نہوگا ھھ اور اگر شریک کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ ملے تو صحیح ہی اور اگر اوسکے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیۃ کرا ھن استاجر الرھن من المرتھن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بملکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن کیواسطے اجر نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے ھھ حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف نہین کرسکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی مملوک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواھر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یسترد بعض المعقود علیہ وھو منفعۃ الحمام فی المدۃ ولا یسقط شیء من الاجرۃ لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی مین ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے تو موجر پر اجر ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم نہین استاجر ارضا لم یذکر انہ یزرعھا او ای شیء یزرعھا فسد الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نکیا کہ اوسمین زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوونگا تو فاسد نہوگا بخلاف اجارہ دار کے کہ اوسمین جہالت مفسد اجارہ نہین بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہین چنانچہ اول باب مین مذکور ہوچکا واذا فسد فزرعھا فمضی الاجل عاد صحیحا فلہ المسمی استحسانا وکذا لو لم یمض الاجل لارتفاع الجھالۃ بالزراعۃ قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ فمضی الاجل کما فعل قاضیخان فی شرح الجامع لکان اولی اور اجارہ مذکورہ جب کہ فاسد ہوا پھر مستاجر نے کوئی چیز بودی سو مدت اجارہ منقضی ہوگئی تو اجارہ صحیح ہوگیا اور اوسکے واسطے اجر مسمی بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہوجائیگا بسبب دور ہوجانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت مین کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضی الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضیخان نے شرح جامع مین حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا ھھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الی بغداد ولم یسم ما یحمل فحمل المعتاد فمات لم یضمن لفساد الاجارۃ فالعین امانۃ کما فی الصحیحۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور یہ بیان نکیا کہ کتنا بوجھ اوسپر لادیگا پھر اوسپر حمل معتاد لادا سو گدھا مرگیا تو مستاجر پر ضمان نہین بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ مین امانت ہے ھھ بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہے کہ حمل معتاد مین اسواسطے تاوان لازم آیا اسواسطے کہ مطلق اذن معتاد کیطرف منصرف ہے اور گدھا امانت ہو اسواسطے کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اوسکا خلاف ظاہر پایا گیا تو تاوان کیا جاوے فان بلغ فلہ المسمی لما مر فی الزراعۃ پھر اگر گدھا لادکر بغداد مین پہنچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اوس دلیل سے جو زراعت مین گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہوگئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع فی مسئلۃ الزراعۃ والحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارۃ دفعا للفساد لقیامہ بعد پھر اگر دونون مین نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ مین یا حمل مین نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ مین تو اجارہ فسخ کر ڈالا جاوے دفع فساد کیواسطے بسبب قائم ہونے عقد کے ہنوز استاجر دابۃ ثم جحد الاجارۃ فی بعض الطریق وجب علیہ اجر ما رکب قبل الانکار ولا یجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانہ بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا یجتمعان وعند محمد یجب المسمی درر وکانہ لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اوس مسافت کے جسمین وہ سوار رہا قبل انکار کے اجر لازم ہوگا اور بعد اوس مسافت کے اجر واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر بکار اجارہ غاصب ہوگیا تو اوسپر تاوان لازم ہوا اور اجر اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجر واجب ہے کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ مین امام کا کوئی قول نہین ہے

هم طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا سے یہ دلالت کرتا ہے وفی الاشباہ قصّر الثوب المجحود فان قبل قبله فله الاجر الا
لا وکذا الصباغ والنساج ش اور اشباہ میں ہے کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھولایا یعنی مقر ہو کر تو اگر کپڑا اوسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھلائی کی
اجرت ہے اور نہیں تو اقرار کے بعد نہیں اور یہی حکم ہو رنگریز اور جولاہے کا هم یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار
چاہے کپڑا لے اور اوسقدر قیمت دے جسقدر رنگنے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا اوسکو دیدے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھرلے اور جولاہے
نے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اوسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہے اور اوسپر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیہ اور اس بیان سے اشباہ اور
شارح کا اجمال مفصل ہوگیا اجارة المنفعة بالمنفعة تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار سکنی دار بزراعة ارض ش اجارہ ایک منفعت کا دوسری
منفعت سے جائز ہے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحدا لا تجوز کاجارة السکنی بالسکنی
واللبس باللبس والرکوب بالرکوب ونحو ذلک لما تقرر ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء فیجب اجر المثل باستیفاء النفع کما مر لفساد العقد ش اور جب کہ دونوں
منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ متحقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق
مقدار ادھار کو حرام کرڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے اجر مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجر لیصید له او یحتطب له فان وقت
لذلک وقتا جاز ذلک ش ٹھیکا مقرر کیا ایک شخص سے تا مستاجر کیواسطے شکار کرے یا لکڑیاں اوسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا
جائز ہے هم چنانچہ صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نکرے
کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے والا لا فلو لم یوقت وعین الحطب فسد ش اور اگر شکار کیواسطے وقت معین نکیا تو اجارہ مذکورہ جائز
نہیں اور اگر وقت معین نکیا اور لکڑیاں معین کردیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا عین الحطب وهو ای الحطب ملکه فیجوز مجتبی هم یہ یعنی جمیع فیہ مگر جب
عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کردی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبی اسیکا فتوی دیا گیا ہے کذا فی الصیرفیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہو
تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یہ فتوی حاوی میں مذکور ہے اور صیرفیہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ یوم مذکور ہو چنانچہ منح الغفار کی عبارت سے معلوم
ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے استاجر امرأته لتخبز له خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز صیرفیہ اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کہانیکو
اجرت پر روٹی پکاوے تو جائز نہیں اور بیچنے کیواسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیرفیہ هم عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کیواسطے زوجہ پر روٹی پکانا
واجب ہے باعتبار دیانت کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دئے تھے علی مرتضی اور فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے
اور باہر کے کام حضرت مرتضی پر رضی اللہ عنہما کذا فی الطحطاوی آجرت دارها لزوجها فسکناها فلا اجر اشباه وخانیه قلت لکن فی حاشیتها معزیا للمضمرات
عن المضمرات معزیا للکبری قال قاضیخان هنا الفتوی علی صحتها لتبعیتها فی السکنی فلیحفظ ش زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں اوس گھر میں
رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیہ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ
تنویر البصائر میں مضمرات سے نسبت بفتاوی کبری یہ منقول ہے کہ قاضی خان نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہے اسواسطے کہ زوجہ زوج کی تابع ہے سکونت میں
تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے هم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ غیر محل جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادات
میں قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایہ ہو اور جواز کا قول فتوی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارة الماشطة لتزین
العروس ان ذکر العمل والمدة بزازیہ ش اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنیوالی کا دولہن کے سنگار کیواسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ هم شرنبلالی
نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل والمدة کا واو بمعنی او ہے وجاز اجارة القناة والنهر مع الماء به یفتی لعموم البلوی مضمرات ش اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا
پانی کے ساتھ اسی قول کا فتوی ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات هم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد واقع ہوتا ہے اور
حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہے باب ضمان الاجیر یعنی باب ہے مزدور کے

اور انکے احکام میں الاجیر اعلیٰ ضربین مشترک و خاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامۃ لا لواحد کالخیاط ونحوہ
تو اوّل یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو ایسا کام کرے جو فقط ایک شخص کا نہ ہو چنانچہ درزی اور مانند اوسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک
شخص کے او یعمل لہ عملاً غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقیدۃ بمدۃ کان اجیراً مشترکاً وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کیواسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی
غیر مستاجر کا کام نکرے او موقتاً بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہراً بدرہم کان مشترکاً الا ان یقول ولا ترع غنم غیری وسیاتی یا اجیر مشترک
وہ ہے جو کام کرے وقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریون کے چرانے کیواسطے ایک مہینے درہم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر
مشترک ہوگیا مگر یہ کہ مستاجر کہے یون کہ نہ چرائیو غیر کے سوا اور شخص کی بکریون کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا وفی جواہر الفتاوی استاجر حمالاً لیبلغ ثوباً
الی اہلہ ثم اجر الحمال نفسہ من آخر للحمل صح کلا العقدین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ جولاہے کو اجارہ لیا تاکہ اپنے
گھر اوس جولاہے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونون عقد صحیح ہیں اسواسطے کہ معقود علیہ عمل ہے نہ منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی
یعمل کالقصار ونحوہ کقتال وحمال وملاح ودلال اور اجیر مشترک اجر کا مستحق نہوگا جبتک عمل نکرے چنانچہ دھوبی اور مانند اوسکے چنانچہ رسی
بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور ملاح اور دلال ولہ خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے
ہر ایک اوس عمل میں جو مختلف ہو جاتا ہے محل بدلنے سے کذا فی البحر ہم مجتبی میں ہے کہ دھوبی توب کے دھونے کی شرط کی ایک درہم کی اجرت پر اور
وہ راضی ہوگیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا میں راضی نہیں ہوں تو ایسا کرسکتا ہے اور اسیطرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو
محل کے اختلاف سے اوسمیں خیار الرؤیت ہو محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اوسمیں اجیر کو اختیار نہیں چنانچہ معین گیہون کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام
کی حجامت کذا فی المنح ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم
اصحاب المتون فکان ہو المذہب خلافاً للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہوگئی اگرچہ اوسپر تاوان دینے کی شرط
ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر
مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ کے کہ اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ
اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتش زنی اور غارت گری اور یہ قول مروی ہے فاروق
اور مرتضیٰ سے اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں تو ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق اور مرتضیٰ سے زیلعی میں ہے کہ
صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہوگئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگون کے اموال محفوظ رہینگے اور خانیہ و محیط اور تتمہ میں ہے کہ امام کے قول پر
فتوی ہے تو اس مسئلہ میں فتوی مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہے ہم ظہیریہ
میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضون نے زبردستی صلح پر فتوے
دیا ہے تا دونون قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک
نصف واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحاً لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یؤمر بالصلح عمادیہ اور بعضون نے کہا کہ اگر اجیر مشترک
دیندار نیکوکار ہو تو اوسپر تاوان نہیں اور اوسکے برخلاف ہو یعنی فاسق بے باک ہو تو تاوان اوسپر ہے اور اگر اوسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا
حکم ہو کذا فی العمادیہ قلت وہل یجبر علیہ حررنا فی تنویر البصائر نعم کما تمت مدۃ فی وسط البحر والبریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر میں کہتا ہوں اور صلح پر
کیا زبردستی کیجاے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کیا ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر مانند اوس شخص کے کہ اوسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے
بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں جو کہ ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور علمائے

سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہے بالاجر و یضمن ما ہلک بعمله کتخریق الثوب من دقه و زلق الحمال و غرق السفینة من مدها جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام
دیکھو یہ کفایہ اور عمادیہ اور اجیر مشترک پر اوسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤں
ریٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو بخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ هم غرق کشتی
مین کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اوسپر کسی چیز کے گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان لازم ہوگا والفرق
فی الدرر وغیرها علی خلاف ما بحثه صدر الشریعة فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا مین صدر الشریعہ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے
سو تامل کرهم حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی انگل سے دریافت کرسکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہے یا نہین لہذا اوسکے فعل مین
سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اوسکا دریافت نہین کرسکتا لہذا اوسکے فعل مین سلامتی شرط
نہین صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین کہا ہے جو فقہا نے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اوسپر تاوان ہے مین کہتا ہون لائق یہ کہ اوسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین مقدار
معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے عمل مین عدم تاوان عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لکن قوی القهستانی قول صدر الشریعة فتنبه لیکن قہستانی نے
صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا هم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے اور جو قہستانی نے
مین محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ آسان تر اور لائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی و فی المنیة هذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیله فی السفینة فان کان لا یضمن
اذا لم یجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیه اور منیہ مین ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا
وکیل کشتی مین موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہوگا جب کہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہ کرگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کیطرف غیر مسلم ہے یعنی فقط
اجیر ہی کا نہین بلکہ صاحب متاع یا وکیل اوسکا بھی وہان ہے تو قصور فقط اوسیکی طرف منسوب نہوگا و فیها حمل رب المتاع متاعه علی الدابة و رکبها فساقها
المکاری فعثرت و فسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ مین ہے کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اوسپر سوار رہا پھر اوسکو کرایہ والے نے ہانکا اور
ٹھوکر کھاکر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اوسپر تاوان نہین بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ محل عمل اوسی کیطرف مسلم نہین قلت و قدمنا عن الاشباه معزیا للزیلعی
ان الودیعة باجر مضمونة فلیحفظ مین کہتا ہون ہمنے اشباہ سے بنسبت زیلعی مقدم مذکور کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا
چاہیے هم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے مناسبت اس مقام مین مجکو معلوم نہین ہوئی ولا یضمن به بنی ادم مطلقا ممن غرق فی السفینة او سقط عن الدابة
ان کان یسوقها او یقودها لان الادمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایة ولا جنایة لاذنه فیه جو آدمی ناؤ مین ڈوب گئے اونکا تاوان یعنی دیت لازم نہین ہے ملاح پر
ہرطرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہین اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی
کا خون بہا عقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہان جنایت نہین اسواسطے کہ اوسکا اذن اسمین ہے یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر
فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمته فی مکان حمله ولا اجر او فی موضع الکسر واجره بحسابه اور اگر ٹوٹا راہ مین لوٹ گئی یا ٹوٹ
گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اوس قیمت کا جو اوسکی تھی حمل کے مکان مین اور اوسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب
کے موافق اوسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وهذا لو انکسر بصنعه والا بان انهدم الخ
فانکسر فلا ضمان خلافا لهما اور یہ تاوان اوس صورت مین ہے اگر مٹکا اوسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی لوگون نے اوسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ
گیا ہو تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین هم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اوسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہین ہے
کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام و بزاغ ای بیطار و فصاد لم یجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہین حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور
آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا هم یعنی پچھنے موضع مقرر سے تجاوز کرکے پچھنے لگانے اور نشتر زنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی
یا جانور تلف ہوگیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہین فان جاوز المعتاد ضمن الزیادة کلها اذا لم یهلک المجنی علیه پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد

بڑھ گیا یعنی بے موقع اوسنے نشتر لگایا تو پوری زیادتی کا اوسپر تاوان لازم ہوگا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہو گیا ہو ھم طحطاوی نے کہا تاوان زیادتی کا طریقہ بیان نکیا
اور شاید کہ ہلو تری یہی مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اوسکی قیمت لیجاے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت
میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم وان ھلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفھا بماذون فیہ وغیر ماذون
فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصف ہوگا
یعنی مالک کا اذن تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو غیر ماذون ہی پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا
اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان
الحشفۃ وھی عضو کامل کما فی اللسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع
چنگا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت یعنی خون بہا پورا واجب ہے اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اوسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے
زبان کے مانند ھم عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں نفس میں تو اوسکا بدل مقرر ہے بدل النفس ہوگا عنایہ قطع لسان میں ہے رازی نے کہا یہ عجیب
مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہوا اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفھا لحصول تلف النفس بفعلین احدھما
ماذون فیہ وھو قطع الجلدۃ والآخر غیر ماذون فیہ وھو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مرگیا تو جراح پر نصف خون بہا واجب ہے
بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک فعل تو وہ ہے جسمیں اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو
جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد
فیضمن عادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اسطرح کا عمل مشروط ہوا جو تلف کیطرف نہ پہنچاوے تو یہ شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ بات اوسکے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جب کہ
فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا فی العمادیۃ وفیھا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ
قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اوس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے
کہا کہ میری فصد کھول سو اوسنے فصد معتاد کھولی پھر اوسکے سبب سے وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری
پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہوا اسواسطے کہ اوسنے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت از فعل معتاد وسئل عمن فصد نائما و
ترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اوس فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اوسکو چھوڑا
بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے یعنی اسواسطے کہ پھاڑنیوالی چیز سے اوسکو قتل کیا والثانی وھو الاجیر
الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اوسکو اجیر وحد بھی کہتے ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر وھو من یعمل لواحد عملا موقتا
بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ ھم مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکون نے اپنی مشترک مجموع بکریاں چرانیکو واسطے
ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریاں نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ
مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جاے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقیت جیسا کہ خیاط جب کہ ایک شخص کا
کپڑا سیوے اور سینے کی مدت مذکور نہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کر کے اور مستاجر نے اوس سے یہ شرط نکی ہو کہ میرے
سوا کسی اور کا کام نکرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استؤجر شھرا للخدمۃ او شھرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی
اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے مدت کے اندر اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر رہنے سے اگر بعد حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایک مہینہ کے واسطے
خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریاں چرانے کیواسطے معین ہوا ہے ھم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت
معتادہ کا وظیفہ صبح سے رات تک لوگوں کے سونے کے بعد تک کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو آخر المدۃ بان استاجر للرعی شھرا حیث یکون مشترکا الا اذا

شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصاً وتحقیقہ فی الدرر برخلاف اوس صورت کے کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے
اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوائے اوسکے اور کسیکی
بکریان نہ چراوے سوائے اوسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی درر میں ہے ھم درر مین یون مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر واسطے اجیر خاص
ہوتا ہے جب کہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بھید اسکا یہ ہے کہ جب مدت پر اول کلام واقع ہوا تو منافع اوسکے مستاجر کیواسطے اس مدت مین مخصوص
ہو گئے اور غیر کیواسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہوجاے اور یہ
بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اوسکا بیان نوع مدت خاص مین منظور ہو سو واسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہین تو پہلا حکم یعنی
مدت کا احتمال سے متغیر نہین ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا جب تک اوسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا
اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل
اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کر ڈالا جاے کذا فی فتاوی النوازل وان هلك
فی المدة نصف الغنم او اکثر من نصفه فله الاجرة کاملة ما دام یرعی منها شیئا لما مر ان المعقود علیه تسلیم نفسه جوهرة وظاهر التعلیل بقاء الاجر
لو هلك کلها وبه صرح فی العمادیة اور اگر مدت اجارہ مین آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریان ہلاک ہوگئین تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جب تک کہ بعض کو اون مین سے چراوے
اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل سے یہ ہے کہ اجرت پوری باقی رہیگی اگر سب بکریان ہلاک ہو جائین اور اسی کی تصریح
کی ہے عمادیہ مین ھم یعنی بسبب معقود علیہ تسلیم نفس ہونے کے نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول شرنبلالی اور زیلعی کے سوا نہین تو یہ قول جوہرہ کی تقیید بلا
بعض پر مقدم ہے ولا یضمن ما هلك فی یده او بعمله کتخریق الثوب من دقه الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اوسکا نہ دیگا جو اسکے
ہاتھ مین یا اوسکے عمل سے تلف ہوگیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اوسکے کوٹنے سے مگر جب کہ وہ قصدا بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند در صورت تعدی
ھم عدم تاوان اوس وقت ہے جب کہ عمل متعاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اوسکی کھوپری پھوٹ جاے یا پانون ٹوٹ جاے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ ضرب چرانے
کی عقد مین داخل نہین اور چرانا تو للکارنے اور ضرب خفیف سے بھی ہوسکتا ہے ثم فرع علی هذا الاصل بقوله فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی
یدها او سرق ما علیه من الحلی لکونها اجیر وحد ثم مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے کہ تاوان نہین دایہ پر اوس لڑکے مین جو اوسکے
پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اوسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ھم اجیر خاص اوس وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو
لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہین بازار کے چوکیدار
اور مسافر خانہ کی محافظت کرنیوالے پر ھم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن
ذخیرہ مین ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح تردید الاجر بالتردید فی العمل کان خاطه فارسیا فبدرهم او رومیا فبدرهمین او
اجرت کی تردید صحیح ہے عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلا بطور فارسیون کے سیئے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیون
کے طرز پر سیئے گا تو دو درم اجرت ہین ھم تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کر دی تو جہالت باقی نہ رہی
وزمانه فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحه وسنوضحه اور زمانہ عمل کی تردید صحیح ہے اول مین اسیطرح ہے مصنف کے خط سے متن مین ملحق اور مصنف نے
اس قول کی منح الغفار مین شرح نہین کی اور تردید زمانہ کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار مین داخل نہین
لیکن نسخہ متن مین داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناه یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خاطه الیوم فبدرهم او غدا فبنصفه
ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن مین نہ دوسرے دن مین چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو نے آج
دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درم مزدوری ہے ومکانه کان سکنت هذه فبدرهم او هذه فبدرهمین اور مکان عمل

صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر مین تو رہیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر مین رہیگا تو دو درم کرایہ والعامل کان سکنت عطارا فبدرہم
او حداداً فبدرہمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنیوالے مین چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر مین عطار کو رکھیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا لوہار کو رکھیگا تو دو
درم کرایہ ہے والمسافۃ کان ذھبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہے مسافت مین چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو کوفہ
تک گیا تو ایکدرم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہے والحمل کان حملت شعیرا فبدرہم او برا فبدرہمین اور بوجھ لادنے مین تردید صحیح ہے چنانچہ
یون کہنا حمال سے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہون لادیگا تو دو درم وکذا لو خیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل
اور زمان اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل مین اگر اوسکو اختیار دے تین چیزون مین ولو بین اربعۃ لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزون مین اختیار دے
تردید تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین ویجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی وفی الغد اجر المثل
لا یزاد علی درہم ولو خاطہ بعد غد لا یزاد علی نصف درہم وفیہ خلافہما اور تردید مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اوسکی اجرت واجب ہوگی
سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی درزت مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی درزت مین وہ اجر مثل جو درم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو
پرسون سیئے گا تو اوسکی اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین
صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی درزت مین ایک درم اور دوسرے دن کی درزت مین نصف درم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین
صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کی دلائل زیلعی مین مذکور ہین بنی المستاجر تنورا او دکانا فاحترق الدار او دکانا فی الدار المستاجرۃ واحترق بعض
بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے
بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر کسیطرح تاوان نہین خواہ اوسنے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا در کی
عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجائے دکان مذکور ہے ہم کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجئے
تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ وایقاد نار لا یوقد مثلہا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ
جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اوس سے مستاجر زیادتی کرے اوسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹی مین
تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ند من قطیعہ شاۃ فخاف علی الباقی
الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلاً گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے
یعنی بظن غالب کہ اوسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اوسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانیوالا جسکی ریوڑ سے مثلاً دنبہ نکل بھاگا سو چرانیوالا ڈرا کہ اگر اوسکا
پیچھا کریگا تو باقی جانور تلف ہوجائینگے تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت
ہم یعنی ہرچند مودع پر حفاظت ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین وقالا ان کان
الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن والقول لہ فی تعیین
الدواب انہا لفلان اور اگر چرانیوالے نے لوگون کی بھیڑ بکریان ملا ڈالین اگر اوسکو جدا کر دینا اونکا ممکن ہو تو اوسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کردینے
مین اوسیکا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمۃ عادیہ اور اگر اوسکو جدا کردینا
ممکن نہو تو تاوان اوس قیمت کا جو ملانے کے دن اوس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت مین چرانیوالے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیۃ ولیس للراعی
ان ینزی علی شیء منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن ولا شی بلا فعلہ فلا ضمان جوہرۃ اور چرانیوالے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون
اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ پر بلا فعل راعی کے تو اوسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرۃ
یعنی اسواسطے کہ اسکی محافظت راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ الا بشرطہ اور مستاجر سفر مین لیجاوے نہ اوس غلام کو

جسکو اوسنے خدمت کیواسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب ہے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے الا بشرط لان الشرط املاک
علیک اما لک مگر سفر مین لیجانے کی شرط ہے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری سفرت یا منفعت کیواسطے زیادہ تر مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے
یعنی شرط مشروع کی پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہوا ہمین یا نقصان وکذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر مستاجر
کا سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے معلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ
شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمته فان له ان یسافر به مطلقا لان مؤنته علیه بر خلاف اوس غلام کے
جسکی خدمت کرنیکی موصی لہ کیواسطے وصیت کی ہو تو اوسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط
ہوئی ہو یا نہوئی ہو اسواسطے کہ اوسکا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اوسکا خرچ مولے پر ہے نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر به فهلك ضمن قیمته لانه
غاصب ولا اجر علیه وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی له اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لیگیا پھر غلام مر گیا تو اوسکی قیمت کا
تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اوسپر اجرت واجب نہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع
نہین ہوتے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعه الیه لاجل عمله لعوده بعد الفراغ
صحیحا استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لیجو اوسنے اوسکو دی اوسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ
اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولے اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت
اجر مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرة الذی آجر العبد نفسه به لعدم تقومه عند ابی حنیفة اور
تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اوس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے
نزدیک ہم تاوان بلا لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محرز نہین اسواسطے کہ غاصب نے مولے ہے غلام کا اور نہ اوسکا نائب اور غلام اپنے اختیار
مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہے تو وہ مال معصوم متقوم ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی
کما لا یضمن اتفاقا لو آجره الغاصب لان الاجر له لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ
اب اجرت غاصب کی ہوگئی نہ غلام کے مالک کی ہم اجرت سے غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کیواسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد
قبضها لو آجر نفسه لا لو آجره المولی الا بوکالته لانه العاقد عنایه اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اوسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہے
غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اوسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہے اور دوسری مین
عاقد مولے ہی کذا فی العنایة فلو وجدها مولاه قائمة فی یده اخذها لبقاء ملکه کسرقة بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو
غاصب کے پاس موجود پاوے تو اوسکو لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروقہ کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی
ملک اوسمین ہنوز باقی ہے لہذا اوسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شهرین شهرا باربعة وشهرا بخمسة صح علی الترتیب المذکور حتی لو
عمل فی الاول فقط فله اربعة وبعکسه خمسة دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو
صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کریگا تو چار درم پاویگا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الآجر والمستاجر فی اباق العبد
او مرضه او جریان ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول من شهد له الحال مع یمینه موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اوسکی بیماری مین یا چکی
کو پانی جاری ہونے مین تو حال حکم اور بیچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اوسیکا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اوسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیه
ثمر واختلفا فی بیعه ای الثمر معها ای الشجر فالقول قول من فی یده الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین
اور بائع اور مشتری پھل کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اوسکا قول ہے جسکے ہاتھ اور قبضہ مین پھل ہو دلالة حال

ان القول لمن یشهد له الظاهر اور یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ اوس شخص کا قول مقبول ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے فی الخلاصة انقطع ماء الرحی سقط من
الاجر بحسابه ولو عاد عادت اور خلاصہ میں ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اوسکے حساب کے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آویگا
ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر لو فی نفسه حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود
پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینه فی القمیص والقباء والحمرة والصفرة وکذا فی الاجر وعدمه اور کپڑے کے مالک کا قول
مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم یعنی مالک کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلایا تھا اور
خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا
تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملا له فله الاجر
والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک کو پہلے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اوسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہین تو نہین یعنی اگر مفت اوسکو
سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل ہے وقال محمد ان کان الصانع معروفا بهذه الصنعة بالاجر قیام حاله بها ای بهذه الصنعة کان القول قوله
بشهادة الظاهر والا فلا وبه یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور اوسکا قیام معاش
اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول
محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وهذا بعد العمل اما قبله فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اوس صورت کا ہے کہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے
بعد مثلا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فروع مسائل ملحقہ شارح کے فعل الاجیر کل
الصنائع یضاف لاستاذه فما اتلفه یضمنه الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اوسکے اوستاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا
سو جس چیز کو مزدور تلف کریگا تو اوسکا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی ما لم یتعد فیضمنه هو عمادیه یعنی استاد اوسوقت تاوان دیگا جب تک
مزدور کیطرف سے زیادتی اور قصور نہوا ہو اور صورت قصور مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی العمادیه هم استاد یعنی صاحب دوکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہی لہذا اوسپر
تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دوکاندار کا لہذا اوسپر تاوان نہین مگر صورت قصور مین فی الاشباه ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن المعد
للاستغلال الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی به فتنبه اور اشباه مین ہے کہ سرا کے اوترنے والے
اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کہ کرایہ کیواسطے بنا اوسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی اس مکان مین بلا اذن مالک بطور
غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین بواسطہ عدم اجارہ تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا
حکم ہے یعنی دعوی غصب اوسکی بھی اجرت ساقط نہین بقول مفتی به تو آگاه رہو وفیها الاجرة للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرها
للزراعة فاصطلم الزرع آفة وجب لما قبل الاصطلام وسقط ما بعده قلت وهو ما اعتمده فی الولوالجیة اور اشباه مین ہے کہ زمین کی
اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتمد پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کیواسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کے
اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کے اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول کو معتمد کہا ہے ولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے
کہ اوسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہین ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ بعد استیصال
کے اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی به کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہوجانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے
جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اوس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم
ہے منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیة بروایة عدم سقوط شیء حیث قال اصاب الزرع آفة فهلک او غرق ولم
ینبت لزمه الاجر لانه قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیه انتهی لیکن فتاوی قاضیخان مین عدم سقوط اجرت کی روایت پر جزما

کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہو گئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہے اس واسطے کہ مستاجر اوسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی
بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہین انتہی ھم قول محیط کے قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام مین تفسخ بالقضاء والرضی بخیار شرط و رؤیۃ کالبیع خلافاً للشافعی
اجارہ فسخ کیا جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضا عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رؤیت بیع کے مانند برخلاف امام شافعی ھم یعنی چونکہ اجارہ
عبارت ہے شرا منافع سے لہذا اوسمین بیع کے مانند خیار شرط ہے تین دن تک فسخ عقد کا اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اوسکے
فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ مین خیار شرط صحیح نہین اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہے وبخیار عیب حاصل
قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض
کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی وانقطاع ماء الارض حصول اوس عیب سے اجارہ
فسخ کیا جاتا ہے جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جائے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے
کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ ای وان لم تفسخ علی الاصح کما مر اور
اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہو گیا تو اجرت نہین کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول
اصح اجارہ فسخ نہین ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ یہ ہے اس باب سے پہلے ھم خیار شرط اور خیار رؤیت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہین ہو جاتا ہے
لیکن حق فسخ اوسکو ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے ولہذا مصنف نے تفسخ کہا ہے نہ تنفسخ وفی الجوہرۃ
لو جاء من الماء ما یزرع بعضہا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلہا او ترک ودفع بحساب ما روی منہا اور جوہرہ مین ہے
کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکی تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے کہ وہ زمین جہان پانی نہین پہنچا
اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اوسکے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجرہا بغیر شربہا فانقطع ماء النہر علی وجہ
لا یرجی فلہ الخیار وان انقطع قلیلاً قلیلاً و یرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ مین ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اوس
زمین کی آب پاشی کی نوبت اجارہ مین داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اوسکی امید باقی نہین ہے تو مستاجر کو فسخ اجارہ مین اختیار ہے
اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اوسقدر ہے جس سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماماً فی قریۃ فنفروا ورحلوا سقط
الاجر عنہ وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام مین ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤن مین سو آدمی وہان کے رہنے سے
ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گاؤن کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہو گی او یخل عطف علی یفوت
بہ ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد و دبر الدابۃ ای قرحتہا وسقوط حائط دار یا اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس
عیب سے جو منفعت مین خلل ڈالتا ہے اسطرح پر کہ اوس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ
لگ جانی یعنی اوسمین زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ
من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفی فانہ لزمہ حصتہ اور تبیین مین ہے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی
کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اوس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اوسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض
معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کریگا تو اجرت بقدر اوسکے حصہ کے اوسپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ
المؤجر او انتفع بالمخل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہو یا موجر اوس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز
سے نفع حاصل کرے تو اوسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل ہو جانے سبب فسخ کے ھم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اوسکے بال جھڑ جانا

اور ازالۂ عیب کی یہ صورت ہے کہ دار منہدمہ کو موجر جلد طیار کر دے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان
من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اوسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل
تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت میں خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہے ھ تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہی جسکا ترک
خلل انداز ہو اور بعضی کتابوں میں چھت کی مٹی لیسنے کو رہی کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا
الا ان یکون المستاجر استاجرہا وھی کذلک وقد راٰھا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بناوے تو مستاجر کو اوس
گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو تو اب نکل جانا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح ماء البئر
والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار لکن بلا جبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فھو متبرع ولہ ان یخرج
ان ابی ربہا خانیہ ای الا اذا راٰھا کما مر اور کوئیں کے پانی اور نجس پانی کے پہنچنے اور بدرو کی اصلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے
لیکن اوسپر درستی نہیں اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست کرنے کو درستی نہیں کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنالیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور
مستاجر کو اوس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اوسکا مالک امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ یعنی مگر اوس صورت میں نکلنا درست نہیں جب کہ
اوسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ میں ہے کہ مستاجر کو
جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت او تعیبت احداہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ
اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اوسکو دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں پر اوسنے یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو
تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہیں چھوڑ سکتا قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للنہایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا
لا ینفرد وھو الاصح میں کہتا ہوں اور حاشیۂ اشباہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے
اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ھ اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ میں منفرد ہے
یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمیں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو منفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو منفرد نہیں کذا فی فتاوی
قاضیخان ویعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کما فی سکون ضرس استؤجر لقلعہ وموت
عرس او اختلاعہا استؤجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی
اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اوس ڈاڑہ کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اوکھاڑنے
کے واسطے اجیر معین کیا یا اوس زوجہ کا مر جانا یا اوسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کیواسطے باورچی اجر کیا ھ یعنی جب درد ٹھہر گیا
تو ڈاڑہ اوکھاڑنے میں صریحاً مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر مال کا ضائع کرنا ہی تو اس عذر سے فسخ
اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر خیار شرط پر عطف ہے کہ متن میں مذکور ہی کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر یہ کہ تحمل ضرر
زائد ہو جو عقد سے مستحق نہیں وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بعیان من الناس او ببیان ای بینۃ او اقرار والحال انہ لا مال لہ غیرہ
ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم
دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا
اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادا دین کیواسطے نہ بیچی جا اجارہ کے سبب سے تو دین کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو اوسکو ضرر پہنچیگا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اوس
چیز کی قیمت کی برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہوگا کذا فی الاشباہ ھ یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہوا اور مستاجر نے اسیقدر اجرت موجر کو پیشگی
دی ہو تو انقضاء مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اوس وقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستاجر

دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اوس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جسنے دوکان اجارہ لی سوداگری کیواسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین
تجارت ممکن نہین وبعذر افلاس خياط يعمل بماله لا بابرته استأجر عبدا ليخيط فترك عمله اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اوس خیاط
کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہی کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہی
سو غلام نے اوس خیاط کا کام چھوڑ دیا اوسکے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اوسکا افلاس
فسخ اجارہ مین عذر نہین ہے وبعذر بداء مكارى دابة من سفر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا
دل ہٹ گیا سفر کرنے سے هم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اوسکو سفر کرنا بہتر معلوم نہوا یا حج کیواسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اوس سال حج کا ارادہ
موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذا فی قاضی خان ولو فی نصف طريقه فله نصف
الاجر ان استويا صعوبة وسهولة والا فبقدره شرح وهبانية وخانيه اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو
نصف کرایہ ملے گا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اوسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا کذا فی شرح الوهبانية
والخانية بخلاف بداء المكاري فانه ليس بعذر اذ يمكنه ارسال اجيره برخلاف دل ہٹجانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہین ہے
اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہی وفی الملتقى ولو مرض وهو عذر فی رواية الكرخي دون
رواية الاصل قلت وبالاولى يفتى اور ملتقی مین ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون
اور پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوی ہے ثم قال ولو استأجر دكانا لعمل الخياطة فتركه لعمل آخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دوکان
کرایہ کی دوخت کے عمل کیواسطے پھر اوسنے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہہ فسخ اجارہ کا عذر ہی هم یہہ قول تفصیل فتاوی کبری کی مخالف ہے
فتاوی عالمگیری مین کبری سے منقول ہی کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کیواسطے دوکان مین مستعد ہوا تو اوسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو نقض جائز ہے
انتہی اور اسی کو شارح نے بعد اسکے ولو الجیہ سے نقل کریگا وكذا لو استأجر عقارا ثم اراد السفر انتهى اور اسیطرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ
لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی ما فی الملتقى وفی القهستانی سفر مستأجر دار للسكنى عذر دون سفر موجرها اور قہستانی مین ہی سفر کرنا اوس شخص کا
جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کیواسطے عذر ہی نہ اوسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستأجر فيحلف بانه
عزم على السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یون قسم کھائیگا کہ اوسنے سفر کا ارادہ کیا ہے
وفی الولوالجية تحوله عن صنعته الى غيرها عذر وان لم يفلس حيث لم يمكنه ان يتعاطاهما فيه اور ولوالجیہ مین ہی پھرنا مستاجر کا اپنے پیشہ سے
دوسرے پیشہ کیطرف عذر ہی فسخ اجارہ دوکان کا اگرچہ مفلس نہوگیا ہو جبکہ اوسکو اوس پیشہ کا کرنا دوکان مین ممکن نہو یعنی اگر ممکن ہو تو عذر
نہین وفی الاشباه لا يلزم المكاري الذهاب معها ولا ارسال غلام وانما يجب الاجر بتخليتها اور اشباہ مین ہے کہ مکاری کو جانور کے
ساتھ جانا لازم نہین اور نہ بھیجنا غلام کا اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے وبخلاف ترك خياط مستأجر عبدا ليخيط ليعمل فی
الصرف لامكان الجمع برخلاف اوس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوخت کیواسطے پھر دوخت ترک کی تاکہ
غلام صرافی کرے تو یہہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے کہ جمع بین العملین ممکن ہے یعنی دونون کام ہوسکتے ہین اسطرح کہ دوکان کی ایک طرف خیاطی کرے
اور دوسری طرف صرافی هم طحطاوی نے کہا قوله وبخلاف ترك خياطة الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا
(وبخلاف خياط استأجر عبدا للخياطة فتركها ليعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بيع ما آجره فانه ايضا ليس بعذر بل هو
ملحوق دين كما مر ويوقف بيعه الى انقضاء مدتها هو المختار لكن لو قضى بجوازه نفذ وتمامه فی شرح الوهبانية اور برخلاف بیچڈالنے
موجر کے اوس چیز کو جسکو اوسنے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہین ہے بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ

منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفیہ معزیاً للخانیۃ لو باع
الآجر المستأجر فاجاز المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ هو الصحیح ولو باع الراهن الرهن للمرتهن فسخہ اور شرح وہبانیہ میں ہے خانیہ کہ اگر موجر
نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اوسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اوسپر قادر نہیں اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اوسکی بیع
فسخ کرے ھم لیکن عمادیہ میں فتاوی صغریٰ سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق میں نافذ ہے راہن اور مرتہن اوسکو فسخ نہیں کر سکتے اجارہ
والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدها لنفسہ
بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک اوسکے جنون مطبق ہوجانے سے نہیں وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو
اپنی خاص ذات کیواسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل
الاصلح فیوجرها لو امینا او یبیعها بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برهن علی دفعها وتقبل البینۃ هنا بلا خصم لانہ یرید
الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہیں ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا
مکہ معظمہ کی راہ میں اور حال یہ کہ راہ میں کوئی حاکم نہیں تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ پاس قاضی کے
پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ پر دیدے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھیرنے کی
اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہوں سے ثابت کرے اور اس مقام میں بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اوس چیز کی ثمن
سے لیا چاہتا ہے جو اوسکے قبضے میں ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین هل یلزمہ اجر الشہر الثانی
ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی اور خانیہ میں ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اوسمیں دو مہینے سکونت کی
تو دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کیواسطے مہیا کی ہو تو ہاں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر
کرایہ کیواسطے مہیا نہیں ہے تو اجرت لازم نہیں اسی قول کا فتوی ہے قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن
یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ میں کہتا ہوں اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم میں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے
شہر ثانی میں تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اوسپر اجرت لازم ہوگی اوسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر
بعد موت الموجر هل یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ وقیل هو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اوسکو
اسکی اجرت لازم ہوگی یا نہیں بعضوں نے کہا ہاں اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضوں نے کہا کہ یہ مسئلہ پہلے مسئلہ یعنی سکونت شہر ثانی کی مانند
ہے یعنی اگر وہ مکان کرایہ کیواسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی میں تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہیں تو لازم نہیں وینبغی ان لا نظر
لانفساخها ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ وهل یلزم المسمی
او اجر المثل ظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوهبانیۃ اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہو جب تک وارث
موجر کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نکرے یا التزام اور اجرت کا نہو اگرچہ وہ مکان کرایہ ہی کیواسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا
اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفی المنیۃ مات احدهما
والزرع بقل یبقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ میں ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہو یعنی ہنوز
کھیت خام ہو تو عقد اجارہ باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضاء مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو
رضی الوارث وهو کبیر ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد اذ یجوز اجارها
بالتعاطی قنیۃ ملخصا اور جامع الفصولین میں ہے اور اگر موجر کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہو اور مستاجر بھی اوس پر راضی ہو تو جائز ہے انتہی

بانی الفضولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجائیگی یعنی جواز اجارہ کیواسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ بقا انکے
اسکو تامل کرو فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا فاسوۃ
للغرماء فلیحفظ، اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ تر حقدار ہیں عین کے باقی دین والوں سے اگر عقد اجارہ اور رہن
اور بیع صحیح ہوا ہو اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر موجر مرگیا اور اوسپر
دیون ہیں تو اوروں سے مستاجر زیادہ تر حقدار رہیگا اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبض میں نہیں آئی کہ بائع مرگیا اور اوسپر دیون
ہیں تو مشتری احق ہے یعنی اول مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر کچھہ زیادہ باقی رہیگا تو اور ارباب دیون با دین سے گئے فان عقدہا لغیرہ لاتنفسخ
کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کیواسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی مثلاً زید نے
خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارے دیدے اور اوسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ اجارہ عاقد
کے واسطے نہ تھا، اما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل
بشراء الاعیان فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل فھو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا
نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع والبزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائیگا تو اجارہ باطل ہوگا
اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کیواسطے
پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کیواسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہوا ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے
میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت ھذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک
یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وھو الاصح
کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی مستاجر وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہے اوپر
کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کیطرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابو طاہر نے کہا ہے کہ ملک موکل کیواسطے ابتدا
ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتہی قول المصنف
قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لاتفاقہم علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر
والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اسطرح کہ بطلان
اجارہ بموجب اوس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل
کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو
اوسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کیواسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل
بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے
اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم ووصی واب وجد وقاض ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق
حتی لو مات المعقود لہ بطلت در اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب
باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اوسکی موت سے کذا فی الدرر ہم مستحق علیہ سے
مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کیواسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی
مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للوھبانیۃ قال والاطلاق المتون

بخلافہ قلت و باطلاق المتون افتی قاری الہدایۃ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جبکہ ایسا متولی ہو کہ وقف اوسیکی ذات کیواسطے خاص ہوا اور سبب غلہ وقف کا اوسیکی ذات کیواسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہو گا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیہ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے مین کہتا ہون اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا کہہ مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد ادبع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجرہا الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ مین کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنیوالے نے پھر وہ مرتد ہو گیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کی ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کر دی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہو گا یعنی اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کیواسطے تھی اور پہلی صورت مین وقف میراث ہو جائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے بھی فسخ نہین ہوجاتا اسیطرح مین نے دیکھا ہے فتاوی مذکور کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہیو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اوسمین لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ تبصر دہ فتنبہ اور اوسی فتاوی مین یہہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کیواسطے ہو سو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا وہ مذکور کیطرف یعنی وہبانیہ کا قول جو اشباہ مین مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہو گیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض مین ہے کہ وقف کرنیوالا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجاے تو استحسان مین اجارہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسنے غیرون کیواسطے اجارہ دیا یعنی جنکے مصرف ہونے پر وقف علیہم ہین نہ واقف اور اسیطرح بزازیہ مین ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ مین ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کی برابر ہے تو اونکے عزل سے اجارہ فسخ نہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ ای حصۃ المیت لو عقدہا لنفسہ فقط وبقیت فی حصۃ الحی اور دو مستاجرون یا دو موجرون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہو جاتا ہے فقط اوسکے حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہوا اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ مین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح فینبغی للمتولی ان یذہب للقریۃ مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یرسل وکیلہ او رسولہ احیاء لمال الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی قاری الہدایۃ انہ متی مضی مدۃ یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض و تصرف مین کر دینا باطل ہے تو اگر گانون اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہے تو اسکا تخلیہ صحیح نہین بنابر قول صحیح تر کی تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گانون مین جاے مستاجر کے ساتھہ یا غیر مستاجر کے ساتھہ یعنی اوسکے وکیل کے ساتھہ پھر تخلیہ کر دے درمیان مستاجر اور درمیان گانون کے یعنی بلا مزاحمت احدے اوسکی تصرف مین کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اوسکی ساتھہ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کیواسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن اشباہ کے محشی مصنف کی فرزند نے زواہر الجواہر مین فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاے کہ جسمین

مستاجر گانون کیطرف جائے اور اوسکے داخل ہونے مین قادر ہو تو وہ گانون کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہو تو فقط مستاجر کے اقرار سے
قابض نہ ٹھہریگا انتہی مانی جواہر الجواہر ہم ذخیرۃ الناظر مین ہے کہ اگر گانون اجارہ لیا اور وہ دوسرے شہر مین ہے اور مستاجر نے اوسکے قبضہ کا اقرار کیا تو بعض نے کہا کہ اقرار باطل ہے
اور اقرار اوسکا باطل ہو تا وقتیکہ اتنی مدت نگذرے جسمین وہان جائے اور قبضہ کرے یا اسقدر مدت گذرنیکے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر نے وکیل یا رسول
بھیجے ہین کذا فی الطحطاوی **مسائل شتی** یہ چند مسائل متفرقہ ہین احرق حصائد ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض مستاجرۃ
او مستعارۃ یعنی جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین ہم قصب یعنی بالنس او رنرکل بطریق مثال کے ہے
اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیون کے جلانیکا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی ومثلہ ارض بیت المال المعدۃ
لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقہ
مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علی ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو
قافلون اور بھاری اسباب کے اتارنے کیواسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کیواسطے مقرر ہے مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہے کہ
اگر جلانیوالے شخص کیواسطے حق انتفاع نہو زمین مین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اوس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اوسی مکان مین بمجرد رکھنے آگ کے
نہ اوس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اوڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھہ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے فاحترق شئی من ارض غیرہ
لم یضمن لانہ تسبب لا مباشر کہ اجارہ یا عاریت کی زمین مین کھیت کی ٹھوٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے
والے پر تاوان نہین اسواسطے کہ احراق مذکور سبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم تضطرب الریاح فلو
کانت مضطربۃ یضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر ارضہ فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوا مین زور نہ چلتی ہو اور اگر ہوا تیز ہو
تو جلانیوالا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اوسکی زمین مین ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احراق کا مباشر یعنی
جلانیوالا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ ای فی ذلک الموضع لا یضمن علی کل حال اذا اتلف بذلک الموضوع
شئی سواء تلف بہ وھو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسیطرح جس جگہ مین رکھنے والیکو رکھنے کا حق ہو تو تاوان نہین ہر حال
مین جب کہ اوس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جائے خواہ چیز تلف ہوا اس حال مین کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے
ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا اتلف بہ شئی وھو فی مکانہ وکذا بعد ما زال
لا بمزیل کوضع جرۃ فی الطریق ثم آخر اخری فتدحرجتا فانکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہ فان زال بمزیل کریح وسیل لا یضمن الواضع
ھذا ھو الاصل فی ھذہ المسائل کما حقق فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ ہے جب کہ رکھنے والیکا اوس مکان مین رکھنے کا حق
نہو اسواسطے رکھنیوالا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اوس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہو گی اور حالانکہ شے موضوع اپنے مکان مین ہے اور اسیطرح
تاوان لازم ہوگا شی موضوع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹالنے والیکے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا اوسمین رکھا کہ
دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑیکا تاوان دے اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے جیسے
ہوا یا سیلاب سے تو رکھنیوالے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلون مین چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع
جمرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شئی ضمن لتعدیہ بالوضع پھر صاحب نہر نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ
مین اوسکے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تعدی کے آگ رکھنے سے ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا
یضمن فی کل موضع لیس فیہ حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اوس جگہ مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین عموم کے ساتھ یعنی
حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور اور عدم مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی

الا اذا ذهبت به ای بالموضع الریح فلا ضمان لتسببها فعلہ وکذا لو اخرج السیل الجمر و بہ یفتی خانیہ مگر جب کہ بہ کہی ہوئی چیز کو دہان سے ہوا اوڑا لیجا تواب تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والیکا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کیطرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کیطرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ فوضعہ علی العلاۃ فضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا یضمن اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دوکان میں پھر اوسپر ہتھوڑا مارا سو راہ کیطرف چنگاری نکل گئی اور راہ میں کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اوسپر ہتھوڑا نہیں مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہیں کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتمل فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر بکثرت سینچی کہ زمین اوسکو نہ تھام سکی سو پانی اوبل کر اوسکے ہمسایہ کی زمین کیطرف بہا اور اوسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ مباشر ہی فساد کا نہ مسبب انگیز اتعاد خیاط او صباغ فی حانوت یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع فہذا ابو حنیفۃ یتقبل وہذا بجذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اوس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونوں کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونوں خیاط ہون یا دونوں رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی کے ساتھ تو یہ درست ہی باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہی صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت اور رودادری کے کام لیتا ہی اور یہ یعنی دوکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی کاستیجار جمل لیحمل علیہ محملا و راکبین الی مکۃ و لہ المحمل المعتاد و رؤیتہ احب وکذا اذا لم یر الکل حۃ والملحفات جیسے صحیح ہو کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تاکہ اوسپر محمل لادا جاوے اور دو سوار اوسپر سوار ہوں مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کیواسطے اور اسیطرح اجارہ جائز ہی جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو شامل میں ذکر کر کہ دو اونٹ کہ معظمہ تک کرایہ سے لیے تا ایک اونٹ پر محمل رکھے اور دو شخص اوسپر سوار ہون اپنا اوڑھنا بچھونا لیکر سو مکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور اونکا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کئی من ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اوسکی مقدار بیان نکی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے ملنے کیوقت تک الف لا دلا دیگا جسقدر لوگ لا دلاتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اسکا رواج جاری ہے انتہی زیلعی کما وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہی سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اوسکی جہالت اسیطرح ختم زائل ہوجاتی اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہوجاتی ہے کذا فی المحیط و فی الولوالجیۃ ما لو تکاری الی مکۃ ابلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز و یجعل المعقود علیہ حملا فی ذمۃ المکاری و الابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فہما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ للحمل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور ولوالجیہ میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لے مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہی مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لادنے کے آلات ہیں اور اونکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لادنے اور سواری کیواسطے مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹوں کے تو صحیح ہی واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہی کہ مطلق متعارف کیطرف منصرف ہی استاجر جملا لیحمل مقدارا من الزاد فاکل منہ فی الطریق جاز لہ ان یرد عوض ما اکل ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کیواسطے سو توشہ میں سے کچھ کھایا گیا تو اوسکی عوض توشہ یا مانند اوسکی اور چیز پھر اوسپر لاد دی جاوے قال لغاصب داره فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی لان سکوت رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنیوالے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہیں تو کرایہ اوسکا ماہواری اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے گھر خالی نکیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اوسکا سکوت رضا مندی ہے اجارہ کی

لانہ اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ ببینۃ لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اوس صورت مین کرایہ واجب نہوگا جب کہ غاصب
صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی ملک گواہون سے ثابت کرے سواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی ٹھہرا ای اقر
عطف علی انکر بلا اباء ای بالملک ولکن لم یرض بالاجر لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اوسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہوا تو بھی
اجرت واجب نہوگی سواسطے کہ اوسنے عدم رضا کی تصریح کردی فی الاشباہ السکوت فی الاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا
والا فانتقل او قال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما سمی اور اشباہ مین ہے کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہے اگر مالک
نے گھر یا دوکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور نہین تو نکل جا یا چرانیوالے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ
اسقدر اجرت لونگا پھر اوسنے سکوت کیا تو اوسقدر اجرت لازم ہوگی جتنی اوسنے معین کی بقی لو سکت ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامہ هل
یصدق قال ان بہ صمم نعم والا لا عملا بالظاہر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکوت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا
کلام سنا تھا تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہی تو ہان تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل
بظاہر حال للمستاجر ان یوجر الموجر بعد قبضہ قیل وقبلہ من غیر موجرہ واما من موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم
تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اوسکے قبضہ کرنے کے اوسکے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا قبل از قبض
بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اوسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر
ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک کر
اور مستاجر اوسکے قائم مقام ہی کذا فی الخطا وهل تبطل الاولی بالاجارۃ للمالک الصحیح لا وهبانیۃ تلث وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی
المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہین ہوتا مین
کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہی قاضیخان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہے اور اسی قول پر فتوی ہی وقدمنا عن البحر معزیا للجوہرۃ الا صح نعم واقرہ
المصنف ثمہ ونقل هنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ ان قبضہ منہ بعد ما استاجر بطلت والا لا فلیکن التوفیق فتامل اور ہمنے
بحر الرائق سے بنسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہان اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہی اس قول
کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح مین یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہی جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اوسکے اجارہ لینے
تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہین تو باطل نہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کر لے ہم یعنی بطلان
اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہی اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہی محیط مین ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا تو مستاجر
اول پر اجرت لازم ہے وهل تسقط الاجرۃ ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوهبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک
اجارہ کی چیز موجر کے قبض مین ہی اسمین اختلاف ہے جو شرح وهبانیہ مین مشرح مذکور ہی وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم
یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین المؤجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق
ورجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابتہ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا
سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اوسپر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نکی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر
ہی سواسطے کہ وہ اصیل ہی عقد کے حقوق مین اور وکیل اجرت پھر لیگا موکل امر کرنیوالے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے
مین تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا ہم وکیل موکل سے اجرت پھیر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا
الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الامر الدار منہ فانہ یرجع ایضا الصیرفیۃ وتمامہ فیہا

بتمضى ما انتفع وظهر المنفع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے پیشگی اجرت دینا شرط کیا اور وکیل سے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنیوالے نے اوس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ پھیر لیگا بسبب ہو جانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہو یعنی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نرکھے وان طلب الآمر الدار منه وابى الوكيل لتعجيل الاجرة لا يرجع لانه لما حبس الدار بحق له تبق يده يد نيابة فلم يصر الموكل قابضا حكما فلا يلزمه الاجر اور موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نکر سکیگا اسواسطے کہ جب اوسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت کا قبض باقی ندرہا تو موکل حکماً قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہوگی يستحق القاضى الاجر على كتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما يجوز لغيره قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویزا اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے نہ لکھہ دینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اوسقدر لکھنے پر لیتے ہون وسیقدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نکرے كالمفتى فانه يستحق اجر المثل على كتابة الفتوى لان الواجب عليه الجواب باللسان دون الكتابة بالبنان ومع هذا الكف اولى احترازا عن القيل والقال وصيانة لماء الوجه عن الابتذال بزازيه وتمامه في قضاء الوهبانية چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوی لکھہ دینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ اونگلیون سے لکھدینا اور با وجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے كذا في البزازيه اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہے وفي الصيرفية حكم وطلب اجرة ليكتب شهادته جاز وكذا المفتي لو في البلد غيره وقيل مطلقا لان كتابته ليست بواجبة عليه اور صیرفیہ مین ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے مفتی کا اگر اوس شہر مین اوسکے سوا اور کوئی بھی فتوی دینے والا ہو اور بعضون نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہین مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا یہان تو گفتگو قاضی مین ہے نہ شاہدین اور فراموش نکیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ وفيها استاجر ليكتب له تعويذا لاجل السحر جاز ان بين له قدر الكاغذ والخط والمكتوب اور صیرفیہ مین ہے ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اوسکے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اوس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار ذکر ہونے سے تو معلوم ہو گیا کہ کسقدر سطور کی اوسمین گنجائش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونیکا معاف ہے اور ظاہرا خط سے مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان بمقدار کاغذ عدد سطور کا بیان لازم نہین تو اسصورت مین لفظ مکتوب کی کچھہ حاجت نہین اور لفظ مکتوب نسخ الغفار مین صیرفیہ کی نقل عبارت مین نہین ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھہ لیتے ہین كذا في الطحطاوي

المستاجر لا يكون خصما لمدعي الاجارة والرهن والشراء لان الدعوى لا تكون الا على مالك العين مستاجر مدعا علیہ نہین ہوتا اجارہ اور رہن اور خریدکے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہین ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہین ہم مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ مین ہے یا میرے پاس گرو ہے یا مین نے اوسکو خرید کیا ہے تو اسکی جوابدہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف المشتري والموهوب له لملكهما العين برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے کہ بسبب مالک ہونے دونون کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہین تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہین اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوی دخل بیشتر وحضور الاجر مع المستاجر تولا اور کہا حاضر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھہ دعوی اجارہ مین شرط ہے اسمین دو قول ہین ایک قول مین شرط ہے اور دوسرے قول مین نہین وتصح الاجارة وفسخها والمزارعة والمعاملة والمضاربة والوكالة والكفالة والايصاء والوصية والقضاء والامارة والطلاق والعتاق والوقف مضافا الى الزمان المستقبل كون هكل واحد مما ذكرة ضافا الى

کما جئتک اوفاسختک راس الشہر صح بالاجماع اور صحیح ہی اجارہ اور اوسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور
ضمانت اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کیواسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک مذکورہ زمان مستقبل
کیطرف مضاف ہی چنانچہ یون کہے کہ تجکو اجارہ دیا یا جیسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ مین تو صحیح ہی بالاتفاق ھم ایصا کی مثال یہ ہے کہ یون کہے کہ فلانے کو وصی کیا
اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہی میری موت کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ
بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لا یصح مضافا الی الاستقبال کل ما کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ
والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مالٍ والابراء عن الدین وقد مر فی متفرقات البیوع صحیح نہین اضافت بزمان مستقبل جو کہ
فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور ... اوسکی اجازت اور فسخ کی اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے
اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات مین ھم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ مین نے اوس بیع کی اجازت دی
اور صلح مین داخل ہین کل صلح مگر مال کی قید مذکور سے عمدگی صلح نکل گئی سو اسواسطے کہ اوسکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح ہی زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد
فالمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی یعنی اجر مثل زیادہ ہو گئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اوسکو بڑہاوے تو متولی کو
اجارہ وقف کا فسخ کرنا جایز ہی اور جب تک متولی فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجر معینہ لازم ہو گی اسی طرح ل کا ہو تی ہے نسخ العقد بعد تعجیل البدل
فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا لو العین فی ید المستاجر فلیحفظ سو جس عقد اجارہ فسخ
کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والیکو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز کو روک رکھنا جایز ہی یہان تک کہ عوض کا مال سمجھ لے خواہ عقد
صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھہ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا و فارغا صح فی الفارغ فقط ا المشغول
کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ویؤمر بالتفریغ والتسلیم مالم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا
فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہی فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی
ہی کہ قول راجح یہ ہی کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہی اور موجر کو امر ہو گا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے مین ضرر نہو
تو اوسکو اوسکا اجارہ فسخ کر دینا جایز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز لعدم العرف بہ بکری اجارہ لی اپنے
لڑکے کے دودہ پلانیکو یا اپنی بکری کے بچے کے دودہ پلانے کو تو اجارہ جایز نہین بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسدا اذا اجر صحیحا جازت
لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل والکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح
دے تو اجارہ جایز ہے اگر اجارہ دیا بعد اوسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہین اور
سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا
وقعت بشروط الاجارۃ فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمناہ فی الجہاد در بافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع
ہو تو اجارہ صحیح ہی اسواسطے کہ اعتبار معانی کا ہی نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ھم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو
زمین بطور مقاطعہ کے اسطرح کہ بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہی معانی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم بیان
الاجر والمدۃ صحیح ہی اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھہ استاجر شیا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا
لزم الاجر وان کان دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اوس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اوس سے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا
ہو تو اجرت لازم ہو گی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ... لازم الاجر لا یعذر بہا مستاجر جانور کو پالنے لیگیا اور اوسپر سوار نہوا
تو اجرت لازم ہو گی لیکن اگر جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلا اوسکی پیٹہ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ھم یعنی سواری کیواسطے اجارہ لیا اور سوار

نہوا تو اوسکا قصور ہے اخطأ الکاتب فی البعض ان الخطأ فی کل ورقۃ خیر ان شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ واخذ منہ القیمۃ کاتب
چوک گیا بعض سطور میں اگر خطا ہر ورق میں ہو تو لکھانیوالا استاجر چاہے اوسکو لے اور اوسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اوسکو اوسپر چھوڑدے اور کاتب سے
قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الدر لو لجنیہ وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقوں میں ہو تو اوسکو اجرت معینہ دے اوسکے حساب سے
موافق ہم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہوں اونکی اجرت ٹھہرنے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہوں اوسکے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی الصیرفی باجر
اذا ظہرت الزیافۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب دراہم یا دنانیر میں ظاہر ہوگا
تو اوس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے میں اوسکے حساب سے استرداد ہوگا ان دلنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشی لاجلہ
اگر مجکو فلانی چیز بتادے تو اوسکے واسطے اجرت ہے سو اوسکو بتائی تو بتانیوالے کیواسطے اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانیوالا ایک قدم چلا ہو بتانے کے واسطے من دلنی علی
کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لمن دلہ الا اذا عین الموضع جو شخص مجکو فلانی چیز بتادے تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانیوالیکے واسطے
کچھ اجرت نہیں مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکورہ بلفظ ان شرطیہ صحیح ہے اور بلفظ من شرطیہ صحیح
نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ طحطاوی نے بزازیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اوسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اوسے
تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو اوسکی دو صورتیں ہیں اگر اوسنے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجکو بتادے تو اجرت باطل ہے
اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہے جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانیوالے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین
سے کہا کہ اگر تو مجکو فلانی چیز بتادے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کیواسطے چلا اور اوسنے دلالت کی تو اوسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ بتانا ایسا عمل ہے جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہیں لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ
اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ کی
بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی استاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکل
من الاشباہ اجارہ لیا دہ در دہ حوض کھودنیکا اور اوسکا عمق بیان کر دیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا اسمیں مزدور نے پنج در پنج کھودا تو اوسکے واسطے چوتھائی مزدوری
ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہیں ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ در دہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کی سطح
مکسر سو ہاتھ ہیں تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس چوتھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت
لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام میں ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق میں کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار طریق للمرور ان بین المدۃ قلت و
حاشیتہا ہذا اقول بما وھو المختار شرح مجمع اور اشباہ میں ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کیواسطے اگر مدت مرور بیان کیجاوے میں کہتا ہوں اور اشباہ میں
کہ صاحبین کا قول ہے اور وہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اوس صورت میں ہے جب کہ طریق ایک شخص کی ملک میں ہو کذا فی الطحطاوی وفی خلیفۃ
من دلنا علی کذا فلہ کذا فجاز لان الاجیر یتعین بلا دلالۃ اور اختیار میں ہے کہ مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہمکو فلانی چیز بتادے اوسکا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ اجیر متعین ہو جاتا ہے
اوسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر میں ہے اور عنقریب بیان کرونگا کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اوسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا
اجیر کا اوسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجیر سے مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ
ھبۃ صحت غیر لازمۃ فالحکم فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان میں ہے کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہبہ ہے تو اجارہ غیر لازمہ صحیح ہوتا ہے
اور مستاجر ایک کو اوسکا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسیطرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر
مقدم کرے کذا فی نہایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے ہے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے ہے کذا
فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان والاولی عدم لزوم وما بہ علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ کے لزوم میں یعنی جو اجارہ کہ مستقبل زمانہ

مستقبل ہے اوسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم سے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہو کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہو دفی المجتبیٰ [illegible] اجارتہا

البناء وعن محمد تجوز کو منقعا بہ کیل اور سقف وابیغتی اور مجتبیٰ مین ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہیں اور کسی سے ایک روایت مین اجارہ

مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو جیسے دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتویٰ ہو ہم خلاصہ مین ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ زمین کا اجارہ بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین

صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اوسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہے

ہم مختارات النوازل مین ہے کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک مکروہ ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے

اور امام سے بھی اسکی ایک روایت ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر فی الوہبانیۃ وفی الکافی الجائز بیعہا [illegible] والینا + کلام الفرا

اذا ارضہا الیس تؤجر + اور وہبانیہ مین ہے اور کہتے اور بازار کے اجارہ مین اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت مین اختلاف ہو اسواسطے کہ وہان کی زمین کا

اجارہ نہین ہوتا ہم کہتے اور بازار مین اگر عمارت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہو اور بلی کا اجارہ چوہا پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی

ولو دفع الدلال ثوبا للتاجر + یقلبہ لو راح لیس بخسر + اور اگر دلال وہ کپڑا جسکو بیع کیواسطے لیے پھرتا ہو تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاے تو دلال

پر تاوان نہین ومن قال قصدی ان اسافر فاسخ + فحلفہ او فاسأل رفاقا لیذکر وا + اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کرون سو اجارہ

فسخ کر تو اوسکو قسم دے یا اوسکے رفیقون سے سوال کر تا وہ بیان کر دین ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنیکا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ

کیواسطے حیلہ انگیزی کرتا ہو تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہو یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو عذر

فسخ ثابت ہوگا ویفسخ من ترک التجارۃ ما اکتری + ولو کان فی بعض الطریق ومکتری + لہ فسخہا ان ہات منہا معین + واطلق یعقوب

وبالضعف یؤذن + اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اوس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو

اجارہ فسخ کرنا جائز ہو اگر معین اونٹون سے کہ اجارہ مین ایک معین اونٹ مرجاے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہو یعنی خواہ اونٹ معین ہو خواہ غیر معین بہر صورت

فسخ جائز ہو اور قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھ مذکور ہو یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہین ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے

کو پھر اونٹ مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلاتعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے

کہ عقد اجارہ خاص اونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہو اسکی کچھ حاجت نہین

اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہو تعیین کی صورت مین کذا فی الطحطاوی وایجار ذی ضعف من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذاک اکثر + اور

اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہو اگرچہ اجرت مثل اوسکے اجر معین سے زیادہ ہو ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہنگی مال مثلاً پانچ لاکھ ہین اور وہ شخص بیمار

بمرض الموت ہے اور اوسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ پر دیے اجر مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکورہ جائز ہو اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف

جائز نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور اونکا حق تو اعیان سے متعلق ہو نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو

کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ + فوفاء للمستاجر الحبس اجرہ اور جو شخص مدیون مرگیا اور اوسنے اپنا مال غیر منقول

اجارہ دیا اور اوسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق ہو ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اوسکے ارباب دیون زمین

وغیرہ مین اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہو غلام مکاتب کے احکام مین مناسبۃ بالاجارۃ ان فی کل منہما ملک الرقبۃ لشخص ومنفعۃ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارہ سے یہ ہے کہ دونون مین قید تو ایک

شخص کا مملوک ہو اور منفعت اوسکی غیر شخص کو کہ ہم مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہو اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین قیمہ غیر کا مملوک ہو اور منفعت

مستاجر کی الکتابۃ لغۃ من الکتب وہی جمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہے

اور کتب عبارت ہی حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملا[illegible] اور جمع کرنا ہو ہم [illegible]

یون کہا کہ کتب عبارۃ ہی جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہنا اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے
کاتب مکاتبۃ سے اور مولے مکاتب ہی بکسر تا اور اصل اوسکی کتب سے ہی اور کتب عبارۃ ہی جمع سے اور اوسیسے ہی کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اوسی سے
ہی کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کی اور اوسیسے ہی کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے
نام رکہا کہ اسمین ملانا ہی حریت یدکا حریت رقبہ کیساتھ یا اسواسطے کہ اسمین دو قسطین یا زیادہ مجتمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولے دستاویز لکھدیتے ہین
اور یہی وجہ اخیر ظاہر تر ہے انتہی وشرعًا تحریر المملوک یدًا ای من جہۃ الید حالًا ورقبۃ مآلًا یعنی عند اداء البدل حتی لو اداہ حالًا عتق
حالًا اور شرع مین کتابت عبارۃ ہی مملوک کو فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اوسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت
کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کرے تو فورًا آزاد ہو جاوے گا یعنی جب مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ
مین نے تجکو مکاتب کیا سو درم پر مثلا یعنی اگر سو درم کما لاوے تو تو آزاد ہو جاوے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح
آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے ہین ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولے کے اذن کی حاجت نہین
اور جب سو درم ادا کریگا تو اوسکی ذات آزاد ہو جاویگی تو مکاتب عبد اور حر دونون سے مشابہ ہی عبد سے اسواسطے مشابہ ہی کہ ہنوز اوسکی گردن آزاد نہین ہوتی
ادائے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہی کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہی اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہی وركنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او
ما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب و قبول ہی بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل یعنی کتابت ہو وہ مثلاً مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجکو مکاتب
کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور یہہ معنی کتابت کا مثال ہی کہ مولے کہے کہ مین نے تجھ پر ہزار درم مقرر کئے تو اوسکو ادا
کریا یون کہے مجکو ہزار درم ہر مہینے سو درم کر کے ادا کر اور تو آزاد ہی ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور لفظ کتابت کی قید سے
اعتاق علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہی نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا
معلومًا قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل قائمًا اور کتابت کی شرط ہونا ہی اوس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس
اور ہونا رق کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہے اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہی اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہی
برابر ہی کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر ولا کونہ منجمًا او موجلا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال
کے ادا کرنے سے ہے یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہی کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو
اور منجم وہ ہی جسکی کئی مدتین ہون مثلاً ہزار درم کی دس قسطین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انتفاء الحجر فی الحال
وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور
ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادای بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل
فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملک اذا عجز اور اثر مترتب مولے کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی
ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اوسپر مولے قبضہ کرے اور غلام کا پھرنا مولے کی ملک کی طرف جب کہ وہ ادائے بدل
کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ ولو القن صغیرًا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او
قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجومًا اولہا کذا وآخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار
مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ وہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض
مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اوسکی قسطین مقرر ہو گئی ہون مہینون پر یا یون کہے یون کہا
کہ مین نے تجھ پر ہزار درم مقرر کئے تجکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے

اور اگر نواداکرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہی اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے حق تعالیٰ کے اس
قول کے کہ فَکَاتِبُوْهُمْ یعنے غلاموں کو مکاتب کرو ہم یعنی امر ازانی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور منجم سبکو شامل ہے والامر للندب علی الصحیح
اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا مذہب ہی اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھی ہیں
والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہہ ہی کہ مسلمانونکو غلام ضرر نہ پونہچادے آزاد ہونیکے بعد ہم یعنے یہہ جو قران شریف میں
وارد ہی کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو اونکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونیکے بعد مسلمانوں کو
ضرر پونہچاوے تو افضل یہہ ہے کہ اوسکو مکاتب نکرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ
الاخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیہ اور اگر اپنی نصف غلام کو مکاتب
کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر موسلے اوسکو منع کرنا چاہے تو اوسکو جائز نہیں تا کہ غلام کا حق عتق باطل نہو جائے اور
پورا بیان اسکا تاتارخانیہ میں ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یؤدی کل البدل لحدیث ابی داؤد المکاتب عبد ما بقی علیہ درہم
اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکل گیا موسلے کے ہاتھ سے یعنی اوسکے تصرف سے نہ اوسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت اداکرے بدلیل حدیث ابوداؤد
کہ مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایکدرم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہے علماء امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی
العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پہر مصنف نے خروج تصرف موسلے پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور تاوان دی موسلے عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی
مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے موسلے پر ہم عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہے اور لونڈی میں اوسکی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ
ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن الاسعد او جنی علیہا فانہ یغرم ارشہا یا موسلے مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اوسکو قتل کرے
تو اوسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو موسلے قتل کرے تو دیت دے او اتلف المولی مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کالمہا
کالاجنبی نعم لا حد ولا قود علی المولی للشبہۃ شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک بمنزلہ
اجنبی کی مانند ہوگیا ہاں یہہ البتہ ہے کہ مولی پر حد نہیں وطی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شبہ ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاطہ
حقہ اور اگر موسلے مکاتب کو آزاد کردی تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولی کا حق ہے سو اوسکو اوسکی اسقاط میں
اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسد ان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہو گی کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب
کیا شراب یا سؤر پر اوسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں
فرق یہہ ہے کہ فاسدہ میں مولیکو اختیار ہی کہ اوسکو پہر غلام بناوے اور کتابت کو فسخ کردے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز
نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی موسلے کے فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ
القدر یا کتابت فاسد ہی اوسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اوسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول ہی اسواسطے کہ تعیین قیمت
یعنے مالیت میں قیمت کرنیوالے مختلف ہوتے ہیں او علی عین معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہی غیر شخص کی معین چیز پر بسبب
عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقود خارج ہو گئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ
میں نقود متعین نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین للجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہی سو دینار پر تا کہ اوسکا
موسلے اوسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پہیر دی بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہیں مگر باعتبار
قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فہو ای عقد الکتابۃ فاسد فی الکل لما
ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتوں مذکورہ میں فاسد ہی ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخ عتق بیہ لا لاداء

وکذا الخنزیر لمالیتہما فی الجملۃ ویسعی فی قیمتہ بالغۃ ما بلغت یعنی قبل ان یترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور
اسیطرح سؤر ادا کری تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب اور سؤر کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک
مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت مین جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو قبل اسبات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال
ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطی کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال مسمی عقد مذکور کا لعدم ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہ
انہ متی سمی مالا وفسدت الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہوا اور کتابت فاسد ہو جا کسی وجہ سے
وجوہ مفسدہ سے تو مال مسمی سے نقصان کیا جائیگا بلکہ اوسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم بطل العقد لعدم مالیتہما اصلا
عند احد فلا یعتق بالاداء الا اذا علقہ بالشرط صریحا فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اوسکی چنانچہ خون پر
تو کتابت باطل ہوگی اسواسطی کہ مردار اور خون اصلا مال نہین کسیکے نزدیک تو مکاتب آزاد نہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط
کے ساتھہ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنے اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون
مجکو دیگا تو تو مکاتب ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط
ای لا نوعہ وصفتہ ویؤدی الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اوس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اوسکی نوع اور
صفت اور مکاتب اوس جنس کا متوسط حیوان یا اوسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولے انکار کرے تو قبول قیمت پر اوسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر
کاتب قنا کافرا مثلہ علی خمر لمالیتہ عندہم معلومۃ ای مقدرۃ لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب
کیا شراب معلوم الوزن اور اندازہ پر تاکہ بدل معلوم ہو جا مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطی کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے
وای من المولی والعبد اسلم فلہ قیمۃ الخمر وعتق بقبضہا لتعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص
اسلام قبول کریگا تو شراب کی قیمت دینی اوسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر
لیکن باوجود اسکے غلام کوشش کری اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمتہ شہرا لہ ای للمولی او لغیرہ اور کتابت
صحیح ہی ایک مہینہ مولے کی خدمت پر یا غیر مولے کی خدمت پر بھی او حفر بئر او بناء دار اذا بین قدرہما ای المعمول والاجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن
والشرط یا کتابت صحیح ہے کوئین کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع
کردے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابۃ بشرط لشبہہا
بالنکاح ابتداء لانہا مبادلۃ بغیر مال وہو التصرف کتابت فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا
کے اسواسطی کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہے ہم اگر مولے نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے
باہر نجاوے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطی کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال
سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ غیر مال ہے یعنی آزاد ہونا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسے ہی کتابت بھی
فاسد نہین ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد
کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطی کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہے یہی
قاعدہ کلیہ ہے ہم صلب عقد مین شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سؤر پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطی مشابہ ہے کہ
مبادلہ مال کا مال سے ہے انجام کار مین تو جیسی بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین متمکن ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ وما لا یجوز یعنی یہ باب ہے اون افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء

ولو بمحاباةٍ یسیرةٍ مکاتب کو خرید فروخت جائز ہے اگرچہ خرید فروخت نقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگر دن کا طریقہ یہہ ہی کہ ایک معقد مین
کبھی نقصان قبول کرتے ہین تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہے
اگرچہ مولے نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطیکہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج امتہ وکتابۃ
عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا
اور کتابت تو بیع کی مانند نافع بلکہ اوس سے زیادہ ترفالولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے
واسطے ہے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت اداکرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد وللمولی ان ادی قبلہ او ادیا معًا فلسیدہ اور اگر مکاتب
ثانی نے اداکیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح کہ قبل اوسکی آزادی کے اداکیا یا دونون نے ساتھ ہی بدل کتابت اداکیا تو اوسکا مولے
یعنی پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت بدون جائز نہین یعنی اسواسطے
کہ یہہ اکتساب مین داخل نہین اور اسمین مولے کا ضرر بھی ہے کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الھبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا
بیسیر منھما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہے مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہے ہم ذخیرہ مین
ہے ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہے ولا التکفل مطلقًا ولو باذن
مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہے مطلقًا اگرچہ مولے کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطیکہ ضامنی تبرع ہے اور
مکاتب تبرع کا اہل نہین ہے ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ
اعتاق بعوض مال کے ہو ولا بیعہ نفسہ منہ اور نہ بیچنا جائز ہے غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے
وتزویج عبدہ لتنقصہ بالمھر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور
نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہے نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے والاب والوصی والقاضی و
امینہ فی رقیق صغیر تحت حجرھم کمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اوسکا امین اوس صغیر کے غلام مین جو اونکی پرورش مین ہے
مکاتب کی مانند ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اوسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے اور اما
عبد اور عبد کو اوسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہین بخلاف مضارب وماذون وشریک ولو مفاوضۃ لاختصاص الاخیرین
تصرفھم بالتجارۃ برخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو یعنی بقول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک
لونڈی کی تزویج کے مالک نہین اسواسطے کہ اونکا تصرف تجارت مین مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونون کو شامل ہے ولو اشتری
اباہ او ابنہ تکاتب علیہ تبعًا لہ والمراد قرابۃ الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے
باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہے نہ اور قرابت سوا اوسکی ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا ادا ہو بدل کتابت سے تو اوسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر
مکاتب ادا بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرمًا غیر الولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافًا لھما اور اگر مکاتب نے
اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا جیسا کہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتری
ام ولدہ مع ولدہ منھا وکذا لو اشتراھا ثم ولدت ہو ولدہ لم یجز بیعھا التبعیۃ لولدھا ولکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خریدی
کی اپنے اوس فرزند کے ساتھ جو اوسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے ولیکن فرزند کی کتابت
مین وہ داخل نہوگی ہم ولد کے تابع ہے یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہین اوسیطرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین
وارد ہے کہ ام ولد کو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہا لانہ لم یملکھا فاذا لہ ان یطاھا بالملک انتہا ہم تو ام ولد آزاد

نہوگی اوسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک نہین ہوگیا تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی
کرے لک نکاح سکے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے **وكذا المكاتبة اذا اشترت بعلها** اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے
شوہر کو خرید کرے تو اوسکے شوہر کو اوسکی وطی بملک نکاح جائز ہے **غير ان لها بيعه مطلقا لان الحرية لم تثبت من جهتها** مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر
مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا ہے بخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنی ام ولد کو خرید کریگا ولد کے
ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہرا یہہ مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنی ولد کو شوہر کے ساتھ
خرید کرے کذا فی الطحطاوی **ولو ملكها بدونه اى بدون الولد جاز له بيعها خلافا لهما** اور مکاتبہ اپنی ام ولد کا مالک ہو بدون ولد کے تو اوسکو ام ولد
کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین **وان ولد له من امته ولد فادعاه فيكاتب عليه تبعا له** اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اوسکی لونڈی سے
پھر اوسنے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اوسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے بعضون نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز
نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ نسب علت پر موقوف نہین چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے
حالانکہ وطی حلال نہین **وكان كسبه له لانه كسب كسبه** اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب
ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب ہوئی **زوج المكاتب امته من عبده فكاتبهما فولدت دخل فى كتابتها وكسبه وقيمته لو قتل لها لان تبعيته
اقرب** مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کردیا اپنے غلام سے پھر دونونکو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اوسکی
کمائی اور اوسکی قیمت اگر اوسکو کوئی قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہے اور اوسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماکی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہے وجہ رجحان یہہ
ہے کہ مولود مین وہ صفات شرعیہ جو ماں مین ثابت ہین چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحطاوی **مكاتب
او ماذون نكح امة زعمت انها حرة باذن مولاه ثم تعلق بنكاحه فولدت منه ثم استحقت فالولد رقيق فليس له اخذه بالقيمة خلافا لمحمد لانه
ولد المغرور** غلام مکاتب یا ماذون نے اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اوس لونڈی سے جسنے آپکو آزاد ظاہر کیا پھر اوسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون
سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی
دہوکا کہانے والیکا فرزند ہے ہے محمد کا مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اوسکو دہوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد
سمجھا لیکن اونکے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایة **وخصصا المغرور بالحر باجماع الصحابة**
اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھہ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دہوکا ہوجاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب
یا ماذون **واستشكله الزيلعى** اور زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے ہے وجہ اشکال یہہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولے کے اذن کے سبب سے
تو وہ دین مولے پر لازم ہوتا ہے اور اوسی سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہان نکاح باذن مولے مفروض ہے تو چاہیے کہ مولے پر فی الحال قیمت
لازم آوے نہ مکاتب پر اوسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یون دیا ہے کہ مولے نے تو نکاح کا اور اوسکی متعلقات
یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کہانے کا تو مولے اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی
مختصرا **ولو اشترى المكاتب امة شراء فاسدا فوطئها ثم ردها للفساد او شراها صحيحا فاستحقت وجب عليه العقر فى حالة الكتابة
قبل عتقه لدخوله فى كتابته لان الاذن بالشراء اذن بالوطى** اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اوس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی بفساد بیع کے
سبب سے یا اوسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت مین اوسکی آزاد ہونے سے
پہلے بسبب داخل ہونے خرید فروخت کے اوسکی عقد کتابت مین اسواسطے کہ خرید کرنیکا اذن وطی کرنیکا اذن ہے ہے لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہہ ہے
کہ کتابت موجب ہی خرید کی اور خرید موجب ہی سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن

نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو وطیہا بنکاح بلا اذن اخذ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا فی کتابتہ
اور اگر مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بواسطہ اوس نکاح کے جو اوسنے بلا اذن مولے کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکا
تب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب داخل نہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہوچکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولے کے جائز نہیں والماذون
کالمکاتب فیہما ای فی الفصلین اور غلام ماذون مکاتب کی مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنے لونڈی مذکورہ کی شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں
واذا ولدت مکاتبۃ من سیدہا فانہا بالخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا وتاخذ العقر منہ او ان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ
ویثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃً اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولے سے تو اوسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت
کو قائم رکھے اور مولے سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنے ادائے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولے کی ام ولد ہوا اور بچہ
کا نسب مکاتبہ سے بدون اوسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولے کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب
شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد مجاناً بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے
اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اوس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت
سیدہ فقیراً لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہوکر مرنے سے اسطرح
کہ اوسنے کچھہ ترکہ نہیں چھوڑا سوا اس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبراً والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموت
المولی معسراً لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پہر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہوا اور کتابت
کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولے کے اسطرح محتاج ہوکر مرنے
سے کہ مولے نے کچھہ ترکہ نہیں چھوڑا ہو سوا اوس مدبر کے وان کان مات موسراً بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتا
بۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجاناً لقیام ملکہ اور اگر مولے اسطرح مالدار ہوکر مرگیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے
سبب سے اور اوس سے ساقط ہوگا بدل الکتابت کا چنانچہ اگر مولے اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف
مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالاً صح استحساناً مولے نے مکاتب کیا غلام کو ہزار مدت والے پر پہر مکاتب سے صلح کرلی اوسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح
ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی سنۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم فلم تجز
الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد ثلثی القیمۃ حالاً والباقی الی اجلہ او یرد رقیقاً لقیام البدل مقام الرقبۃ
فتنفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کرکے پہر بیمار مرگیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایکہزار درہم ہیں اور
مولے کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نرکہا اور مولے نے سوا اوس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نکر سکے تو پہر کر غلام بنایا جاویگا بدل کتابت کے
دو ثلث ادا کرنے کی بسبب قائم ہونے بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی وان کاتبہ علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان
ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ حالاً وسقط الباقی او یرد رقیقاً اتفاقاً لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فیتقدر بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا
ہزار پر سال بہر کی مدت مقرر کرکے اور حالانکہ اوسکی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نرکہی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو
ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اوس سے ساقط ہوگا یا اگر ادا نکرے تو پہر کر غلام بنایا جاویگا باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار
اور تاجیل میں تو محاباۃ تو صرف ثلث میں جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلاناً الغائب علی الف درہم علی انی ان ادیت الیک الفاً
فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا الشرط وقبل الحر ثم ادی الحر الفاً عتق العبد بحکم الشرط وکذا ان لم یقل ان ادیت وادی عتق استحساناً لنفوذ

تصرف الفضولی فی کل ما لیس بضار و لا یرجع الحر علی العبد لانہ متبرع ایک شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجکو ہزار درم ادا کردوں تو وہ غلام آزاد ہے سو مولے نے اس شرط پر اوسکو مکاتب کیا اور مولے نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کئے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط مذکور کے اور اسیطرح اگر اوس شخص نے اپنے ادا کرنیکو ذکر نکیا پھر اوسنے ہزار درم ادا کئے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے تصرف فضولی کے ہر ایک اوس امر میں جو ضرر نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم پھر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے۔ معارض ہم قولہ قبل المولے شارح نے ضمیر کا مرجع مولے کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین میں قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہنچی یعنے قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہوجائیگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسیواسطے ہے کہ بدل کتابت اوس پر لازم ہوجاوے یعنے صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام غائب کیطرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصالۃً صحیح ہے اور غائب غلام میں تبعاً وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول البدل من احدہما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کریگا تو دونوں غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنیوالا غلام دوسرے غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے مطالبہ نکر سکیگا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کیطرف سے یعنی دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اوسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اوسنے عقد کتابت کو قبول نہیں کیا کہ اوس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو لا یعتبر کردہ ایاہا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں جیسے اوسکے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہیں ہم قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہیں اسواسطے کہ عقد کتابت بدون اوسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اسکے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حررہ سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کرے یا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اوسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا ہم اسواسطے کہ غائب عقد میں قصداً داخل ہے اگرچہ مقصود بالخطاب نہیں تو بدل کتابت دونوں پر منقسم ہوگیا اگرچہ اوس سے مطالبہ بدل کا نہیں ولو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قنا اور اگر غلام حاضر آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو پھر غلام بنایا جاوے ولو ابرا الحاضر او وہبہ لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کردیا یا تمام بدل کتابت اوسکو ہبہ کر دیا تو دونوں غلام آزاد ہوجاوینگے مفت ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی والامۃ کاتبت عن نفسہا وعن ابنین صغیرین لہا وقبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اوسکی ذات سے اور اوسکے دو چھوٹے بیٹوں سے اور لونڈی نے قبول کرلیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃً لونڈی کیطرف سے اور تبعاً اوسکی بیٹوں کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی منہم لم یرجع علی الاخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی اخر ما مر اور اشخاص مذکورین میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نکریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور مولے پر ہر شخص کے ادای بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی میں ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت میں معتبر نہیں اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر اونکے حصہ کے اوس کو فی الحال ادا کریں اور مولے سے مطالبہ بدل کا اونکی ماں پر ہے کہ نہ اونسے اور اگر مولے اونکو آزاد کرے تو اونکی ماں پر سے اونکا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا اونکو ہبہ کرے [illegible] نہیں اور اگر اونکی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور [illegible]

ساتھ اوسکی اولاد بھی آزاد ہوجاوینگے تو یہہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبدہ فادّی الکتابۃ عتق نصفہ وسعی فی بقیۃ قیمتہ و الا العبد کلہ مکاتب علی تلک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی الخ نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگیا اوسی قدر مال پر اور ہمہی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہہ باب ہے عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک المأذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہے دو شریکونکا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصے کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اوسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اوسیکے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم کے نزدیک بسبب تجزیہ پذیر ہونے کتابت کے اونکے نزدیک مانند اعتاق کی اور اوسکے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اوسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہہ ہے کہ اوسکو واسطے حق فسخ باقی نرہے اور درصورت عدم اذن اوسکو فسخ مین اختیار رہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہہ ہے کہ مال مقبوض سے اوسکا حق منقطع ہوجاوے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہے کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اوسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادا بدل وہ مکاتب کو منع کر دے تو بھی صحیح ہوگی اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھہ درم قبض کئے پہر مکاتب اوس بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اوسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہوجائیگا ہم ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر ہے کذا فی الطحطاوی امۃ بین شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیہا الشریک الاخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاہرا فعلا فالہا ایک لونڈی ہے مشترک ہے دو شریکونمین دونون نے اوسکو مکاتبہ کیا سو اوسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے اوسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پہر دوسرے شریک نے اوس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اوسکی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین ہم کہنا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے بنظر تحمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھہ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہوگا اور اوسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن بشبہہ ملک کے سبب سے اوسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ فہی فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من الانتقال پہر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادای بدل کتابت سے بعد اسکے یعنی دونون وطی اور دونون دعوت کے بعد تو یون ٹھہرایا جائیگا کہ گویا کتابت کبھی نتھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت مین شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہوجانے اوس چیز کے جو مانع تہی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگئی اسواسطیکہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک کو قبول نہین کرتی پہر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدر ملتقطا ووطئہ سابق اور شریک اول کے وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے ہم یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ دونو شریکون کی ملک مکاتبہ مین ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے ہم مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت [illegible]

قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکه عقرها کاملا لوطئه ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا
اسواسطی کہ اوسنے حقیقت مین غیر کی ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وهو ابنه لانه بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا
اور وہ ولد اوسکا بیٹا ہے اسواسطی کہ شریک ثانی بمنزلہ مغرور کے ہی ھم اسواسطی کہ اوسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز ان بطلان کتابت سے
ظاہر ہوا کہ اوسکی ملک اوسمین نہین رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب ہوتا ہی اوس سے اور آزاد ہوتا ہی قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی
المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصها بمنافعها فاذا عجزت ترد للمولی نے اور دونون شریکون مین سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہی یعنی قبل
از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنی منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو عقر مولی کو پھیر دے وان دبّرالثانی
ولم یطأها هاذه المسئلۃ بحالها فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اوس سے وطی نکی اور یہہ مسئلہ بحال مسئلہ
سابقہ ہے یعنی دونو شریکون نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اوس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اوسکا دعوی کیا سو مکاتبہ
عاجز ہوگئی ادای بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطی کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اوسمین ملک باقی نرہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطی وضمن الاول لشریکه نصف قیمتها ونصف عقرها والولد للاول وهی ام ولده اور شریک اول شریک ثانی
کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اوسکی ام ولد ہے وان کاتباها فحرّرها احدهما موسرا فعجزت
ضمن المعتق لشریکه نصف قیمتها اور اگر دونون شریکون نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اوسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز
ہوگئی تو آزاد کرنیوالا اپنی شریک کو اوسکی نصف قیمت کا تاوان دیگا ورجع الضامن به علیها لما تقرر ان المکاتبۃ اذا عتقها المعتق یرجع عندہ
لا عندهما اور تاوان دینی والا شریک اوسکو مکاتبہ سے بھرلے اسواسطی کہ ثابت ہوچکا ہی کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنیوالے
شریک سے تو اوسکو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبّرہ احدهما ثم حرّرہ الاخر
غنیا او عکسا اعتق المدبّر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکه فلا فُ لے دو مرد و نکا ایک غلام ہی ایک نے اوسکو مدبر کیا
پھر دوسرے نے اوسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہی یا دونون اسکے بالعکس کیا یعنی اول اعتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنیوالا چاہے مدبر کو
آزاد کردیا دونون صورتون مین غلام سے سعی کرادے یا فقط پہلی صورتین یعنی جبکہ آزاد کرنیوالا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے **باب موت**

المکاتب وعجزه وموت المولی

یہہ باب ہی مکاتب کی موت اور اوسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز
عن اداء نجم ان کان له مال سیصل الیه لم یعجزه الحاکم الی ثلاثۃ ایام و الا نتهاء مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہی کہ عاجز ہوگیا ادا
کرنی ایک قسط سے اگر اوسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اوسکو ملیگا چنانچہ اوسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اوسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اوسکو عاجز
نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطی کہ یہہ مدت ہی کہ اظہار عذرات کیواسطی مقرر کی گئی ہے ھم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مرتد کی مہلت دینی کی مدت اور مدعا علیہ
کو مہلت دینی کی مدت دفع دعوی کیواسطے والا عجزه الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرادے وفسخها
بطلب مولاہ او فسخه مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردے اوسکی مولی کی خواہش سے یا اوسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی
سے ھم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطی ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنیکے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی له الفسخ
بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولے کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ھم بلکہ مولے پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب
ہے کذا قالوا ونحوہ فی البحر وقال الشامی ای نفسه الکاتب فسخها مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح
کتابت جائزہ مین بھی اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقا بفسخها اور اوسکی غلامی پھر آدیگی دونون کے فسخ کرنے سی یعنی جیسے قبل
کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوجاویگا وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اوسکے پاس ہوگا وہ مولے کا مملوک ہی اگرچہ خیرات ہو اور

سو ہے یعنی یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات وله مال یفی بالبدل لم تنفسخ وتؤدی کتابته من ماله اور اگر مکاتب مر جائے اور
اور اسکا اتنا مال ہو جو بدل کتابت کیواسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہو گی اور بدل کتابت اوسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاء کتابت ادا
بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اوسکے آزاد ہوں اور اگر مال ادای کتابت سے بچے تو وہ اوسکے وارثوں کو ملیگا ویحکم بعتقه فی آخر جزء
من اجزاء حیاته اور یہ حکم ہوگا اوسکی آزادگی اوسکی اجزاء حیات میں سے اخیر جز میں ہم یہ مذہب جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک بعد موت کے
آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولاده المولودین فی کتابته لا قبلها چنانچہ حکم ہوگا اوسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اوسکی کتابت کے زمانے میں
پیدا ہوے نہ اونکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں خرید کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ انکی
آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابته یعنی چنانچہ ان شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اوسکی کتابت
میں کذا فی الحلبی والباقی من ماله میراث لورثته اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادا بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اوسکے وارثوں کی میراث ہے ہم
یعنے اگر قرابت والے ہوں مکاتب کے تو وہ اوسکے مال کے وارث ہونگے اور اگر اونمیں سے کوئی نہو تو مال باقی مولے کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی
ولو لم یترك مالا و ترك ولدا ولد فی کتابته ولا وفاء بقیت کتابته وسعی الابن فی کتابة ابیه علی نجومه المقسطة اور اگر مکاتب مر گیا
اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایسا وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادا کتابت کیواسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے
باپکی کتابت میں کوشش کرے بموجب اوسکی اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیه قبل موته وبعتقه تبعا پھر جب اوسکا بیٹا بدل کتابت ادا کریگا
تو اوسکے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپکی تبعیت سے ولو ترك ولدا اشتراه فی کتابته ادی البدل حالا او رد
الی حاله رقیقا وسویا بینهما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اوسنے اپنی کتابت کی حالت میں مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے
یا اگر فے الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کیحالت کیطرف پھیر آجائے یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اوسکا باپ اور صاحبین
نے دونو بیٹوں کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنے بموجب اقساط کے بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے
واما الابوان فیردان للرق کما مات وقالا ان ادیا حالا عتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہہ حال ہے کہ بمجرد موت مکاتب کے غلامی کی
کیطرف پھیر جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں نے الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہیں تو آزاد نہونگے ہم شرح مجمع اور
شرنبلالیہ میں مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کی فروع کی مانند ہیں ادا بدل کتابت میں بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیئے کہ شارح نے
یہہ کلام کہاں سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنه فمات عن وفاء ورثه ابنه لموته حرا عن ابن حر
کا مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مر گیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادای بدل کتابت کیواسطے کافی ہے تو اوسکا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اسواسطے کہ مکاتب آزاد ہوکر
مر گیا اپنی آزاد بیٹے کو چھوڑکر چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنے جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اوسکی ساتھہ اوسیوقت اوسکا
بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑکر کذا فی الزیلعی وکذا ارثه لو کان هو ای المکاتب وابنه الکبیر
مکاتبین کتابة واحدة لصیرورتهما کشخص واحد ضرورة اتحاد العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اوسکا بالغ بیٹا
مکاتب ہوں ایک کتابت سے بسبب ہو جانے دونوں کے ایک شخص کی مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خلاف ہے صریح نہر کے کہ خلاف ہے
حیث قال او کوتب هو وابنه صغیرا او کبیرا معه کذا فی الحلبی الطحطاوی نے کہا یوں جواب ہوسکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ مبادا کوئی تو ہم کرے کہ بالغ
بسبب بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترك المکاتب ولدا من حرة ای معتقة وترك دینا یفی ببدله فجنی الولد فقضی به بما جنی
علی قوم الام ضمن وهو ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلك القضاء تعجیزا لابیه لعدم المنافاة پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنے
معتقہ سے اور مکاتب نے لوگوں پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے کسی قتل خطا واقع ہوا اسپر قاضی نے فیصلہ کیا جنایت اسکی

ماں کے برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اوسکا باپ ہنوز آزاد نہیں ہوا عدم ادائے بدل کتابت سے تو یہہ قاضی کا حکم کرنا اوسکی باپ کی عاجز
ٹھہرانا نہیں ہے بعلت عدم منافات یعنے حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ھم حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرۂ اصلی کے
ولد پر کسی شخص کا ولا نہیں اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد میں برادری پر دیت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا ترجع اور رجوع نہیں
کرینگے یعنے ماں کی برادری باپ کی موالی سے دیت کو رجوع نہیں کرسکتی اسواسطے کہ جب اونہون نے دیت دی تہی تو اونکو واسطے حق ولا ثابت تہا اور باپ
کے موالی کو تو حق ولاء مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ثابت ہوگا فبان بالدین لان فی العین لا یتأتی القضاء بالالحاق بالام لامکان
الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا متروکہ عین ہوگا تو ماں کیطرف ولد کے الحاق کا حکم نہیں حاصل ہوگا
بسبب ممکن ہونے ادای بدل کتابت کے نے الحال ولو قضی به بالولاء لقوم امه بعد خصومة منهم مع قوم الاب فی ولائه فهو
القضاء بما ذکر تعجیز لانه فی فصل مجتهد فیه اور اگر قاضی نے اوسکی ماں کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اونکی خصومت کرنیکے بعد باپکی
قوم کے ساتھ اوسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ھم یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپکی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اوسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنے میراث کا حکم دیا تو یہہ قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقای کتابت مین اور میراث کسی قوم کیواسطے ثابت نہوگی بدون اسکی یعنی اگر کتابت
باقی ہوکر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث ماں کی قوم کے
واسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہی کہ جب مکاتب مرجاے بدل کتابت چھوڑکر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہوکر
اور بعض اصحاب کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ مین قضا واقع
ہوئی اور مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوجاتا ہے تو یہہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم
یکن مصرفا للصدقة ما ادی الیه من الصدقات فعجز لتبدل الملک واصله حدیث بریرة هی لک صدقة ولنا هدیة اور جو صدقات
کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادای بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے
ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی حدیث ہی کہ صدقہ تیری واسطے تو صدقہ ہی اور ہماری واسطے ہدیہ ہی ھم یعنے تبدل ملک تبدل عین کی مانند ہی تو
گویا وہ اور چیز ہوگئی اور اسکی تفسیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہماری واسطے
ہدیہ ہی یہہ اوسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تہی اور بریرہ اوسوقت مین مکاتبہ تھین کذا فے الزیلعی قاری ہدایہ
نے کہا بلکہ وہ حرہ تھین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقة اخذها وارثه الغنی چنانچہ اوس شخص فقیر کے
وارث مین جو مرگیا صدقہ چھوڑکر تو اوس صدقہ کو اوسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہرچند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول
مالک ہوا پھر اوسکے بعد اوسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن
سبیل اخذها ثم وصل الی ماله وهی فی یده ای الزکوة اور چنانچہ اوس مسافر مین جسنے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس
اور حالانکہ مال زکوۃ اوسکے قبضہ مین ہے تو وہ اوسکو حلال ہے اسواسطے کہ جب اوسنے لیا تہا تب وہ محتاج تہا وکفقیر استغنی وهی فی یده
فانها تطیب له اور اوس محتاج کی مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اوسکے پاس ہے تو زکوۃ اوسکو حلال ہے ھم اسواسطے کہ
غنی پر ابتدا اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمین ذلت ہی تو اسکو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پھر جب اوسنے محتاجی کی حالت
مین لیا تو بعد اسکے نہین مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونو مسئلو نمین تبدل ملک حلت کی علت ہی اور پچھلے دو
مسئلون مین تبدل حال علت ہی بخلاف فقیر اباحه لغنی او هاشمی عین زکوة اخذها لا یحل لان الملک لم یتبدل برخلاف اوس محتاج کے جسنے

ف

غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوٰۃ جسکو فقیر نے لیا تہا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہین اسواسطے کہ ملک متبدل نہین ہوگئی ھم اسواسطے کہ اباحت سے
مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہین ہو جاتی تو مباح لہ اوسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی عبد وکاتبہ سیدہ جاھلاً بجنایتہ
او جنی مکاتب فلم یقض بہ بما جنی فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پہر اگر غلام نے کسیکو قتل کیا
اور اوسکے مالک نے اوسکو مکاتب کیا نادانستہ اوسکی جنایت سے یا مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اوسکی جنایت پر ہنوز کچہ حکم نہوا پہر وہ بدل کتابت
سے عاجز ہوگیا تو اگر مولے چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہو جانے سے یعنی مانع دفع کتابت تہی سو عاجز
ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتباً فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من
رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اوسپر حالت کتابت مین پہر وہ عاجز ہوگیا ادا بدل کتابت سے تو بیچا جاویگا اوسمین اسواسطے
کہ حق اوسکی گردن سے اوسکی قیمت کیطرف منتقل ہوگیا قضا کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحلبی عن العنایۃ قید بالعجز لان جنایا المکاتب علیہ فی
کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الدیۃ مصنف نے عجز مکاتب کی قید اسلئے لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اوسکی کسب مین اور لازم ہوتا ہے
اوسپر جو کمتر ہو قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنی اگر قیمت کمتر ہو دیت سے تو قیمت کا دینا اوسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہو قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء
فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیمتان اور اگر قبل از قضاء قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اوسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت
واقع ہوئی تو چند قیمتین اوسپر لازم ہونگی ھم یعنے اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پہر دوسرے کو پہر تیسرے کو قبل از قضاء قاضی تو ایک ہی قیمت اوسپر
واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار جنایت خطا واقع ہوتی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کریگا قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے
پہر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اوسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی وعلی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایتہ خطاً
لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اوسپر قیمت لازم ہوگی اوسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی
کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اوسپر نہوا یہانتک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا
فی الدر عن القاعدیۃ ھم یعنے درحق مولے جنایت باطل ہے اور اوسکا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونیکے بعد امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین فی الحال
مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولے مرگیا
تو کتابت فسخ نہین ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور جیسے دین کی مدت باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی
ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جائیگا مال کتابت کا مولے کی موت کے بعد اوسکی وارثونکو اوسکی قسطون کے موافق دین کی مدت
کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اوسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اوسکی وصی کو دیا جاوے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بر خلاف
موت مطلوب کے بسبب شجانے اوسکے ذمہ کے ھم یعنی اگر مدیون مر جاتے تو مدت باطل ہوگی اسواسطے کہ اوسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کیطرف منتقل ہوا اور ترکہ
عین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وھو صحیح ولو فی مرضہ لا یصح تاجیلہ الا من الثلث یہہ یعنی ادائے مال اقساط سابقہ کے بموجب
اوسوقت ہے جبکہ مولے نے اوسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کیحالت مین اور اگر اوسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اوسکا مدت ٹہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ کا
یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کریگا اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ ای کل الورثۃ فی مجلس او اعتق
کلہم نفذ استحساناً وجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک مجلس مین تو وہ مفت آزاد ہو جاویگا
استحسان کی راہ سے اور ازاد کرنا ابرا قرار دیا جاویگا بطریق اقتضاء کے ھم قیاس یہہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوتا وجہہ
استحسان یہہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جاویگا بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اوسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت

لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کرے تُوُفِّيَ وَمَا وَفّٰى فَأَمَّا الْمَيِّتُ مِنَ الْوَالِدِ بِعَوْلِ الْجَيِّ التَّسْعِيَ وَيَحْنِيْهِ مکاتب مرگیا اور زر
بدل ادا نہین کیا تو مکاتب کی اوس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا بیچ اثنا کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کریگی اور بدل کتابت کو حاضر
کریگی قسط بندی کے موافق ای فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدٌ بِيعَتْ وَإِنْ كَانَ اسْتَسْعَتْ عَلَى نُجُومِهِ صَغِيرًا كَانَ وَلَدُهَا أَوْ كَبِيرًا وَعِنْدَهُمَا تَسْعَى
مطلقًا یعنے اگر ام ولد مکاتب کے ساتھہ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاوے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاوے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر
اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ و والله اعلم و استغفر الله الحليم الكريم

كتاب الولاء

یہہ کتاب ولا کے احکام میں ہے کتاب الولا کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی النہر وھو لغۃ
النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وھو القرب والاشتقاق بین معنی نصرت اور محبت کے مشتق ہے ولی بفتح واو و سکون لام سے اور
ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہے اور قرب ولا بر مصطلح میں حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنے ارث قریب درحاصل ہو جاتی ہے بلا فصل جبکہ اسکی
شرط پائی جاوے وشرعًا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع میں ولا عبارت ہے باہم کی مدد کاری سے بسبب ولاء
عتاقت یا بسبب ولاء موالات کے کذا فی الزیلعی ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کنبہ اوسکا سولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے کہا ولا
شرعی عبارت اوس قرابت سے ہے جو قرابت نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے ہونے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اوسکی نکاح کرنے اور اوسپر نماز پڑھنے کی
ولایت اوسکو حاصل ہوتی ہے انتہے اور یہہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہے اور اوسکی طرف شارح کا آیندہ یہہ قول
بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا فی الطحطاوی تُوجِبُ آثارَهُ الإرثَ والعقلَ وولایۃَ الإنکاح ویُعلَمُ أنّ الولاءَ لیس نفسَ المیراثِ بل قرابۃٌ حکمیۃٌ
تصلحُ سببًا للإرث اور ولا کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کردینے کی ولایت ہونے کیواسطے اور مصنف کے اسکلام سے معلوم ہوگیا
کہ ولا نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہہ تعریف ہے صدر الشریعۃ کیطرف کہ انہوں نے
ولا کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیز الوجود نہیں وسببہ العتقُ علی ملکہ لا الإعتاق
لأنّ بالاستیلاد وإرث القریب یحصل العتقُ بلا إعتاقٍ اور ولا کا سبب آزاد ہو جانا ہے مولے کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلیے
کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد
ہو جاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنیکے اور قرابت دار بجبر میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولا عتق ہے علے
ملک المولے ہے نہ اعتاق فقط وأما حدیثُ الولاءُ لمن أعتق فجری علی الغالب اور یہہ حدیث کہ ولا اوسکی واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری
ہے غالب حال پر ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنیوالے کو مخصوص نہوتی
شارح جواب دیا کہ یہہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے ممن یُعتقُ أی حصل له عتقٌ بإعتاقٍ ولو من وصیۃ أو بفرعٍ له ککتابۃ وتدبیرٍ واستیلادٍ
أو بملکٍ قریبٍ فولاؤہ لمن یعتق کا جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اوسکو آزادی حاصل ہوئی مالک کے آزاد کردینے سے اگرچہ اعتاق مالک کا وصی سے صادر
ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اوس
آزاد ہو جانے والیکی ولا اوسکی مالک کیواسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت یہہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی
کی موت کے بعد اوسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا فعل موصی کیطرف نقل ہے کذا فی الطحطاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر
اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولے کی موت کے بعد آزاد ہوتے ہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی
مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا تو اوسکے مدبر اور ام ولد کے عتق کا حکم ہوگا پھر مولے مسلمان ہو کر آیا سو اوسکی ام ولد اور مدبر مر گئے تو اب دونوں کی
ولا مولی کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہہ ہے کہ یوں کہو کہ مراد یہہ ہے کہ عصبہ مولی کیواسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ [illegible]

موسے کیواسطے ہو چکا ہے اسواسطے کہ ولا کا مستحق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اوسی سے تو صادر ہوا ہے پہر ولا مولی کیطرف سے اوسکے عصبہ کو
پونہچتی ہے کذا فی الدرر ولو امراۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا
ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتین نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کی دیون اوس سے ادا کئے جا دینگے ہم حق ولا مولے کا ہے اگرچہ
عتق کفارہ قتل اور کفارہ افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہ واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ
للشرع فیبطل ولا حق مولے کا ہے اگرچہ عدم ولا مولے نے شرط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہو گی
ومن اعتق امتہ والحال ان زوجہا رقیق الغیر فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن
موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اوسکا شوہر غیر کا غلام ہے پہر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد
ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کیوقت اوسکا ولا منتقل نہوگا اوسکی ماں کے موالی سے کبہی یعنی اگرچہ اوسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم
جب لونڈی آزاد کی کے بعد چہہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تہا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اوسکا حمل
بھی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تہا اور اعتاق واقع ہوا اوسکی تمام اجزا پر تو بچہ بھی قصدا آزاد ہو گیا تو اوسکا ولا آزاد کرنیوالے سے منتقل نہوگا
کذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر والاخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توامین اور اسیطرح موالی
ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کمتر چہہ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چہہ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت دو لڑکون
نصف سال سے کمتر ہے اسواسطے کہ دونون لڑکے توام بالضرورۃ ہین ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کیوقت موجود تہا پہر جب دونون توام ٹہہرے بسبب عدم تخلل مدت
حمل کے تو دونونکا علوق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونونکو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہو گی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف
حول فولاؤہ لمولی الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پہر جب لونڈی اپنی آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت مین جنی تو اوسکی بہی
میراث موالی ام کیواسطے ہے اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہے اوسکی غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الرق وہو الاب قبل موت
الولد لا بعدہ جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پہر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت تو وہ اپنے
ولد کی میراث اپنے مالکون کیطرف کہینچ لاویگا بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چہہ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہوا تو ماں کے مالکون کا
اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو ماں کیطرف لڑکا منسوب ہوا تہا تو باپ کی طرف بسبب اوسکی غلامی کے
نسبت نہو سکتی تہی پہر جب اوسکا باپ آزاد ہو گیا تو اوسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے
مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کی مانند ہے اور نسب باپ کیطرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہو گا تو میراث ولد کی والد کے موالی کیطرف
منتقل نہو گی اسواسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولا ہو چکے تھے اوسکی مرنے کیوقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی المحیط مختصرا ہذا اذا لم تکن معتدۃ یعنی تقیید
ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتدا اعتاق سے اوسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون
حولین من الفراق لا ینتقل لموالی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پہر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے
کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکون کیطرف نہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ او لم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ
لا یکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو العرب فولدت منہ فولاء ولدہا لمولاہا اور عجمی سے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اوسکا ویسا
مولی نہو نکاح کیا اوسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ اوس عجمی سے جنی تو معتقہ کی ولد کی میراث اوسکی مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی
کہ موالات کی میراث عرب مین نہین ہوتی اونکی انساب کے قوی ہونے سے ہم عجمی کے مولا موالات ہونیکی یہہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تہا پہر وہ مسلمان
ہوا اور اوسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسنے ایکمرد سے عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو العجمی یعنی صواب یہہ تہا کہ شارح یون کہتے کہ

اگر چہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولے کیواسطے ثابت ہوئی تو عربی مولے کیواسطے بطریق اولے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوة ولاء العتاقة حتی اعتبرت فیه الکفاءة
لا فی العجم و ولاء الموالاة بوجہ مولا معتقہ کیواسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقت قوی چیز ہے یہانتک کہ اوسمین کفائت یعنی ہمسری معتبر ہی
نہ عجم اور ولاء موالات مین عجم یعنی لوگ تفاخر کرتے ہین عتاقت سے اور اوسکو کفارت مین اعتبار کرتے ہین تو وضیع کا معتق کفو نہین ہے شریف کے معتقہ کا
اور عجم کے حق مین نسب ضعیف ہی اسواسطے کہ عجمیون نے اپنے نسب ضایع کرڈالے ولہذا کفارت اونمین معتبر نہین نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام
مراتب دنیاوی سے تہا اور بعد اسلام کے دینداری سے برخلاف اسصورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہین معتبر ہین حق نسب
اور خونبہا دینے مین اسواسطے کہ عرب باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہی تو ولاء موالات کی کچہہ حاجت باقی نرہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور
آزاد کرنیوالا مولے مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہون اور متروکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر
اونکو دیا جاتا ہے اور اگر آزاد کرنیوالا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہوگی آزاد کرنے والا اوسکو لیگا ومقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا
مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانا نہانی وغیرہ رشتہ دارون پر ومؤخر عن العصبة النسبیة لانه عصبة سببیة آزاد کرنیوالا موخر ہی عتیق کے عصبات نسبی سے
اسواسطے کہ آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہی اور نسبی مقدم ہی عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث له نسبی فمیراثه لاقرب عصبة المولے
الذکور ویستحقه فی باید سواگر مولے مرے پہر اوسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہو تو میراث اوسکی مولے کی عصبات ذکور
مین سے اوس عصبہ کو ملیگی جو مولے سی زیادہ تر قریب ہوا اور آگے ہم اوسکو محقق بیان کرینگے اوسکے باب مین یعنی کتاب الفرائض مین میراث مذکور کی تفصیل
بہ تحقیق مذکور ہوگی ولیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الشرح اور عورتون کیواسطے ولاء عتیق مین کچہہ حق نہین مگر جس غلام
یا لونڈی کو عورتین خود آزاد کرین تو اونکی ولا پاوینگی چنانچہ اوس حدیث مین یہہ مصرح ہی جو درر وغیرہا مین مذکور ہی ہم لفظ حدیث یہہ ہی کہ لیس للنساء
من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقهن او معتق معتقهن قال العینی وغیره انه حدیث
منکر لا اصل له وسیجئ الجواب فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچہہ اوسکی اصل صحیح نہین اور اسکا جواب کتاب الفرائض مین
آویگا ہم جواب یہہ ہی کہ اگر چہ یہہ حدیث شاذ ہی لیکن صحابہ کبار کے کلام سے ہوکر ہی تو بمنزلہ حدیث مشہور کی ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت
عورتونکو میراث نہ دیتے تہے مگر اونکو جنکو اونہون نے مکاتب کیا یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقوله فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنة معتقه فلا
لها ای لابنة المعتق ویوضع ماله فی بیت المال پہر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر یہہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اوسنے کوئی وارث
نچہوڑا سوا اپنے آزاد کرنیوالے کے بیٹی کے تو اوسکو واسطے غلام آزاد کی کچہہ میراث نہین اسلئے کہ وہ حق مردونکا ہے اور اوسکا مال بیت المال مین رکہا جائیگا هذا ظاهر الروایة
وذکر الزیلعی معزیا للنهایة ان بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیه وکذا المال یکون للابن
والبنت رضاعا کذا فی فرائض الاشباه واقره المصنف وغیره یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایۃ مین ہی اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے
کہا ہی کہ آزاد کرنیوالے کی بیٹی ہمارے زمانے مین وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق
کو نہین دیتے اپنی شہوات مین صرف کرتے ہین اور اسیطرح جو مال کہ فاضل باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اوسیکو پہیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی
یا دختر رضاعی کیواسطے مال ہوگا اور بیت المال مین نہ دیا جاویگا کذا فی فرائض الاشباه اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکہا ہی رد نہین کیا واذا
ملک الذمی عبدا ولو مسلما و اعتقه فولاءه له لان الولاء کالنسب فیثبت به عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثه ولا یعقل عنه
ولهذا اتضح فساد القول بان الولاء والمیراث متلازمان اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگر چہ غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو اوس
غلام آزاد کی ولا ذمی کیواسطے ہے اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہی میراث کا تو اہل ذمہ ولا کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہین مسلمانونکی مانند
جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو ذمی اوسکی میراث نپاویگا اور نہ اوسکی طرف سے دیت دیگا اور اہل

قول ہے یعنی ذمی مذکور کے واسطے ولا حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت قریب کے دفعہ سے واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہی ہم یعنی جب ذمی کو ولا و عتیقہ مسلم ثابت ہوتی اور میراث اوسکی حاصل نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں اور سابق مذکور ہوچکا کہ میراث و ولا کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے۔ ذمی موسلے اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی اتحاد ملت وارث و مورث

تو اگر ذمی مسلمان ہوجا اور عتیق مسلم اوسکے بعد مری تو وہ اوسکی میراث اوسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی و لو اعتق حربی فی دار الحرب عبدا حربیا لا یعتق بتحریر العتاق عند ابی حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالی انہ لا یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ و لا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین کان حرا مولی لمن شاء خلافا للثانی اور اگر حربی دار الحرب میں حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد اعتاق بلا تخلیہ کے وہ آزاد نہوگا مگر یہہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کردے پھر جب اوسکو مطلق العنان کردے یعنی اپنے قبضہ و تصرف میں نرکھے تو وہ اسوقت میں آزاد ہوجائیگا اور اوسکی ولا اوسکو نملیگی تو اگر حربی اور اوسکا عتیق دونوں مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آوینگے تو حربی اوسکا وارث نہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کہ اونکے نزدیک میراث پاویگا و کان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسیکی ولا اوسپر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکرسکے و لو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو وہاں سے غلام خرید کیا پھر اوسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنے دار الحرب میں تو وہ آزاد ہوجاویگا ہم کہتے ہیں روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اوسکو اوسکی ولا حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا اور شرنبلالی میں نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں واللہ اعلم و لو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلم او حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای للمعتق اور اگر غلام مسلمان ہو سو اوسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اوسکی ولا اوسکو ملیگی یعنے اوسکو آزاد کرنے والیکو فروع ہم مسائل ملحقہ شارح کی ادعیا ولاء میت و برہن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصوں نے میت کی ولا کا دعوی کیا اور ہر شخص اپنے گواہ لایا کہ اوسی نے اوسکو آزاد کیا ہے تو دونوں مدعیوں کیواسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح الخ لا یستحق الولاء الا بعد ما تنفذ وصایاہ و تقضی دیونہ ہوسکتے آزاد کرنیوالا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے موسلے کی وصیتیں نافذ ہونگی اور اوسکے دیون اوس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سبب ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فیعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری نزدیک ولاء عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کی عتیق سے نکاح کرے تو اوسکے موسلے کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل ہوا ہو کذا فی الطحطاوی اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو باینمعنی کہ جسکی اصل میں کوئی لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اوسکے فرزند پر ولا نہیں ہے اگرچہ اوسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ہم حر اصلی فقہاء کے نزدیک دو معنوں میں مستعمل ہے ایک یہہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسیکی ملک جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کیوقت سے یا اوس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیق ہوا اور دوسرا یہہ کہ جسکی اصل میں اصلا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا لا ولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ اوسیطرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اوسکے ولد پر ولا نہیں مطلقا یعنی نہ باپکی قوم کیواسطے ولا ہے نہ ماں کی قوم کیواسطے و لو عجمیا فلا ولاء علیہ لقوم الاب و یرثہ معتق الام فی مذہبہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اوسپر ولا نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا ماں کا آزاد کرنیوالا اور اوسکا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف ہم ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہی اسواسطے کہ نسب باپکی طرف سے ہی اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہہ ہی کہ ولا تابع ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کیواسطے نصرت نہیں عجمی باپ کیطرف سے اسواسطے کہ عرب

سکے سوا عجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے در رہین سے الحاصل اگر والدین حرا صلی ہون یعنی مذکور تو ولد پر ولا نہین اور اگر دونو معتق ہون یا اونکی اصل مین معتق ہو تو ولا باپ کی قوم کیواسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حرا صلی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہین اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کیواسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک سوا ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام مین ۔ موالاۃ لغت مین بمعنے متابعت ہی اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہی کہ موالاۃ یہہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہی کہ میری برادری نہین اور نہ کوئی مددگار سو مجکو تو اپنی طرف بلا لے اور اپنی قوم کیطرف تا مین تیری جماعت مین گنا جاؤن سو تو میری دیکھیو اور میرے اوپر سے نوائب اور مصائب دور کیجیو اور اگر مین مرجاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہی دونون شخصون مین جب یہہ موالاۃ منعقد ہوگی یعنے بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہی قابل انتقال نہین جمیع احوال مین بخلاف ولاء موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہی قبل ازادا دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہی بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچھ اعتبار نہین والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید اٰخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کون نہ عجمیا لا مسلما علی ما مر وسیجیٔ علی ان یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھہ پر اور اوسکا تابع ہوا یا اوسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اوسکا وارث ہو جبکہ تابع مری اور شخص متبوع اوسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہہ عقد موالاۃ صحیح ہی شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہی نہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہوگا حکم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہی شرط نہین عاقل بالغ ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہی تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح ہوگا مگر باذن اور عجمی کے قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھہ حاجت نہین کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلے پر ہی اور میراث اسفل کی اعلی کیواسطے ہی وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونو جانبون سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مری تو اعلے میراث اوسکی لے اور اگر اعلے مرے تو اسفل اوسکی میراث لے ہم توارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاسے نقل کیا ہے کہ یہہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ تابع متبوع نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اوسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہی بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ اٰخر فانہ یصح ویکون وکیلا عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کری تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک کیطرف سے عقد موالاۃ کا حکم غلام وکیل ٹھہرا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہے بلکہ اہل کیے جانے سے وکیل ہی واٰخرہا ارثہ عن ذوی الارحام لضعفہ اور مولی موالاۃ کی ارث ناتہالی رشتہ دار سے موخر ہے اوسکی ضعف کے سبب سے حکم اسواسطے کہ موالاۃ عاقد کا عقد ہی تو اوسکے غیر پر وہ لازم نہوگی اور ناتہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اوسکی ابطال کے مالک نہین وللہ النقل عنہ بمحضر من الاٰخر ان لم یعقل عنہ او عن ولدہ وان عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکیدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی کے سامنے اوسکی غیر کیطرف جائز ہے اگر عاقد اعلے نے اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کیطرف سے تو ولاء موالاۃ منتقل نہوگی اسواسطیکہ موکد ہوگئی اوسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی المعتق اصلا لان اللزوم وولاء النعمۃ اقوٰی اور عقد موالاۃ منعقد نکرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولاء عتاقت کے امرأۃ ولدت ثم والت هی وابن لم یعرف النسب تبعہا المولود فیما عقدت ایکعورت نے جنی پھر مولاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا (جسکا باپ معلوم نہین) جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع

عقد مذکور میں وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشأتہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور اسیطرح لڑکا ماں کا
تابع ہوگا اگر اوسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اوسکے ساتھہ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد میں اسواسطے
کہ وہ نفع محض ہے اوس صغیر کے حق میں جسکا باپ معلوم نہیں وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون الآخر مجہول النسب بان لاینسب الی غیرہ اما
نسبتہ غیرہ الیہ فغیر مانعۃ عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہہ ہے کہ عاقد اسفل ازاد مجہول النسب ہو یعنے اپنے سوا اور شخص کیطرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب
ہونا اسکی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہیں کذا فی العنایۃ هم اور دوسرا قول عالمگیری میں محیط سے یہہ منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی
الطحطاوی والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہہ ہے کہ مولای اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا
موالاۃ مع احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہہ ہے کہ اوسکے واسطے ولاء عتاقت نہو اور نہ ولاء موالات کسی شخص کے ساتھہ اور حالانکہ وہ شخص
اوسکی طرف سے دیت دیچکا ہو والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہہ ہے کہ اوسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دیگئی ہو
هم تو اگر اوسکی دیت بیت المال سے دیگئی ہو تو اوسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہے شرح طحطاوی میں ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنایت اوسکی بیت المال
پر ہے اور اوسکی میراث بھی بیت المال کی یعنے اہل اسلام کیواسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اوسکو اختیار ہے جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اوسکی
طرف سے دیت دیگئی ہو بیت المال سے تو اوسکو کسیکے ساتھہ موالاۃ کرنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث
اور پانچوین شرط یہہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فیجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان اسلم الاسفل
لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسط فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ میں شرط نہیں تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کو مسلمان سے
اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولای اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کی مانند ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے بدائع میں هم یعنی جسطرح
وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کیواسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونون فرق یہہ ہے کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا
ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالاۃ کا مولی وارث نہیں ہوتا اختلاف دین کے ساتھہ کذا فی الحلبی وفی الوهبانیۃ سے
ومعتق عبد عن ابیہ ولاؤہ لہ وابوہ بالمشیۃ یوجرا اور وہبانیہ میں ہے اور غلام آزاد کرنے والیکو اپنے باپ کیطرف سے میراث غلام
کے آزاد کرنیوالیکے واسطے ہے اور اوسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب ان شاء
اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجرہ الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنی میت باپ کیطرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنیوالیکے واسطے
اور ثواب باپکیواسطے ہے اگر اللہ تعالی چاہے بلانقصان ثواب فرزند هم یعنے ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھہ باپ کو ملیگا اور کچھہ فرزند
کو بلکہ دونوں کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا
مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اوس سے یقین حاصل نہیں ہوتا وکذا الصدقات والدعوات
للابویہ وکل مؤمن یکون الاجر لہم من غیر ان ینقص من اجرہ الابن هم اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کیواسطے اور هر
ایماندار کیواسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اسبات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھہ ثواب کم ہو جائے کذا فی المفیرات هم
علامہ عبد البر نے کہا کہ بنای مسئلہ اسپر ہے کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہے اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف
کئے ہیں اور پچھلی تصنیف ہمارے استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کے ہے جسکا نام کواکب نیرات ہے خلاصہ تالیفات مذکورہ یہہ ہے کہ جمہور علما کا مذہب
صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہنچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام میں هو لغۃ حمل الانسان علی شیء یکرہہ
اکراہ لغت عرب میں عبارت ہے انسان کو برانگیختہ کرنے سے اوس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کروانا جو اوسکو برا لگتا ہو

خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی **وشرعا فعل يوجد من المكره فيحدث في المحل معنى يصير به مدفوعا الى الفعل الذي طلب منه** اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنیوالیکے ایسے فعل خواہ دہمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اوس سے چاہتا ہے اوسکو بناچاری کرنا پڑے **قم** فعل دل شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے قول کو بھی چنانچہ زبانی دہمکی فعل حکمی کی یہہ صورت مذکور ہے قہستانی مین کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اوسکو کسی چیز سے تہدید نکی مگر مامور جانتا ہے دلالت حال سے کہ اگر اوسکو قتل نکریگا تو آمر اوسکو مار ڈالیگا یا اوسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفتح ہے یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کذا فی الطحطاوی اور درر غرر مین ہے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اوس تہدید کے جو رضاء غیر کو نیست ونابود کردیوے اور اوسکی اختیار کو لیکن تہدید گاہی اختیار کو فاسد کردیتی ہے اور گاہی نہین الحاصل عدم رضا معتبر ہے اکراہ کی سب صورتون مین اور اصل اختیار ثابت ہے سب صورتون مین لیکن بعضی صورت مین اختیار فاسد ہوجاتا ہے اور بعضی صورت مین فاسد نہین ہوتا انتہے اور تحقیق اوسکی شرح وقایہ مین یون مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہے حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے صحیح و صفت السلامتہ اسواسطے کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر مین جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اوس سے جمیع حیوانات کی طبیعت مین پیدائشی ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہے اونچے مکان سے گرنے اور آگ مین گھسنے سے درصورت گمان تلف تو اوس سے بازرہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہے جبر سے قریب ہے اسیطرح تلف جان یا عضو کی وقت اختیار امتناع ہے لیکن یہ اختیار فاسد ہے اسواسطے کہ انسان اوسپر مخلوق ہے اس راہ سے کہ طبیعت اوسپر مجبول ہے باوجود اوسکی اہلیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے **وهو نوعان تام وهو الملجئ بتلف النفس او عضو او ضرب مبرح والا فناقص وهو غير الملجئ** اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کردے جان یا عضو کے تلف ہوجانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے ہم ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو کی چنانچہ بدائع مین ہے و لہذا القانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید متوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہو اور غیر ملجی چنانچہ ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیان یا نوت مین ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی **وشرطه اربعة امور قدرة المكره على ايقاع ما هدد به سلطانا او لصا** او مختق ۴۰ اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنیوالے کا اوس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اوسنے تہدید اور تخویف کی ہے خواہ مکرہ بادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا مانند اوسکی اور شخص جابر ہم مانند اوسکی زوجہ ہے اپنی زوج کے حق مین اور صبی غیر محتلم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی **والثاني خوف المكره** بالفتح **ايقاعه اي ايقاع ما هدد به في الحال بغلبة ظنه ليصير ملجئا** اور دوسری شرط خوف ہے مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کردینے سے فی الحال تاکہ اوس گمان سے وہ مضطرب اور مضطر ٹھہرجاوے قم اور اگر ظن غالب ہو اوسکی نہ واقع کرنیکا یا اکراہ کرنیوالا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہوگا **والثالث كون الشي المكره به متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما يعدم الرضى** اور تیسری شرط یہہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہوا وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنیوالی ہو یا موجب ہو ایسی غم اور اندوہ کی جو رضامندی کو نیست اور نابود کردے قم شرح وقایہ مین ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہہ کہ رضامندی کو تلف کردے اور یہہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہے اور اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی ہے اور قتل مین نہ رضامندی ہے لیکن اوسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہے اور سو جب غم گاہی حبس ہوتا ہے اور گاہی ضرب

اور اکراہ مین مقدار حبس یہہ ہی کہ جس سے غم صریح حاصل اور ضرب کی مقدار یہہ ہی کہ جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمین ایسی کوئی حد نہین جس سے
کمی اور زیادتی نہوسکے اسواسطیکہ نصب مقادیر رای سے ممتنع ہی بلکہ یہہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی
عن الزیلعی وھذا ادنیٰ مراتبہ وھو یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والاراذل ربما لا یغمون الا بالضرب
المبرح ابن کمال اور یہہ یعنے موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہی اسواسطے کہ اشراف تو غمگین ہوجاتے
ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ ممتنعا عما اکرہ علیہ
قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ
بالفتح کا قبل از اکراہ اوس فعل سے جسکے واسطے اوسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اوسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نکرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نکرتا چنانچہ اپنا مال بیچنا یا دوسرے
شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا چنانچہ شراب خواری اور زناکاری ہم اپنے مال کے بیع مین اکراہ غیر
ملجی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
والعینین بزازیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنیوالی نہین مگر آلات تناسل
اور آنکہہ پر البتہ متلف ہی کذا فی البزازیہ ہم زیلعی سے مذکور ہوچکا کہ ضرب شدید حاکم کی رای پر مفوض ہی اوسکی کچہہ تعیین نہین اور تصرفات مذکورہ
متن کی اکراہ غیر ملجی سے ہوتے ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے
کی کچہہ حاجت نہ تھی او حبس او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قید او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ درمختار یا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید
طویل سے برخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ یا ضرب خفیف کی کہ وہ اکراہ نہین ہی مگر عزتدار کے حق مین البتہ اکراہ ہی کذا فی الدرر ہم قید
سے مراد بیڑیان یا توکین ڈالنا ہے نہ حبس چنانچہ مشہور ہی عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص
پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہانتک کہ اوسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسیکے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ
شخص عقود مذکورہ کو فسخ کروالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور
ابرا اور مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما اور حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنے
مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اوسکی ترکہ سے رجوع ہوگا
ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ چنانچہ
بچہ اور پہل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان لازم ہوگا مشتری پر اوسکی تعدی کرنے سے
وسیجیء انہ یسترد وان تداولتہ الایدی اور آگے آویگا کہ مبیع پہیر لیا جائیگا اگرچہ دست بدست چند بار اوسکی بیع ہوگئی ہو فافقی لان الاکراہ
الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ھذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء مکرہ بالفتح چاہے تو عقود مذکورہ
جاری اور ثابت رکہے اسواسطے کہ اکراہ ملجی اور غیر ملجی رضامندی کو نیست و نابود کردیتے ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہی اور اسیطرح
اقرار صحیح ہونے کیواسطے رضامندی شرط ہی تو اسیواسطے اوسکا حق ہوگیا فسخ کروالنے اور جاری رکہنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ عندنا پہر دریافت
کرنا چاہئے کہ یہہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیون کے نزدیک ہم مراد یہہ ہی کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید ملک
ہین مالک کے ثابت رکہنے سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قہستانی کا یہہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی فساد
عقود نہین اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مطلب یہہ ہے کہ مفید ملک ہین باعتبار مالک سے اور اگر یون تاویل نہ کیجئے تو یہہ کیونکر
ہوکہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہوجاوین پہر یہہ مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہوجاتی ہین بیع فاسد کی مانند اور

فتاوی عالمگیری کی یہی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید نہین ہان یہہ البتہ ہی کہ اور عقود فاسدہ سے یہہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی
الطحطاوی مختصراً بتصرف وحینئذٍ یملکہ المشتری اِن قبض فیصح اعتاقہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو
مشتری مالک ہوگا اگر اوسنے قبض کرلے تو مشتری کو غلام مبیع کا ازاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کی مانند ہر ایک
وہ تصرف ہی جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسراً لزاھد
لاتلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اوسکی جو اعتاق کیوقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے
مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعاً قید للمذکورین نفذ یعنی لزم لما مران عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق
علی الرضی والاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پہر جب اکراہ ہوا اگر ثمن اوسکا خوشی سے لے یا مبیع کو
رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہین اور اوسکی رضامندی
اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہی نہ اوسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال نے ایضاح مین اسکو تحقیق کے ساتھ بیان
کیا ہی ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لازم ہوگی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہوکر لازم ہو جاوےگی اسطرح کہ اب اوسکو فسخ کا اختیار باقی نرہیگا اور شارح نے جو
نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اوسکی تاویل بہی مذکور ہوچکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہی کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مگر اوسکو اختیار
ہی فسخ کرڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہراً نفاذ سے مراد افادہ ملک ہی نہ یہہ کہ عقود صحیح ہین اسواسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہی کہ تمامی
بیع کی اوسکی منقلب ہوجانے سے صحیح ہوکر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہی تو اوسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کردینا پلٹ کر بیع کو صحیح
کردیتا ہی اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہی اور بحر الرائق مین کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے
کہ منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہی اور منار اور اوسکی شرح مین مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہی یعنی فاسد
منعقد ہوتی ہی عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً قلت والضابط ان مالا یصح مع الھزل ینتقل مثلاً فلہ ابطالہ ثمن کہتا ہون
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہین ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہی تو مالک کو اوسکا باطل
کردینا جائز ہے وما یصح فیضمن الحامل کتبیحہ اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بہی صحیح ہی
تو تاوان لے مالک حامل یعنے اکراہ کرنیوالے سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرھاً لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض
کیا تو بیع لازم نہوگی ورَدّہ ولم یضمن ان ھلک الثمن لانہ امانۃ در ان بقی فی یدہ لالفساد لا ثمن کو پہیردے اگر اوسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہوگیا اور تاوان نہیگا
اگر ثمن تلف ہوگیا ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہی کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اوسنے مشتری کی اجازت سے لیا تہا لا علے سبیل التملک تو تاوان اوسپر
لازم نہوگا لکنہ یخالف البیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہی بیع فاسد کے چار صور تو نہین یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ
پہلی صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ جائز ہوجاتی ہی اجازت قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہین ہوتی والثانی انہ
ینتقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہہ ہی کہ مشتری کا تصرف اوس سے توڑا جاتا ہی اگرچہ دست بدست
چندبار اوسکی بیع ہوگئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور بیوع فاسدہ مین حق شرع کی جہت سے فساد ہی اور بیع مکرہ مین حق العبد کی
جہت سے فساد اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہی کیونکہ عبد حاجتمند ہی اور حق تعالی غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق
دون وقت القبض اور تیسری صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ مین وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کی وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے
کہ اونمین وقت قبض کی قیمت معتبر ہی نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری فلا یضمنا بلا تعد بخلاف الفاسد
بزازیہ اور چوتھی صورت یہہ ہی کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہی مکرہ بالفتح کی ہاتھ مین بسبب لینے مکرہ کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون

تعدی کے تاوان نہین برخلاف ان دونون ثمن اور مبیع کے بیع فاسد مین کہ اتنا نہین ہوتی کذا فی البزازیہ ثمن اور مبیع اوسوقت امانت ہی جبکہ بائع پر ثمن لینے
کا اکراہ ہوا ہو اور مشتری پر مبیع سینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعد یا بادشاہ کا امر اکراہ ہی اگرچہ اوسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید
نکی ہو ھ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بادشاہ نے ایکمرد سے کہا کہ یہہ شراب پی یا یہہ مردار کہا یا اس سور کا گوشت کہا اور نہین تو مین تجکو قتل
کردونگا تو اوسکو کہانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جبکہ اوسکو گمان غالب ہو کہ اگر نکہاونگا تو مقتول ہونگا پہر اگر اوسنے نکہایا اور قتل ہوا تو گنہگار
ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت سے جاہل ہوگا
اور نکہانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اوسکو یہہ ظن غالب ہو کہ بادشاہ اوسکو نکہانے
سے قتل نکریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اوسکو کہانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھہ کاٹ ڈالے تو
اوسکو ہاتھہ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجکو قتل کرونگا تو اوسکو اپنا قتل کرنا جائز
نہین انتہے مختصر اور ملتقی اور اوسکی شرح مین ہے اور اکراہ بتہدید قتل ہوا اسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گہسجائے یا اور مہلک چیز پر تو اوسکو
اختیار ہے امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وامر غیرہ لا ان
ام یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ کذا فی منیۃ المفتی
ویہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسیکا امر اکراہ نہین بشرطیکہ مامور دلالت حال سے یہہ نجانتا ہو کہ اگر اوسکا کہنا نکریگا تو وہ اوسکو قتل کریگا یا
اوسکا ہاتھہ کاٹ ڈالیگا یا اوسکو اسطرحماریگا جس سے اوسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوے ہے
وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہے کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اوس سے اکراہ ثابت ہی
ھ تہدید زوج اوس صورت مین اکراہ ہے جبکہ وہ قادر ہو اوسکے کرنے پر اور یہہ دور وایتون مین سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی
اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام باندہنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنیکا سو اوسنے
انکار کیا یہان تک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ ھ پہر اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس مین اوسپر کچہہ
نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اوسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونون پر کفارہ ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ
البائع علی البیع لا المشتری وھلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری پر اور
مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھہ مین تو مشتری اوسکی قیمت کا بائع کو تاوان دیگا بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ھ تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اوسکا لیچکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری
سے لیلے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اوسکے پاس تلف ہو جاے بدون تعدی کے تو تاوان اوسپر نہین کیونکہ وہ اسصورت مین
اوسکے پاس امانت ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن العینی والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی
بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے یا مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ
پہر اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے والے سے تو وہ مشتری سے قیمت اوسکی پہیر لیگا یعنی اسواسطے کہ وہ ادا ضمان سے اوسکا مالک ہوگیا
وان ضمن المشتری نفذ ای بیعا فیما مر کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لو ضمن المشتری الثانی مثلا لصیرورتہ ملکہ فیبطل ما قبلہ
اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہو جائیگی ہر خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ
خرید جو تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اسکے پہلے
کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ھ مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن مین بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ

مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول
مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان
کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہو جاوینگی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ مصنف اس
مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ تداول ایدی مین مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری واحد مین مفروض ہے فَإِنْ ضَمِنَ المُشتَرِي الضَّامِنُ بِالثَّمَنِ
عَلَى بَائِعِهِ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پہیرے بِخِلَافِ مَا إِذَا أَجَازَ المَالِكُ أَحَدَ البِيَاعَاتِ حَيثُ يَجُوزُ الجَمِيعُ وَيَأْخُذُ
الثَّمَنَ مِنَ المُشتَرِي الأَوَّلِ لِزَوَالِ المَانِعِ بِالإِجَازَةِ برخلاف سابق یہہ صورت ہے جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ مین سے جائز رکہے اگرچہ عقد
اخیر مین اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچہلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا وجہ جواز کل بیوع زوال
مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تہی مالک کی سو اوسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى أَكْلِ مَيْتَةٍ أَوْ دَمٍ أَوْ لَحْمِ خِنْزِيرٍ أَوْ
شُرْبِ خَمْرٍ بِإِكْرَاهٍ غَيْرِ مُلْجِئٍ بِحَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ أَوْ قَيْدٍ لَمْ يَحِلَّ إِذْ لَا ضَرُورَةَ فِي إِكْرَاهٍ غَيْرِ مُلْجِئٍ پہر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے
گوشت کہانے پر یا شراب کے پینے پر بواسطے اکراہ غیر ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کہانا حلال نہین اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہین
اکراہ غیر ملجی مین یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہین چنانچہ مخمصہ مین اور جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہوا تو ضرورت ثابت
نہوئی کذا فی المنح نَعَمْ لَا يُحَدُّ لِلشُّبْهَةِ ہان یہہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پئیے تو اوسپر حد ماری جاویگی شبہ اباحت کی
سبب سے وَإِنْ أُكْرِهَ بِمُلْجِئٍ بِقَتْلٍ أَوْ قَطْعِ عُضْوٍ أَوْ ضَرْبٍ مُبَرِّحٍ ابن كمال حَلَّ الفِعْلُ بَلْ فُرِضَ اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب
شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہین اور جان بچانے
سے زیادہ کون ضرورت ہے ف مسائل اکراہ کی تین قسم ہین ایک قسم یہہ ہے جسمین اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اوسکا کرنا
افضل ہے اور اگر نکریگا یہانتک کہ قتل ہوگا تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم مین عزیمت امتناع ہے
اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہے اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری
قسم مین امتناع عزیمت ہے اور اقدام مین رخصت نہین کسی حال مین اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہے یا اوسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی
فَإِنْ صَبَرَ فَقُتِلَ أَثِمَ إِلَّا إِذَا أَرَادَ مُغَايَظَةَ الكُفَّارِ فَلَا بَأْسَ بِهِ پہر اگر محرمات مذکورہ کی کہانے مین صبر کیا یہانتک کہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا
مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کہجانیکا ارادہ کرے تو کچہہ مضائقہ نہین ف وجہ عصیان یہہ ہے کہ تناول محرمات اسی حالت
مین مباح ہے اور جان یا عضو بچانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وَكَذَا لَوْ لَمْ يَعْلَمِ الإِبَاحَةَ بِالإِكْرَاهِ لَا يَأْثَمُ لِخَفَائِهِ فَيُعْذَرُ
بِالجَهْلِ كَالجَهْلِ بِالخِطَابِ فِي أَوَّلِ الإِسْلَامِ أَوْ فِي دَارِ الحَرْبِ اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے سمجہتا ہو
تو گنہگار نہوگا بسبب مخفی ہونے اباحت کی تو معذور ہوگا نادانستگی جیسی احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدای اسلام مین یا دار الحرب مین فائدہ
ف اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اوسمین اختلاف بہی علما کا اور صابر کے گمان امتناع معصیت احتراز ہے تو معذور ٹہہرا
کذا فی الزیلعی ابتداء اسلام مین مراد یہہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز احکام شرعی کے سیکہنے کی فرصت نہین پائی یا دار الحرب مین
مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصة كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي الحَجِّ جیسے شدت گرسنگی مین محرمات مذکورہ کے نکہانے اور
مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج مین بیان کیا ہے وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى الكُفْرِ بِاللهِ تَعَالَى أَوْ سَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِمُلْجِئٍ قُدُورِيٌّ بِقَطْعٍ أَوْ قَتْلٍ رُخِّصَ لَهُ أَنْ يُظْهِرَ مَا أُمِرَ بِهِ عَلَى لِسَانِهِ وَيُوَرِّيَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ اور اگر اکراہ ہوا خدا سے انکار کا
یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اوسکو جائز ہے کہ زبان سے

ظاہر کری جسکا اوسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے دران حالیکہ اوسکا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہی بلا تغیر عقیدہ ؁ ھم توریہ
عبارت ہی اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے تم اِنْ وَرّٰی لَا یَکْفُرُ وَبَانَتْ امْرَأتُہٗ قَضَاءً لَا دِیَانَۃً پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار
کفر مین تو کافر نہوگا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹجائیگا ظاہر حکم مین نہ عند اللہ ھم توریہ کی صورت یہہ کہ کفر باللہ مین خبر کاذب کا قصد کرے
اور انشاء کفر کا قصد نکرے کذا فی المحیط اور چنانچہ اوسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اوسنی کہا کہ دشنام کیوقت مین نے مرد نصرانی کا
کا ارادہ کیا تہا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمہ کفر اوسکی زبان پر گذرا اور دیانۃً اسواسطے کافر
نہوا کہ کفر کا اوسنے ارادہ نہین کیا وَاِنْ خَطَرَ بِبَالِہِ التَّوْرِیَۃُ وَلَمْ یُوَرِّ کَفَرَ وَبَانَتْ امْرَأتُہٗ دِیَانَۃً وَقَضَاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اوسکی دلمین توریہ
مخطور ہوا اور اوسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیہ
ھم اسواسطے کہ جب دلمین توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچرہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی
تیسری صورت وہ یہہ ہی کہ مکرہ کہے کہ میرے دلمین توریہ مخطور نہوا ولیکن مین نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اوسکی
عورت جدا نہوگی استحسان مین اسواسطے کہ جب اوسکی دلمین سوا اوسکی کچھہ مخطور نہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت مین اظہار کفر کی رخصت ہی اور اس
بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اوس حالت مین لازم ہے جبکہ اوسکی دلمین توریہ مخطور ہوجائے کذا فی الطحطاوی وَیُؤْجَرُ لَوْ صَبَرَ لِتَرْکِہِ الْاِجْرَاءَ الْمُحَرَّمَ
اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے ھم عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمین مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا
اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیئے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر وَمِثْلُہٗ سَائِرُ حُقُوْقِہٖ
تَعَالٰی کَاِفْسَادِ صَوْمٍ وَصَلٰوۃٍ وَقَتْلِ صَیْدِ حَرَمٍ اَوْ فِیْ اِحْرَامٍ وَکُلِّمَا ثَبَتَ فَرْضِیَّتُہٗ بِالْکِتَابِ اختیار اور اکراہ علی الکفر کی مانند
ہین رخصت اور صبر مین باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم اور صلوٰۃ کا فاسد کردینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام مین شکار کرنا اور
جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ھم زیلعی مین ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہی تو اکراہ کامل یعنی اکراہ
ملجی کے نزدیک اوسکے کرنے مین رخصت ہی اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوٰۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت
محتمل سقوط نہین تو اسمین اصلا اباحت متصور نہین اور سوای کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہین تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے
ساتھہ تو اکراہ ملجی سے اوسکی رخصت ہی ثابت ہے نہ اباحت مطلقاً اور غیر ملجی سے چنانچہ قید اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی وَلَمْ یُرَخَّصْ لَا اِجْرَاءُ
بِغَیْرِھَا بِغَیْرِ الْقَطْعِ وَالْقَتْلِ یعنی بغیر الملجی ابن کمال اِذِ التَّکَلُّمُ بِکَلِمَۃِ الْکُفْرِ لَا یَحِلُّ اَبَدًا اور اجراء کلمہ کفر مرخص نہین بغیر قطع اور قتل کے
یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہین ھم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ اکراہ
ملجی قتل اور قطع مین منحصر نہین بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم مین ہے چنانچہ آنکھہ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور عدم
علت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترکہ اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اوسکے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی وَرُخِّصَ لَہٗ اِتْلَافُ
مَالِ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّیٍّ اختیار بقتل او قطع وہو یوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دیگئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کرڈالنے مین
تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اوسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کریگا کذا صرح ابن ملک وَضَمِنَ رَبُّ الْمَالِ الْمُکْرِہَ بالکسر لِاَنَّ الْمُکْرَہَ بالفتح
کَالْاٰلَۃِ اور صاحب مال اکراہ کرنیوالے سے تاوان لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کی مانند ہے ھم افعال دو قسم ہین ایک
فعل وہ ہے جسمین مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکہتا کہ اوس فعل مین مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہان اکراہ کرنیوالے کیطرف فعل منقول
ہوگا تو گویا اوسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اوسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہی جسمین وہ آلہ نہین ہوسکتا تو وہان فعل اکراہ کرنیوالے
کیطرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہین کہا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے

اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے مال پر گرا دیوا اور مال تلف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتلہ او سبّہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہین اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اوسکو گالی دینے یا اوسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اوس فعل کی جو کسی حالت مین مباح نہین کذا فی الاختیار ھ لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتھی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا داب کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی مین گرا کر ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکرِہ بالکسر لو مکلفا علی ما فی المبسوط خلافا لما فی النہایۃ فقط لانّ القاتل کالاٰلۃ اور قتل عمد مین فقط مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اوس قول کے جو نہایہ مین ہے فقط مکرہ بالکسر اسواسطے قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کی مانند ہی ھ منح الغفار مین ہے کہ عنایہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ انتھی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضای اوسکی طبیعت کے ہی اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اوس فعل مین جسمین وہ آلہ ہو سکتا ہی یعنی اتلاف مین نہ گناہ مین اور یہہ اسواسطے ہی کہ ہتھیار وہ ہے جو بتقضای اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اوسکی طبیعت ہی جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع مین اور چنانچہ آگ کہ اوسکی طبیعت جلا دینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اوسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسیطرح یہان یعنی اکراہ ملجی مین آمر پر قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونون پر قصاص واجب کہا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونون سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب شبہہ عدم وجوب ھ اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ فعل اوسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحسًّا وحکمًا یعنی در حق گناہ تو اوسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعہا اور اگر زنا پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہین اسواسطے کہ اسمین جان کا قتل کرنا ہے اوسکے ضائع ہو جانے سے ھ اسواسطے کہ ولد الزنا حکما ہالک ہی اسواسطے کہ اوسکا کوئی پالنے والا نہین تو زنا کسی صورت سے مباح نہین مانند قتل کی کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانا لیکن مامور پر حد نہین از روے استحسان کے بل یغرم المہر ولو طائعۃ لانہا لا یستقطان جمیعا شرح وہبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہو جاتے کذا فی شرح الوہبانیۃ ھ یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہین ہو سکتا کیونکہ وطی نا فی نہین ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب مین رخصت ہے اوسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب لڑکا اوسکی زنا سے منقطع نہین ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اوسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر لا بغیرہ لکنہ یسقط الحد فی زناہا لا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہین رخصت ہی عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کی زنا مین حد ساقط ہے نہ مرد کی زنا مین اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اوسکے واسطے شبہہ نہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہرہ انہ ملیہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لا نہا لم تبح بطریق ما ولکونہا قبیحا عقلیا ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قال المصنف نفہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کی حکم کی مانند ہو بسبب نہونے ولد کے لواطت مین تو لواطت مرخص ہو اکراہ ملجی سے مگر یہہ کہ زنا اور لواطت مین فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہین اور اسوجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسیواسطے لواطت بہشت مین نہوگا بر مذہب صحیح یہہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھ نتف کی کتاب الاکراہ مین ہی کہ اگر زنا اور لواطت

اکراہ ہو تو اوسکی رخصت نہین اگرچہ وہ قتل ہوا انتہی تو اس روایت مین اغلام اکراہ بھی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ اہلاک ولد کا موجود نہین
ورنہ صرف فراش ہے اور ظاہر اطلاق شق فاعل اور مفعول دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو
بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت والے
کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال ہم لیکن جوہرہ کی یہ روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہو جائیگا اور اکراہ کرنیوالے پر
تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطأ اور جس پر اکراہ ہوا
وہ اکراہ کرنیوالے سے غلام کی قیمت پھیر لے اور نصف مہر مسمی پھیر لے اکراہ کرنے والے سے اگر اوسنے مطلقہ کی وطی نکی ہو ہم یعنے عتق
غلام مین قیمت لے مکرہ بالکسر سے اور نصف مہر سے لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر سے نہو تو وہ لے جو اوسپر متعہ لازم ہوا کذا فی الدرر
ونذرہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلاء بفی لی او فعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم
اوسکی اور ظہار اور رجعت اوسکی اور ایلاء اوسکا اور رجوع کرنا اوسکا ایلا مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر المنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول
مذکور ہے نہ فعل واسلامہ ولو ذمیا کما ھو اطلاق کثیر من المشائخ وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا
فلیحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسیطرح حکم ہی اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہے کہ
حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اوسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوای چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ ان مین سے نہین ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہو کذا فی الطحطاوی بلا قتل
لو رجع للشبہۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہے بدون اوسکی قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے تو قتل نہین بسبب شبہہ چنانچہ
باب المرتدین گذر گیا ہم شبہہ یہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے اسلام قبول نکیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیلہ بطلاق
وعتاق وما فی الاشباہ من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوعہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے مخالف مذکور
ہے سو قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ہم اشباہ مین ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع
نہین ہوتا وجہ قیاس یہ ہے کہ وکالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اوسکی وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع
انعقاد بیع نہین بلکہ اوسکے فساد کا موجب ہی تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الہزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ
الاکراہ وعدہا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعددناہا فی باب الطلاق نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین
یہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہے اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہی اوسمین فسخ کا احتمال نہین اور
جسمین فسخ کا احتمال نہین اوسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقد کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہین اونکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین
اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق مین ہمنے اونکو نظم مین بیس گنا ہی ہم غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا
اسواسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہے عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو طاقت دیتا ہے
فسخ عقد پر تو اکراہ اوسکو قدرت دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اوسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح
لا یصح مع الاکراہ ابراؤہ مدیونہ او ابراؤہ کفیلہ بنفس او مال لان البراءۃ لا تصح مع الہزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھ بری الذمہ
کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مال الضامن اسواسطے کہ براءت صحیح نہین ہزل یعنے بیہودگی کے ساتھ تو اکراہ کے
بھی ساتھ صحیح نہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لا یبطل شفعتہ اور اسیطرح اگر شفیع پر سکوت کا اکراہ کیا جاوے

طلب شفعہ سے ساکت رہے تو وہ ساکت رہا تو شفعہ اوسکا باطل نہو گا و لا یرتد بلسانہ و قلبہ مطمئن بالایمان فلا تبین زوجتہ لانہ لا یکفر لتوقف
لہ استحسانا قلت و قد منا عن النوازل خلافہ فلعلہ قیاس فتامل۔ اور بندہ اوسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ اوسکا دل ایمان کے
ساتھ مطمئن اور ثابت ہو تو اوسکی زوجہ جدا نہ ہو جاوے گی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی میں اسکا قول معتبر
ہے استحسان کی دلیل سے میں کہتا ہوں اور اس سے پہلے ہمنے خلاف اسکے نقل کیا ہے نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان سو
اسکو تامل کرو م نوازل اور جلالیہ شمسی شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ درصورت توریہ زوجہ قضاءً چھوٹ جاویگی نہ دیانۃً اور اگر توریہ کا قصد کیا
باوجود اسکے دل میں مخطور ہونے کے تو دونو طرح سے چھوٹ جاویگی اکرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او بقتل رجل بعمد او لیقر بقطع ید رجل بعمد فاقر
بذلک فقطعت یدہ او قتل علی ماذکر ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی و ان کان متہما بالسرقۃ معروفا بہا و بالقتل
لا یقتص من القاضی استحسانا للشبہۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے
ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنیوالا موصوف بصلاح
یعنے نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مقر چوراپنے کے ساتھ متہم ہوا اور چوری اور خونریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص
نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ م شبہہ یہ ہے کہ شاید اوسنے کیا ہو جسکا اوسنے اقرار کیا ہو قیل لہ
اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر و الا فلا قنیۃ قال و کذا الزنا و سائر المحرمات ایک
شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیچ کر تو وہ اکراہ ہے اگر مشروب یعنے پینے کی چیز شریعت میں حلال نہو جیسے شراب
اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیۃ صاحب قنیہ نے کہا اور یہی حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا م درصورت اکراہ جو
اوسنے بیچا تو وہ بیع نہیں وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان و لم یعین بیع مالہ فباع مالہ
تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اوسکے مال بیچنے کی تعین نہیں کی سو اوسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کو دینے کے
واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اسکی عدم تعین کے سبب سے م یعنے بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلانی چیز بیچ
کر دے تو وہ بیع میں طائع اور راضی ٹھہرا ہو اسواسطے کہ ادائی مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا فی العالمگیریۃ و الحیلۃ ان یقول
من این اعطی و لا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ۔ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے
دون میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اسکی بیع میں کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج بالضرب
حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اوسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہانتک کہ اوسنے اپنا مہر معاف
کر دیا تو بخشنا صحیح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو م ظاہرا اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونوکو شامل ہے لیکن قاضی خان کے فتاوے
میں ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہے و ان ہددہا بطلاق او تزوج علیہا او تسر فلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر
نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی سے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیۃ م اسواسطے
کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ افعال شرع شریف میں درست ہیں اور افعال شرعیہ اکراہ نہیں ہو سکتے و فی مجمع الفتاوی
منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت و
یؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی و ہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادت الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا
فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہۃ و بہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومۃ ابن وہبان فی بحث
الہبۃ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اوسکے والدین کیطرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اوسکو اپنا مہر بخشدے سو اوسنے کچھ

مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہی استفتار حادث کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا اکر وسی پہر جب اوسنے اپنے شوہر کے گہر جانیکا ارادہ کیا تو باپ نے اسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہد ونکو اپنے اس اقرار پر گواہ کر دیکہ اوسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری پوری بہر پائی ہے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو یہہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسیکا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی رحمہ اللہ نے یہہ کہا ہی مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی بحث مین ھم ظاہراً مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کیطرف جانے کی حاجت ہو اور حقیقت مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز ہے اور ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہی اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کی مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کی مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی و المکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوی الآخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چہین لینے کا تو اوسپر تاوان نہین جو اوسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کیوقت یہہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پہیر دیگا اوسکے مالک کو اور اگر یہہ نیت نہین کی تو تاوان اوسپر لازم ہوگا ھم یعنی پہیر دینے کی نیت سے اوسنے مال لیا پہر وہ مال تلف ہوگیا تو اوسکا تاوان اکراہ کرنیوالے پر ہو نہ لینے والے پر فاذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ و لا یضمن مجتبے اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنے مالک کہتا ہو کہ اسنے پہیر دینے کی نیت سے نہین لیا تہا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پہیر دینے کی نیت سے لیا تہا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوا اور اوسپر تاوان لازم نہوگا کذا فی المجتبے یعنی اسواسطے کہ ظاہراً اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ مادام حاضراً عندہ المکرہ ولا الرخل لزوال القدرۃ والالجاء بالبعد منہ وبھذا تبین انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہی کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اوسکو لینا اور دینا اوسوقت تک جائز ہے جبتک اوسکے پاس اکراہ کرنیوالا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل ہو جانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اوسکے دور ہو جانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگار ونکو کچھہ عذر نہین ناحق مال چہین لینے مین حاکم یا اوسکے فرستادہ کے موجود نہونے کیوقت تم اوسکو یاد رکہنا چاہیے ھم مبسوط مین ہی کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چہین لینا جائز ہے نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اوسکو یہہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجہکو پا دیگا ہان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھہ ہو اسطرح کہ اگر یہہ شخص وہ کام نکرے تو اوسکو پکڑ لا دے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعاً لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کہانیکا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بہوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بہیرے اکراہ کرنیوالے سے بسبب حاصل ہونے کہانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنے سیری مین قال اھل الحرب لنبی اخذ وہ ان قلت لست بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ھذا لیس بنبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء کفار حربیون نے اس نبی سے کہا جسکو انہون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجہکو چہوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجہکو قتل کرینگے تو نبی کو یہہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہہ نبی نہین ہے تو ہم تیرے نبی کو چہوڑ دینگے اور اگر تو کہیگا کہ یہہ نبی ہے تو ہم اوسکو قتل کرینگے تو اوسکو یہہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیا علیہم السلام پر ھم اس مسئلہ سے اگر عصمت انبیا کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہی نہ غیر نبی

سے کذا فی الطحطاوی قال حربی لرجل ان دفعت جاریتك لازنی بها دفعت الیك الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے
کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دیگا تاکہ مین اوس سے بدکاری کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دونگا تو لونڈی دینا حلال نہین ہم اسواسطے
کہ یہہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے انکو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقر بعتق عبد اکرہ لکن لا
یُعتق فی الاصح اگر اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہوگا صحیح تر قول مین وھل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاهر
القنیۃ نعم اور مال چہین لینے کا اکراہ شرعًا معتبر ہے یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان معتبر ہے ہم ینابیع مین ہے کہ سلطان نے وصی
یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطانکو دیدے سو اوسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین ضمان ہے اور اگر
وصی کے مال چہین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لیگا اور بعض چھوڑیگا اور مال متروک اوسکو کفایت
کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اوسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چہین لیگا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے مین
اوسپر تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چہین لیا تو ہر صورتمین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال
ہ وان یقل المدیون انی مرافع • لتبرئ فالاکراہ معنی مصور اور وہبانیہ مین کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ مین تیرا بہید
ظاہر کرنیوالا ہون حاکم سے ورنہ تو مجکو اپنے دَین سے بری کردے تو یہہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا ہم شرنبلالی مین ہے کہ مدیون نے دائن سے کہا
کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھہ ادہار نہین اور اگر تو قبول نکریگا تو مین حاکم سے ظاہر کرونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا
اسقدر سونا ہے یعنی اور حاکم اوس مال کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکور پھیرا اور اپنے دین نہونے کا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا
کہ یہہ بمعنی اکراہ ہے اور اوسکو جائز ہے کہ اوسپر اپنے دین کا دعوے کرے یہہ جواب اوس صورتمین ہے جبکہ حاکم چغلخور کی چغلی سنکر مال چہین لیتا ہو
کذا فی الطحطاوی ہ وصح فی الاستحسان اسلام مکرہ • ولا قتل ان یرتد بعدہ وحبس • اور استحسان مین صحیح ہے اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور
اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہوجاے تو قتل نہوگا اور اوسپر جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہہ مسئلہ مشروحا بیان ہوچکا مبسوط مین ہے کہ ظالم نے کہا
کہ یہہ شراب پی یا یہہ مردار کہا ورنہ مین تیرے بیٹے یا باپ یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپکو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم
کو بیچ کر سو اوسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہہ بیع جائز ہے اور استحسان مین باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطے کہ یہہ اکراہ ہے کذا
فی الطحطاوی مختصرًا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم **کتاب الحجر** یہہ کتاب ہے حجر کے احکام مین ہم مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہے مگر
یہہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اسواسطے کہ اکراہ سلب اختیار اوس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح اور صاحب ولایت کاملہ ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر سے شفقت ہے
مجبورین پر اور گاہی غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے جیسا نچہ مدیون اور سفیہ کی حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام پر رعایت حق مولے ہو لغۃ المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہے
مطلقا یعنی بازرکہنا اور رکنا مطلق خواہ قول سے ہو یا فعل سے یا اور سبب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ حاء مہملہ وسکون جیم مذکور ہے وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی
لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہے تصرف قولی کی نافذ ہونیسے نہ تصرف فعلی سے اسلئے کہ فعل کا پہیرنا
بعد اوسکے واقع ہوجانیکے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور نہین ہم تصرف فعلی جیسا نچہ قتل و اتلاف مال اور تصرف قولی جیسا نچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلئے کہ مجور کا عقد موقوف
طحطاوی کہا بہتر یہہ تہا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کی اسواسطے کہ نافذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو جیسا نچہ قبول ہبہ اور
اسلام تو اوسمین بغیر بالغ کی مانند ہے قلت یشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدایع اللہم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک
لکنہ استر لحقہ لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض
تلف کرڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہوگا بلکہ آزاد ہونیکے بعد ماخوذ ہوگا جیسا نچہ بدائع مین مصرح ہے بارخدایا مگر یون جواب دیا جاے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے
افعال مین فی الحال ماخوذ ہو لیکن مواخذہ حق تاخیر واقع ہوئی اوسکی آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کرو ہم مانع حق مولی ہے یعنی اگر غلام اپنے فعل سے فی الحال ماخوذ ہو

تو اوسمین یہ چاہیے اور اوسمین حجت ہوگی کا ابطال ہی طحطاوی نے کہا اشکال اسوقت مین واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین گاہی ماخوذ نہوتا تصرف قولی کی مانند فاہل وبسببه صغر وجنون
یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمه کصبی کما سیجی فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا
طفل تمیزدار کی مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہی یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہے چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہی کہ اپنی
نفع وضرر کو نہین پہچانتا ہے لہذا شرع مین اونکی تصرفات قولیہ ممنوع و غیر معتبر ہوئی اور مملوک ہرچند عاقل ہے لیکن جو کچھ اسکے پاس ہے وہ مولے کی ملک ہے تو برعایت حق مولے اوسکا تصرف جائز نہوا فلا یصح
طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن ویفیق فحکمه کممیز نہایہ تو صحیح نہین طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسیوقت ہوشمین نہین آتا اور جو
کہ کبھی دیوانہ ہوجاتا ہوا اور کبھی ہوشیار تو اوسکا حکم طفل تمیزدار کی مانند ہے کذا فی النہایۃ هم نہایہ اور غایۃ البیان مین ہے کہ معتوہ یعنی جو گاہی دیوانہ ہوا اور گاہی ہوشیار وہ ممیز کی مانند ہی اور زیلعی مین ہے
کہ وہ عاقل کی مانند ہے شلبی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حالت افاقہ مین کوئی عقد منعقد کرے تو اوسمین نفاذ عقد کا حکم ہے عاقل کی مانند اور اگر اوسکی ہوشیاری
کا وقت معین نہو تو حکم اوسمین توقف کا ہے صغیر کی مانند تو زیلعی کا کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی
ولا اعتاقهما واقرارهما نظر الهما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت اونکے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور
اعتاق اور اقرار اسکے بنظر ترحم اور شفقت کے ہی اونکے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسه فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اوسکا اقرار
فقط اوسکی ذات کے حق مین نہ اوسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقه لو لغیر مولاہ ولو له هدر تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اوسکا مطالبہ
پیچھے ڈالا جائیگا اوسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولے کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہی یعنی اسواسطے کہ
مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر وبحد وقود اقیم فی الحال لبقائه علی اصل الحریة فی حقهما اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا
اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر ومن عقد عقدا یدور
بین نفع وضرر کما سیجی فی الماذون منهم من هولاء المحجورین وهو یعقله یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیه او رد
اور جو کہ ان محجورین مذکورین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ عاقد
اوسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کردیتی ہی اور شرا ملک مشتری کو کھینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کر ڈالے هم منهم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کیطرف پھرتی ہے اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہین ولی سے مراد قاضی
اور باپ اور دادا اور وصی اور مولے ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اوسکا باپ نمانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی
الطحطاوی وان لم یعقله فباطل نہایہ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایۃ وان اتلفوا ای هولاء المحجورین
سوا عقلوا او لا شیئا مقوما من مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعل اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہون یا نہو جھتے ہون کذا
فی الدرر تلف کر ڈالین ایسی شے متقوم کو مال ہو وہ شے یا جان تو ضمان اونپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اونکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو
لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونیکے ہے چنانچہ گذر گیا وفی الاشباہ الصبی المحجور مواخذ بافعاله
فیضمن ما اتلفه من المال للحال فاذا قتل فالدیة علی عاقلته الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضه وما اودع عنده بلا اذن ولیه وما اعیر له وما بیع
منه بلا اذن اور اشباہ مین ہی کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہی اپنے افعال سے تو اوس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اوسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل
کریگا تو دیت اوسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلو نمین صغیر پر تاوان نہین اگر اوسنے تلف کیا وہ مال جو اوسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اوسکے
پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اوسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کیواسطے عاریت لیگئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اوسکے بدون اذن اوسکے
هم عدم اذن ولی چارون مسئلونکی قید ہی تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہے کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ابداع یا
اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعه ما اذا اودع صبی محجور مثله وهی ملک غیرهما فللمالک تضمین الدافع

اولاخذ اور ایداع صغیر سے مستثنے ہے وہ صورت جبکہ صغیر مجور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر
صغیرین کی ملک ہی تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکہنے والے سے ھم اس مسئلہ مین یہہ قید بہی
ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک کے ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی و لا یحجر علی حر مکلف بسفہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع
او العقل ولو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیہ عندہما وتمامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہین کیا جاتا امام
کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہان اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضای شرع یا عقل کے
کذا فی الدرر اور اگرچہ امر خیر مین اسراف مال کرے جیسا کہ بنا مساجد اور اوسکی مانند اور امور دین مین مال صرف کرے تو اوسکا تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے
نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہے ھم سفہ بالتحقیق لغت مین عبارت ہے خفت اور خفت عقل سے اور شرع مین سفہ اور سفاہت
سے مراد صرف بیہودہ ہے مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب جیسا کہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح مین داخل نہین حموی
نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلا دیندار غرض شمار نہین کرتے جیسا کہ مغنین
اور لاعبین کو مال دینا اور اوڑانے والون کبوتر ذکور گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بلا محدث نقصان اوٹھانا اور مراد یہہ ہے کہ اول رشید تہا پہر
سفیہ ہوگیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جائیگا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی و فسق و دین و غفلۃ اور
حر مکلف مجور التصرف نہو گا گنہگاری اور اداء دین اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک ھم دین سے وہ دین مراد ہے جو اوسکے اموال مملوکہ سے زیادہ ہو
غفلت سے مراد یہہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدہا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نکر جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اوٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی
بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا او تسقط عنہا الزکوٰۃ بلکہ منع کیا جائے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی
بیباک جو لوگونکو باطل حیلے سکہاوے جیسے ارتداد سکہانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چہوٹ جاے یا اوس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاے ھم زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکہاوے اور حرام کے حلال کہدینے اور حلال کے حرام بتادینے مین نہ پروا ہو اور بیباک ہو فتاوی قاضی خان مین ہے کہ
مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ کو نہ جانتا ہو اور فتوی دینے پر جرأت کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع
کیا جاے علاج کرنے سے طبیب جاہل ھم طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا مہلک پلا دیتا ہو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مریض
پر شدت کرے تو وہ اوسکا ضرر دور نکر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگونکو مضر اور مہلک دوا پلا دے اور
وہ اوسکو شفا اور دوا جانتا ہو و مکار مفلس اور منع کیا جاے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنیوالا ھم حموی نے اپنی شرح مین کہا
کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور اسکے ساتھ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یعنی
روایت ہوا امام اعظم سے اور ان تینون سے تین اور ملحق ہین محتکر یعنی جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی
قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاے اور وہ اوسکو نہ بیچے تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہے اور
صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بہی مجور التصرف ہین ابن ضیا نے شرح مجمع مین کہا کہ یہہ جو امام سے مروی ہے کہ اونکے نزدیک حجر نہین
مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پس مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد
اور فتوی ٹہیک ہو تو جائز ہے اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اوسکی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی ظاہری مراد ہے اسطرح
کہ وہ لوگ اپنی کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگونکے دین مین فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل اونکے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس
اونکے اموال تباہ کرتا ہے اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اوسکے پاس نہ اونٹ ہے اور نہ جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اوسکے پاس
مال ہے جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اوسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا پہر جب سفر کا

وقت آتا ہی تو وہ چپ رہتا ہے اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پونہچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کی فساد کی مانند تو
الحاق ضرر خاص بواسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو ناقض لازم نہوا کذا فی الطحطاوی
وعندھما یحجر علی الحر بالسفه والغفلة ای یفتی بقولھما یفتی صیانة لماله اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جاے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت
کی اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے اوسکے مال کے بچانے کیواسطے وعلی قولھما المفتی به فیکون فی احکامه کصغیر اور بموجب قول مفتی به صاحبین کے
سفیہ اور غافل اپنے احکام مین صغیر نابالغ کی مانند ہین ھم یعنی اس پر نابالغ کی عقود محتمل الفسخ مین قاضی کو اختیار ہوگا چاہی جاری رکھی چاہی
فسخ کرو ے ثم ھذا الخلاف فی تصرفات یحتمل الفسخ ویبطلھا الھزل پہر دریافت کرنا چاہیے کہ یہہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ اُن تصرفات مین
ہے جنمین فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کردیتی ہو وی ھم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا
مخصوص بتصرفات مذکورہ ہی جیسا کہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیر ذلک واما مالا یحتمله ولا یبطله الھزل فلا یحجر علیه بالاجماع فلذا قال الا فی نکاح و طلاق
وعتاق واستیلاد وتدبیر و وجوب زکوة وفطرة وحج وعبادات وزوال ولایة ابیه وجده وفی صحة اقراره بالعقوبات وفی
الانفاق وفی صحة وصایاه بالقرب من الثلث فھو فی ھذا کبالغ اور اُن تصرفات کہ جو فسخ کے محتمل نہین اور اونکو ہزل باطل نہین کرتا سفیہ پر بالاتفاق
حجر نہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کی مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور
عبادات بدنیہ کے واجب ہونے اور اوسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے مین اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے مین اور انفاق
یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کی صحت اقرار مین اور حسنات کی وصایا کے صحیح ہونے مین ثلث مال سے کہ سفیہ ان امور مذکورہ مین بالغ کی مانند غیر محجور ہی
یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات صحیح ہین اوسیطرح سفیہ کے بھی یہہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگی انمین صاحبین کے ہی نزدیک حجر نہین وفی کفارة
کعبد اشباہ اور سفیہ کفارہ مین غلام کی مانند ہے کذا فی الاشباہ ھم خزانہ اکمل مین ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ مین قاضی سفیہ کا
مال صرف نہونے دی بلکہ وہ روزہ رکھی کذا فی الطحطاوی والحاصل ان کل ما یستوی فیه الھزل والجد ینفذ من المحجور ومالا فلا الا باذن القاضی خانیه
اور خلاصہ کلام یہہ ہی کہ جس تصرف مین ہزل اور جد برابر ہو وہ محجور کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہین وہ تصرف محجور کا نافذ نہین مگر قاضی کے اذن سی کذا
فی الخانیه فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیه ماله حتی یبلغ خمسا وعشرین سنة پہر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا
ہوشیار نہو کہ اپنا نفع اور ضرر سمجہے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاے یہانتک کہ وہ ۲۵ برسکو پونہچے ھم در رمین ہی کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پونہچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برسکو پونہچ جاتا ہے خزانہ اکمل مین ہی کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اوسکا
مال اوسکو جلد نہ دی بلکہ توقف کری اور اوسکو کچہہ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزمادے پس اگر اوسکو مصلح پاوی تو اوسکا مال اوسکو دی اور اگر مفسد بیباک
دیکہی تو مال نہ دی پہر جب ۲۵ برسکو پونہچی تو مال اوسکو دی خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع فصح تصرفه قبله ای قبل المقدار المذکور من
البلوغ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکی یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے ھم یعنی اگر ۲۵ برس سی پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا
تصرف کریگا اپنی مال مین تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہین امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تہا بلکہ تادیب کیواسطے تہا
وبعده یسلم الیه وجوبا حتی لو منعه منه بعد طلبه ضمن وقبل طلبه لا ضمان کما یفیده کلام المجتبی وغیرہ قاله شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد
دینا واجب ہوگا یہانتک کہ اگر اوسکا ولی اوسکو مال نہ دی اوسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہو جانے مال کے
اور مانگنے سے پہلے تاوان نہین چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہی ایسا کہا ہی ہمارے اوستاد نے وان لم یکن رشیدا وقالا لا یدفع
حتی یونس رشده ولا یجوز تصرفه فیه ۲۵ برسکے بعد مال دیا جائیگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار نہی اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائیگا
یہانتک کہ اوسکی ہوشیاری معلوم ہو اور اوسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہین یعنی اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی ہو جاے والرشد المذکور سما

فی قوله تعالیٰ فَاِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا ہی کونه مصلحا فی ماله فقط ولو فاسقا قال ابن عباس ورد ہ رشد جو مذکور ہے حق تعالیٰ کے اس قول
مین کہ اگر تم یتیمون کا رشد معلوم کرو تو اونکے مال اونکو دو تو مراد اوس سے یہہ ہی کہ وہ فقط اپنے مال مین مصلح ہو نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا
ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ھم اصلاح فی المال سے مراد یہہ ہی کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور اسراف فضول خرچ
نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونو مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون
لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے ھم ادا کرنا دین کا واجب ہی مدیون
پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدہ پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کا حبس کرنا دفع ظلم کیواسطے لازم ہوا وقضی دراہم دینه من دراھمه
یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اوسکے دین کے روپئے کو یون کی روپیون سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسیطرح اگر دین
اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراھم دینه وبالعکس استحسانا لاتحادھما فی الثمنیۃ اور قاضی مدیون
کی اشرفیان بیچڈالے اور دار کے روپیون کیواسطے اور روپئے بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کیواسطے استحسان کی وجہ سے اسواسطے کہ ثمن ہونے
مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما ببیعهما للدین یفتی اختیار وصححه
فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کیواسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور
فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادای دین کیواسطے بیچڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہے
اور صحیح کیا ہی اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال
حاجت نہین ھم آسانی کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پہر اسباب کی پہر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو نمدا اور مثل قالین
موسم گرمی مین بیچا جاوے اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی
ولو اقر بمال یلزمه بعد الدیون ما لم یکن ثابتا ببینة او علم قاض فیزاحم الغرماء کمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے
مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کی علم
سے ثابت نہو اور اگر ثابت ہو تو مقرله اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی اونکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اوس مال کی جسکو مدیون نے تلف
کرڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا ھم قول معتمد یہہ ہے کہ قاضی کو اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی افلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی ثمنه ایک شخص مفلس ہوگیا اور اوسکے پاس وہ
متاع ہی جو اوسنے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اوس متاع پر اوسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اوسکا ثمن ادا نہین کیا تو اوسکا بائع اور دیون والون
کی برابر ہے متاع کے ثمن مین یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون کو اوسکا ثمن حصہ رسد
دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جو اپنی متاع بعینه مرد مفلس کے پاس
پاوے تو وہ احق بالمتاع ہی اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہی کہ جو اپنی متاع بعینه مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوسکا زیادہ تر حقدار ہی اس متاع
سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینه اوسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی اور
نہ اوسکی وہ متاع ہوگی بلکہ یہی چیز تو مشتری کا مال ٹھہریگی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور مبیع اور قبض سے اوسکا ضمان لازم ہوگیا کذا
فی الطحطاوی وتوضیح فان افلس قبل قبضه او بعده لکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ
پہر اگر مشتری مفلس ہوگیا قبل قبض مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن سے تہا تو بائع کو مبیع کا پہیر لینا اور اوسکا
روک رکہنا ثمن کیواسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز

ما صنع المحجور كذا في الخلاصة فيه نيته وهو ساقط من الذهن والمنح جاز اطلاق قاضي — ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اوسکو روک دیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سوا اوسنے اوسکو کہول دیا مطلق العنان کر دیا او جائز کر دیا اوس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی فقط۔ آدر نکو اگر را در نم الغفار سے وما صنع المحجور في حالة من بيع او شراء قبل اطلاق الثاني وبعده كان جائزا لان حجر الاول مجتهد فيه فيتوقف على امضاء قاض اخر اور جو تصرف محجور نے اپنے حال مین کیا بیع یا شرا سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اوس کے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس موقوف رہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکہنے پر **فروع** مسائل المحجر شارح کی بیع المحجر علی الغائب لكن لا ينحجر ما لم يعلم خانيہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ محجور نہوگا جبتک اوسکو معلوم نہو گا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی الخانیہ ہم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اوسکے تصرفات نافذ ہین اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالتمین تو قبل از حجر قاضی محجور نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور وہ اوسکے تصرفات نافذ ہونگے اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنیکے کذا فی الخانیہ ولا يرتفع الحجر بالرشد اور رشد کی ہدایت سے حجر نہین اٹھتا بل باطلاق القاضي بلکہ جب قاضی اوسکو اٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعى الرشد وادعى خصمه بقائه على السفه وبرهنا ينبغي تقديم بينة بقاء السفه اشباه اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اوسکے مخاصم نے اوسکو باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونو گواہ لائے اپنے دعوی پر تو بقاء سفاہت کے گواہونکو مقدم رکہنا لائق ہے کذا فی الاشباہ ہم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ ایک مرد صالح تہا پہر فاسد ہوگیا قاضی نے اوسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اوس سے کچہہ خریدا پہر محجور اور مشتری مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجہہ سے اسکو خرید کیا تہا تیری صلاح کی حالت مین اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی صحت کے گواہ مقبول ہین انتہے اور ذخیرہ ناظرین ہے کہ بقاء سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین وفي الوهبانية ہے ومن يدعي اقراره قبل حجره فمن يدعيه وقته فهو ابطل اور وہبانیہ مین ہے اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کیوقت کا تو وہی لائق تر بقبول ہے ہم شارح وہبانیہ نے مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانیکے بعد کہ مین نے جو استہلاک دراہم کا اقرار کیا تہا سو حالت حجر مین کیا تہا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی اصلاح کی حالت مین کیا تہا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو درحقیقت وہ منکر ٹہرا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ ہوا کذا فی الطحطاوی سے ولو باع والقاضي اجازو قال لا تؤدي فادا اه من بعد يخسر اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز رکہی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو ادس کا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اوسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا ہم اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادائ ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا حق قاضی کیواسطے ثابت ہوگیا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اوسکا ثمن دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکہی اور اداء ثمن سے مشتری کو منع نہین کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی

فصل

یہہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے میں ہم بلوغ لغت میں یعنی وصول ہے اور اصطلاح میں عبارت ہے انتہاء حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تہا اسباب حجر سے اور اوسکی ایک نہایت تہی تو اوسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہہ فصل اوسکے بیان مین ہوئی کذا فی النہر بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ میں اصل انزال ہی ہے ہم اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین ہے بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹہرا اور احتلام اور احبال اوسکی علامات ہیں والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لانه قلما يعلم منها اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ میں انزال کو صریحا ذکر نکیا

اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے ھ سوی زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسیطرح پنڈلی اور موچھ کے
بغل کے بال و آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہیں ہے ھ شمنی من کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منھما شئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا
پھر اگر صغیر اور صغیرہ میں امور مذکورہ میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر
فتوی ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمروں کے ھ درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور
صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی ایکی روایت ہے وجہ فتوی عادت غالبہ ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس
مدت میں اکثر ظاہر ہو جاتی ہیں تو اس مدت کو علامت بلوغ ٹھیرایا اوس شخص کے حق میں جسمیں علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے
کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوے قرار دیا و ادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت
صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہیں اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار میں ہے ھ شرح مجمع میں ہے کہ فقہا کا
اتفاق ہے کہ پانچ یا اس سے کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہیں اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور
اختلاف ہے چھہ اور سات اور آٹھہ سال میں اور کافی میں بعضوں سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راھقا ای بان بلغا ھذا
السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرھا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ
وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وھبانیۃ پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہوں یعنی اس ادنی مدت کو پہنچ گئے ہوں اور
دونو کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو اونکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال اونکی تکذیب نکریگا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق میں قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا
میں اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اوسکو بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کیواسطے وہ شرط یہہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور
اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ ھ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کریں اور نہایت نحیف
اور لاغر و خستہ حال ہوں تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال اون کا اونکے قول پر دلالت نہیں کرتا وھما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ
بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اوسوقت میں یعنے اقرار بلوغ کیوقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ
جوان کی مانند ہیں حکم میں پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اوسکی حالت کے تو اوسکی قسمت اور بیع منقوض نہوگی ھ
فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ایک لڑکا خرید و فروخت کرتا ہو اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں پھر اگر بعد اسکے کہے کہ میں بالغ نہیں تو جبکہ اوسنے بلوغ کا اظہار
کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اوسکا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اوسکا صحیح نہیں اور معنوی یہہ
ہے کہ دونوں کے احکام بالغونکی مانند ہیں باقی تصرفات میں کذا فی الطحطاوی و فی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراھقین قد بلغنا مع تفسیر کل
بماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھہ کہ کون علامت
سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ھ یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اوسپر لازم ہے و فی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل اثنتی
عشرۃ سنۃ لا تصح الا بالبینۃ وبعدہ تصح انتہی اور خزانہ میں ہے صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہیں مگر گواہوں سے اور بعد
بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتہی کلامہ ھ معاینہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ❊

کتاب الماذون

یہہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام میں ھ ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اوسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر
کے بعد صرف اسواسطے لایا کہ اذن سبقت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت میں عبارت ہے اعلام سے یعنی جتا دینے اور جتانے سے قاموس میں
اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال
اور شرع میں اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور کر دینے سے یعنی تجارت میں اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہیں ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کی سوا میں

کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک حجر سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہین ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور اعتاق اور تکفیر بالمال جائز نہین بلکہ فقط
امور تجارت کا اطلاق مراد ہے واسقاط الحق اور شرع مین اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط
کا حق اسواسطے کہ اسصورت مین اذن فقط غلام کو شامل ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونونکو شامل ہے المسقط هو المولى لو الماذون
رقيقا والولي لو صبيا ہم منع کا ساقط کرنے والا مولے ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر والشافعي
هو توكيل وانابة اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے وکیل کرنے اور نائب کرنے سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہی اسمین
کہ تخصیص اذن بھی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اوسکی خلاف نہین کرسکتا وکیل کی مانند اور ہمارے نزدیک صحیح نہین ہے ثم يتصرف العبد لنفسه
باهليته فلا يتوقت بوقت ولا يتخصص بنوع تفريع على كونه اسقاطا یعنی جب مولے نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس تصرف کریگا غلام
اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسیوقت کے ساتھ مقید نہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص ہوگا یہہ
قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولے کے
حق کے سبب سے پھر جبکہ مولے نے اپنا حق ساقط کر دیا تو غلام متصرف ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا يرجع بالعهدة
على سيده لفكه الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع اوسکے مولے پر نہوگی بسبب دور کر دینے مولے کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولے
نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اوسکی ثمن کا مطالبہ مولے سے نہوگا یہہ قول متفرع ہے تصرف لنفسہ پر فلو اذن
لعبده تفريع على فك الحجر يوما او شهرا صار ماذونا مطلقا حتى يحجر عليه لان الاسقاطات لا تتوقت پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو
ایکدن یا ایک مہینے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقاً یعنی ہمیشہ یہانتک کہ مولی اوسکو منع کرے اسواسطے کہ اسقاطات توقیت اور تقیید کو
قبول نہین کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولم يتخصص بنوع فاذا اذن في نوع عم اذنه في الانواع كلها لانه فك
الحجر لا توكيل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم مین اذن دیا تو اوسکا اذن عام اور شامل
ہو جاویگا تجارت کی سب قسمونکو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا
تو بہی خشکی کی تجارت کا بہی اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے واقف ہو کذا فی القهستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف
النوعي اذن بالتجارة وبالشخصي استخدام پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی
خدمت لینا ہی نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام مین یہہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا
کہ مراد مولی کی منفعت طلبی ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہین تو وہ تجارت کا اذن نہین
بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت مین یعنی اگر مولے نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت مین ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص
کے پاس فلانے کام مین مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارة نہین اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگون کے یہان فلانے کام
مین مزدوری کر تو یہہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر و عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بہی اذن عام
ہو جاتا تو بڑی تنگی لوگونپر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرانے سے غلام ماذون فی التجارة ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے
ہر اذن اذن عام نہین ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ويثبت الاذن دلالة فعبد راه سيده يبيع ملك اجنبي
فلم ينهه ماذون لا لو يبيع ملكه بزازیہ و درر عن الخانیہ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے تو جس غلام کو اوسکے مولے نے
ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولے اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھیگا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ
اور درر مین ہی خانیہ سے ہم اذن جائز نہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف مین جسمین سکوت واقع ہوا کا ذکرہ عزمی زادہ اور یہہ مراد نہین کہ اس

[illegible]

تصرف کے سوا اور تصرفات مین بھی اذن ثابت نہو گا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی من البحر اسمو ولکن سوّی بینہما الزیلعی وغیرہ
وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی ووجہہ فی الشرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ
لیکن مال اجنبی اور مال مولے کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونون مالونکی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ مین
دونونکی برابری کی ترجیح دی ہے بسطرح کہ جو بات کہ متون اور شروح مین ہے وہ مقدم اور اولی ہے اوس روایت سے جو فتاوی کی کتابون مین ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یہہ استدراک ہے جو واقع ہو اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہہ
بزازیہ اور درر کی مغائر ہے اسواسطے کہ بزازیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہہ مقتضی فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو
سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اوسکے مابعد مین اور اگر مولے کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد مین نہ اوس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی
ویشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر المبتدا ای تو جس غلام کو اوسکے مولے نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اوسکو خرید کرتے دیکھا اور
مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون ہے فی التجارۃ دلالۃ لا نطقا ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا ہے فعبدًا رآہ الا اذا کان
المولی قاضیا اشباہ سکوت مولے کا اذن ہے مگر جبکہ مولے قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک
الشیء او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وھو باطل لیکن غلام ماذون نہوگا اوس
چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اوسکی خرید مین تو مولے پر اوس متاع کی بیع نافذ نہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے
پہلے اور حالانکہ یہہ باطل ہے قلت لکن قیدہ القہستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی
الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اوس خرید کے ساتھ
جو مولے کے مال سے ہو یعنی تو اوسمین یہی خرید صحیح ہوگی اور بہہ سبب قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق فرق
بیان کرنیکی ھم زیلعی مین ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اوسکو منع نکیا تو وہ ماذون ہوگیا
انتہی تو غلام عقد بیعی مین ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہہ ہے کہ خرید مین مبیع داخل ہو جاتی ہے مولے کی ملک مین تو کچھ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اوسمین
زائل ہو جاتی ہے مولے کی ملک سے تو اوس بیع مین سکوت اذن نہوا لیکن اسمین خلل یہہ ہے کہ بیع اور شرا دونون ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا
شاید کہ وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی مین ذکر کیا ہے کہ شرا اسرع النفاذ ہے بیع سے اور سری الدین نے اس عقد کو موقوف کہا ہے
مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدیگا تو نافذ ہے اور اگر باطل کردیگا تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی ویثبت صریحا فلو اذن مطلقا بلا قید
صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ھم
اذن مطلق کی یہہ مثال ہے کہ مولے کہے کہ مین نے تجکو اذن دیا سوداگری مین یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگاتی
اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قید فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن مین قید لگادیگا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہوگی اذن
عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا
غبن فاحش کے ساتھ ہو بخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک بیع اور شرا غبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہے ویوکل بہما ویرہن ویرتہن
ویعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس
رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے اسواسطے کہ یہہ سوداگرونکی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دیکر مصالحہ
کرے اوس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے
سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین ھم اور بیع اکثر قیمت سے بطریق اولی جائز ہے ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل

اور موسلے عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت سے یا کمتر سے ولِلمولی حبسُ المبیعِ لقبضِ ثمنہِ من العبدِ اور موسلے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا
ثمن کے لینے کیواسطے عبد ماذون سے وبطل الثمن حالاً لِما صحّ بشرط الجمع مُعتبرًا بالعیطی لو سلّم المبیع قبل قبضہ لانّہ لا یجب لہ علیٰ عبدہ
دَینٌ فخرج مجّانًا حتی لو کان الثمن عرضًا لم یبطل لتعینہ بالعقد وھذا کلہ لو الماذون مدیونًا والّا لم یجز بیعہ ما بیعہ لغایۃ اور ثمن باطل
ہوگا اگر موسلے مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اِسصورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور موسلے کا دین اوسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولی کے
ہاتھ سے مفت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو نہ کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد بیع سے اور یہہ سب مذکور یعنے
ماذون کی بیع مولی سے اور مولی کی ماذون سے اوس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہوا اور اگر مدیون نہو تو موسلے اور اوسکے غلام مین بیع جائز
نہین کذا فی النہایۃ ھم جب غلام ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کی مانند ہوا تو مبایعت دونون جائز ہوگئی اور در صورت عدم دین جو غلام
کے پاس ہے وہ موسلے کا مال ہے تو خرید فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولیٰ منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یؤمر السید
بان یفعل واحدًا منہما لحق الغرماء اور اگر موسلے نے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کرڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی
مالک کو امر کیا جاوے کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے سبب سے فیما کان من التجارۃ موسلے زائد کو کم کرے یا
بیع فسخ کرے اوس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو ھم طحطاوی نے کہا کہ اِس قید کا مفہوم مین نے کتابون مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہہ احتراز ہے
اوس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اوسمین فسخ بیع نہین تو اِسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیئے وتقبل الشھادۃ علیہ ای العبد
الماذون ولو محجورًا اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ھم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک ودیعت کی گواہی یا اوسکی
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اوسکا موسلے
اوسوقت حاضر نہو ولو محجورًا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیؤاخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنے
اوسکی موسلے پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر مقبول ہوگی سو اوسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اوسکے آزاد ہونیکے بعد ولو حضرا معًا فان الدعوٰی
باستہلاک مالٍ او غصبہ قُضی علی المولیٰ وان باستہلاک ودیعۃٍ وبضاعۃٍ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولٰی اور اگر
مولی اور غلام محجور دونو حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اوسکے غصب کا دعوی ہو تو موسلے پر حکم ہوگا یعنے مولی سے خطاب ہوگا کہ اوسکو بیچے اور
قرضداران دی اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع ہوگا یعنی عتق کے بعد اوس سے مواخذہ ہوگا اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ موسلے پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولیٰ مطلقًا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی دین
غلام کی اقرار کرنے پر ساتھہ حق کے یعنی غلام نے کسیکے حق کا اقرار کیا ہے تو اوسکے موسلے پر حکم نہوگا مطلقًا خواہ موسلے حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اسکا
عمادیہ مین ہے ویاخذ الارض اجارۃً ومساقاۃً ومزارعۃً ویشتری بذرًا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت
کی اور وہ بیج خرید کرے جسکو بووے ویؤاجر ویُزادُ مع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دوکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت
کے کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانًا لا مفاوضۃً اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویتاجر ویؤجر ولو نفسہ اور ماذون
اجارہ لے اور اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو ھم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین
امام شافعی کا خلاف ہے یعنی اونکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ویقر بودیعۃ وغصب ودَین اور ماذون اقرار کرے ودیعت
اور غصب اور دین کا یعنے یہہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دینٌ لغیر زوجٍ وولدٍ ووالدٍ وسیدٍ فان اقرارہ لھم بالدین باطل عندہ خلافًا لہما
اور اگر ماذون پر زوجہ اور بیٹے اور باپ اور موسلے کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوجہ اور
بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر ھم یعنی اگر زوجہ اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو

تو اونکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسیکا مدیون ہو یا نہو وَلَوْ بَقِيَ حِجْرًا لم یکن مدیونا وھبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شے مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولے کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فے الوہبانیۃ ولِیُھْدِیَ طعاما یسیرا بما لا یعد اسرافا ومفادہ انہ لا یُھدِی من غیر المأکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تہوڑا کم قیمت کہانا تحفہ دے اسطرحپر کہ وہ اسراف اور فضول خرچے شمار نہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کہانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا ہے اسپر ابن شحنۃ نے ھم ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی والمحجور لا یھدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ نہ دے یکونہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع الی المحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا بأس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہرہ اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کہانا دیا گیا سو اوسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کہانے کیواسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اوس صورت کے کہ اگر اوسکو مہینے بہر کا کہانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کہلانا درست نہیں وَلَا بَأْسَ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَتَصَدَّقَ مِنْ بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضایقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولے یا اپنے زوج کے گہر سے تہوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فے الملتقی ھم یعنی بدون اطلاع شوہر تہوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی نارضامندی مولے یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا دینا بہی جائز نہیں ویضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اوس شخص کی جو اوسکو کہانا کہلاتا ہے ویتخذ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر مالہ اور کم خرچ تہوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے ھم محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دسہزار درم ہو تو دس درم ضیافت مین خرچ کرنا قلیل مین داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ کی بہی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن لعیب قدر ما یحط التجار اور ماذون کم کرڈالے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم کرڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے ویحابی ویؤجل مجتبی اور ماذون جنس بیچے اوسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فے المجتبے ھم قاموس مین ہے کہ حبا عبارت ہے عطا و بلا عوض اور بلا احسان سے اور محاباۃ عبارت ہے نصرت اور اختصاص اور میلان سے انتہے اور یہان ان معانی سے کوئی مراد نہین یہان تو مراد جنس کا بیچنا ہے اوسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ تقلیل ثمن اور تاجیل اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبہی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نکرے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمین ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہونیکا ولا یتسری وان اذن لہ المولے اور مشتریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بناوے اگرچہ مولے نے اوسکو اذن دیا ہو ھم اسواسطے کہ حرم بنانا مالک ہونے پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نکردے اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کا نکاح کردے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولے اور ماذون مکاتب نکرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولے اوسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہو اور بدل کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نکرے مگر یہہ کہ مولے اوسکو جائز رکہے تا آخر شروط مذکورہ یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہو اور ولایت قبض مولے کیواسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا بغیرہ کا اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یھب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل مطلقا بنفس ولا مال اور مطلق کفیل نہو مطلقا نہ ضامن نفس اور نہ ضامن مال ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نکرے اوس قصاص سے جو اوسپر واجب ہوا ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے اوس قصاص سے جو اوس غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا امثلۃ الاول کبیع وشراء واجارۃ واستیجار وامثلۃ

الثانی غرم ودیعة وغصب وامانة جحدها عبارة الاول وغیرها جحدها بالاثم فتنبه وعقر وجب بوطی مشتراة بعد الاستحقاق کل ذلک
یتعلق برقبته کدین الاستهلاک والمهر ونفقة الزوجة یباع فیه اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اوسکی تجارت کے سبب سے یا اوس سبب سے جو
بمعنی تجارت کے ہے اول کی مثالین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی جو بمعنے تجارت کی مثالین چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اوس
غصب اور امانت کا تاوان جبکہ ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کے وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے
ماذون کی گردن سے دین استہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاویگا اس دین مین یعنے اوسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت
یون ہے وغرم ودیعة وغصب وامانة وغیرها جحدها بدون میم کے سو آگاہ رہنا ہم مصنف کی عبارت بغیر ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت
کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت مین ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولهم استسعاؤه ایضا یعنی اور دین والون کو ماذون سے
سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی یعنی اوس سے کسب کروانا اور اوسکے کسب سے اپنے دیون کا لینا درست ہے ومفاده ان زوجة الماذون
استسعاؤه للنفقة کل یوم ان یکون لها ذلک ایضا بحر من النفقة اور ثبوت استسعا سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اوس سے محنت مزدوری
کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کیواسطے تو اوسکو بھی جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقة بحضرة مولاه او نائبه لاحتمال ان یفدیه بخلاف
بیع الکسب فانه لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیه دیون مذکورہ مین ماذون بیچا جاویگا اوسکے مالک کے سامنے یا اوسکے نائب کے روبرو
مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف بیع کسب ماذون کہ اوسمین حضور مولیٰ کی حاجت نہین اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے
کسب مین اور اوسکی ذات کی بیع مین اوسکا مولیٰ صاحب معاملہ ہے ویقسم ثمنه بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والون مین حصہ رسد
ویتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعده اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد
ویتعلق بما وهب له وان لم یحضر مولاه اور دین مذکور متعلق اوس چیز سے ہی جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اوسکا مولیٰ حاضر نہو هذا قید الکسب
والاتهاب لکن یشترط حضور العبد لانه الخصم فی کسبه یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع
مین ادای دین کیواسطے مولیٰ کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہی اسواسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہی اپنی کمائی مین ثم انما یبدأ بالکسب
وعند عدمه یستوفی من رقبته پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ ادای دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہونے کیوقت اوسکی گردن سے
دین ادا کیا جاویگا یعنے ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فله اخذه مطلقا قال شیخنا ومفاده انه لو اکتسب
المحجور شیئا واودعه عند آخر وهلک فی ید المودع للمولی تضمینه لانه کمودع الغاصب فتامله مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہی اذن
سے پہلے سو وہ مولیٰ کا حق ہے تو مولیٰ کو اوسکا لینا مطلقا جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولیٰ
کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکہے اور مودع کے ہاتھ مین وہ چیز تلف
ہوجاوے تو مولیٰ کو اوس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے کہ غاصب کے مودع کی مانند ہے سو اوسکو تامل کر ولا یتعلق الدین بما اخذه مولاه منه
قبل الدین دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولیٰ نے اوس سے لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اوسنے اپنا خالص حق لیا وطولب
الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبه وثمنه لعتقه ولا یباع ثانیا اور ماذون سے اوس دین کا جو زائد باقی رہگیا ماذون کی کسب اور ثمن سے
مطالبہ ہوگا اوسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی کی ادا کرنیکے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اوسکی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی
مشتری اوسکو جانکر خرید نکریگا تو بیع اوسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا وللمولی اخذ غلة مثله مع وجود دینه وما زاد للغرماء یعنی لو کان
المولی یاخذ من العبد کل شهر عشرة دراهم مثلا قبل لحوق الدین کان له ان یاخذها بعد لحوقه استحسانا لانه لو لم یمکن منها لحجر علیه فینسد
باب الاکتساب اور ماذون کے مولیٰ کو مثل ماذون کی کمائی لینا باوجود اوسکی مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اوس سے زیادہ ہو وہ دین والون کا

حق ہے یعنے اگر مولے غلام سے ہر مہینے دس درم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اوسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونیکے بعد بھی بطریق
استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولے اگر اوس قدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دیگا تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند ہو جائیگا
تو دین والون کا نقصان ہوگا وینحجر بالحجر ان علم هو بنفسه انه الحجر واکثر اهل سوقه ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا مولے
کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اوسکے اکثر اہل بازار کو حجر کر دینے کا علم ہو اگر مولی کا اذن مشہور ہو بازاریون مین ذکر
کا بعلم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اوس سے دفع ہو ھم یعنی اگر ماذون محجور ہوسکے بدون اوسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے وہ دین اوسکو
دینا پڑیگا آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم به ای بالاذن الا العبد وحده کفی فی حجره علمه به فقط ولا یشترط معه ذلک
علم اکثر اهل سوقه لانتفاء الضرر اور جبکہ اذن مولے کو کوئی نجانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اوسکے محجور کرنے مین فقط اوسیکا علم کفایت کرتا ہی
اور اسکے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہونے ضرر کے وفی البزازیة باع عبده الماذون ان لم یکن علیه دین صار محجورا علیه
علم اهل سوقه ببیعه ام لا لصحة البیع وان علیه دین لا ما لم یقبضه المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولے نے اپنے عبد ماذون کو بیچا
اگر اوسپر کسیکا دین نہو تو وہ محجور ہوگیا خواہ اہل بازار کو اوسکے بک جانیکا علم ہو یا نہو بسبب صحیح ہونے اوسکی بیع کے اور اگر اوسپر دین ہو تو محجور
نہوگا جبتک کہ اوسکو مشتری اپنے قبضہ مین نلاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے ھم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہی وھل للغرماء فسخه ان لم یکن فی
حالة نعم الا اذا کان بالثمن وفاء او ابرؤا العبد او ادی المولے وتمامه فی السراجیة اور کیا دین والونکو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہی یا نہیں
جواب اوسکا یہہ ہی کہ اگر اوسکے دیون بلا مدت کے فی الحال ہون تو ان کو فسخ اونکے اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادائے دیون ممکن ہو یا دین
والون نے اوسکو معاف کر دیا ہو یا مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہوگی اور پورا بیان اسکا سراجیہ مین ہے ویموت سیده وجنونه مطبقا ولحوقه
وکذا بجنون الماذون ولحوقه ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد لانه موت حکما اور ماذون محجور ہو جاتا ہی اپنے مالک کی موت سے اور اوسکے
جنون مطبق ہونے سے اور اوسکے دار الحرب مین لحاق سے مرتد ہوکر اور اوسیطرح ماذون کے جنون سے اور اوسکے لاحق ہونے سے دار الحرب مین
مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نجانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہی ھم محمد بن حسن سے روایت ہی کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہی یا زیادہ
اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی ویحجر حکما باباقه وان لم یعلم احد کجنونه ولو عاد منه او افاق من جنونه لم یعد الاذن
فی الصحیح زیلعی وقهستانی اور ماذون محجور ہو جاتا ہے حکما اوسکے بھاگجانے سے اگرچہ کوئی نجانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر آوے
بھاگنے کے بعد یا ہوشین ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی والقهستانی وباستیلادها ای لامته منه
فان عاد کان محجورا لانه مالم یصرح بخلافه اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جسنے مولے سے پیدا اوسکے ولد کا مولی نے
دعوی کیا تو یہہ استیلاد حجر ہوگا حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولے اوسکے برخلاف کی تصریح نکرے ھم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت یون
جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہی اور مالک اوسکی نکلنے سے اور لوگون کے ساتھہ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہہ دلیل ہی
حجر کی ہان اگر مولے استیلاد کے بعد تصریح کر دے اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر
ماذونہ محجورہ نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی پائی گئی وضمن بهما قیمتهما فقط للغرماء
لو علیها دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والونکو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہو
ھم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اوسکا مطالبہ آزاد ہونیکے بعد ہوگا اقر ماذون بعد حجره ان ما معه امانة او غصب
او دین علیه صح اقراره محجور ہونیکے بعد ماذون کا یہہ اقرار کرنا کہ جو اوسکے پاس ہے وہ امانت ہی یا غصب ہی یا اوسپر دین ہی دوسرے شخص کا صحیح ہی
شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اوسکی خبر ہے فیقضیه منه وقالا لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا

کہ اوسکا اقرار مذکور صحیح نہیں وان احاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما فی یدہ اگر ماذون کا دین محیط ہوگیا اوسکے مال اور ذات کو تو اوسکا مالک
اوسکے پاس کے مال کا مالک نہوگا ھم اسواسطے کہ مولے اپنے غلام تاجر کے مال کا اوسوقت مالک ہوتا ہے اوسکا خلیفہ ہوکر جب اوسکی حاجت سے
فارغ ہو وارث کی مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اوسکی حاجت میں مشغول ہے تو مولے اوسمین خلیفہ نہوگا اور وہ مال اوسکی ملکیت کا اصل ہوگا
فلو یعتق عبداً من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسراً او معسراً فلہم ان یضمنوا العبد المعتق قیمتہ ثم یرجع علی المولی ابن کمال
تو آزاد نہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اوسکے مولے کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہے تو
اوسکے آزاد کرنے سے اوسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اوسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولے مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو ماذون کے دین
والونکو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لین پھر غلام آزاد مولے سے پھیر لے کذا صرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق
ولو ملکہ لعتق اور اگر ماذون مولے کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہوگا اور اگر مولے ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اوسکا محرم آزاد ہوجاتا
بمجرد خرید کے ھم یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولے کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن اقالہما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولے تلف کرڈالے اوسکو جو ماذون کے قبضہ مین غلام ہو تو مولے
پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولے اوسکے کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعاً اور اگر ماذون کا دین اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط نہو تو مولے کا آزاد کرنا ماذون
کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہو وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیوناً ولو بمحیط اور صحیح ہے مولے کو آزاد کردینا ماذون
کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت مین اگرچہ دین محیط ہو ھم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کی کسب میں ہے استغراق دین
کیوقت وضمن المولے للغرماء الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والونکو کمتر اوسکے دین اور قیمت سے ھم یعنی اگر
دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اسواسطے کہ اونکا حق نہیں مگر دین مین اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اونکا دین
متعلق ہے اوسکی ذات سے اور ذات کو اوسکی تلف کردیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاءوا اتبعوا العبد بکل دیونہم وباتباع احدہما
لا یبرأ الآخر فصار کالکفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے چاہین تو غلام آزاد کا پیچھا کرین اپنے تمام دین کیواسطے اور مولے اور غلام آزاد مین ایک کے
پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہوگا تو ہوگئے مولے اور اوسکا غلام کفیل یعنی ضامن کی مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھہ ھم یعنی جسطرح کفیل کے
مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہین ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہین ہوجاتا وطولب بما بقی من دینہم اذا لم تف
بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو اونکا دین باقی رہگیا اوسکا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہوجانے دین کے اوسکی
ذمہ پر مطالبہ اوسوقت ہوگا جبکہ اوسکی قیمت ادائے دین کیواسطے کفایت نکریگی وصح تدبیرہ ولا یحجر ویخیر الغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد
الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہوگا اور دین والونکو اختیار ہوگا تضمین مولے
اور استسعاء ماذون مین اوسکے عتق کی مانند مگر عتق اور تدبیر مین اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کریگا اوسکا پھرنا درست نہین کذا فی
شرح التکملہ ھم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لین تو وہ غلام سے مطالبہ نہین کرسکتے اوسکے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا
رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کراوین تو اوسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لین اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی
وفی الہدایۃ ولو کان الماذون مدبراً او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ مین ہے اور
اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو اونکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہوگا اسواسطے کہ دین والونکا حق اونکی گردن سے متعلق نہین ہوا کیونکہ ام ولد اور
مدبر کو دین مین بیچنا صحیح نہین ہوتا ھم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولے نے ماذون کرکے اوسپر دین ڈالا اور جو دین لازم ہو پھر اونکو مولے آزاد کردے تو

تاوان قیمت لازم نہوگا ولو اعتقہ المولی باذن الغرماء فلہم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولے نے دین والون کے اذن سے آزاد کر دیا تو
انکو اوسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ھم یہ مسئلہ عتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من
الدیون وغیبہ المشتری قید بہ لان الغرماء اذا قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو
اوسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اوسکو غائب کر ڈالا تو دین والے بیچنے والے مالک سے اوسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی
مالک کے مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے جب غلام پر قادر ہونگے تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ
بعیب قبل القبض مطلقا او بخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء رجع السید بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر
دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ رضامندی سے یا بلا رضا یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد
بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اوسکی قیمت پھیر لے دین والون سے اور دین والون کا حق غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب ہٹ جانے مانع کے ھم
یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان ردہ بعد القبض لا بقضاء فلا سبیل لہم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ لان
الرد بالتراضی اقالۃ وھی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا گیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون کیواسطے کوئی راہ نہین
غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعا کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولے نے جو دین والون کو قیمت دی تہی اوسکا استرداد نہین ہوسکتا
اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان فضل من دینہم شیء
رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کامر اور اگر بعد ضمان مولے دین والون کے دین سے کچہہ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اوسکو پھر لین اوسکی
آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای ان شاءوا ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع
یا دین والے تاوان لین عبد متغیب کی مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اوسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا
قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہے ھم طحطاوی نے کہا یون کہنا شارح کو بہتر تہا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن
لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکہین اور اوسکا ثمن لین نہ قیمت غلام کی ھم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین
چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکہین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا
بری الذمہ ہوجائیگا وان باعہ السید معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا کما سیجیء لتحقق المخاصمۃ ویسقط خیار المشتری لا الغرماء اور اگر ماذون
کو اوسکے مالک نے بیچا اوسکا دین جتاکر یعنی مقر دین ہوکر نہ منکر ہوکر چنانچہ انکار کا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی اسواسطے قید لگائی تا مخاصمت
مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ھم قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہین رکہتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تہا واقر المشتری بہ
تا احتراز واقع ہوتا اوس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹہرے گا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتاکر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والونکو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم
لان قبضہم الثمن دلیل الرضی بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والونکو اوسکا ثمن نہ پونہچا ہو اسواسطے کہ اونکا ثمن قبض کرنا بیع کی
رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ھم یعنی اگر
ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والونکو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن قبض کر چکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے ثمن اس خیال سے قبض کیا تہا کہ
وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن اونکے دین کو کفایت نکرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اوسمین محاباۃ ہو اسواسطے
کہ اوسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی فان فات ردہ بتغیب البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو یا ثمن پہر ایا
جسکے بائع بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم ولا قال البیع

نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہہ یعنی قرض والون کو رد بیع کا اختیار اوسوقت ہے جبکہ اونکا قرض بلا مدت ہو اور بیع اونکی
خواہش سے نہوا ور ثمن غلام کا اونکے ادائی دین کے واسطے کفایت نکرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنے اگر دین مؤجل ہو یا
بیع اونکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائی دین مین کافی ہو تو اونکو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع اونکا حق تہا سو تینون صورتون مین باقی نہ
ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضه المشتری فالمشتری لیس بخصم لهم لو منکرا دینه خلافا للثانی ولو مقرا فخصم کما مر اور اگر
بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اوسپر قبضہ کرچکا ہو تو مشتری دین والون کا خصم نہین اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف
مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو بقلبه بان غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لا خصومة اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لهم تضمین البائع قیمته او اجازة البیع واخذ الثمن اور اگر اسکا الٹا
ہو یعنے مشتری غائب ہوا ور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے خصومت نہین بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والون کو اسکی
قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکہنا اور اوسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارة فباع
واشتری فهو ماذون وحینئذ لزمه کل شیء من التجارة ایک غلام شہر مین آیا اور بولا کہ مین فلانے کا غلام ماذون فی التجارة ہون
اور اوسنے بیع اور شرا کی تو وہ ماذون ہے اور اوسوقت مین اوسکو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی ہم کہتے ہیں یہہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہہ خبر معاملات مین ہے
اور ایک شخص کی خبر معاملات مین مقبول ہے وکذا الحکم لو اشتری العبد او باع ساکتا عن اذنه وحجره کان ماذونا استحسانا للضرورة
التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیه ضرورة شرح الجامع ومفاده تقیید المسئلة بالمسلم ابن کمال اور
اسیطرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہوکر تو وہ غلام ماذون ٹہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت
تعامل کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اوسکی خرید فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا
قید لگانا مسئلہ کا مسلم کے ساتہہ کذا ذکرہ ابن کمال یعنے خرید فروخت وبلا بیان اذن اور حجر کے اوسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو
اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اوسکا ثابت نہوگا ولکن لا یباع لدینه اذ الرقبة لیست کسبه الا اذا اقر مولاه به ای بالاذن او اثبته
الغرماء بالبینة ولیکن غلام مذکور اپنے دین مین بیچا نجاویگا جبکہ اوسکا کسب ادائی دین کیواسطے کافی نہوگا مگر جبکہ اوسکا مولے اذن کا اقرار کرے
یا دین والے اذن کو گواہون سے ثابت کرے وتصرف الصبی والمعتوه الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتهاب
صح بلا اذن اور جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجہتا بوجہتا ہے اوسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا
اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان اذن به ولیهما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق
اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہین اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا ہو ہم کہتے ہیں ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ
اوسمین آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ
فاجازه نفذ اور عقود مین سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان مین دائر اور محتمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے
تو اگر صغیر بالغ ہوجاوے اور اوس عقد کو جائز رکہے تو نافذ ہوگی ہم کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حتے لو بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے
کہ تفریع کی کوئی وجہ نہین فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامه اور اگر صغیر اور معتوہ کو ولی نے اذن دیا تجارت
کا تو وہ دونون خرید فروخت مین عبد ماذون کی مانند ہیں ماذون کے سارے احکام مین ہم کہتے ہیں منجملہ احکام مذکورہ کہ یہہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک
قسم کے ساتہہ مقید نرہیگا اور مخصوص بزمان نہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اونکا ولی خرید کرتے دیکہکر سکوت کریگا تو یہہ سکوت بجای اذن ہوگا وغیرہ
ذلک من احکام الماذون والشرط لصحة الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا له زاد الزیلعی وان

يقصد الربح ويعرف الغبن اليسير من الفاحش وهو ظاهر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہہ ہی کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہون کہ بیع ملک کی سلب کرنے
والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی کھینچ لانیوالی ہے مشتری کیطرف زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہی اور یہہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید فروخت سی نفع
حاصل کرنیکا ارادہ جانتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہہ قول ظاہر ہے و وليه ابوه ثم وصيه بعد موته ثم وصي وصيه
كما في القهستاني عن العمادية اور صغیر یا معتوہ کا ولی اوسکا باپ ہی پہر اوسکا وصی اوسکی موت کے بعد پہر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہے
عادہ یسری ثم بعدهم جده الصحيح وان علا ثم وصيه ثم وصي وصيه قهستانی زاد القهستانی والزيلعي ثم الوالي بالطريق الاولى پہر ان تینون کے
بعد جد صحیح اوسکا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا اسردادا پہر اوسکا وصی پہر دادا کے وصی کا وصی كذا في القهستاني قہستانی اور زیلعی نے اتنا
زیادہ کہا ہی پہر والی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولے ہم قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی
تو جو حاکم کہ قاضی نہین اوسکا اذن جائز نہین كذا في الطحطاوي ثم القاضي او وصيه ايهما تصرف يصح فلذا لم يقل ثم بحذ پہر قاضی یا اوسکا وصی ولی ہے
قاضی اور اوسکا وصی جو کوئی ان دونون مین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا اسواسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور
قاضی اور اوسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین دون الام (او وصيها هذا في المال بخلاف النكاح كما مر به نہ ماں یا اوسکا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اوسکا وصی صغیر کا
ولی نہین یہہ تفصیل ولایت کی مال مین ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور ماں کی مانند چچا اور بہائی اور کوتوال شہر اور بہن اور عمہ اور خالہ صغیر
کی ولی نہین كذا في الطحطاوي رأى القاضي الصبي والمعتوه او عبدهما او عبد نفسه كما مر يبيع ويشتري فسكت لا يكون سكوته اذنا في التجارة
قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونون کے غلامون یا اپنے غلام کو دیکہا بیع کرتے اور خرید کرتے پہر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا
مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضي له ان يأذن لليتيم والمعتوه اذا لم يكن له ولي لعبدهما اذا كان لكل واحد منهما من الصبي والمعتوه ولي
وامتنع الولي من الاذن عند طلب ذلك منه اي من القاضي زيلعي اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنیکا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا
کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے
جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے كذا في الزيلعي ہم یہہ ترکیب مصنف کی مخل ہی بہتر یون تہا کہ اذا کان کے مقام پر او کان ہوتا فتاوی عالمگیری
مین ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اوسکا وصی یا دادا ہو پہر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہوا سواوسنے اذن
دیا اور اوسکے باپ نے نمانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام
کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہی تو جائز ہے چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول
سے معلوم ہوتا ہی اور وہبانیہ کے اول بیت سی نکلتا ہے كذا في الطحطاوي قلت وفي البرجندي عن الخزانة لو ابى ابوه او وصيه صح اذن القاضي
لكن ذكر شارح الوهبانية ولا يحجر بعد ذلك اصلا لانه كالحكم لا يحجره قاض اخر فتدبر مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا
اوسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اوسکے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہوگا اسواسطے کہ
قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم دفع نہین ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر **فروع** مسائل شتى شارح کے لو اقر الانسان بما معه من كسب
او ارث صح على الظاهر كالماذون درر اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کیواسطے اوس مال کا جو دونون کے پاس ہے کمائی سے یا میراث سی تو اقرار
اونکا صحیح ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کی مانند كذا في الدرر هم یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہے وہ درحقیقت
فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایہ کیلیہ قول ہے کہ کسب مین اقرار صحیح ہے میراث مین صحیح نہین الماذون لا يكون ماذونا قبل العلم به
الا في مسئلة ما اذا قال بايعوا عبدي فاني اذنت له فبايعوه وهو لا يعلم بذلك صار ماذونا بخلاف قوله بايعوا ابني الصغير ماذون ماذون نہین ہوتا
اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جب کہ مولی نے کہا خرید فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اوسکو اذن دیا سو لوگون نے

اوس سے خرید فروخت کی اور حالانکہ غلام اِس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون نہ ٹھہر جائیگا برخلاف اِس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے
خرید فروخت کرو ہم اذون غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہوجاتا ہی اور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اِسی طرح صغیر مین دو
روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہین غلام گریختہ
کیواسطے اور نہ اوس غلام مغصوب کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہین ہم اور اگر مالک کے پاس گواہ ہون اور غصب کی
گواہی دین تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورًا بہما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہین ہوجاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہوجانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ
وفی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی لطفل و قد ابی ابوہ یصح الاذن منہ فیتجر اور وہبانیہ مین ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اوسکا
باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کیجانب سی سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر بقتلہ و تحلیفہ یعنی بہ حیث ینکر اور ابو یوسف نے تاوان
لازم کہا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ہم یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کرڈالی تو ابو یوسف کے
نزدیک اوسپر ضمان ہی اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون ہو قبض ودیعت یا تجارت مین یا
مکاتب ہو اور ودیعت تلف کرڈالے تو اوسپر اوسکا تاوان ہی اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اوسکی تحلیف مین اختلاف ہی کتاب الاقرار
مین مذکور ہی کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر ولو رہن المحجور او باع او شری و جوّزہ المولی فما یتغیر لتوقف تصرف المحجور
علی الاجازۃ اور اگر محجور نے رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولے نے اوسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہین بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کی اجازت
پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر ہاں فلو لم یجزہا بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہا العبد جاز استحسانا و لو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہا لم تصح اجازتہ سو اگر مولے
نے عقود مذکورہ کو جائز نہ کہا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اوسکو اذن تجارت
کا نہ دیا سو اوسکو آزاد کردیا بعد آزادی عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اوسکی اجازت صحیح نہین قال و کذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع
اور شرا کو بوجہتا ہو قلت و لا یخفی ان ما ہو تبرع ابتداءً و اعتیاض انتہاءً فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض مین کہتا ہون اور یہہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین
احسان بلا بدل ہے اور معاوضہ انتہاءً ہو وہ صغیر کے ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض محض
محض ہی تو نافذ نہوگا اگرچہ ولی اجازت دے علی نے کہا یہہ اعتراض ہے اوسپر جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اوس سے مفہوم ہی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الغصب

یہہ کتاب ہی غصب کے بیان مین ہو لغۃً اخذ الشیء مالاً او غیرہ کان علی جہۃ التغلب غصب بفتح غین معجمہ و سکون صاد
مہملہ لغت مین عبارت ہی چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ کہنا وشرعًا ازالۃ ید المحقۃ ولو حکمًا کجحود
لما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت ہی قبضہ محق کے زائل کردینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا
نقل مکان سے پہلے اوس ودیعت کا جسکو اوسنے مالک سے لیا تہا ہم قبضہ مودع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پہر جب
اوسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکمًا باثبات ید مبطلۃ غصب عبارت ہی ازالہ مذکورہ سی قبض مبطل کے اثبات کے ساتہہ یعنی
حقدار کا قبضہ دور کردینا اور ناحق قبضہ کرلینا یہ حقیقت ہی غصب کی ہم بعضون کے نزدیک غصب عبارت ہی فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے
ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتہہ مین موتی ہو اور دوسرا آدمی اوسپر ہاتہہ مارے اور موتی دریا مین گرپڑے تو تاوان لازم ہی حالانکہ اثبات قبض یہان ہوتا
نہین اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتہہ اثبات قبض بہی ضرور ہی اور تحقیق یہہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب جو تاوان کا
موجب ہو تو اوسمین فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہی جو پہیر دینے کا موجب ہی تو اوسمین اثبات قبض بہی شرط ہے واعتبر الشافعی اثبات
الید فقط والثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ البستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافًا لہ درمختار اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض
کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین ہے تو باغ مغصوب کا پہل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے

کذا فی الدرر یعنی اگر سیل کا غاصب کرواے تو اوسپر تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے بسبب عدم ازالہ کے اور اونکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتة و حر ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین سو اسطیکہ وہ مال نہین متقوم ای مباح شرعا فی قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کے شراب مین اسلئے کہ شراب مسلمان کے حق مین مباح الاستعمال نہین محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہوتا کافر حربی کے مال مین اسواسطے کہ اوسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا یتحقق فی العقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف محمد کے ہم غیر وقف مین شیخین کا قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعة واعلم ان الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اوسکی مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگاکر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہرچند ازالہ ید محقق ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا غصب مین داخل نہین اور یہہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کرڈالنے سے باوجودیکہ وہ اصلا کسیکا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبض ہو بدون اذن اوس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے چنانچہ مالک یا متولے وقف جیساکہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنے اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہوجاتا لا بخفیة احترز بہ عن السرقة وفیہ ان الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہہ قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھ کلام ہے ہم حاصل کلام ابن کمال یہہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اوسکو داخل ہونیکا غصب مین منافی نہین سو سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے اور حالانکہ کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جبکہ یہ کتہ معلوم ہوا اوسنے لا علے سبیل الخفیة کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکلجائے فاستخدام العبد وتحمیل الدابة غصب لا الجلوس علی البساط غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے بسبب دور کردینے قبض مالک کے یعنی اور اثبات قبض ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونا بدون اذن شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود کا لجلوس علی البساط لعدم ازالتہا فلا یضمن ما لم تہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اوسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو ضامن نہین پڑتا وہ اوسکا ضامن نہوگا جبتک کہ فرش تلف ہو جا اوسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اوسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل دار انسان واخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یحولہ ولو جحد الدخل لم یضمن ما لم یہلک بفعلہ او یخرجہ من الدار خانیہ اور اسیطرح اگر کوئی غاصب ایک آدمی کے گھر مین داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہوگیا تو اوسپر تاوان ہے اور اگر اوسنے اسباب گھر سے باہر نکالا اور اوسکے لینے کا انکار کیا تو تاوان نہین جبتک کہ وہ چیز ہلاک نہو جائے اوسکے فعل کے سبب سے یا اوسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیة یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین کیونکہ اہلاک یا اخراج ہے وحکمہ الاثم لمن علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اوس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ہم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے قال تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اپنے مالونکو آپسمین ناحق اور حجة الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اوسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلئے لگائی کہ نادانی سے گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کرڈالنا اپنا مال جان کر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونون صورتونمین واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی ورد العین قائمة والغرم ہالکة بمثلہ وغیرہ او آفة سماویة قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا

اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اُسکا تاوان دیا اگر وہ تلف ہو گئی ہو خواہ اُسکی فعل سے یا بغیر آفت سماوی کے گذر فی العتابیہ ھم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے لیا ہنوز اپنے گھر لے آیا اور اسکے پاس تلف ہو گیا تو اوسپر تاوان نہیں ہو اسلئے کہ غصب اس صورت میں امانت ہو گیا کذا فی المحیط ولغیر من علم الاخبار فلا اثم لانہ خطاء وھو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب نادانستہ گنہگار نہیں ہو اسلئے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر ان تضمین الغاصب و غاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املا من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب یعنی جسکا مال غصب ہو گیا وہ مختار ہو وہ چیز میری غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنیوالے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اوسکی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو اور غاصب ثانی زیادہ تر مالدار ہو غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہو گا کذا فی وقف الخانیۃ ھم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لے اور اگر غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نکرے اور چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایکمرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اوسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اوسکی قیمت زیادہ ہو گئی دو ہزار درم کی برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہو اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی المحیط وفی غصبھا غصب عجلا فاستھلکہ ولیس لہ امہ ضمن قیمۃ العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اوسکو ہلاک کیا اور اوسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دیگا بچھڑے کی قیمت کا اور اوسکے ماں کے نقصان کا ھم اسواسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اوسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان بھی تعدی کا ہے ضمان غصب وفی کراھیتھا من ھدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یؤمر بعمارتہ الا فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیۃ میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اوسکے ناقص ہو جانیکا تاوان دیگا اور اوسکو حکم نہوگا دیوار کے بنانیکا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہو گا ھم قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امراتہ فماتت وادعی انہ کان باذنھا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تہا تو مالک کا قول مقبول ہو گا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اوسکی اذن سے تہا اور وارث اوسکا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہو گا ویجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبیٰ اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر تغیر فاحش نہو گیا ہو کذا فی المجتبیٰ ھم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اوسکا نام اور اوسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جائے تو مغصوب منہ کی ملک اوس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اوسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اوسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اوس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مغصوب ناقص ہو گیا تو غاصب ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہو گا اور اگر مغصوب زائد ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی المحیط وہی مغصوب کا نام زائل ہوتا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اوسکے غصب کرنے کے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے ویبرا بردھا ولو بغیر علم المالک فی البزازیۃ غصب دراھم انسان من کیسہ ثم ردھا فیہ بلا علمہ برئ وکذا لو سلمہ الیہ بجھۃ اخری کھبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے دراہم اوسکی تہیلی سے غصب کئے پھر انکو اوسمیں رکھدیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسیطرح اگر مغصوب پھیر دیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت کے یا بیچ

ہے اور اسیطرح اگر مغصوب مطعوم ہوا اور غاصب نے مالک کو کھلا دیا اور مالک اوسکو کہا دے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعیؒ کے مطعوم مین کذا فی الزیلعی

ویجب ردّ مثله ان هلك وهو مثلي یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب کا اگر وہ ہلاک ہو جاے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد في السوق الذي یباع فیه وان كان یوجد في البیوت ابن كمال فقیمته یوم الخصومة ای وقت القضاء وعند ابي یوسف یوم الغصب وعند محمد یوم الانقطاع ورجحا قهستاني اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہو جاے اسطرح پر کہ وہ پایا نجاتا ہو اوس بازار مین جسمین وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگون کے گھرون مین موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اوسکی قیمت خصومت کے دن کی یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہوا اوسوقت کی قیمت دینا واجب ہوا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمدؒ کے نزدیک یوم الانقطاع کی قیمت واجب ہوا اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دیگئی ہی کذا فی القہستانی م خزانہ مین امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ مین اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ مین ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ویجب القیمة في القیمي یوم غصبه اجماعاً اور قیمت والی چیز مین غصب کے دن کی قیمت واجب ہی باتفاق امام اور صاحبین کے م تحفہ اخر مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضایع کیا پھر وہ اوسکی قیمت واپس لایا مالک نے کہا کہ مین قیمت نہین چاہتا ہون اور نہ مین تجکو معاف کرتا ہون تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نکرے لیکن قیمت اوسکی گود مین رکھدی یا اوسکو دونون ہاتھون مین تو وہ بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اوسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور عین غصب کے سامنے رکھدینے سے بری الذمہ ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی والمثلي المخلوط بخلاف جنسه كبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلك كدهن نجس قیمي فیجب قیمته یوم غصبه اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس کے ساتھ ملگئی ہو جیسی گیہون مخلوط جو کے ساتھ اور تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نرہی تو اوسکی غصب مین اوسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی م فتاوی رشید الدین مین ہے کہ دو وزنی چیزین جب ملجاوین اسطرح کہ جدا نہوسکین وہ مثلی نہین رہتی ہین قیمت والی ہو جاتی ہین کذا فی الطحطاوی وكذا كل موزون یختلف بالصنعة كقمقم وقدر ودلو ودست ذكره في المجتبى اور اسیطرح قیمت والا ہو جاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ شیرہ تیرتیز کا کذا فی جواہر الفتاوی زاد المصنف ورُبّ وقطر لان كلا منهما یتفاوت بالصنعة ولا یصح السلم فیهما ولا یثبت دیناً في الذمة مصنف نے اپنی شرح مین اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رُب یعنی عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک انمین سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اوسمین صحیح نہین اور وہ دین ہوکر ذمہ پر ثابت نہین ہوتا م یعنی متفاوت القیمۃ ہوتا اور بیع سلم کا اسمین جائز نہونا دلیل ہی کہ مثلی نہین قیمتی ہی قلت وفي الذخیرة والجبن قیمي في الضمان مثلي في غیره كالسلم مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے اور پنیر قیمتی ہی تاوان مین اور مثلی ہے سوا تاوان کے چنانچہ سلم مین وفي المجتبى السویق قیمي لتفاوته بالقلي وقیل مثلي اور مجتبی مین ہے کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھونی سے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ مثلی ہے وفي الاشباه اللحم ولو نیا والآجر قیمي اور اشباہ مین ہے کہ گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفي حاشیتها لابن المصنف هنا وفیها الجلد البیسیر معزیا للفصولین وغیرها وكذا الصابون والسرقین والورق والابر والعصفر والصرم والجلد والدهن المتنجس وكذا المغشوش وكل مكیل وموزون مشرف على الهلاك مضمون بقیمته في ذلك الوقت كسفینة موقرة اخذت في الغرق والقى الملاح ما فیها من مكیل وموزون یضمن قیمتها ساعتئذ كما في المجتبى اور فرزند مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یہان اور جلد بیسیر کے قاعدہ مین فصولین وغیرہ کے طرف منسوب کرکے وارد ہی اور اسیطرح صابون اور بانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سوئیان اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور اسیطرح کھوٹی بہر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیل اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اوسکی وہ قیمت لازم الضمان ہی جو تلف ہونے کے وقت اوسکی قیمت ہو چنانچہ گران بار کشتی جب ڈوبنے لگی اور اوسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اوسمین تھی گرادی تو اوس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی المجتبی م ورق سے یہان کاغذ مراد نہین اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفي الصیرفیة صبغها في حنطة فافسدها وزاد في

كيلها ضمن قيمتها قبل صبه للماء لا مثلها هذا اذا لم ينقلها فلو نقلها لمكان ضمن المثل ثم غصبه فهو مثلي بخلاف ما لو صب الماء في الموضع الذي
فيه الحنطة بغير نقل انتهى والحاصل كما في الدرر وغيرها ان كل ما يوجد له مثل في الاسواق بلا تفاوت يعتد به فهو مثلي وما ليس كذلك فقيمي فليحفظ
اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہون میں سو اوسکو بگاڑ دیا اور اوسکے کیل میں زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو یہہ شخص تاوان دے اوس قیمت کا جو پانی
ڈالنے سے پہلے اوسکی قیمت تھی یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ اوسنے گیہون کو نہ اوٹھایا ہوا اور اگر دوسرے مکان کیطرف اوٹھا لیگیا ہو اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان
مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اونکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اوسوقت مثلی تھا برخلاف اوس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اوسی مکان میں جہان گیہون تھے
بغیر نقل کے انتہی ما في الصيرفية اور حاصل کلام اور خلاصہ تمام درر وغیرہ کے موافق یہہ ہی کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازار وں میں بلا تفاوت قابل شمار پایا جاتا
تو وہ چیز مثلی ہے اور جو چیز ایسا نہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہئے فان ادعى الهلاك [illegible]
[illegible] يوجب رد العين لانه الموجب الاصلي ورد المثل والقيمة مخلص على الراجح فيحبس حتى يعلم الحاكم انه لو بقي لظهر لاظهره ثم قضى الحاكم عليه
بالبدل اي من مثل او قيمته پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانیکا دعوی کرے تو وہ محبوس کیا جاوے یہانتک کہ حاکم یہہ معلوم کر جاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو
البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اوسکو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اوسپر عوض چیز کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت
دلاوے شارح نے کہا اور ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص ہے
یعنی جبکہ رد عین متعذر ہو اوسوقت رد مثل یا رد قیمت کیطرف احتیاج ہوگی ولو ادعى الغاصب الهلاك عند صاحبه بعد الرد وعكس المالك اي
ادعى الهلاك عند الغاصب واقاما البرهان فبرهان الغاصب انه رده وهلك عند المالك اولى خلافا للثاني ملتقى اور اگر غاصب نے دعوی
کیا مغصوب کے تلف ہو جانیکا اوسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا یعنی اوسکے تلف ہو جانیکا غاصب کے پاس دعوی کیا
اور دونون نے گواہ قائم کئے تو غاصب کی یہہ گواہی کہ اوسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس تلف ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف
کے کہ اونکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا في الملتقى ولو اختلفا في القيمة وبرهنا فالبينة للمالك وسيجيء اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب
کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اوسکا بیان آگے آویگا ولو في نفس المغصوب فالقول
للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہہ نہین ہے تو غاصب ہی کا قول
مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما يتحقق فيما ينقل فلو اخذ عقارا وهلك في يده بآفة سماوية كغلبة سيل لم يضمن خلافا
لمحمد وبقوله قالت الثلثة وبه يفتى في الوقف ذكره العيني اور غصب ثابت ہوتا ہی مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول جیسے زمین اور گھر اور
درخت کسیکا لیا اور اوسکے ہاتھ میں آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے
نزدیک برخلاف محمد کے کہ اونکے نزدیک غیر منقول کے غصب میں بھی تاوان ہی اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہی وقف میں علامہ
عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذكر ظهير الدين في فتاويه الفتوى في غصب العقار والدور الموقوفة بالضمان وان الفتوى في غصب منافع الوقف
بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہو کہ موقوفہ غیر منقول اور موقوفہ گھرون کے غصب میں تاوان کا فتوی ہے اور منافع وقف کے
غصب میں لزوم ضمان کا فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونون کیطرف راجع ہی وفي فوائد صاحب المحيط اشترى دارا
وسكنها ثم ظهر انها وقف او كانت للصغير لزمه اجر المثل صيانة لمال الوقف والصغير اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور
اوسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفي اجارة
القنية انما لا يتحقق الغصب عندهما في العقار في حكم الضمان اما فيما وراء ذلك فيتحقق الا ترى انه يتحقق في الرد فكذا في استحقاق الاجر انتهى فليحفظ
اور قنیہ کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان دینے کے حکم میں اور لزوم تاوان کے ماسوا میں

تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے سو
اسیطرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہی یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ اوسپر لازم ہوگا اگرچہ وقف اور مال صغیر ہو انتہی ثانی التفصیل
تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے قیل فائدۃ الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع والتسلیم قول ضعیف یہہ ہی کہ عقار
یعنی غیر منقول مضمون ہوتی ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونوں نے یہہ قول اپنے فصول میں کہا ہی وکذا
بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسیطرح ضمان لازم ہی غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے پاس پھر وہ ودیعت
کا انکار کرے تو اوسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہی گواہی کے پھر جانے سے
قاضی کے حکم کر دینے کے بعد ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ دو شاہد و نیز ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے سو قاضی نے
وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدوں پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہی نہ ضمان غصب
وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد ہذہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہی کہ غیر منقول میں تاوان نہیں مگر چند مسائل میں تاوان ہی اور انہیں تینوں
مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع
اور جبکہ غاصب ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہی قول صواب
اور مفتی بہ یہہ ہے کہ اسمین خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہئیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہی قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہی بعد استعمال کے تو جسقدر
دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان ہے فیعطی ما زاد البذر وصحح فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو اوسقدر دے جسقدر بیج نے اوسکی مالیت
زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی میں ہم یہہ مسئلہ ظاہرا مرتبط معلوم ہوتا ہی ما قبل سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہہ جداگانہ مسئلہ ہی
زیادت تخم کی یہہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت کیجائے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق تخم مراد نہیں بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اوکھاڑ سکتا ہی
پھر اوسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجائے تو جسقدر دونوں میں تفاوت ہو اوسقدر مالک غاصب کو دے اور اپنی زمین اوس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی
وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہی کہ غاصب کی تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق قلع وفی الصیرفیۃ
ہو المختار اور صیرفیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اوسکا اکھاڑ ڈالنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی میں ہے ہم مجتبی میں ہی کہ غاصب نے غیر کی زمین میں زراعت کی اور تخم جما تو مالک کو اختیار ہی کہ غاصب کو اوسکے
اوکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر
اوکھاڑنیکا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قلع الاشجار جیسے کہ مغصوب
منقول میں بالاتفاق اوسقدر تاوان لازم ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار میں ضمان لازم ہی ہم منقول مغصوب
کے نقصان میں مطلقاً ضمان لازم ہی خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اوسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین میں مصرح ہی تو شارح کی تقیید
غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل آخر او ہدم البناء ضمن ہو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھا دیا تو
قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا واجرہ فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال وہذا ساقط من نسخ الشرح التی شرحت قولہ
چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اوسکو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت میں استعمال
کے سبب سے شارح نے کہا اور یہہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہی بسبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی
نے کہا یہہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ تصدق کا ضمان نقصان کے مغایر ہے وان استغلہ فنقصہ الاستغلال او اجرہ المستاجر و
نقص ضمن النقصان وتصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب کرایہ میں دیا سو اوسکو نقصان عارض ہوا

کرایہ دیتی ہے یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اوسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور
اجرت سے اوسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ ان
الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہہ نقل کیا کہ غاصب تونگر جمیع غلہ خیرات کرے صحیح قول میں
ھ خلاصہ بزازیہ کے کلام کا یہہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ اسکو تمام تصدق کرے اور
اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ و
ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب یا ودیعت میں تصرف کرے اسطرح کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسمین نفع حاصل ہو تو منفعت
کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہو ھ متعین ہونے کی یہہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو
نہ درہم اور دینار او بالشراء بہ بدراھم الودیعۃ او الغصب و نقدھا یا متعین ہو خرید سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور اونہیں درہم کو
ادا کرنے سے قیم طحطاوی نے کہا مختصرا اور واضح تر یون کہنا تھا اذا کان متعینا او غیر متعین و نقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق
واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا ثمن مغصوب کے دراہم سے کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین
بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اوس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونون اوس قسم سے ہون کہ اشارہ کرنے
سے متعین ہو جاتے ہون وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا و نقدھا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور ودیعت اوس قسم کے
ہون کہ متعین نہیں ہوتے ہون چنانچہ دراہم تو چار صورتین ہین سو اگر دراہم کیطرف اشارہ کیا اور اونہیں کو ثمن میں ادا کیا تو اوس متعین کی انتفاع
منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا و نقد غیرھا او اشار الی غیرھا و نقدھا او اطلق ولم یشر و نقدھا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل و بہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ھو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کیطرف اشارہ کیا
اور ادا اونکے سوا اور دراہم اوکئے یا اشارہ کیا اونکی غیر کیطرف اور غصب کے دراہم دئیے یا مطلق دراہم مذکور کئے اور اشارہ کسیطرف نکیا اور غصب کے دراہم
دئیے تو ان تینون صورتون میں منفعت تصدق نکرے کرخی کے نزدیک بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہین کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے و یختار بعضھم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا
لکثرۃ الحرام وھذا کلہ علی قولہما وعند ابی یوسف لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہون نے کرخی کے قول
کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہہ تمام مذکور شیخین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے
کچھہ بھی تصدق نکرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ یعنی اگر ضمان اور بدل
مضمون مختلف الجنس ہون اسطرح کہ تاوان میں دراہم دئیے ہون اور غاصب کے ہاتھہ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اوسپر واجب
نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب و غیر المغصوب فزال اسمہ و اعظم
منافعہ ای اکثر مقاصدہ پہر اگر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اوسکا نام اور اعظم منافع یعنی اوسکے اکثر مقاصد زائل
ہو گئے ھ زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کر کے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان نقصان میں مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح
سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اوسکو حلال بکری بولتے ہین احترز عن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ لکن بقی اعظم منافعہ و
لذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلو یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما ظنہ منلا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم
منافع کی قید اون دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے گہلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اوسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا
اور اسی واسطے مالک کا حق درہم سکہ سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا

صاحب درر ملا خسرو وغیرہ نے گمان کیا ہے ہم غلام شافعی کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ مسلم گیہون سے جو مقاصد متعلق ہوتے
چنانچہ اونکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پیسنے سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط بُرّ ببُرّ
او یمکن بحرج کبُرّ بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاض یا رل مل گیا مغصوب غاصب
کی ملک سی اسطرح کہ دونکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا ملجانا غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سی ممکن ہو جیسی گیہون کا اختلاط
جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اوسکا دی اور اوسکا مالک ہو جائیگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اوسکے تاوان کے اداء ضمان سے
رضاے مالک مراد ہے خواہ رضا اداء ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینی سی ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو ہم تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو
مگر تاوان لینے سے راضی نہو تو غاصب کو اوسکا کہانا یا غیر کو کہلانا تا اداء ضمان قیمت جائز نہین والقیاس حلّہ وھو روایۃ فلو غصب طعاما
فمضغہ حتی صار مستھلکا یبتلعہ حلالا فی روایۃ وحراما علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہہ ہے کہ زوال اسم اور اختلاط سی مغصوب
بلا رضاء مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے تو اگر طعام غصب کیا سو اوسکو چبایا یہانتک کہ وہ مستہلک ہو گیا تو اوسکو حلال نگلیگا بموجب روایت قیاسی
کے اور حرام نگلیگا بنا بر استحسان مفتی بہ کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہو ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ اگر قبل رضای مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کہلتا
ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی ذبح
ذبح کرنا شارح نے کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا ذبیحہ کرنا ابن سلطان نے یہہ ذکر کیا ہے وطبخہا او شیہا وطحن بُرّ وزرعہ
وجعل حدید سیفا وصفر آنیۃ چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اوسکا پکانا یا بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اوسکا کہیت مین بونا اور لوہی کی تلوار
بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہہ مثالین ہین تغییر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی ساحۃ بالحیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالھند وقیمتہ
ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساحۃ یملکہا البانی بالقیمۃ اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے
ساگون کی قیمت سی مالک ساگون ہوگا عمارت بنانیوالا اوسکی قیمت دیکر شارح نے کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہی جو ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے
یعنی ساگون ہم یہہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھہ ممکن ہے وکذا لو غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت
دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر رأسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بھدم الجدار او سقط دینارہ
فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرھا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ھذہ القاعدۃ
من الاشباہ اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پہر اوسپر عمارت بنائی یا درخت لگائی یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا بوتا ودیعت کیا
سو مودع کی کوٹھری مین چران اونٹ ہو گیا اور اوسکا نکالنا ممکن نہین مگر دیوار ڈاکر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اوسکا نکالنا متصور
نہین مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی در صورت اختلاط دوچیزون کی جسکا مال کی زیادہ قیمت ہو وہ
کمتر قیمت والیکو ضمان دیکر اوسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہہ ہے کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی
الضرر الاشد یزال بالاخف مین یہہ سب کچھہ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الآدمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا
فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الجنائز عن الفتح انہ یشق ایضا فلا اختلاف وفی تنویر البصائر انہ الاصح فلیحفظ
پہر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پہر مر گیا تو اوسکا پیٹ چیرا نجائیگا موتی نکالنے کیواسطی اسلئی کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سی عظیم تر ہے
اور قیمت اوس موتی کی اوس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیون نے موتی نکالنے کیواسطی پیٹ چیرنا جائز کہا ہی لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس
کرکے شارح نے کہا مین کہتا ہون اور ہم باب الجنائز مین فتح القدیر سے پہلے ذکر کرچکے ہین کہ موتی کیواسطی بھی پیٹ چیرا جائیگا تو اب شافعیہ اور حنفیہ
مین کچھہ اختلاف باقی نرہا اور تنویر البصائر مین ہے کہ موتی کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے بقی لو کانت قیمۃ الساحۃ

والبناء سواء فان اصطلحا على شيء جاز وان شاء تملكها مع البناء عليهما وتقسم الثمن بينهما على قدر مالهما شرنبلالية عن البزازية باقی رہی یہہ صورت کہ
اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کر لیں تو جائز ہے اور اگر چاہیں تو وہ عمارت ساگون کے سمیت علی رغم المتخاصمین
بیچ ہو اور اسکا ثمن دونوں شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر انکی مالیت کے کذا فی الشرنبلالیۃ عن البزازیۃ بقی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجۃ ھل له
ذلک ان قضی علیه بالقیمة لا یحل وقبله قولان والصحیح لا لما فیه من اتلاف المال کما فی المجتبی باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ
کیا تو یہہ کیا درست ہی یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک
قول میں جواز ہے اور دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے ولو ضرب المغصوب دراھم
ودنانیر او اناء لم یملکه وھو لمالکه مجانا خلافا لھما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اوسکا مالک
نہوگا اور وہ ویسے ہی مالک کی مملوک ہے مفت برخلاف صاحبین کے ھم امام کے نزدیک مالک اسواسطے مفت مالک ہوگا کہ صنعت سی فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے
اور جودت ال ربوی میں متقوم نہیں فان ذبح شاة غیره وسلخها طرحها المالك عليه واخذ قيمتها او اخذها وضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا
دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کی مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اوسکی قیمت اوس سے لے یا چاہے
مذبوح لے اور غاصب سے اوسکے نقصان کا تاوان لے ھم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور
ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم لو قطع یدها او قطع طرف دابة غیر ماکول له کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر غیر سدید
ھنا قلت قوله غیر سدید غیر سدید لثبوت الخیار فی غیر الماکول له ایضا لکن اذا اختار ربها اخذها لا یضمنه شیئا وعلیه الفتوی کما نقله المصنف علی العادة
فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان غیر الآدمی اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ
یا پانوں کاٹا کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تضمین
اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہی نہ غیر ماکول میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض کا قول غیر سدید ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر
ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اوسکا لینا اختیار کرے تو اوس سے کچھہ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے
اپنی شرح میں عادۃ اسکو نقل کیا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے برخلاف قطع دست غلام کہ اوسمیں تو خون بہا ہی ھم عیون میں ہی امام اعظم نے کہا کہ جب
ایکمرد غیر کا گدہا یا خچر ہلاک کر ڈالے اور اوسکا ہاتھ کاٹا یا ذبح کرے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کر دے اور چاہے
اوسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہی الحاصل
خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اوسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور
غیر ماکول میں اوسکے دینے اور اوسکی قیمت لینے میں اور غیر ماکول کے لینے میں مختار ہی لیکن غاصب پر کچھہ ضمان نہیں علی ما علیه الفتوی تو معلوم ہوا کہ
کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کی مانند ہے اسواسطے اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں غیر صواب
ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وھو ما فوت بعض العین وبعض نفعه لا کله فلو کله ضمن کلها یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کر دے کچھہ کپڑے اور کچھہ اوسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان لیگا حاصل مسئلہ
یہہ ہے کہ خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اوسکی قیمت اوس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اوس سے
تاوان لے وفی خرق یسیر نقصه ولم یفوت شیئا من النفع بل النقصان مع اخذ عینه لیس غیر لقیام العین من کل وجه والرفو قد یحصل بصنعة
او مکون یسیرا کما بسطه المجتبی اور جسمیں پھاڑنے میں ہلکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچھہ منفعت کو فوت نہیں کیا ہو تو مالک نقصان کا تاوان لے
بعینہ کپڑا لینے کے ساتھہ اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اوسمیں کچھہ صنعت تازہ نکی ہو

باکہ وہ مال ہو جسمین بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے ھ اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا بناکر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک
حق مالک اس سے منقطع ہوگیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنے تخییر مالک سب چیزین جاری ہے سوا ہی اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہان تعیب فاحش
ہو یا یسیر مالک کی تخییر ثابت کرتی ہے امساک عین مین بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین مین تضمین مثل یا قیمت کے ساتھہ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے
کیونکہ اوس سے بیاج لازم ہوتا ہے وصلہ یعلم جواب حادثۃ وھی غصب سیاضۃ فضۃ مموھۃ بالذھب فزال تمویہہا یخیر مالکہا بین تضمینہا مموھۃ او
اخذھا بلا شیء لانہ تابع مستہلک ۃ ھ اوس سے یعنی آدکیون ربوبا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی
کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سوا اوسکا ملمع غاصب کے پاس زائل ہوگیا تو مالک اوسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے ضمان لینے مین یا چوڑی لینے مین بلا
ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع مستہلک ہے ھ اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء یرد بہا فقہ
فلا یرد لتعیبہا ولا یرجع بالنقصان للزوم الربا فاغتنم فقل من صرح بہ قالہ شیخنا اور اگر بجای غصب چوڑی کے خریداری ہوئی اوسکے برابر وزن
چاندی سے پہر ملمع اوسکا زائل ہوگیا ہو تو رد بیع جائز نہین بسبب عیبدار کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہوگیا اور وہ مانع رد ہے اور
عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہین بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہہ کہا ہے
ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد لو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی
یا درخت لگایا غیر کی زمین مین اوسکے بلا اذن تو اوسکو عمارت ڈہانے اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پہیر دینے کا امر کیا جاتا ہے اگر قیمت زمین کی زیادہ
ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ای مستحق القلع فتقوم بدونہما ومع احدہما
مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہوجاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اوس
درخت اور عمارت کا جسکے قلع کا حکم کرینگا یعنی مستحق القلع کا وہ ماسور ہے تو زمین کی قیمت ٹہہرائی جاویگی بدون عمارت اور درخت کے پہر قیمت مقرر کیجاوے
ساتہہ اوس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونون قیمتون مین اوتنا غاصب کو ضمان دیوے ولو زرعہا یعتبر العرف فان
اقتسما الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل واما فی الوقف فتجب الحصۃ او الاجر بکل حال فصولین
اور اگر غاصب نے زمین مین زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہون تو اوسی رواج کا اعتبار ہوگا
اور اگر بٹائی کا رواج نہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اوسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی مین تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہرحال
مین واجب ہوگی کذا فی الفصولین ھ ہر حال سے مراد یہہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکہنے پر راضی ہو یا اوسکے اکہاڑنیکا طالب ہوا اور ملک مین تو بلا رضامندی لہا زراعت
غصبا اجرت واجب نہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا صریح للالوان بل لحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فالمالک مخیر ان
شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض ومثل السویق مر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ہنا مثلیا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار
وقدمنا قولین عن المجتبی کپڑا غصب کیا پہر اوسکو رنگا رنگون کا بیان اعتبار نہین بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پہر
اوسکو گہی سے سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے کہا مبسوط مین قیمت ستو کی بہی مذکور کی ہے اسواسطے کہ
ستو بہریان کرنے سے مثلی باقی نرہا اور یہان مصنف نے اوسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اوسکی قیمت کے مقام اوسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے
ہین مجتبی سے نقل کرکے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے مین دو قول ہین وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ والسمن لا مثلہ
وقت اتصالہ بملکہ والصبغ لم یبق مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لامتزاجہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گہی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ
سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہوگئی اوسکا تاوان دے اور گہی کا تاوان دے اسواسطے کہ گہی مالک کی ملک کے ساتھہ متصل ہونے کے وقت مثلی تہا اور رنگ مثلی باقی
نرہا قبل اتصال بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھہ کذا فی المجتبی تنبیہ غاصب الغاصب المنتقل علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمانہ

اوس سے کثرت ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح موہوم کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جائیگا ھم بحرالرائق کی تالیف تو
کتاب الاجارہ تک پہنچنے ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اوس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے استخلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا
فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمته پھر اگر غاصب قیمت مجہولہ کا بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادتی پر قسم لیجائیگی سو اگر وہ
قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادة اخذها اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی
زیادت پر قسم کہائی تو وہ اوسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظهر المغصوب فللغاصب اخذه ودفع القیمة او ردہ واخذ القیمة وهی من خواص کتابنا
فلیحفظ بعد اوسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوبہ کا لینا اور اوسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر دینا اور اوس سے قیمت پھیر لینا اور یہہ
تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اوسکو یاد رکہنا چاہیے فان ظهر المغصوب وهی ای قیمته اکثر مما ضمن وضمنه او دو بنکوله
الا صح عنایه فالاولی ترک قوله وهی اکثر او ضمن بقول المالک ورده عوضه او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اوسکی قیمت
زیادہ تر ہے اوس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اوسکے یا کمتر ہے اوس سے بقول اصح کذا فی العنایة اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اپنے قول
کے موافق تو مالک مختار ہے یا ہے مغصوب لے اور عوض اوسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے یا ہے ضمان ہی کو جاری رکہے شارح نے کہا جب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر تہا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار
للغاصب ولو قیمته اقل للزومه باقراره ذکره الوانی نعم حتی ملکه بالضمان فاعتباره عیب فیه یعتبر اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچہہ اختیار
نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہاں جبکہ مالک ضمان کا
مالک ہوچکا تو اوسکو خیار العیب اور خیار الرویة ثابت ہے کذا فی المجتبی ھم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرویة اوسکو
لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقول المالک او ببرهانه او نکول الغاصب فهو له ولا خیار للمالک لرضاه حیث ادعی هذا المقدار فقط اور اگر
غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اوسکے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونیکے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اوسمیں خیار
باقی نرہیگا اوسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اوسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنه المالک نفذ بیعه اور
اگر غاصب نے مغصوب بیچڈالا پھر مالک نے اوسکا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہوجاویگی وان حرره ای الغاصب لان تحریر المشتری من الغاصب
نافذ فی الاصح عنایه فتح فیهما لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع لا العتق اور اگر غاصب نے مغصوب کو آزاد کردیا پھر مالک نے اوس سے اوسکا
تاوان لیا تو عتق نافذ نہوگا اسواسطے کہ ناقص ملک نفاذ بیع کیواسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کیواسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ خریدار
کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے کذا فی العنایة وزوائد المغصوب مطلقا متصلة کسمن وحسن او منفصلة
کدر وثمر امانة لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالک لانها امانة اور مغصوب کی زوائد مطلقا خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فربہی اور
خوبصورتی مغصوبہ کی یا زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ دودہ اور پہل امانت ہیں غاصب کے پاس اونکا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب
کرنے مالک کے اونکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں ھم یہاں دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یوں
کہتا کہ زوائد میں اسواسطے تاوان نہیں کہ اونمیں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو طلب المتصلة لا یضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو
طلب کرے تو تاوان نہیں وما نقصته الجاریة بالولادة مضمون ویجبر بولدها بقیمته او بغرته ان فی به والا فیسقط بحسابه اور جاریہ مغصوبہ
جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کردے تو اوسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جائیگا اور لونڈی کا جبر نقصان اوسکے ولد کی قیمت یا اوسکے غرہ سے
کیا جائیگا اگر اوسکے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہو کم ہو تو اوسکے حساب کے موافق ضمان کسی ساقط کیا جائیگا ھم یعنی اگر جاریہ
مغصوبہ کی قیمت سو درم تہی اور ولادت ہونیسے اسی درم قیمت رہگئی تو اگر اوسکے ولد کی قیمت بیس درم ہے تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اوسکا ولد مالک

کو پھیر دیا تو غاصب پر کچھ تاوان لازم نہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ہم سے اسقدر ساقط کرکے ۲۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا
قیمت سے جبر نقصان اوسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب
ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اوسپر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اوسی سے جبر نقصان کیا جائیگا و لو ماتت و بالولد وفاء کفی ہو الصحیح
اختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی اور اوسکے ولد کی قیمت اوسکی قیمت کے ساتھ برابر ہی تو یہی کفایت ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاختیار
یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں فان زنی بامۃ مغصوبۃ ای غصبہا ثم ردہا فماتت بالولادۃ ضمن قیمتہا یوم علقت زنا کیا اوس جاریہ سے جسکو
غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر اوسکی اوس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اوسکی قیمت حاملہ
ہوسکنے کے دن تھی کیونکہ رد فاسد تھا لہذا اوسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اوسنے غصب کی تھی تو اوسمیں تلف ہو جانیکا کوئی سبب نہ تھا اور جب اوسنے
پھیر دی تو سبب تلف اوسمیں موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرۃ لانہا لا تضمن بالغصب لیبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف
حرہ مغصوبہ کو پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کرکے حاملہ اوسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب
سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردہا محمومۃ فماتت لا یضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور حالانکہ اوسکو تپ تھی
سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ تپ میں غاصب کا کچھ دخل نہیں وکذا لو زنت عندہ ثم ردہا فجلدت فماتت منہ لا یضمن اور اسیطرح
غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اوسپر سبب زنا کے کوڑے مارے گئے
سو وہ اوسکے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنی بہا وہی [illegible]
والولد رقیق در اور اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اوسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر
وبخلاف منافع الغصب استوفاہا او عطلہا فانہا لا تضمن عندنا اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا اونکو معطل
چھوڑا ہو کہ اونکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ویوجد فی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونۃ الا ان [illegible] من عطف
[illegible] المسائل الی [illegible] اور شرح کے بعض نسخہ میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر مضمونۃ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے ہوگی
یعنی عطف کرنا اوسکا مناسب نہیں باوجود آنکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اسکو غور کرو الا فی ثلث فیجب اجر المثل علی اختیار المتاخرین
ان یکون المغصوب وقفا او للیتیم او للاستغلال یعنی منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجرت مثل واجب ہے بموجب اختیار
کرنے فقہاء متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو [illegible] مال یتیم کا ہو [illegible]
مسئلۃ سکنت امہ مع زوجہا فی دارہ بلا اجر لیس لہما ذلک ولا اجر علیہما کذا فی الاشباہ [illegible] القنیۃ یا مال یتیم کے
منافع مغصوب میں اجرت مثل واجب ہے مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بلا کرایہ رہی تو دونوں کو
یہ جائز نہیں اور اونپر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ اشباہ میں قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے [illegible] وینبغی ان یستثنی [illegible] فی بیت الیتیم
فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لا شیء علیہ وکذا الاجنبی بلا عقد و [illegible] الیتیم کالوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت
مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا بھی مسئلہ مستثنی ہے اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسیطرح اگر
اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب اجرت میں مطلقا انتہی قول المصنف
ہم مفتی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہے کہ مال یتیم وقف کی مانند ہو تو درحقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ویمکن حمل کلام الشرعیین علی قول المتقدمین
بعدم اجرتہ واما علی القول المعتمد انہا کالوقف فتجب الاجرۃ علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأۃ واجبۃ علیہ وہو غاصب لدار
الیتیم فلزمہ الاجرۃ وبہ افتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنا کے دونوں مسئلوں کا محمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور

متاخرین کے تو قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک پر اور اوسکی مان کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج
پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب ہے تو اوسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتویٰ دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے ھم اور اگر یتیم کی مان اوسکے
گھر مین رہی درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہو تو اوسپر اجرت نہین کذا فی الطحطاوی عن المحیط وما فی الصیرفیۃ من التفصیل فی الیتیمۃ علی الیتیم فلا اجر
والا فعلیہا غیر ظاہر اور جو صیرفیہ مین یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع پر قادر ہے اور اوسنے منع نکیا تو اجرت نہین اور اگر منع پر قادر نہین تو زوجہ
پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے ھم قول مذکور کی ظاہرا غیر ظاہر ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہین ہے وعلیہ ای علی الزوج
فھو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور بموجب اوسکی یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت زوج پر واجب ہے نہ یتیم کی مان پر چنانچہ
افادہ تنویر البصائر مین مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنیٰ زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض
وان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یضرھا فللغائب ان یسکن قدر ما سکن شریکہ قالوا وعلیہ الفتویٰ پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ سے نقل کیا
کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلہ کی مانند ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر مین سکونت کرے جس صورت مین کہ سکونت گھر کو ضرر نکرے تو شریک غائب کو جائز ہے کہ
اوسمین بقدر اپنی شریک کی سکونت کرے علما نے کہا اور اوسی پر فتویٰ ہے ھم عمادیہ مین مذکور ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نکرے
نفع کرے تو شریک کو تمام زمین مین زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرلے اوتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی
مالک کی ایسی صورت مین باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ
للاستغلال بان بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قیل او آجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اوس مغصوب کے منافع کی اجرت مثل واجب ہے
جو مہیا ہو واستغلال کیواسطے یعنی اوسکے مالک نے اوسکو تیار کیا ہو کرایہ لینے کیواسطے بایطور کہ اوسکو بنایا ہو اسیواسطے یا خرید کیا ہو اسیواسطے بعضون
نے کہا یا اوسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال وفی الاشباہ لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا ولا ببنائہا او بشرائہا لہ ولا باعداد البائع
بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ مین ہے کہ گھر استغلال کیواسطے مہیا نہین ٹھہرجاتا اوسکے اجارہ دینے سے بلکہ اوسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے
کیواسطے اور نہ بایع کے مہیا کرنے سے نسبت بمشتری استغلال کیواسطے ہوسکتا ہے ویشترط علم المستعمل بکونہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال
کرنیوالیکا یہہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہہ شرط ہے کہ استعمال کرنیوالا غصب کرنے مین مشہور نہو ھم اور اگر مشہور ہوگا غصب مین تو اوسپر کرایہ نہین اگرچہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہو اور دونون
مسئلون کی وجہ یہہ ہے کہ اوسنے سکونت نہین کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ
منکر ولا نستحقہ مین کہتا ہون اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم مین مختلف ہون یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہہ گھر کرایہ
کیواسطے بنا ہے اور رہنیوالا کہتا ہو کہ مجکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والیکا قول اوسکی قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہے
اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شیخنا وبموت رب الدار وبیعہ یبطل الاعداد ہمارے اوستاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے
اور اوسکے بیچڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ ویخبر الناس
جاز ذکرہ المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اوسکو کرایہ کیواسطے مہیا کردے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہہ کہے اور لوگون کو اسکی خبر کردے
تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء
فی الملک ولو لیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اوس گھر مین ضمان نہین جو کرایہ کیواسطے طیار ہوا جبکہ اوسمین کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور
توجیہہ سے چنانچہ وہ گھر جسمین شرکاء ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ہے قنیہ سے تو خبردار رہنا ھم شارح
نے خبردار کردیا اسبات پر کہ روایت قنیہ سابقہ مین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت مین آمنا فی الوقف

اذا اسکنہ احدھما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان میں جبکہ ایک شریک اوسمیں سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او عقد کبیت الرھن اذا اسکنہ المرتھن ثم بان للغیر فعلی المرتھن الاجارۃ فلا شئ علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے دراں حالیکہ وہ اجارہ کیواسطے بنا ہے تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں یبقی لو اجر الغاصب احدھا فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل ولا یلزم الغاصب الاجر بل یرد ما قبضہ للمالک اشباہ وقنیہ باقی رہی یہہ بات کہ غاصب نے بیوت ثلثہ مذکورہ یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیۃ وفی الشرنبلالیۃ وینظر ما لو عطل المنفعۃ ھل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اور شرنبلالیہ میں ہے اور اسمیں نظر اور تلاش کرنی چاہیئے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑ دے کیا اجرت کا ضامن ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں وبخلاف خمر المسلم وخنزیرہ بان اسلم وھما فی یدہ اذا اتلفھما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کی شراب اور سور کے اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اوسکی ملک میں باقی رہی جبکہ دونوں کو مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال متقوم نہیں وضمن المتلف المسلم قیمتھما لان الخمر فی حقنا قیمی حکما لو کانا لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا دونوں کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی مملوک ہوں قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ھم ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیوں کے حق میں شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اوسکی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہذا اوسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او مامورہ لا یری ذلک فیحقق فلا یضمن ولا اثم خلافا للمجتبی ضمان اوسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا بادشاہ یا اوسکا مامور نہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہی تو اب ضمان نہوگا اور نہ شراب کی مشک کو تلف کرنیکا برخلاف مجتبی کے کذا فی المجتبی ھم یعنی اگر بادشاہ یا اسکا مامور شراب و سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اوسپر ضمان نہیں منح الغفار میں ہے کہ ذمی نے دار الاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اوسکو منع کیا جاوے پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اوسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہہ کرے تعزیر جانکر تو اوسپر تاوان نہیں نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کی ہوں یا ذمی کی اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہہ چیزیں مال نہیں بخلاف ما لو اشتراھا ای الخمر مسلم من الذمی وشربھا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبھا مجتبی برخلاف اس مسئلہ کے کہ اگر شراب ذمی سے خریدکی اور پی لی تو نہ اوسپر ضمان ہی نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہہ فعل اوسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب کرنیکے کہ اوسمیں تسلیط مالک نہیں لہذا اوسپر ضمان ہی کذا فی المجتبی وفیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدھما لا شئ علیہ الا فی روایۃ عنہ قیمۃ الخمر اور مجتبی میں ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنیوالے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اوسپر تاوان مذکور ہے غصب خمر مسلم فخللھا بما لا قیمۃ لہ کنقل او ملح یسیر لا قیمۃ لہ او شمس او غصب جلد میتۃ فدبغہ بما لا قیمۃ لہ کتراب وشمس اخذھما المالک مجانا شراب مسلمان کی غصب کی پھر اوسکو سرکہ بنایا اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تہوڑے گیہوں یا تہوڑا نمک ڈالکر جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دہوپ میں رکہکر یا مردار کی کہال غصب کی پھر اوسکی دباغت کی اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دہوپ تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا ولکن لو اتلفھما یضمن لا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اوسپر ضمان نہیں وفی شرح الوھبانیۃ یضمن قیمتہ مدبوغا واعتمدہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی میں اعتماد کیا ہے ھم یہہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللھا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شئ علیہ للمالک خلافا لھما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ

تک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا اور مالک کیواسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہین برخلاف صاحبین کے ولو دبغ بما لا قیمۃ لہ کالقرظ والعفص الجلد اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی جیسے ببول کی چھال اور ماز و سے تو مالک اوسکو لے اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پہیرد سے والغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکہنا اپنا حق کے لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا جیسا کہ اوس صورت مین ضمان نہین اگر وہ خود بخود تلف ہو جا وے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہین مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدًا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اوس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیۃ اوس شخص کا ہو جو اوسکو مباح کہتا ہو یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اسواسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اوسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ یعنی نہ کہاؤ اوسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا

وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دیگا اوسکی قیمت کا یعنی گہڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہین اوسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلۂ لہو سے یعنی گانیکا باجا ہم معازف جیسے بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہہ کہ دف توڑنے مین اوس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روئی رکہتے ہین اور بربط کے توڑنے مین اوس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ثرید وغیرہ کہا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف سیجی بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دیگا نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ مین سکر اور منصف کا بیان آویگا ہم سکر ہے کہجور کے کچے پانیکا جبکہ وہ گاڑہا ہو جاوے اور منصف وہ ہے جو اوبال جاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وصححہما کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجون کے توڑنے والے پر تاوان اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہین اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی حظر الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیون کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر مین زیادہ کیا ہے اور شکاریون کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اوسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوہا ککبش نطوح وحمامۃ طیارۃ ودیک مقاتل وعبد خصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جسپر ضمان غصب اور بیع ہے گانے والی لونڈی اور اوسکی مانند کی جیسا کہ ٹکر مارنے والا مینڈہا اور اوڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرح کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نرکہتی ہون ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہین برخلاف غلام مدبر کے موت کے لیسبب مال متقوم ہونے مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بہی ضمان غاصب دے اوسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سومی حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او دابۃ او فتح باب اصطبلہا وقفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات او سعی الی سلطان بمن یوذیہ والحال انہ لا یدفع بلا دفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال للسلطان قد یغرم وقد لا یغرم فغرمہ السلطان شیا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اوسکے جانور کے باندہنے کی رسی کہولدی یا اوسکی اصطبل کا دروازہ کہولدیا یا اوسکے چڑیا کے پنجڑے کی کہڑکی کہولدی سو یہہ سب چیزین جاتی رہین یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کہائی جو اوسکو ستاتا ہے اور حال یہہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر نہ تہا نہین

یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اوسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا
یہہ کہدیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اوس معنوی یا فاسق پر یا خزانہ پانیوالے پر کچھہ ڈانڈ ڈالدیا تو ان مجبوریوں سے ان سب
صورتون مذکورہ بالا مین تاوان نہ لیا جاویگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا
ولو غرم السلطان البتة بمثل هذه السعاية ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعا اور یقینا اسطرح کی چغلی سے تو چغل خور ضامن ہے ولكن الضمن
لو سعى بغير حق عند محمد زجرا له اى للساعي وبه يفتى وعندهما لو الساعي عبدا طولب بعد العتق اور اسیطرح ضمان لازم آتا چغل خور پر محمد کے
نزدیک اگر اوسنے ناحق چغلی کھائی وجوب ضمان چغل خور کا زجر اور توبیخ کیواسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہو اور اسی قول پر فتوی ہے اور اوسکو تقریر
دیجاسے اور اگر چغل خور غلام ہو تو اوس سے تاوان کا مطالبہ کیا جاویگا آزادی کے بعد ولو مات الساعي فللمسعي به ان يأخذ قدر الخسران
من تركته هو الصحيح جواهر الفتاوى اور اگر چغل خور مرگیا تو اوسکو جسکی اوسنے چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اوسکے متروکہ سے لے
یہی قول صحیح ہے كذا في جواهر الفتاوى ونقل المصنف انه لو مات المشكو عليه بسقوطه من سطح لخوفه غرم الشاكي ديته لا لو مات با[illegible]
لشدة فزعه وقد مر في باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح مین نقل کیا یعنی عمادیہ اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا چھت پر سے
گرکے اوسکے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنیوالا اوسکی دیت کا تاوان دیگا نہ تاوان دیگا اوس صورت مین کہ اگر صدمہ کے سبب سے وہ مرگیا بسبب شدت [illegible]
ضرب سے اور البتہ یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا باب السرقہ مین امر شخص عبد غيره بالاباق او قال له اقتل نفسك ففعل ذلك وجب عليه قيمته
ایک شخص نے غیر کے غلام کو بھاگجانے کا امر کیا یا غلام سے اوسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اوسنے اپنی جان ہلاک کی تو امر
شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگئی ولو قال له اتلف مال مولاك فاتلف لا يضمن الامر والفرق ان بأمره بالاباق والقتل صار غاصبا
لانه استعمله في ذلك الفعل وبأمره بالاتلاف لا يصير غاصبا للمال بل للعبد وهو قائم لم يتلف وانما التلف بفعل العبد اور اگر ایک
شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کر سو اوسنے تلف کیا تو امر کرنیوالا شخص تاوان ندیگا اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ مین
یہہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنیکے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اوسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل مین اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص
مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا واللہ اعلم
ان الامر لا ضمان عليه بالامر الا في ستة اذا كان الامر سلطانا او ابا او سيدا او المأمور صبيا او عبدا امره باتلاف مال غيره
واذا امره بحفر باب في حائط الغير غرم الحافر ورجع على الامر اشباه اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر
کرنیکے مگر چھہ امر کرنیوالون پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا مامور صغیر ہو یا وہ غلام جسکو آمر نے مولے کے سوا اور کسیکے مال
تلف کرنیکا امر کیا ہو اور جبکہ اوسکو غیر کی دیوار مین دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو کھودنے والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنے والے سے پھیرلے
كذا في الاشباه هم سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر مین اطاعت نکرونگا تو وہ عقاب کریگا بخلاف
غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہہ صورت ہی کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ اوسکی زمین مین آگ جلادے سو اوسنے آگ
جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ مین جا پڑی اور کچھ چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ یہہ
امر باپ کا فرزند بالغ کیواسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اوسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد ہونے امر کے اور امر مولے
کی صورت یہہ ہے کہ مولے نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اوسکا مولای آمر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہہ صورت ہے کہ جیسے مجبور سے کہا
کہ اس درخت پر چڑھ اور ہمارے واسطے پہل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اوسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا عنقریب مذکور ہوچکا جامع الفصولین
مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار مین تو ضمان اوسکا آمر پر ہے [illegible] اگر یون نکہے کہ

سیرے واسطے کہو دلو ضمان آمر پر نہوگا یعنی حافر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی مستعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد
او قال ذلک العبد الذی استعملہ انی حر ضمن قیمتہ ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اوسکو اپنی حاجت
مین بھیجا اگرچہ وہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اوس غلام نے کہا جسکو اوسنے اپنے کام مین لگایا کہ مین آزاد ہون تو اوسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک
ہوجاوے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی اخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک
تو ظہر انہ عبد ضمنہ علم او لم یعلم ہذا اذا استعملہ فی عمل نفسہ اور عمادیہ مین ہے کہ ایکمرد دوسرے کے پاس آیا اور بولا کہ مین آزاد ہون
سو مجھسے کوئی کام لے سو اوسنے اوس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اوسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نجانتا ہو
یعنی اوسوقت ہی جبکہ لیا ہو اوسسے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا کقولہ
لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الامر ولو قال لتاکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ
اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام مین تو آمر پر ضمان نہین اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہین ہوجاتا چنانچہ اوسکے یون کہنے مین
غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد الو کو جھاڑ تاکہ تو کہاوے سو غلام گرکے مرگیا تو آمر پر ضمان نہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کہاوے اور مین تو اوسکی
قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اوسنے تمام غلام کو اپنے نفع مین استعمال کیا ہ طحطاوی نے کہا تعلیل اخیر مین گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کی نفع مین
مستعمل نہین غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فغیرہ یا لاولی فمات من ذلک ضمن قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام
فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اوسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت مین کھولا کرتے ہین سو وہ مرگیا اس فصد کے زخم سے تو فصاد
کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد مین تو بطریق اولے ضمان لازم ہوگا ہ اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ
غلام کا اذن معتبر نہین اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ
اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اوسکے مرجانے مین تو اوسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ
شارح کا غصب عبدا ومعہ مال المولی صار غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور
اوسکے ساتھ مولے کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہوگیا بلکہ فقہا نے کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام
کی بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہین اور نہ اوسکے کپڑون کا وفی الوہبانیۃ ولو نسی الحرفات یضمن نقصہا
ولو نسی القرآن او شاخ یکبر اور وہبانیہ مین ہے اور اگر غلام مغصوب پیشونکو بھول گیا تو اوسکے نقصان کا غاصب تاوان دے اور اگر قران
بھول گیا ہو یا غلام جوان پیر ہوگیا تو اسیطرح ضمان مذکور ہے ہ مسائل مذکورہ مین علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہی جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہے
ولو علم الدلال قیمۃ سلعۃ فقوم للسلطان انقص یخیر اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کیواسطے کمتر قیمت اوسکی بیان کرے تو
اوسپر تاوان لازم آویگا ومتلف احدی فردتین یسلم الشقیۃ والمجموع منہ یخسر اور جوڑے مین سے ایک فرد کے تلف کرنے
والے کو باقی فرد بھی دیجاوے اور کل کے ضمان کو وہ حاضر کرے ہ جوڑے سے مراد وہ دو چیزین ہین جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہووے
بدون دونون کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اوسمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اوسکو مالک تسلیم کرے
اور جوڑے کا تاوان اوس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا الخف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی ثم
مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تاوان نلیا جاویگا مگر ایک ہی موزے کا جسکو اوسنے تلف کر دیا اور بزازیہ مین ہے کہ
یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے وذکر ما یفید ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بتضمین القاضی ایضا بسبب اقی
استنبد الی الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بحث مین

شقیقن قیمت دلال مین سلطان قسید نہین ہے اور یہہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم مین تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
واللہ اعلم ھم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کیواسطے قیمت کرنیوالے مقرر کرتے ہین اور اوسمین غبن
فاحش ہوتا ہے اور قاضی اونکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات مین تو اسوقت مین لائق یہہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجئے کذا فی الطحطاوی
عن الشرنبلالی مختصراً انتہی ایک شخص پر دین تہا سو وہ بھول گیا پہر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہوگا جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر
تجارت کا دین ہے تو امید یہ ہے کہ مواخذہ نہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اوسپر دین تہا اور وہ
بھول گیا اور اوسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بہی دین بھولکر مرگیا تو ماخوذ نہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پہر اوسکا باپ مرگیا تو
فرزند سے آخرت مین مواخذہ نہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کیطرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا۔ اگر
مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور بہگڑا ذمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ
اور غیر کفر کے عذاب سے اوسپر تخفیف ہوا کریگی بسبب اوسکی حق تلفیون کے تو اوس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہی اور جانور کی خصومت
آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار ہو تو اوسکی عیادت نکرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک
شخص نے زمین غصب کی اور اوسمین مسجد بنائی اور دوکانین اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا تو چندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نجانا چاہیے اور
دوکانونکو کرایہ نلینا چاہیے مگر خرید کرنے کیواسطے دوکانونمین جانا جائز ہے ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اوس مسجد مین یہانتک کہ اوسکے
مالک راضی ہوجاوین اور ایسی دوکانونکو خرید کرنا بہی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دوکانون مین رہتے ہین مغصوب جانکر اونکی گواہی مقبول
نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الشفعة

یہہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل مین مناسبتہا
تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہونا ہے غیر کے مال کا بدون اوسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا
بدون اوسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ھی لغۃ الضم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی
ملانا ھم زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور ایسی ہے شفاعت رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہی گنہگارون کیواسطے اونکو
جنت کی شفاعت سے مدخلین فائزین کے ساتھ ملینگے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنے ملک کے ساتھ ملاتا ہے لہذا اوسکا نام شفعہ ٹھہرا و شرعاً
تملیک البقعة جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیاً والا فبقیمتہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی
کرکے بعوض اوس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہوا اور نہین تو برابر اوسکی قیمت کے ھم مشتری
کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اوس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ
اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اوسمین شفعہ ہی کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا
اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکة او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہی ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے سبب سے ہو
خواہ ہمسایگی کی جہت سے ھم خواہ شرکت نفس مبیع مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہہ ہی کہ تا آدمی اجنبی شخص
کی ہمسایگی سے تکلیف نپاوے و شرطہا ان یکون المحل عقارا اور شفعہ کی شرط یہہ ہے کہ محل عقار ہو ھم در المنتقی مین ہے کہ عقار سے
مراد یہان غیر منقول ہے تو عقار مین گہر اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اوسکی راہ سفل مین نہوا اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی
اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع حق القرار کے ساتھ ہو خلافاً لابن الکمال کذا فی الطحطاوی سفلاً کان او علواً
شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ھم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہہ ہے کہ دو شخص شریک ہین
سفل اور علو مین سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اوسکا شفیع ہوگا بتبعیت عقار سے کذا فی الطحطاوی و ان لم یکن

یکن طریقہ فی السفل لانہ الملحق بالعقار بما لہ من حق القرار درر شفعہ ثابت ہے اگرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکانمین نہو اسواسطے کہ
بالاخانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اوسکو لئے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر ھم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہے تو استحقاق
شفعہ بسبب طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اوسکی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسائگی کی ہے اور اگر منزل
زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہے تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہین اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہے اور
منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونونکے پاس گھر بکتا ہے تو اونمین دونون کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی واما ما جزم بہ ابن الکمال فی اول
باب ما ھی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی وافتی بعدمہا تبعا للبزازیۃ وغیرہا فلیحفظ
اور وہ جو ابن کمال نے اوس باب کے اول مین جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کرلیا ہے کہ جب بیچی جائے عمارت حق قرار کے ساتھہ تو عمارت ملحق بعقار ہے
لیعنے تو اسمین شفعہ ثابت ہے سو اوس کلام کو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتوی دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہوکر تو اسکو یاد رکھنا
چاہئیے ھم عمارت مع حق القرار کی مثال یہہ ہے کہ زمین وقف مین عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کرلیا تو اگر عمارت مذکورہ کی
بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہے لیکن ور المنتقے اور بزازیہ اور سراجیہ اور تتمہ اور قنیہ مین عدم شفعہ مصرح ہے
سراجیہ مین یون ہے کہ ایکمرد کا گھر ہے وقف کی زمین مین تو اوسکی واسطے شفعہ نہین اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اوسکے واسطے بھی شفعہ نہین کذا
فی الطحطاوی مختصراً ورکنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببہا وشرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری
سے وجود سبب اور شرط شفعہ کی نزدیک ھم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور عقد شفعہ ہو اور مبیع عقار ہو وحکمہا جواز الطلب عند
تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ کا جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو ھم سالہا سال
کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اوسکو بیع کا حال معلوم نہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ شراء مبتداء فیثبت بہا
کما یثبت بالشراء کالرد بخیار رویۃ وعیب اور شفعہ کی صفت یہہ ہے کہ بوسیلہ شفعہ کے لینا ابتدا خرید کی مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا
ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے تجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کی منفعت کی
واسطے نہ اوسپر مضرت ہونے کو ھم شارح نے اس قول سے اشارہ کردیا کہ یہان وجوب بمعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم
آوے تو اگر شفیع شفعہ طلب نکرے تو اوسپر کچھہ گناہ نہین بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یأتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے
اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمین مالک کا حق منقطع ہوگیا چنانچہ آگے آویگا ھم بیع فاسد مین حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن
رکھنے اور وصیت کرنے سے اوبخیار المشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری
دونونکا تو شفعہ نہین وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہوجاتا ہے گواہ کرنے سے اوسکی مجلس یعنی طلب
مواثبہ کی مجلس مین فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہوگا بعد گواہ کرلینے کے یعنی بعد اشتہار کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے
تو شفعہ باطل نہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ للثبوت والملک للشفیع
بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ منلا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہوجاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے
شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ درر مین ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہے ھم
شارح نے بیان علت سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھیگا تو مطلب یہہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہے خواہ لینا
تراضی سے ہوا وقاضی کے حکم سے حالانکہ یہہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب ہوتا ہے
بقدر رؤس شفعا کے نہ بقدر ملک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی ھم عدد رؤس شفعا اور مقدار ملک کی صورت یہہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین

مشتری کہ ہر ایک کا حصہ اوسمین نصف ہی اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونو شریکون نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر اونکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونو مین اخماس کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونو شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین کذا فی الدرر یعنی جتنی شفیع ہونگے برابر شفعہ پاوینگے اگرچہ کسیکا زیادہ ملک ہوا اور کسیکا کم للخلیط مستعلق بتجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہی واسطے خلیط کے یعنی جو شریک ہی ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سی متعلق ہے ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا نحو ان لو یکن او سلم له فی حق المبیع وکھو الذی قاسم وبقیت له شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہو یا ہو مگر مشتری کے واسطے مبیع کو سلم رکھدیتے یعنی شفعہ کو طلب نکرے تو اوسکا شفعہ واجب ہی جو حق مبیع مین شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ ہی جسنے مشترک چیز بانٹ لی اور اوسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت اثر فسر ذلك بقوله کشرب نهر صغیر لا تجری فیه السفن وطریق لا ینفذ پہر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسے پانی کی باری اوس نہر صغیر کی جسمین کشتیان نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذ فلو عامین لا شفعۃ بهما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونو شرکتون سے شفعہ ثابت نہوگا بیانه نهر مشترك بین قوم تسقی اراضیهم منه بیعت ارض منها فلکل اهل الشرب الشفعۃ ولو النهر عاما فالمسئلۃ بحالها فالشفعۃ للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہہ ہی کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہو چند لوگون مین کہ اونکی اراضی اوس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے ایک کہیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنی سب لوگونکا حق ہی اوسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہی جسمین کشتیان چلتی ہین اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والون کا واسطے اوس زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہی ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا اوسکے ظاہر ہونیکے سبب ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پہر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کیواسطے واجب ہی اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو او عبد فی سکۃ اخری وظهر داره لظهرها فلو بابه فی تلك السکة فهو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہی جسکا دروازہ دوسرے کوچے مین ہی اور اوسکے گہر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اوسکا دروازہ اسی کوچے مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہی حق مبیع مین نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اوسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہہ ہی کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک ہی دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہی ایک قوم کے گہر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ بیچ ڈالے ایک شریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک احق ہے شفعہ کے ساتھ پہر اگر وہ تسلیم کرے تو گہر کے شریک احق ہین کوچے کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پہر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب پہر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر ملتقطا دی ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث مین مذکور ہے الشریك احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ ترحقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہی اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہی اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے مجبوبی نے ترتیب اوسکی یون مذکور کی ہی کہ اول شریک فی البیت ہی پہر شریک فی الدار کی جسمین مکان ہی پہر شریک فی الاساس پہر شریک فی الشرب پہر شریک فی الطریق پہر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہی کہ اوسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہی اور دونو دیوار دونون ہون اور مکانون کے بیچ مین ہو پہر اگر عمارات مین راہ نہین چلتی بسبب تنگی ہمر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون طریق نافذہ ہو تو اوس ہمسایہ کا شفعہ نہین انتہے وواضع جذوع علی حائط وشریك فی خشبة علیه جار اور رکہنے والا دہنیون کا دوسرے کی دیوار پر اور اوس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الهدایة والکافی ولو فی نفس الجدار فشریك ملتقی قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجیران شریکا فی الجدار لا یتقدم علی غیره من الجیران لان الشرکة فی البناء المجرد بدون الارض لا یستحق بها الشفعة اور اگر دیوار کی ذات

مین شرکت ہو تو وہ شریک تھے ہمسایہ نہین کہتا ہون لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور
ہمسایون پر مقدم نہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا ہم یعنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہے جب کہ
زمین بھی مشترک ہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی پھر زمین کی دونون نے قسمت کر لی سوائے محل بنا کے تو اگر اوس
دیوار کی بیع ہوگی تو اوسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصر او فی شرح المجمع وکذا الجار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ
بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع مین ہے اور اسیطرح شفعہ ہے اوس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے
کہ اوسکا شفعہ نہین اسقط بعضہم حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلو قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن بقی اخذ نصیب
التارک لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الاخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعونکو
شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے اونمین سے ہر واحد کا حق جدا ہوگیا دوسرے کے حصے سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا
حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعونکو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعۃ
بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یؤخر بالشک اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع
غائب کی نہ طلب کرنیکے احتمال سے تو تاخیر نکیجائیگی بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعۃ کلہا اور
اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو سو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اوسیکے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا فرادا حضر وطلب قضی لہ بہا فلو مثل
الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کر ہی تو اوسکو واسطے شفعہ
لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اوسکو واسطے نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے
یعنی ثانی شریک ہوا اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کیواسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہوا اول سے تو شفعہ سے ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصۃ
اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین بسبب
نپائے جانے اوسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر
تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کی ضرر
کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح ویسقط حقہ بہ لاعراضہ ویقسم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع
کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہین اور اوسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اوسکی روگردانی سے اور مبیع بٹجائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشریکین
النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ اذ شرط صحتہا ان یطلب الکل کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک
نصف شفعہ طلب کرے اسوجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکہتا ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہوگیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب
کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وصح بیع دور مکۃ فتجب الشفعۃ فیہا وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح
ہے بیع مکہ معظمہ کے گہرونکی تو اونمین شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ ہم ملتقطات مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گہرون مین
شفعہ نہین ہے یعنی تو فتوی اسمین مختلف ہے چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ مین تجنیس اور مزید سے مذکور ہے کہ وہان کے وجوب
شفعہ مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت امام
سے یہہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحۃ اجارتہا لا اولی
وقد قدمناہ فلیحفظ لکنہ یکرہ وسیحقق فی الحظر مین کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گہرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہہ ہے کہ اونکا اجارہ بطریق اولی
صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین تو یاد کرنا چاہیے لیکن اونکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ مین

ھم شارح نے کتاب الحظر مین اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مین مکروہ جانتا ہون بیوت مکہ کا اجارہ ایام
حج مین اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کیواسطے کہ گھر دنکو حاجیون کے واسطے خالی کردین بدلیل قول حق تعالی سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یعنی مکہ معظمہ
مین مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کہا ہے ایام حج کے سوائے مین تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی
الطحطاوی یعنی ایام حج مین اجارہ مکروہ ہی اور غیر حج مین اجارہ صحیح ہے وفیہا و یصح الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکلہ
وان سلم لا بطلت ھو المختار اور اشباہ مین ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفیع کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اوسنے اپنے موکل کو تسلیم نکردی ہو
اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہین تو دعوی شفعہ اوس سے باطل ہے یہی قول مختار ہی ھم مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے
کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اوسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہو قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور غرر مین یون ہے کہ وکیل
مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نکرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اسمین بطلان شفعہ مذکور نہین اور اسیطرح زیلعی مین مذکور نہین
کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ مین کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ نوافل ولا بجوارہ شرح مجمع وخانیہ خلافا للخلاصۃ
والبزازیۃ ولعل لا ساقطۃ قالہ المصنف اور شفعہ نہین وقف مین اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار مین شفعہ
ہی کذا فی شرح المجمع والخانیۃ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہی خلاصہ اور بزازیہ مین ایسا کہا ہی مصنف نے شرح مین ھم وقف مین اسلئے
شفعہ نہین کہ اوسکی بیع جائز نہین اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اوسکو وقف کرنیوالا بطریق شفعہ نہین لیسکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
و قولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ایسا ہی کیا ہی مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ
کی روایت یون نقل کی وکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یون ہوگی لا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی بتصرف قلت وحمل
شیخنا الرملی الاول علی الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع ففی الفیض حق الشفعۃ یبتنی علی صحۃ البیع انتہی مین کہتا ہون
ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنے عدم شفعہ جوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف مین کوئی گھر بکتا ہو تو واقف
اور متولی کو اسکا لینا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہین اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ مین مذکور ہے محمول کیا ہی وقف کے خریدنے پر فقط
وقف کے جبکہ اوس وقف کی بیع ہو سو فیض مین ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ ھم یعنی اگر شرطا کسی وقف کی بیع جائز ہوا اور وہ بیع ہو وے تو
اوسکو جوار کے وقف کے متولی کو اوسکا خرید کرنا بحق شفعہ درست ہی کذا فی الطحطاوی فمفادہ ان ما یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما لا یملک
بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہو سکتا ہو کسی حال مین تو اوسمین شفعہ نہین اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی
حالتین تو اوسمین شفعہ ہے ھم مملوک ہونے وقف کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے وقف کیا دو فرزندونپر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال یعنی بیچنے کا مختار
کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے اسیطرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی
واما اذا بیع بجوارہ او کان بعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا و بیع الملک فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف مین کوئی چیز بیع ہو
یا بعض مبیع مملوک ہوا اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہین واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل مین ھم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہی لہذا اوسکا بیان اور اوسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا و یطلبہا الشفیع فی
مجلس علمہ من مشتر او رسولہ او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس مین خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا
اوسکے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرۃ ھو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا
لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی مجلس علم بیع مین طلب لازم ہی اگرچہ مجلس دراز ہو صورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور
اسی قول پر متون فقہ شامل ہین برخلاف روایت جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم ہی اور علی الفور پر فتوی ہے ھم طحطاوی نے کہا جبکہ رد اعلی الفور

پر فضولی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی اسواسطے
کہ طلب پر اوسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور ظہیریہ میں ہے اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط پہونچی ہو اور شفعہ اول یا اوسط
خط میں لکھا تہا سو اوسنے تمام خط پڑہا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اسواسطے کہ اسکو فقط اوسوقت رضا ہوتی
ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا تہا ہو کذا فی المحیط او ہی بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا واطلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے
جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یوں کہا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اوسکو طلب کرتا ہوں
وھو یسمی بطلب المواثبۃ ای المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ھم ثم المواثبۃ انما علت ہی ثوثب
یعنی برجستن ہے اور وہ استعارہ ہی سرعت سی اسواسطے کہ جو اوچھل کود کر چلتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس
بلازم بل لمخافۃ الجحود اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ اسمیں اشہاد خوف انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہی ھم گواہ کرنا
اوسوقت لازم نہیں جبکہ مجلس علم میں گواہ نہوں والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اوسوقت گواہ ہوں تو اونکو اپنے
طلب کرنیکا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہاں نہو تو اپنی زبان سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے تا اوسکا حق عند اللہ ساقط نہو جاوے اور اگر مشتری
طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کہانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کہلاوے ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن
ذا ید لانہ مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اوسکے قبضے میں ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہو اسواسطے
کہ وہ مالک ہے یا اوسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ھذہ الدار وانا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا
الآن فاشہدوا علیہ وھو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلان نے یہ گہر خرید کیا اور میں اوسکا شفیع ہوں اور مقرر میں
مجلس علم میں شفعہ طلب کرچکا ہوں اور اب میں اوسکو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اوسپر اور یہ طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بہی کہتے ہیں
ھم اور اسکو طلب استحقاق بہی بولتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں وھذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول
ولم یشہد بطلت شفعتہ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکہنے یا رسول بہیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نکرے
تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا وان لم یتمکن منہ لا تبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہو تو شفعہ باطل نہوگا ھم منح الغفار میں ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع
راہ مکہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گہر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے
پہر اگر نپاوے تو قاصد بہیجے یا خط اگر یہ بہی نہو سکے تو اوسکا شفعہ قائم ہے پہر جب آدمی طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نکریگا تو شفعہ باطل ہوگا
ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ھؤلاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ میں کسیکے پاس ان تینوں میں
سے یعنی گہر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اوسکو طلب ثانی سے یہہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم یطلب
بعد ھذین الطلبین بطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی لو قال بسبب کذا کما فی الملتقی لیشمل الشریک
فی نفس المبیع پہر ان دونوں طلبوں کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خرید کی ہے اور میں اوسکا
شفیع ہوں بسبب فلانے گہر کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلانے سبب سے یعنی بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح
ملتقی میں ہے تو شریک نفس مبیع کو بہی شامل ہوتا ھم مصنف کی تعبیر میں حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر میں دونوں
شامل ہیں فمرہ یسلم الدار الی ھذا اذا قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ لایتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجئے اوسکو کہ گہر مجکو
دے شارح نے کہا یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ گہر کو مشتری قبض کرچکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہیں وھو یسمی طلب
تملیک وخصومۃ اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں وبتاخیرہ مطلقاً بعذر وبغیرہ شہراً او اکثر لا تبطل

الشفعۃ حتی تبطل بالترک اثنیہ یفتی وھو ظاہر المذھب و قیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرًا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعًا
للضرر قلنا دفعہ برفعہ للقاضی لیأمرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے
کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اوسکو اپنی زبان سے ساقط کرے یہی اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فتوی
محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کیواسطے
ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ اس دلیل سے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چہوڑنے کا م سابق مذکور ہو چکا ہے کہ
جب ظاہر مذہب پر فتوی ہے اور غیر ظاہر پر بہی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی و اذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکیۃ
الشفیع لما یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اوس گہر کا جس کی
ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے م زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے
قبل مدعا علیہ کے کہ گہر کون شہر اور کس محلہ میں ہے اور اوسکی حدین کیا ہیں اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح
نہیں پہر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گہر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پہر جب اسکو
بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکی حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہین شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور
شخص کے سبب سے محجوب ہے پہر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تہا جب سنا تہا اسلیے
کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بہی ظاہر ہونا ضرور ہے پہر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر کی
سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے پاس شہادت واقع ہوا اور جسکے پاس شہادت واقع ہوا وہ اقرب تہا اپنی غیر سے یا نہیں پہر جبکہ شفیع یہہ سب کچہہ بیان کر دے اور
کسی شرط کو اوسنے فوت نہونے دیا ہو تو دعوی شفعہ کا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعا علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہو اور اوس گہر کا سوال کرے جسکے سبب سے شفعہ چاہتا
کذا فی الطحطاوی فان اقر بہا ای بملکیۃ ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برھن الشفیع انما ملکہ سأل عن الشراء ھل اشتریت ام لا
سو اگر مشتری اوسکا اقرار کرے یعنی اوس گہر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کہانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے
کہ وہ گہر اوسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اوسکو خرید کیا ہے یا نہیں م مصنف کو مناسب تہا کہ نکول کو گواہوں کے بعد ذکر کرتا
اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی
شفعۃ الجوار لخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برھن الشفیع قضی لہ بہا پہر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے
قسم کہانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کہانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا
شفیع گواہ لاوے اوسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ
خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ یہہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کہائے
اسطرح کہ واللہ میں نے یہہ گہر خرید نہیں کیا ھذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یہہ ہے
شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اوسوقت ہے کہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہوا اوسکی طلب
شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم
کر دے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نکیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار ثمن قبل قضا واجب نہیں و اذا قضی لزمہ احضارہ و للمشتری
حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا اور مشتری کو گہر کا روک رکہنا ثمن لینے
کیواسطے درست ہے فلو قبل التسلیم ای بعد القضاء و اما قبلہ فتبطل عند محمد لعدم الاتیان کذا ذکرہ الزیلعی اذا لم یوف الثمن فاخر لم تبطل شفعتہ

پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اوسنے تاخیر کی ادائی ثمن مین تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر
محمد کے نزدیک اوسکے موکد نہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم للشفیع المشتری مطلقا والبایع قبل التسلیم الاول بملکہ والثانے
بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہوا ہو یا نہوا ور بائع خصم قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اوسکی مالک ہونے
کے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے
جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہوا سواسطے کہ مالک تو مشتری ہے ویفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال
الملک والید عنہ ابن کمال۔ اور بیع فسخ کیجاوی بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کیوقت لازم
نہین بسبب زائل ہوجانے اوسکی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع
قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کیوقت
نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کیطرف اور عہدہ ضمان ثمن کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی
اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اوسکی ملک اور قبض دونون زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ
منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برات عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور
مدت کذا فی الاختیار یعنے خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہین اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی نہین اگرچہ مشتری کا ثمن موجل
وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور مجتبی اور اشباہ مین ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام مین فریب کے تاوان کے سوا جسکے
سبب سے صورت اوسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک مستحق نے ازالہ
عمارت اور درخت کا چاہا سو اوسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیرلے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ مشتری نے اوس سے ناحق ثمن لیا اسواسطے کہ
زمین اوسکی ملک نہتی لیکن جو نقصان عمارت اور درخت کی قیمت مین واقع ہوا اوسکو نہ مشتری سے لے نہ بائع سے لیکن مشتری کو اگر ایسا دہوکہا ہوگا تو
بائع سے وہ نقصان بہرلیگا اسواسطے کہ بائع نے اوسکو دہوکہا دیا اور شفیع کو مشتری کیجانب سے تو دہوکہا نہین ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو
مشتری سے زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ
لانہ منکر ولا یتحالفان اور اگر شفیع اور مشتری ثمن مین اختلاف کرین اور حالانکہ گہر مشتری کا مقبوض ہو اور ثمن بائع کو نقد ملگیا تہی مشتری کی قول بعد قسم کی
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونون قسم نکہا وینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہان ہوتا ہے جبکہ انکار دونو
جانب سے ہو اور دعوی بہی طرفین سے ہو اور یہان مشتری شفیع پر کچھہ دعوی نہین کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برھنا فالشفیع احق لان بینتہ
ملزمۃ مثبتۃ اور اگر شفیع اور مشتری دونون گواہ لاوین اپنے قول پر تو شفیع کی گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہین مشتری کی
ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہین اسواسطے کہ مشتری کیجانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ و ترک مین ادعی المشتری ثمنا و
ادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اوسکے بائع نے اوس سے کمتر کا دعوی کیا بدون
اوسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتائی پر لیگا ومع قبضہ للمشتری فاذا قبض ثمن کے ساتھہ مشتری کا قول
مقبول ہوگا تو بموجب اوسکی شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ یتحالفان اور اگر دونون نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن
کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونو پر قسم کہانا لازم ہوگا و ای نکل اعتبر قول صاحبہ اور
اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول معتبر ہوگا وان حلفا فسخ البیع واخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونون نے قسم
کہائی تو بیع فسخ کیجاویگی اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ھبۃ البعض

الا اذا کانت بعد القبض اشباہ اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے شفیع کے حق مین تو شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ
بعض ثمن حق شفیع مین ظاہر ہے مگر جبکہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق مین ظاہر نہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جداگانہ ہو از
قبیل حط ثمن نہ ٹہریگا وحط الکل والزیادۃ لا فیأخذہ بکل المسمّی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن سے بیچ حق شفیع مین ظاہر
نہین ہوتا تو شفیع اوسکو لیگا تمام ثمن سے سے ولو حط النصف ثم النصف یأخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے
نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اوسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بألف فسلم ثم حط البائع مائۃ فلہ الشفعۃ کما لو باع بألف فسلم ثم زاد
البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اوسکو ہزار کے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا پھر بائع نے اوسمین سے سو کم کر دیے تو اب شفیع
کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنی نوسو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اوسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب
زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہی کذا فی القنیۃ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمّی سے گہٹا یگی هم یہہ دونو مسئلے حط ثمن کی جزئیات سے ہین
وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یأخذ بمثلہ اور خرید مین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکمًا ہو جیسے کہ
شراب مسلم کے حق مین کذا ذکرہ ابن کمال هم یہہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمی ہے حکمًا مسلم کے حق مین اور اسکا
مقتضی ہے کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہین اور ابن کمال کی عبارت مین کچھہ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنے شارح کی تعبیر سے یہہ
خلل ہوگیا نہ ابن کمال کی عبارت سے وفی الشراء بقیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید مین قیمت والے سے شفیع لیگا قیمت سے یعنے جو
اوس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن ففی بیع عقار بعقار یأخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الاٰخر تو عقار کے بیع مین بعوض دوسرے
عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیچ ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض تو ہر شفیع دونون عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو
اوسکی قیمت سے لیگا اور اوس گھر کا شفیع اوسکو اوسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء بثمن مؤجل یأخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال واخذ بعد الاجل
اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے مین شفیع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اوسکو لے ولا یتعجل ای علی المشتری
لو اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہے وہ معجل نہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اوسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہی سو تعجیل شفیع سے باطل
نہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یوسف اور اگر شفیع ثمن مؤجل
سنکر چپ رہا اوس سے سوا اسنے شفعہ فی الحال طلب نکیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنیکے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا برخلاف ابی
یوسف کہ اونکے نزدیک باطل نہوا ویأخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لانہ لا بد ان یکون البائع ایضا ذمیا
والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر ایک
ذمی ہو یہہ قید ضرور ہے کہ بائع بہی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہی مبسوط کیطرف
نسبت کرکے ویأخذ بقیمتہما لو مسلما لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملیکہما وتملکہما اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر
شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے هم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ خنزیر کی قیمت اوسکی
ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمی کی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت
خنزیر حرام ہو بخلاف قیمت شراب کے کہ اوسکے مثلی ہونے سے اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی مانند نہین اسکا جواب شارح آئندہ قول مین دیا
ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر فلذا لا یحرم تملیکہا بخلاف المرور علی العاشر یہہ معلوم ہو کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی
شفعہ لینے مین گھر کے قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسیواسطے اوسکی تملیک مسلم پر حرام نہین بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر هم
یعنی قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اوسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے تو

وہ اوس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہہ یہہ ہے کہ اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے اور مسلم کو اوسکی ذات
کا لینا جائز نہیں تو اسیطرح اوسکی قائم مقام لینا درست نہیں اور یہان قیمت سوا خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی و طریق
معرفۃ قیمۃ الخمر و الخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلف فیہ فالقول للمشتری عنایۃ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کی
معرفت کا رجوع کرنا ہے اوس ذمی کیطرف جو مسلمان ہوگیا یا اوس مسلمان فاسق کیطرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت
مین مختلف ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایۃ ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمۃ البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع
شفعہ لے ثمن سے اور اوس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب مین مذکور ہوچکا قلت واما لو دھنھا بالوان کثیرۃ او طلاھا
یخص کثیر خیر الشفیع بین ترکھا واخذھا واعطاء ما زاد الصبغ فیھا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے
بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین یا بہت گچکاری کی اوسمین تو شفیع مختار ہے اوس گھر کے چہوڑ دینے مین یا اوسکے لینے مین اور اوسقدر کے دینے مین جسقدر
گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض رنگت کی اور خالا اوکھڑے رنگ کی کچھہ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اوسکی قیمت کچھہ
باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعھما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر لے اگر مشتری
نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اوکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض
فان الشفیع لہ ان یاخذھا مع قیمۃ البناء و الغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جبکہ اوکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو چاہئے
ہے اوسکا لینا کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھہ کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او
ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیہ حق اقوی ولذا تقدم علیہ فینقض اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت
اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اوسکو چہوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا اور یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اسکے جواب مین کہتے
ہین کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہوگیا اوسکے لینے مین مشتری پر تو اوسکو نقض عمارت اور درخت
مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد و المقبرۃ والھبۃ زیلعی وزاہدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے
شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہانتک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ھم یعنی اگر مشتری نے خریدنے کے بعد
اوسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسیکو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم
مین ہے کہ نقض مسجد اور نبش موتے جائز نہیں اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر
اور زراعت تو نہ اوکھاڑی جاویگی اسواسطے کہ اوسکی نہایت معلوم ہے اور اوسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خریدنے کے بعد زراعت
کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری پر اوسکی اجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم
استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پہیرے اگر اوسنے شفعہ کے سبب سے لیا
پھر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اوسکو کسی نے
فریب نہیں دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار وجف الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور
شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خودبخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اوسکی وصف کے ھم
عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تہا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم
یبق شیء من نقضہ او خشبہ اور یہہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اوسوقت ہے جبکہ بنا منقرض یا درختون کی لکڑیون
سے کچھہ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی

قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ زيلعي سواگر عمارت کا مصالح اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اوسکو لیا بسبب اوسکی جدا ہونے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی نرہا تو بقدر اوسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاویگا گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھے اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہے کذا فی الزیلعی قلت فلو لم یاخذه المشتری کان هلك بعد انفصاله لم یسقط شئ من الثمن لعدم حبسه اذ هو من التوابع والتوابع لا یقابلها شئ من الثمن ولا بالاخذ بالشفعة تحولت الصفقة الى الشفیع فقد هلك ما دخل تبعا قبل القبض ولا یقابله شئ من الثمن قال شیخنا میں کہتا ہوں سواگر مشتری مصالح اور لکڑی کچھہ نلے بطور جبر کے وہ تلف ہو جاتے جدا ہونیکے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھہ ساقط نہوگا مشتری کی عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالح اور لکڑی توابع سے ہے اور توابع کے مقابلہ میں کچھہ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کیطرف منتقل ہوگیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہوگئی تو ایسی صورت میں کچھہ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہہ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بحصته لان الفائت بعض الاصل زیلعی بخلاف اسصورت کے جبکہ کچھہ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانیکے کہ وہاں بقدر اوسکے حصے کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونیوالا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی ویأخذ بحصة العرصة من الثمن ان نقض المشتری البناء لانه قصد الاتلاف وفی الاول الآفة سماویة وتقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد بخلاف انهدامه بما مر لتفرق بالحبس اور شفیع لیگا حصہ زمین کے ثمن کی عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈھائی ہو اسواسطے کہ اوسنے تلف کرڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اوسکے منہدم ہوجانیکے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا حصہ منقوض اسواسطے ساقط نہوگا کہ منقوض مال متقوم ہے حبس مشتری کے سبب سے ونقض الاجنبی کنقضه ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کی توڑنے کی مانند ہے حکم میں یعنی بقدر اوسکی حصہ کی ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض له ای للمشتری ولیس للشفیع اخذه لزوال التبعیة بالانفصال اور نقض بکسر اول یعنی ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اوسکا لینا نہیں پہنچتا کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے وہ تابع نرہا ویاخذ بثمرها استحسانا لاتصاله ان ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یده اور شفیع لے اوسکے پھلوں کے ساتھ استحسان کی وجہہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کئے یا کہ پھل لگے خرید کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذه المشتری فلیس للشفیع اخذه لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لئے تو شفیع کو پھل لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنے پھل تابع بنے اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او هلك بآفة سماویة وقد اشتراها بثمرها سقطت حصته من الثمن فی الاول ای شراها بثمرها وبکل الثمن فی الثانی لحدوثه بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اوسکو مشتری نے اوسکے پھلوں کے ساتھہ خرید کیا تھا ساقط ہوگا اوسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھہ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اوسکے کچھہ ثمن واقع نہوگا قضی بالشفعة للشفیع لیس له ترکها لشرح وهبانیة لتحول الصفقة الیه بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کیا تو اوسکو اوسکا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوهبانیة بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کیطرف قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کرنا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کیوقت ہے بالاتفاق وفی هبة بعوض مشروط ولا شیوع فیها وقت التقابض اور اوس ہبہ میں جو عوض مشروط ہو اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض البدلین کیوقت طلب شفعہ ہے یہہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریة وفی بیع فضولی او بخیار البائع وقت البیع عند الثانی وعند الثالث وقت الاجازة اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کی وقت ہے محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کیوقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبی من لم یر الشفعة بالجوار کالشافعی مثلا طلبها عند حاکم یراه لا یقول له هل تعتقدها اولا فان قال نعم اعتقدها فله ذلك تحکم له بها ولا لا یحکم منیه وبزازیہ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلا اور وہ شفعہ طلب کرے اوس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہو

حاکم اوس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہاں میں اسکا اعتقاد رکھتا ہون تو اوسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو
حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ والبزازیۃ هم یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہہ حلوانی کا قول احسن الاقوال ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ
حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اوسکا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اوسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے
کذا فی النہر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر
کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہوگی وکذا لو طلب من القاضی
احضارہ فامتنع بخلاف سبت الیہود کما یأتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اوسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا تھا
قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود برخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی
یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کریگا تو معذور نہوگا کذا فی شرح الحموی شریٰ ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع
بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان ثمنہا یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ وہما سواء ایک شخص نے
زمین جسکو سو درم کو خریدی پھر اوسکی مٹی اوٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اوس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اوسکو ۵۰ درم سے لے اسواسطے کہ زمین کا
ثمن یعنے سو درم بانٹا جاویگا زمین کی اوس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت پر جسکو اوسنے بیچ لیا اور دونون قیمتیں برابر ہیں
هم طحطاوی نے کہا یہہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جبکہ دونون کی قیمتیں عند العقد برابر ہون ولو کبسہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری ارفع
ما کبست فیہا فہو ملکک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھردی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہوگا یعنی شفیع اوسکو
پچاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اوسمین تونے مٹی بھردی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شری
دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویأخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجیئ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا
ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی میں ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع
کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی ما فی الحاوی میں کہتا ہون اور آگے
آویگا کہ اوسمین شفعہ نہیں جسمین بیع فاسد ہوتی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے سے
اور مانند اوسکے کوئی اور صورت سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل فلو
وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الاخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الاخر
کان لہ ان یأخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط میں ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جسوقت کل مقبوض ہو یعنی دونو
عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاوے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسری عوض پر پھر شفیع شفعہ سے
دستبردار ہوا تو وہ باطل ہے یہانتک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

(یعنی الشفعہ) یہہ باب ہے اوسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج الہبۃ ہو مال
خرج المہر شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصدا مگر اوس عقار میں جو مملوک ہوئی ہے اوس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض
خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا هم قصدا کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدا غیر عقار میں کبھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر
میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسیطرح آسیا میں خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح نہر میں اراضی کے ساتھ وان لم یکن یقسم خلافا
للشافعی کرحی ای بیت الرحی فانہ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر نہو برخلاف
شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نرہے نہایہ میں ہے

کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ھم یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ
نہیں دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرضٍ بالسکون ثم الیس بعقارٍ فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض
بفتح اول وسکون ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر ھم صحاح میں ہے عرض بالسکون عبارت ہے
متاع سے اور جو چیز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم کے سوا والثمنین حطام دنیا وفلکٍ خلافاً لمالکٍ اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے وبناءٍ
ونخلٍ اذا بیعا قصداً ولو مع حق القرار خلافاً لما فیھما ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان
میں جبکہ اونکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اوسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہے بسبب اوسکی مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے
اوستاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہے ولا فی ارثٍ وصدقۃٍ وھبۃٍ لا بعوضٍ مشروطٍ اور شفعہ ثابت نہیں موروث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط
میں ھم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے سبب سے ہو تو اوسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدرر ودارٍ قسمت اوجعلت اجرۃً اوبدلَ خلعٍ اوعتقٍ اوصلحٍ عن
دمٍ عمدٍ ومھرٍ ولو قوبل ببعضھا ای الدار مالٌ لان معنی البیع تابعٌ فیہ اور اوس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا
بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنے
اسمیں تابع ہیں ھم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر اس شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار
درم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ مصنف بجای مہرٍ بالجر کے مہراً بالنصب لاتا تاکہ اجرۃً پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح کہ زوج
مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دیدے تو اوسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہے اوسکا جو
زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر واوجباھا فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہے حصہ مال میں یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اوتنے میں
صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہے اوداراً بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل
عند البیع وا صحح یا اوس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اوسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہوگیا تو شفعہ واجب ہوگیا اگر شفیع نے سقوط
اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کیوقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اوبیعت الدار بیعاً فاسداً ولم یسقط
فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیھا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اوس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اوسکا فسخ ساقط نہیں ہوا
پھر اگر اوسکا حق فسخ ساقط ہوگیا چنانچہ مشتری نے اوسمیں کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا ھم اسیطرح ہبہ سے اور مہر میں بیچنے
سے حق فسخ ساقط ہوجاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی اوردت بخیار رؤیۃٍ او شرطٍ او عیبٍ بقضاءٍ متعلق بالاخیر فقط خلافاً لما زعمہ
المصنف تبعاً للدرر یا رد بیع ہوا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق
ہے برخلاف اوسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے درر کا تابع ہوکر ھم مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی
متعلق ہوگیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکی مخالف ہے کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای اذا بیع وسلمت الشفعۃ ثم رد المبیع
بخیار رؤیۃٍ او شرطٍ کیف ما کان او بعیبٍ بقضاءٍ فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ شفیع
انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب خیار الرؤیۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد بیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہہ فسخ
ہے بیع نہیں ہے ھم یہہ علت ہے مسائل ثلثہ کی یعنے شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیبٍ بعد القبض بلا
قضاءٍ او باقالۃٍ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیبٍ بلا قضاءٍ والاقالۃ بمنزلۃ بیعٍ مبتدأ برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی
کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمیں شفعہ ثابت ہے اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہے شرع سے اور اسیطرح
اقالہ بیع جداگانہ ہے ھم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہیں اور باوجود اسکے بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اوسنے

خرید کیا اور اسیطرح اقالہ بیع ہے ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی مبیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہے اپنے مولے کی مبیع مین ابن کمال نے کہا محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین ہم یعنی اگر مولے نے گہر بیچا تو اوسکا شفعہ اوسکے غلام تاجر مدیون کیواسطے ثابت ہے اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولے کا مملوک نہین ہے اور یہی علت ہے مولے کے شفعہ لینے کی غلام کی مبیع مین وتثبت لسیدہ فی مبیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گہر مین اسوجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور اون مین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ واشتری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کیواسطے جسنے اصالۃ یا وکالۃ خرید کیا یا اوسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گہر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اوسکے واسطے شفعہ ثابت ہی صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر تین شخصون مین مشترک ہے اور اوس گہر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پہر جب وہ گہر بیع ہوا اور ایک شریک نے اوسکو خرید کیا تو مشتری کیواسطے شفعہ ثابت ہی خواہ اوسنے اصالۃ خرید کی ہو یا وکالۃ اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہی جبکہ وکیل نے اوسکے واسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہی کذا فی الدرر یہہ توضیح ہے شارح کے قول آیندہ کی و فائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گہر کا دوسرا شریک بھی ہو تو دونون کے واسطے شفعہ ثابت ہی اور اگر وہ شریک ہے اور گہر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا فیہا شفعہ نہین اوسکا جسنے بیع کی اصالۃ یا وکالۃ یا بیع ہوئی اوسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اوسنے بیع کرنیکا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلی تو ثمن کا ضمان اوسپر ہی اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اوسمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہی لہذا شفعہ باطل ہوگیا

باب ما یبطلہا

یہہ باب ہے اوسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم تصحیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہی طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کیصورت یہہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نکرے اوس مجلس مین جسمین اوسکو بیع کی خبر پونہچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنے طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور پر او ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی ید لا الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہی باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم طلب اشہاد کی یہہ صورت مذکور ہو چکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہہ گہر خرید کیا اور مین اسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد ہو اوسپر اور قدرت کیصورت یہہ ہی کہ کسی نے شفیع کا منہ بند نکرلیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہو وتبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اوسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اوسکو ہو یا نہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہی اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے ولو تسلیمہا من اب و وصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کی باپ یا وصی کیطرف سے ہو برخلاف محمد کے اوسمین جسکی

بیع اوسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقے هم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی
بعد بلوغ کے صغیر اوسکو طلب نہین کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہہ ہے کہ درصورت مساوات یا قلت قیمت
تسلیم باپ اور وصی کی باطل شفعہ نہین الوکیل یبطلها اذا اسلم الشفعة او اقر علی الموکل بتسلیم الشفعة حتی لو کان التسلیم او الاقرار
عند القاضی والا لو یصح لکنه یخرج عن الخصومة طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہو اگر یہہ
تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور مین نہو تو صحیح نہین لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم
اور ساکت رہنا اوسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے هم مثلا باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور اونہون نے بیع کیوقت سکوت کیا طلب شفعہ
سے صغیر کیواسطے تو یہہ سکوت بجای تسلیم ہے ویبطلها صلحه منها علی عوض ای غیر المشفوع لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ
سے عوض پر یعنے عوض غیر مشفوع پر بدلیل آیندہ هم قول آیندہ یہہ ہے دو سطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار و علیه رده لانه رشوة اور شفیع پر
عوض کا پہیر دینا واجب ہی اسواسطے کہ وہ رشوت ہی هم چونکہ شفعہ عبارت ہی حق تملک سے بلا ملک لہذا اوسکا عوض لینا صحیح نہین ویبطلها بیع شفعته
بمالی ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہی بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہی وکذا الکفالة بخلاف
القود اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے هم کفالت سے یہان مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے
کہا کہ مین تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہون استنے مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہوگا بخلاف قصاص کے کہ اوسکا عوض لینا درست ہے
اور اسیطرح ملک نکاح اور اسقاط رق کا اعتیاض درست ہی اسواسطے کہ ان اشیا مین ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار بنصف الثمن صح
اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گہر کے لینے پر بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت بحصته من الثمن لا لجهالة الثمن عند الاخذ و
لا تسقط شفعته اور اگر شفیع نے صلح کی گہر مین سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اوسکے حصے کے ثمن سے تو صحیح نہین بسبب مجہول ہونے
ثمن کے لینے کیوقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہوگا هم نصف گہر کی صلح مین ثمن مجہول نہین اسواسطے کہ نصف گہر کا ثمن نصف ثمن مسمی
ہے اور تمام گہر مین سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہین کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ مین صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ مین صلح غیر صحیح
اور شفعہ ثابت ہی ویبطلها موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہین ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مرگیا قاضی کے
حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہوگا هم وجہ بطلان یہہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہی مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہین رہتا صاحب حق کے مرجانے کے بعد تو
اوسمین کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر لا یبطلها موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہین کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے
مستحق کے یعنی شفیع کے ویبطلها بیع ما یشفع به قبل القضاء بالشفعة مطلقا علم ببیعها ام لا اور جس زمین اور گہر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہی
اوسکا بیچڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اوس گہر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہو وکذا
لو جعل ما یشفع به مسجدا او مقبرة او وقفا مسجلا الدرر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اوس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہی مسجد بنادی یا
قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی نہو اسلیے شفعہ ثابت ہوتا ہی ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہین ہوتا
بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسه لا تبطل لبقاء السبب اور
جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اوسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا
ملک ہی اور تمام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے ہنوز ملک سبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہین ہوئی ویبطلها شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل
کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہہ خرید کرنا اعراض ہوا طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ

فلمن دونہ اومثلہ اخذہا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول او الثانی ترجمہ شخص مذکور سے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ مین یا اوسکی برابر ہو تو اوسکو وارث شفعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول لے یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق شفعہ خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع مادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہوجاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداءً حیث لا شفعۃ لمن دونہ بخلاف اوسکے کہ اگر شفیع نے گہر کو خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہان شفیع مادون کا شفعہ ثابت نہوگا ہم سابق مذکور ہوچکا کہ اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کیواسطے شفعہ نہین ہے وکذا یبطلہا ان استاجرہا اوساومہا بیعا او اجارۃ ملتقی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری سے گہر کرایہ لیا یا اوسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنے بعد علم بیع کرایہ لیا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ ان یولیہ عقد الشراء ای الشفیع مشتری سے یہہ طلب کرے کہ اوسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب التسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہہ مراد نہین کہ اوسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اسواسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب اسکے ہونیکے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک بما مر انفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کیوقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد از حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق مین تو سب تینون صورتون مین شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او عددی متقارب قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعرض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذا قیمی وذاک مثلی فربما یسہل علیہ وان کثر شفیع سے کہا گیا کہ گہر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اوسنے بیع مسلم رکہی پہر اوسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو یا عددی متقارب کے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہہ ظاہر ہوا کہ گہر بکا اون دیناروں یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہین اور فرق دونون مین یہے کہ متاع مین اور گیہون جو مین یہہ ہے کہ یہہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہون اور جوا ور عددی متقارب مثلی ہی تو گاہی مثلی چیز شفیع پر آسان ہوسکتی ہی اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولے مین شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تہی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے پہر جب اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو اوسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہین اور مسئلہ ثانیہ مین اختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت نہوا کہ دونون جنس واحد مین ثمنیت مین اور مسئلہ متاع مین قیمت واجب ہی اور وہ درہم یا دینار مین تو آسانی اوسمین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی ولو علم ان المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہی سو اوسنے بیع تسلیم کی پہر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہی ہم اسواسطے کہ آدمی اخلاق مین متفاوت ہوتے ہین سو بعضے کے ہمسایگی قبول ہوتی ہے اور بعضی کی نہین تو ایک کے حق مین تسلیم کرنا اوسکے غیر کے حق مین تسلیم کرنیکا مستلزم نہین ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھہ تو اوسکو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق مین تسلیم حاصل نہین ہم حلبی نے کہا اگر مصنف بجای لو علم کے لو ظہر کہتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف اور اگر شفیع کو نصف گہر کے خرید کی خبر پہونچی سو اوسنے بیع تسلیم کی پہر اوسکو خبر پہونچی تمام گہر کے خرید کی تو اوسکی واسطے شفعہ ثابت ہی سب گہر مین اور اوسکی بالعکس مین اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گہر کے خرید کی سو اوسنے تسلیم کی پہر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اوسکی واسطے شفعہ نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ کل مین تسلیم کرنا جمیع اجزا مین تسلیم کرنا ہی بخلاف اسکی عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہین ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پہر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یون کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گہر بیچا

مگر مثلاً ایک گز نہین بیچا حد شفیع کیجانب مین تو شفیع کو شفعہ نملیگا بسبب عدم اتصال کے ھم شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تہا سو اگر اوسنے گز بہر یا اتہہ بہر یا بالشت بہر یا انگل بہر زمین شفیع کیجانب کی بیع نکی تو اب شفیع اوسمین شفعہ کا دعوی نہین کرسکتا بشرطیکہ طول مستثنے شفیع کے تمام گہر کو ملاصق ہو اور یہہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والمقول بان تصب ذراعا سہو اور نیصہ قول کہ ذراعا کا نصب سہو ہی سہو ہی ھم یہہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہی کہ وقایہ مین جو یہہ عبارت ولا فیما بیع الا ذراعا منصب ہی سو کاتب کے سہو سے ہی سو شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب مین مستثنے کا نصب واجب ہی وکذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتری وقبضه اور اسیطرح شفعہ نہین اگر اسیقدر یعنی بقدر ایک گز طول مین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اوسنے اوسپر قبضہ بھی کر لیا ھم عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہہ ہے کہ جو متصل شفیع تہا وہ موہوب ہوگیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سهما منه بثمن ثم ابتاع بقیتها فالشفعة للجار فی السهم الاول فقط والباقی للمشتری لانه شریك اور اگر مشتری نے اوسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ کچہہ ثمن سے خرید کیا پہر باقی گہر خرید کیا تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصے مین اور باقی گہر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک مقدم ہے جار پر ھم سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہی کہ پہلے بیع اوسیکی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہوئی مگر دونون عقد کے بعد وحیلة کله ان یشتری الذراع او السهم بکل الثمن الا درهما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہہ حیلہ ہی کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولے مین یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سواے ایکدرم کے اور باقی گہر کو باقی ایکدرم سے خرید کرے ھم مثلاً ہزار درم سے خرید کرنا منظور ہے تو اوس گہر کا ہزاروان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گہر ایکدرم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزاروین حصے مین ثابت ہوگا ۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گہر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا اور وہ احق ہی جار سے کذا فی الدرر ولیس له تحلیفه بالله ما اردت به ابطال شفعتی اور جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تونے اس فعل سے میرے شفعے کے باطل کردینے کا ارادہ نہین کیا وله تحلیفه بالله ان البیع الاول ما کان تلجئة مویدا زاده معزیا للوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہی کہ واللہ کہ بیع اول تلجئہ نہ تہی کذا ذکرہ مؤید زادہ عن الوجیز ھم تلجئہ اوس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہی اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعه بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنه فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیه اور اگر مبیع خرید کیا ثمن کثیر سے پہر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اسمین خواہش نہوگی ھم مثلاً ایک گہر کی قیمت سو درم ہے اوسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید کیا پہر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی سے ایک تہان دیا تو اگر شفیع دعوے کریگا تو اوسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تہان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درم کی عوض تہان دینا دوسرا عقد ہی اور گہر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہی وهذه حیلة تعم الشریك والجار لکنها تضر بالبائع اذ یلزمه کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہہ حیلہ شریک و جار دونوکو عام ہے لیکن بائع کو ضرر ہی اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیع دراهم الثمن بدینار لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ عقد صرف باطل ہوجاے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ھم ثمن کے دراہم مثلاً سو تہے مشتری کی ذمہ پہر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پہر جبکہ استحقاق ملک غیر ثابت ہوگا تو یہہ عقد صرف فاسد ہوگی اسواسطے کہ اب ظاہر ہوگیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچہہ نہ تہا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پہیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلة اخری احسن واسهل وهی المتعاد فی الامصار ذکرها بقوله وکذا لو اشتری بدراهم معلومة بوزن او اشارة مع قبضة فلوس اشیر الیها وجهل قدرها وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جهالة الثمن تمنع الشفعة درر قلت ونحوه فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ ہے بہتر اور سہلتر سب حیلون کو

سے ہے اور وہی مشہور ہے شہر ونمین اوسکو مصنف نے اپنی اس قول سے ذکر کیا ہی اور اسیطرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہی اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ
تعیین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور اونکے تہہ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا اور اونکی مقدار مجہول ہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے
بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسکی مانند مضمرات مین ہی ہم جب فلوس مشار الیہا پر
بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کیوقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہو گئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کیوقت ثمن مجہول ہو گیا
معلوم نہین کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کیوقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید منح الغفار مین مذکور ہی نہ درر مین اور
اوسکا تعلق نہ قطع بیع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہہ برابر ہے خواہ مجلس مین خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان
الشفیع لو قال انا اعلم قیمة الفلوس وهی کذا ان یاخذها بالدراهم وقیمتها کما لو اشتری دارا بعرض او عقار للشفیع اخذها بقیمته
کما مر قاله المحشی ثم نقل عن مقطعات الظهیریة ما یوافقه قلت ووافقه فی تنویر البصائر واقره شیخنا لکن تعقبه ابنه فی زواهر الجواهر بانه مخالف
للاول وما فی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتهی اور لائق لقواعد فقہ یہہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ مین فلوس کی قیمت جانتا ہون اور
وہ فلوس اتنے تھے تو شفیع لے دراہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا یہہ کہا ہے مصنف نے شرح مین پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے مین کہتا ہون اور اسیکے موافق
کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین اور ہمارے استاد نے اس قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہی زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ
مین اسطرح کہ یہہ قول مخالف ہی قول اول کے جو متن مین مذکور ہے اور جو متون اور شروح مین ہو وہ فتاوی پر مقدم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا
انتہی ما فی زواہر الجواہر ہم متون اور شروح مین جو مذکور ہے وہ اسکا مفید ہی کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین مقدار مین مقبول نہو اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو
اس حیلہ مذکورہ کا کچھہ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہی کذا فی الطحطاوی وقدمنا انه لا شفعة فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا
سقط الفسخ بالبناء ونحوه وجبت والله اعلم اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ شفعہ نہین اوسمین جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانے
بیع فاسد کے ہان جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب ہو گا والله اعلم تکره الحیلة لاسقاط الشفعة بعد ثبوتها وفاقا
کقوله للشفیع اشتره منی ذکره البزازی مکروہ ہی حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کیواسطے بعد ثابت ہو جانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یون کہنا شفیع سے کہ تو
اس منزل کو مجھہ سے خرید کرلے ذکر کیا ہی اسکو بزازی نے ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھسے خرید کر لے تو اگر وہ خرید کا ارادہ
کریگا تو شفعہ باطل ہو گا تو یہہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہہ ابو یوسف اور محمد دونونکے نزدیک مکروہ ہی واما الحیلة لدفع ثبوتها ابتداء
فعند ابی یوسف لا تکره وعند محمد تکره ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعة وقیده فی السراجیة بما اذا کان الجار غیر محتاج الیه واستحسنه
محشی الاشباه اور ابتداء سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہو سکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین یعنی اسواسطے کہ وہ منع
ہے حق واجب ہونیسے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہہ بھی مکروہ ہے اور ابو یوسف کے قول کا فتوی ہی شفعہ مین سراجیہ مین جواز حیلہ کی یہہ قید لگائی ہی جبکہ
ہمسایہ کو اوس گھر کی حاجت نہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہی ہم محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر مین کہا ہی کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے
اسکے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ مین ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہی تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیون کو اوس سے ضرر ہو تو
اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہین اور اگر مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعنت ہی جسکی ہمسایگی پسند نہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ونظائره وهی
الکراهة فی الزکوة والحج وآیة السجدة جوهرة اور اوسکی مخالف یعنی کراہت ہی حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ مین کذا فی الجوہرۃ ہم منع زکوۃ کا یہہ
حیلہ ہی کہ جس مال مین زکوۃ واجب ہو وہ سال پورا گذرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اوسقدر خیرات کر دے جس سے نصاب
پورا باقی نرہے شرح وقایہ مین کہا کہ یہہ حیلہ نہایت قبیح ہی کہ بخیلی اختیار کرتا ہی اور فقیرون کا رزق قطع کرتا ہی اور وعید عذاب الفاق مین داخل ہوتا ہی اور حج کا حیلہ یہہ ہے

کہ آفاقی داخل ہوا فیت کسی محل مین وجس حج پہر کہ سنظہ مین بلا احرام داخل ہوا اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑہی اور سابق اور لاحق کی آیتین پڑہے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامھم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبنا ھا کثیرا فلم نجدھا اور کوئی حیلہ موجود نہین فقہا کی کلام مین حیلہ ساقط کرنیکے واسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہمنے اوسکو بہت تلاش کیا سو اوسکو نپایا اذا

اشترے جماعۃ عقارا والبائع واحد بتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددھم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضھم ویترک الباقی وبعکسہ وھو با اتحد البائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ فیھا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدھم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سمی لکل بعض ثمنا وسمی الکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہی تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتریون کی شمار کے موافق تو شفیع کو یہہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چہوڑدے اور بالعکس اسکی یعنے جبکہ بائع کئی شخص ہون اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہوگا بلکہ شفیع یا سب بیع کو لے یا سبکو چہوڑے اسواسطے کہ اسمین مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطیکہ وہان شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہوا اسمین کچہہ فرق نہین کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد او سکے ہر مشتری کے ثمن کا علحدہ علحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملا مذکور ہوا ہو اسواسطے کہ یہان اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ لو طلب الحصۃ فھو علی شفعتہ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری سے ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں مین وہ اپنے شفعہ پر قادر ہے ھم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا کذا فی درمنتقے ولو اشترے دارین او قریتین بمصر فی صفقۃ اخذھا شفیعھما معا او ترکھما لا احدھما ولو احدھما بالمشرق والاخرے بالمغرب شرح مجمع دیا اور اگر مشتری نے دو گہر یا دو گانون خرید کئے دو شہر مین ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونو گہرون کا شفیع اونکو ساتہہ لے یا دونون چہوڑے اور یہہ نہین کہ ایک گہر کو لے اگرچہ ایک گہر مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی شرح المجمع اور اسکا ذکر آگے آویگا ھم اور اگر شفیع ایک ہی گہر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونون گہرونکی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہین پونہچتا مگر اوسی گہر کا جو اوسکے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے ان دونون گہر مین جو متصل ہون اور شفیع ایک گہر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ھذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضھم اور اس تعدد اور اتحاد عقد مین عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کیطرف متعلق ہوتے ہین نہ مالک کیطرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ھم یہہ اوس صورت مین ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید مین وکیل کیا ہوا اور اگر سبکو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہین مگر تمام مین کذا فی الطحطاوی

اشترے نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح دار گہر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اوسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کیجانب مین نہ پڑا ہو موجب صحیح قول کے ھم غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اوسکی جانب مین واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضھا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانھا من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہین خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہین ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع النقض کما ذکرنا لو

بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وھبتہ اگر مشتری نے قسمت کرلی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اوسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اوسکی جبکہ دو شریکون مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گہر سے اور مشتری نے دوسرے اوس شریک سے جسنے بیع نہین کی قسمت کرلی تو وہان شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اوسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ھم یہہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور مین ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ عقد

اوس شخص سے واقع نہیں ہوا جس سے قسمت کرلی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اوسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارًا وھما شفیعان
ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ضرورۃ صیرورۃ النصف ثلثا شرح وھبانیہ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر
مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اوس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوائے اسکے مثلاً رضامندی سے تو
شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھم یہ تشبیہ جو نقض قسمت کی صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی
ملاصق ہیں مثلاً اونمیں سے دو نے وہ گھر خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی
تہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں سے ہر ایک کی بابت نصف نصف ہی اور یہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیھا الشفیع
الذی ھو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اوس گھر کی ملکیت میں جسمیں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول
مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا
اوسکی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ھم یعنی مشتری یوں قسم کہائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اسواسطے قسم ہوگی
کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو
تو اوس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشھاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ یحیط بہ
علما دون الاول حاوی الزاھدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کیوقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کہائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے
نہ طلب اول کو کذا فی حاوی الزاہدی ھم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوگی یہ اوسوقت ہے جبکہ شفیع طلب
اشہاد کا مدعی ہو اور گواہ سے اوسکو ثابت نکر سکے ولو برھنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاویں تو شفیع
کے گواہ احق اور مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے باع ما فی اجارۃ الغیر وھو شفیعھا فان اجاز البیع
اخذھا بالشفعۃ والا بطلت الاجارۃ وان ردھا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اوسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اوسکی
جائز رکھی تو اوسکو لیگا بطریق شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر بیع جائز نرکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ھم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ
شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شری لطفلہ والاب شفیعہ لہ الشفعۃ والوصی کالاب
قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کیواسطے خریدکی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کی مانند ہے میں
کہتا ہوں لیکن شرح مجمع اسکی مخالف ہے سو خبردار رہنا ھم شرح مجمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ
شفعہ لینا بمنزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ
فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض مبیع سے تو اوسکا شفعہ فقط اوسیقدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہو
ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں
میں راہ نہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلھا قضاء مطلقا
لا دیانۃ ان لم یعلم بھا شفیع کیجانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاء ہر طرح سے اور دیانۃ مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ھم صورت
اوسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کر دے ہر خصومت سے جو تیری خصومت کہ ہماری جانب ہو سو اوسنے ابراء عام
کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ اونکی جانب اوسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ و
بین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نچھوڑتا نوادر الجواہر میں ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر تو برائت من المجہول سے
برائت ثابت ہو جاتی ہے قضاء بھی اور دیانۃ بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا صبغ

المشتری البناء فجاء الشفيع خير ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترك جبكه مشتری نے عمارت مین رنگ آمیزی کی پہر شفیع آیا تو وہ مختار ہی چاہے
اوسکو وتنا دی جسقدر اوسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے آخر الحيار طلبه لكون القاضی لا يراها فهو عذر شفیع جار نے
طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہین رکہتا تو وہ معذور ہی يهودی سمع بالبيع يوم السبت فلم يطلب لم يكن عذرا گا
یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نکیا تو یہہ عذر نہوگا ھ یہہ تینون مسئلے مکرر ہوگئے کہ سابق مذکور ہوچکے ہین قلت يؤخذ منه ان اليهودی
اذا طلب خصمه من القاضی احضاره يوم سبته فانه يكلف الحضور ولا يكون سبته عذرا وهو واقعة الفتوى قاله المصنف قلت وهی فی واقعات
الحسامی مین کہتا ہون یوم السبت کے عذر نہونے سے یہہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اوسکے یوم السبت مین تو قاضی
اوسکو حاضر کروادی اور اوسکا یوم السبت عذر نہوگا اور یہہ مسئلہ فتوی طلب ہوچکا یہہ کہا ہے مصنف نے مین کہتا ہون اور یہی مسئلہ واقعات حسامی مین مذکور ہی
ادعى الشفيع على المشتری انه احتال لابطالها يحلف وفی الوهبانية خلافه قلت وستذكره لان ابن المصنف فی حاشية الاشباه ايد كلام الوهبانية قلت
شفیع نے مشتری پر یہہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجاویگی اسپر اور وہبانیہ مین اسکا مخالف عدم تحلیف مذکور ہے مین
کہتا ہون اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہین اسواسطے کہ مصنف کی فرزند نے اشباہ کے اپنی حاشیہ مین کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہی کہ
اوسسے تائید زیادہ نہین ہوسکتی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھ خلاصہ تائید مذکور یہہ ہی کہ قاضی خان اور ولوالجی کے کلام مین تصریح ہے کہ مشتری
پر قسم لازم نہین تعليق ابطالها بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلق کرنا شرط سے جائز ہی ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ تیری
شفعہ تیرے واسطے مسلم رکہا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خرید کی تو اوسکا شفعہ ثابت ہی کذا فی المطولات
عن منية المفتی والمجتبی له دعوى فی رقبة الدار وشفعة فيها يقول هذه الدار داری وانا ادعيها فان وصلت الی والا انا على شفعتی فيها
ایک شخص کا دعوی ملک ہی گہر کے رقبہ مین اور شفعہ کا بہی اوسمین دعوی ہی تو یون دعوی کرے کہ یہہ گہر میرا ہی اور مین اوسکا دعوی کرتا ہون
سو اگر یہہ گہر مجکو پونہچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پونہچا تو مین اوسمین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون ھ یہہ مسئلہ ظہیریہ مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک گہر
دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اوسکا شفیع ہے اور اوسکا زعم یہہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہی سو وہ ڈرتا ہی کہ اگر مین اوسکی ملک کا دعوی کرون تو
شفعہ باطل ہوتا ہی اور اگر شفعہ کا دعوی کرون تو ملک رقبہ کا دعوی باطل ہوتا ہی تو وہ شخص یون دعوی کرے کہ یہہ گہر میرا اور مین اوسکی رقبہ کا دعوی
کرتا ہون سو اگر وہ مجکو پونہچا تو بہتر ہے اور نہین تو مین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون اسواسطے کہ یہہ سب ایک کلام ہی تو طلب شفعہ میں سکوت ثابت نہوگا کذا
فی المطولات عن العمادی استولى الشفيع عليها بلا قضاء بناء اعتماد على قول عالم لا يكون ظالما والا كان ظالما شفیع نے غلبہ کرکے عمل کر لیا گہر پر
بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہوگا اور نہین تو وہ ظالم ٹھہریگا ھ شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ مجکو اس
مسئلہ مین اعتراض ہی اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ مین یہہ مصرح ہی کہ شفیع کی ملک ثابت نہین مگر تراضی یا قضاء قاضی سے تو جبکہ بدون اوسکی مجرد
قول عالم کے اوسنے استیلا کیا تو یہہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد استقرار شفعہ کا اعتبار کیجیئے تو وہ غلط کرانا کرنے سے موجود
ہوجاتا ہی تو عالم کی قول کی بہی کچھ حاجت نہین اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حاجت ہے کہا جب ظالم ٹھہریگا تو اوسپر تعزیر ہوگی اشباہ علی عدد الرؤس
المنقول والشفعة واجرة القسام والطريق اذا اختلفوا فيه الکل فی الاشباہ کا چند چیزین عدد اشخاص پر ہین ایک تو دیت دوسرے
شفعہ تیسری قسمت کرنیوالی کی اجرت چوتھی راہ جبکہ اوسمین لوگ اختلاف کرین یہہ سب مسائل مذکورہ اشباہ مین ہین ھ دیت کی صورت یہہ ہی کہ اگر مقتول پایا گیا
مکان مملوک مین تو اوسکی دیت اوس مکان کے سب مالکون پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہوچکی اور اجرت
قسام کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکون مین تو اوسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہی اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور
دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہی اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہی اسواسطے کہ شارع عام کسیکا مملوک نہین اور طریق کی تا

گھر کا صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اوسمین اختلاف کرین اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے مین سب برابر ہین یعنی اگرچہ
ایک شخص کا دالان طویل ہوا اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود ولا شفعۃ لمن استنابہ شفعہ کا حق ثابت نہین ہوتا
کیواسطے کذا فی العنایۃ صبی لہ شفیع لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ وان نصب القاضی قیما یطلبہا جاز جواہر ایک لڑکا شفیع ہو جسکا کوئی والی نہین
تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرفسے کوئی کارپرداز قائم کرے اور وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجواہر
اشتری کرما وله شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاكلها المشتری ثم اتی الشفیع واخذه ان الاشجار وقت القبض مثمرة سقط بقدره و
الا لا لانہا حصۃ له من الثمن حینئذ موید زادہ معزیا للواقعات الحسامی انگور کا باغ خرید کیا اور اوسکا شفیع غائب ہو سو درخت پھل لائے اور مشتری
نے انکو کھا لیا پھر شفیع آیا اور اوسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہون تو بقدر قیمت پھلون کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر
پھلے نہوںگے قبض کیوقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نتھا ثمن مین اوسوقت کذا ذکرہ موید زادہ من واقعات الحسامی وفی الوہبانیۃ ویاخذ
فیما یشتری لصغیرہ اب او وصی للبلوغ یوخر اور وہبانیہ مین ہے اور باپ شفعہ لے اوسمین جو اوسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور
وصی مخاصمت مین تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک ھم اگرچہ خصومت مین تاخیر چاہیے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ
کر رکھے چنانچہ خزانۃ الاکمل مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے ولیس له تفریق دارین بیعتا ولو غیر جار فالتفرق احذر
اور شفیع کو جائز نہین تفریق کرنا ان دو گھرون کا جو ساتھ صفقہ بیع ہوتے اور وہ دونون کا شفیع ہو اور اگر شفیع ہمسایہ نہین دوسرے گھر کا تو تفریق
لائق تر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہین تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا
ہے وما ضر اسقاط التحیل مستبطنا وتحلیفه فی النکل لاشک انکر اور ضرر نہین کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے دران حالیکہ وہ قاصد
اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ نہین قصدا شفعہ ساقط کرنے مین حیلہ سے اور تحلیف اوسکا قصد ہونیکی بحالت انکار مین بلاشک منکر اور معیوب ہے شرعا
یعنی اگر بایع یا مشتری انکار کرین کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہین کیا تو شفیع کو اونسے قسم لینا جائز نہین کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم
واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القسمۃ

یہہ کتاب ہے قسمت کے بیان مین یعنی ساجھی کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق
باع فیجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہہ ہے کہ جب ایک شریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا
یا قسمت کریگا بدون بیع کے ھی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء قسمت لغت مین اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے
اقتدا کا وشرعا جمع نصیب شائع له فی مکان معین اور شرع مین قسمت عبارت ہو ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کردینے سے ایک معین مکان
مین ھم مثلا ایک گھر کے تین شریک ہین تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہہ اوس گھر مین شائع ہے بلاتعین پھر جب اوسکے تین حصہ ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ
خاص خاص مکان مین مجتمع ہوگیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم للانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم توجد
طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکون کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنیکے واسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکون
کی طلب پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین ھم مشترک چیز مین ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طالب قسمت حاکم سے یہہ سوال کرتا ہے کہ اسکو
اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کردے اور غیر کو اوسکے انتفاع سے روکدے تو حاکم پر اوسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ھو الفعل
الذی یحصل بہ الافراز والتمییز بین الانصباء ککیل وذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہوجاتی حصون
کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ھم یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی
چیز کو گز سے ناپنا یہہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اسکے قسمت کا وجود نہین وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم نحو حائط
وحمام اور شرط قسمت کی یہہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہوجاوے بانٹنے سے اور اسیواسطے قسمت نہین کیجاتی دیوار اور حمام اور مانند اسکی

کتاب القسمۃ

ھ عدم فوت منفعت یہہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود تو نہی منفعت ہی پہر جب منفعت ہی نرہی تو حاکم قسمت پر جبر نہین کرسکتا
ایک شریک کے طلب سے تاں اگر سب شریک طلب کرین تو قسمت صحیح ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدۃ اور
حکم یعنے قسمت کا اثر مترتب معین کردینا ہی ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وھو اخذ عین حقہ وعلی معنی
المبادلۃ وھی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنے مثلی اور قیمتی دونوں مین قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہی اپنے حق کا
بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلا لینا ہے اپنے حق کا ھ بیان شمول یہہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہی اوسکے اجزا مین ہر جز و شامل ہے نصفین کو ایک
نصف تو اسی شریک کا ہی تو اسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اوسکے شریک کا تہا اوسکو لیا اوسکی عوض جو اسکا حصہ بین شریک ثانی
کے قبضے مین ہے تو اسکا لینا ہی مبادلہ ٹھہرا کذا فی الشمنی والافراز ھو الغالب فی المثلی وما فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز
غالب فیہ ایضا ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنے اپنا حق بعینہ لینا غالب ہی مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم مین ہی چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور
جوز اسواسطے کہ افراز کے معنی اسمین بہی مثلی کی مانند غالب ہین ایسا نقل کیا ہی ابن کمال نے کافی سے ھ مثلی مین معنی افراز اسواسطے غالب ہین کہ اسکی
ابعاض اور افراد مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلا گیہون اور جو مین سے جو ایک شریک لیتا ہی وہ اوسکی مثل ہے ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہی
تو اوسکو بعینہ اوسکا قرار دینا ممکن ہی والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وھو القیمی اور مبادلہ غالب ہی مثلی کے سوا یعنی قیمی مین ھ قیمت
والی چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین مین اسواسطے مبادلہ غالب ہوا کہ انمین بہت تفاوت ہوتا ہی چنانچہ ایک گہوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار
درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہے کیونکہ دونو حصو نمین بالیقین مبادلہ اور مساوات ثابت نہین اذا تقرر ھذا الاصل فیاخذ الشریک
حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاولی ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ جبکہ یہہ قاعدہ ثابت ہوچکا کہ مثلی مین افراز
غالب ہی اور قیمی مین مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنے ساتہی شریک کے غائب ہونیسے اولین یعنی مثلی مین عدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصے
اوسکی غیبت سے ثانی مین یعنی قیمی مین اوسکو تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر
او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخرین والا لا خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان مین کیلی یا وزنی چیز مشترک ہی درمیان حاضر اور
غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونون شریکون کا حصہ تسلیم کردیا اور اگر تسلیم
نہین کیا تو قسمت نافذ نہوگی یعنی اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونکا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب
اور صغیر کا کصبرۃ بین دھقان وزراع امرہ الدھقان بقسمتہا ان ذھب بما افرزہ للدھقان او لا فالھلاک الباقی علیہما وان بعد نفسہ
او لا فالھلاک علی الدھقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈہیر مشترک ہو درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے
مزارع کو اوسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو اوسنے زمیندار کیواسطے جدا کیا تہا زمیندار کیطرف لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہوجانا دونون
پر پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہہ کہا ہی بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضی خان ملخصا ھ عالمگیری مین یہہ مسئلہ
ذخیرہ سے یون منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت کیلی اور موزون مین یہہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا
حال ہوجاویگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تہا اور اگر اوسکا حصہ تلف ہوگیا جسنے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسر یکا حصہ تو قسمت برقرار ہی اسی قاعدہ سے بہی
یہہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہی کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصے سے جدا کر سو اوسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منقوض
ہی اور زمیندار مزارع کے حصے سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہی انتہی اور جو
شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اسکی مخالف ہی اور ظاہرا نزدیک عالمگیری کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اوس قول کو بعض مشائخ
کیطرف نسبت کیا ہی تو یہہ وجہ اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبرا علیہا ای علی قسمۃ غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط

ویسوی وقیق غیر المثلی عند طلب الخصم ویجبر لما فیها من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت مین اپنا حصہ نہین لیتا تھی مین اگرچہ غیر مثلی
کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس مین ماسوا ہر اونٹ غلام کے جو غنیمت کا نہین جب خصم قسمت طلب کرے تو تقسیم مین جبر اسواسطے کہ اوسمین معنی افراز
ہے ہم یہہ جواب ہے اوس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی مین باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی مین قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ مین جبر جاری
نہین ہوتا جواب یہہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمین تحصیل منفعت ہے اور متحد الجنس مین مقاصد متقارب ہین تو جبر سبب جائز ہوا تا ضرر رفع
ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اوسکی ملک مین غیر کا تصرف نرہے اور دوسرا جواب شارح اوپر دیتا ہے علی
ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ و بیع مال المدیون للاداء دینہ اوسکو علاوہ یہہ ہے کہ مبادلہ مین کاہی جبر جاری
ہوتا ہے جب حق غیر کے متعلق ہو جیسے نزدیک شفعہ مین اور مدیون کی ملک بیچنی مین اوسکو دین کے ادا کرنے کیواسطے وینصب قاسم یرزق من بیت
المال بلا اجر لیقسم بلا اجر ندبا و ہو احب وما فی بعض النسخ وجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجاوے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے بدون لینے اجرت کے
شریکون سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہہ جو بعض نسخ در المختار مین ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب باجر المثل صح لانها لیست بقضاء
حقیقۃ فجاز له اخذ الاجرۃ علیہا وان لم یجز علی القضاء ذکرہ اخی زادہ اور اگر قسمت کرنیوالا اجر مثل پر مقرر کیا جاوے تو صحیح ہے اسلئے کہ قسمت کرنا حقیقت مین قضا
نہین تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہین کذا ذکرہ اخی زادہ ہم اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے مین
اختلاف ہے اصح یہہ ہے کہ جائز نہین کذا فی النہر وہو علی عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لهما اور وہ یعنی اجر مثل شریکون کی شمار پر ہے
مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہون یا بعض نصیبون پر خلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصون کے موافق ہے تو زیادہ حصہ الانصباء
اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان بقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرۃ الراعی والحمال و
الحفظ وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ وان کان لها فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقتہ علیہ
اختلاف اجرت مین ہمنے قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حقون کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح
باقی مصارف شرکت مین اجرت بقدر حصون کے ہے جیسے چرانیوالے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی
مین اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اوسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو اسطرح کہ دو شریکون نے مکیل یا موزون خرید کیا اور ایک آدمی سے
اوسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اوسکی مقدار معلوم ہو تو اوسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی الدر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اوسمین وہی
خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ مین اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح مین ہے
والقاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بها اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانتدار اور قسمت کا واقفکار ہم تو فاسق اور خائن اور ناواقف کا
قسمت کرنا جائز نہین جو قسمت کرنا نہین جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لها لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنیکے واسطے
متعین نکیا جاوے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نکرے ولا یشترک القسام خوف تواطئهم اور قسمت کرنیوالے لوگ باہم شرکت نکرین اونکے
اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر اونمین اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردین تو اسمین لوگونکا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا
قسام جمع ہے قاسم کے وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنه او غائب لا وکیل عنه لعدم لزومها حینئذ الا
باجازۃ القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیہ هذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت منیۃ المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے سب شریکونکی رضامندی
سے مگر جبکہ اونمین کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف سے کوئی نائب نہین ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہین قسمت مذکور صحیح نہوگی
اوسکے لازم نہونیکے سبب سے اسوقت مین مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اوسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہہ یعنی قسمت
کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اوسوقت ہے جبکہ شریک وارث ہون اور اگر شریک ہون یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے انہین شرکت

حاصل ہوتی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہ ہم مطلا دیتی ہین عالمگیری سے یون مذکور ہوا اور اگر شریک مشتری ہون تو قسمت نہو گی ایک شریک کی غائب ہونے
سے تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاوین خریداری پر وقسّم نقلی بدعوی الشراء بینھم او ملکہ مطلقا او شراء لا صاطلقا شریعۃ فلا فرق فی النقلی
بین شراء و ارث و ملک مطلق اور قسمت کیا جائیگا وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینھم شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اوسکی خریداری
کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہین نقلی یعنی مال منقول مین درمیان خرید اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا
مزید تحقیق سو اسطے جائز ہوتی کہ منقول بعرض تلف مین ہی تو قسمت مین اوسکا حفظ ہوا اور حقدار کا حق پونہچا ہوا اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق
کی اور کوئی اونکے ساتھ منازع نہین قلت ومن النقلی البناء والاشجار حیث لم تتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا
مین کہتا ہون اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہین جہان کہ منفعت متبدل نہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدلجاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہین یہ
کہا ہے ہمارے اوستاد نے وعقار بدعوی الشراء او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جائیگا مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اوسکی ملک مطلق کا شرکا دعوی کرتے
ہین فان ادعوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرھنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پہر اگر شریک دعوی کرین کہ غیر منقول میراث ہی زید سے تو اوسکی قسمت
نکیجائیگی یہانتک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اوسکے وارثون کی شمار پر وقالا یقسم باعترافھم کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی
بھی تقسیم کیجائیگی محض اونکے اقرار سے جیسا کہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کیصورت مین ولا ان برھنا ان العقار معھما حتی یبرھنا
انہ لھما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معھما باجارۃ او اعارۃ فتکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہو گی اگر دو شخصون نے دعوی کیا
کہ غیر منقول اونکے ساتھ ہے یعنی اونکے قبضہ مین ہے یہانتک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول اونہین دونونکا مملوک ہی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلیے
کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول اونکے قبضے مین بطریق اجارہ یا عاریت کی ہو تو اسصورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے واذا
برھنا علی الموت وعدد الورثۃ وھو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معھما وفیھم صغیر او غائب قسم بینھم ونصب قابض
لھما نظرا للغائب والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اونکے قبضے مین ہے اور وارثون مین سے ایک صغیر
حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجائیگی اور غائب اور صغیر کیواسطے ایک شخص اونکے حصہ کا قبض کرنیوالا مقرر کیا جائیگا تاکہ اونکی حق تلفی
نہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث عندہ ایضا خلافا لھما کما مر اور ضرور ہے شہادت سو اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین جیسا کہ
مذکور ہو چکا ہم اصل میراث کی گواہی یہ ہے کہ یہ گہر انکی میراث ہی انکی باپ کی جانب سو مثلا کذا فی الطحطاوی فان برھن وارث واحد لا یقسم ولا بد من
حضور اثنین ولو احدھما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہو گی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور
ہے اگرچہ اونمین سو ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای الشرکاء مشترین ای شرکاء بغیر الارث وغاب احدھم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر
خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک انمین سو غائب ہو تو قسمت نہو گی اسواسطے کہ خرید کی
کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کیطرف سو خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ اوسمین ایک وارث اور دوسرے وارثون کیطرف سو خصم
ہوسکتا ہو او کان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا یقسم للزوم القضاء علی الطفل والغائب
بلا خصم حاضر عنھما یا کہ عقار یا بعض عقار میراث کی صورت مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضہ مین ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اوسکی قسمت نہو گی لازم
ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کیطرف سو ہم صغیر کی مانند اوسکی مان ہی اور غائب کی مانند اوسکا مودع ہی جلبی نے کہا
شارح کا قول او بعضہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک بطلب احدھم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور
مال مشترک قسمت کیا جائیگا ایک شریک کی طلب سو اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ
حصتہ اور زیادہ حصے والے کی طلب سے قسمت کیجائیگی اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصہ

کے سبب سے اور اون شریکو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہوگی
جصاص نے ذکر کیا ہے کافی مین کہا یہہ قول اصح ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر وفی الثانیۃ یقسم بطلب کلٍّ وعلیہ
الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعوّل اور خانیہ مین ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر
فتوی ہے لیکن متون نقد قول اول پر شامل ہین یعنے عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرّر الکلّ
لم یقسم الا برضاهم لئلا یعود علی موضوعه بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکونکو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی مگر سب شریکونکی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نکرے اپنی موضوع پر منقوض ہوکر ھم یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی تا ان کو
سب راضی ہون تو قسمت درست ہے کہ حق اونکا ہے اور وہ اپنی حاجت کو زیادہ تر واقف ہین لیکن قاضی اسکا متباشر نہو اگرچہ وہ طلب کرین اور نہ اونکو
منع کرے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لهما یعملان فیه طلب احدهما القسمة ان امکن لکلٍّ ان یعمل فیه بعد القسمة ما کان یعمل فیه
قبلها قسّم والا لا مجتبی مین ہے کہ ایک دوکان ہے دو شریکون کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہین سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا
شریک نہین مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اوسمین کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاے اور اگر ایسا نہو تو قسمت
نکیجاے وقسّم عروض اتحد جنسها لا الجنسان بعضهما فی بعض لوقوعها معاوضة لا تمییزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاے
اون عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو نہ قسمت کیجاوین دو جنسین اسطرح کہ بعض جنس بعضی شریک کو دیجاے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہوکر نہ تمیز ہوکر
تو اختلاف جنس مین تراضی شرکا پر اعتماد کیا جائیگا نہ قاضی کے جبر کرنے پر ھم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے چنانچہ کیل یا موزون یا عددی متقارب کے
یا چاندی سونا تو اسمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھہ ایک شریک کو دیگا اور کچھہ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونون برابر ہی تو
قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اوسمین جبر کا اختیار ہوا اور دو جنسین کی قسمت مین داخل بعض کا بعض مین اسطرح صحیح نہین کہ ایک شریک کو اونٹ
دیجیے اور دوسرے کو دو بکریان مثلا ایک جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونو جنسونمین اختلاط اور اتحاد نہین تو یہان قسمت تمیز واقع نہوگی
بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہان تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار ہے جہان قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق
وحده لفحش التفاوت فی الادمی اور نہ قسمت کیا جاے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین تفاوت بہت ہوتا ہے ھم آدمی مین
تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ اونمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کیصورت مین فقط کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھہ کوئی اور چیز قابل قسمت ہوگی تو اوسوقت مملوک کی بھی اوسکے ساتھہ ملکر قسمت ہو جاویگی باتفاق امام اور صاحبین وقالا
یقسم لو ذکورا فقط او اناثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہون یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت
ہوگی جیسے اونٹ اور بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواهر لفحش تفاوتها اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات اونکی کثرت
تفاوت کے سبب سے ھم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہون تو بھی قسمت نہوگی اسواسطے کہ اونکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہین ہو سکتی ولا الحمام
والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمته ضرر اور نہ قسمت کیا جاے حمام اور کنوان اور چکی اور کتابین اور جس چیز کی قسمت مین ضرر ہو ھم شارح نے
عدم قسمت کی چند مثالین دیکر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہین اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل
منفعت کیواسطے ہے جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے لائق نرہا تو معنی قسمت متحقق نہوے الا برضاهم لما مر مگر سب شریکونکی رضامندی سے قسمت جائز ہے
بدلیل گذشتہ ھم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر کے شرکا راضی ہون تو قسمت جائز ہوگی کہ حق تو اونہین کا ہے ولو اراد احدهما البیع
وابی الاخر لو یجبر علی بیع نصیبه خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو اوسکے حصہ کی بیع پر جبر کیا
جائیگا برخلاف مذہب امام مالک وفی الجواهر لا تقسم الکتب بین الورثة ولکن ینتفع کلٌّ بالمهایاة ولا تقسم بالاوراق ولو برضاهم اور

جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابیں قسمت نہونگی اور توبتین ولیکن ہر وارث اون سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابونکی ورقونکی شمار سے نہوگی اگرچہ
ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ھ یعنی اگر بڑی
کتاب جو کئی مجلدات میں تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلا جسکی پانچ چھہ جلد مجلد ہوتی ہین تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ
لے مثلا اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضها بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک
باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجائے اور ہر شریک بعض کتب بے قیمت لے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہو تو جائز
نہیں وفی المضمرات خانیہ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتها تشاجرا فیه فقال احدهما لا اکری ولا انتفع وقال الاخر ارید ذلک امر
القاضی بالمهایاۃ ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ میں ہے ایک ایسا گھر یا دوکان کہ مشترک
ہے دو شریکون میں جسکی قسمت ممکن نہیں ہے دونون نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ میں اسکو کرایہ پر دونگا اور نہ اس سے نفع لونگا سکنی وغیرہ سے اور
دوسرا شریک کہتا ہے کہ میں اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اوس شریک
سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اوس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھے ھ یعنی اپنی باری میں اسکو
انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکۃ او دار
وضیعۃ او دار و حانوت قسم کل وحدها ان تفرقت مطلقا ولو متلاصقۃ او فی محلتین او مصرین چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور
زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہو تو ہر ایک کی قسمت علحدہ علحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہون یا ایک شہر کے دو
محلونمین ہون یا دو شہرونمین ہون کذا فی شرح مسکین ھ یعنی مشترک گھرونمین اسطرح قسمت نہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے
کہ گھرون کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلون اور پڑوسیون اور مسجد اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو انکی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک
شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں ہے ہان آپسکی رضامندی سے اور گھر اور زمین اور گھر اور دوکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں
کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہون ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہون تو قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ منزل
بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوئی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلها فی مصر واحد او کلا
دو مشترکہ وغیرہا کی قسمت مجتمعہ نہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہون یا نہون ھ مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق
جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وقالا ان الکل فی مصر واحد فالرای فیه للقاضی وان فی مصرین فقط کقوله اور صاحبین نے کہا کہ
سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہون تو اسمین قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء مذکورہ دو شہرونمین ہون تو صاحبین کا قول امام کے قول
کی مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہیں دو شہرونمین اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی اوسکو بہتر سمجھے والا جائز نہیں ویصور القاسم ما یقسمه
علی قرطاس لیرفعه للقاضی ویعدله علی سهام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اوسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے
سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصہ پر تعدیل اور تسویہ کرے ھ تسویہ سہام قسمت کی یہہ صورت ہے کہ کمتر سہام کو تاکل کرے تو مقسوم کو اوسیپر
جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہو تو اوسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسے اسی پر ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی ویذرعه اور گز سے اسکو
پیمائش کرے اسواسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ھ تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ
عمارت کی قسمت علحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمائش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ میں واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اوسکی
قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقه وشربه اور قاسم جدا کرے ہر حصہ کو اوسکے راہ اور پانی کی آمد کے ساتھ ھ ہر حصہ کی راہ
وغیرہ جدا کر دینی سے تقسیم اسیطرح ہو تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہون

ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وهلم جرا اور قاسم حصونکو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی ہذا القیاس رابع
اور خامس بقدر حاجت کے پھر ترتیب حصص جسطرح سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کیوقت کذا فی الزیلعی ویکتب
اسامیہم ویقرع لتطییب النفوس اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے پھر ہر شریک کا نام علٰحدہ علٰحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور
کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر گولی بنا دے جوہرہ مین ہے کہ قرعہ واجب نہین غرض اوس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسیکی جانب داری معلوم نہو تو اگر قاضی
بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السہم الثانی
الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ مین پہلے نکلے تو اوسکے لئے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا دوسرا حصہ ہے یہانتک کہ اخیر
تک پہنچ جاوے پھر شرح وقایہ مین ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ مین جدول کی قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے خانہ بندی کرے اور صحن
اور مکانات کو گزون سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اوسکے متصل کو ثانی ٹھہرا دے اور اوسکے
متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ مین اول نکلے تو اوسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اوسکا حصہ پورا ہو جاوے پھر
جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہون خواہ متفاوت انتہی ملخصا درر مین ہے کہ اگر عقار مشترک مین تین شریک
ہون ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلا تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اوسکے پاس والے کو
ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سادس تک کرے اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اوسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ
اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اوسکے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اوسکے پاس کے دو سہم اور
واعلم ان الدراہم لا تدخل فی القسمة للعقار الا برضاہم فلو کان ارض وبناء او منقول قسم بالقیمة عند الثانی وعند الثالث
یرد من العرصة بمقابلة البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویة رد الفضل دراہم للضرورة واستحسن فی الاختیار اور یہہ جان رکھہ کہ نقد درم
زمین اور گھر کی قسمت داخل نہین ہوتی ہین مگر شریکون کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اوسکی قسمت قیمت کر کے ہو گی ابو یوسف کے
نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دیجاوے عمارت کے مقابلہ مین پھر اگر کچھہ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونو حصو نمین ممکن نہو تو بقدر
زیادت درم پھیر دئے جاوین ضرورت کے سبب سے اور اختیار مین اس قول کو پسند کیا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو انہون نے
قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب مین زیادہ عمارت ہے سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اوسکے عوض زمین لے
تو عوض زمین ہی دیجاویگی اور صاحب عمارت سے درم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو درست ہے یعنی درم دلانا کیونکہ
کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت اُن لوگون کی گھر مین ہے نہ درمونمین تو اوسکی قسمت جائز نہوگی جو مشترک نہین کذا فی الدرر قسم ولاحدہم
مسیل او طریق فی ملک الآخر والحال انہ لم یشترط فی القسمة صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمة اجماعا واستؤنفت مشترک
گھر کی قسمت ہو گئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ دوسرے شریک کی ملک مین ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت مین مشروط نہین ہوا
تو نابدان اور راہ اوسکی طرف سے دوسری طرف پھیر دیجاوے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت
کیجاوے اسطرح کہ ہر شریک کا نابدان اور راہ جدا ہو اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت مین مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرة
ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقیناہ مشترکا کما کان ان امکن افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکون نے اختلاف کیا سو بعضون نے کہا
کہ ہمنے اوسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کیواسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اوسکو
مشرح بیان کیا ہے پھر زیلعی مین یون ہے کہ اگر قسمت کے اندر ادخال طریق مین اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضون نے کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترکہ
باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اوسمین حاکم تامل کرے سو اگر ہر شریک اپنے حصے مین راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے سوا اور راہ

قسمت کردی تحصیل منفعت کیواسطے تاکہ ہرطرح سے جدائی ہوجاوے اور اگر ایسا نہو سکے تو راہ کو قسمت سے اوٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فے المحیط وے مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق فجعل عرضھا قدر عرض باب الدار و اما فی الارض فبقدر ممر الثور ذ ے یعنی شریکوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار مین تو راہ کا عرض گہر کے دروازے کی عرض کی برابر کیا جاوے اور زمین مین تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الذخیرۃ ھم یعنی جب گہر کی قسمت ہوگئی شریکوں مین اور ہر حصہ کی راہ کے عرض مین اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گہر کے دروازہ کے عرض کی برابر کیجائیگی اسواسطے کہ گہر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کیطرف پہیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح مین فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہہ ہے کہ ایک گہر دو شریکوں مین مشترک ہو اور اس گہر مین تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکون نے گہر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اوسکو منع کا اختیار نہین لیکن اوس شخص کیواسطے اوتنی چوڑی راہ چہوڑی جاویگی جتنا اوس گہر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گہر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گہر کی قسمت ہوگی اور تیسرا بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی المحیط بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منھم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان فدر طول الباب من الھواء مشترک والبناء علی الھواء المشترک لایجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ طریق کے اختلاف مین عرض اوسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاوے اور اسکے طول کے ساتھہ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھہ یعنی بقدر باب اعظم گہر کی راہ مشترک کی چوڑائی اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکوں مین سے جہرو کا نکالے اپنے حصہ مین اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر مین سو اسطیکہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازہ کی مشترک ہے اور ہوا مشترک پر بنانا جائز نہین مگر شریکون کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ھم یعنی گہر کی راہ مشترک مین جسکا ارتفاع اور عرض گہر کے باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اوس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ جہرو کہا یا کہڑکی یا روشندان اپنے مکان مین راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بنا دے تو درست ہے اور اوس سے نیچے مین بنانا درست نہین ولو شرطوا ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان وصلیۃ کان سہامھم فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ التبن بالاکسار لا نہ لیس بوزنی لا العنب بالشریحۃ علی الصحیح بل بالقبان والمیزان لانہ وزنی اور اگر شریکون نے شرط کی کہ گہر کی قسمت مین راہ متفاوت رہے تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گہر مین برابر ہون اور یہہ اسواسطے ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی کے جائز ہے سوا ان مالون کے جنمین سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بہس کا بانٹنا رسیون سے یعنی جالی جو بہس وغیرہ کے اوٹہانیکے واسطے رسیون سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بہس وزنی چیز نہین ہے جسمین بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہین انگور کا بانٹنا کہجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قپان یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے ھم فتاوی قاضیخان کی عبارت یہہ ہے وقسمۃ التبن بالحبال ذکر فی النوازل انہ یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی تو بعض اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ رسیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے قاموس مین قپان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو بزرگ سے تو تردید کا یہہ مطلب ہوسکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چہوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم وسفل لہ ای فوقہ علو مشترکان وسفل مجرد مشترک والعلو لاخر وعلو مجرد مشترک والسفل لاخر قوم کل واحد من ذلک علیحدہ وقسم بالقیمۃ عند محمد وبہ یفتی نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اوسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں مین قسمت کیجاوے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ھم امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک گز بمقابلہ ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر جو اوپر فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان اوسکی صلاحیت رکہتا ہے جو اوپر کے مکان مین صلاحیت نہین چنانچہ اوسمین کنوان کہودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ

تو وہ دونون مکان بمنزلہ دو جنسون کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکون کے حقون کی ممکن نہین ہوسکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمة
استیفاء نصیبہ وشہد القاسمان بالاستیفاء لحقہ تقبل وان قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے
کے انکار کیا اور دو قسمت کرنیوالون نے پورا ملنے سے اوسکے حق کے گواہی دی تو گواہی اونکی مقبول ہوگی اگرچہ اونہون نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ
ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہین
ولو ادعی احدھم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق الا ببرهان
او اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الا بحجة لعمّ ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصے
مین سے کچھہ از روی غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضے مین پڑ گیا ہے اور حالانکہ اوسنے پورا حصہ پانیکا اقرار کیا ہو یا نکیا ہو کذا ذکرہ البرجندی
تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اوسکے قسم نکہانے سے تو اگر مصنف بجای الا ببرہان کے الا بحجة کہتا تو گواہی اور اقرار اور
نکول سبکو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور ادعای غلط سے تناقض دعوی مدعیکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ اوسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے
استیفا کا اقرار کیا پہر تامل کے بعد اوسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہوگا اپنے اقرار پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی
بعضہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ مین نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پہر میرے شریک نے اوسمین سے کچھہ لے لیا اور
شریک اوسکا منکر ہے تو اوس سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا ولم
یسلمہ الی وکذبہ شریکہ تحالفا ونقض القسمة کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفار حق کے کہا کہ مجکو
پہنچا ہے اوس میرے حصے سے یہانسے یہانتک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہین کیا اور شریک اوسکا اوسکی تکذیب کرتا ہے تو دونون قسم کہا دین اور
قسمت فسخ کرڈالیجاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف مین طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب
کلا طائفة فادعی احدھما بیتا فی ید الآخر من نصیبہ وانکر الآخر فعلیہ البینة لانہ مدع اور اگر دو شریکون نے گہر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھہ مکان
پہنچا سو ایک شریک نے ایک کوٹہریکا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف مین آگئی ہے میرے حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اوسپر گواہی لانا واجب ہے
کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماھا فالعبرة لبینة المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض تحالفا وفسخت وکذا لو اختلفا فی الحدود
اور اگر دونون شریکون نے گواہ قائم کئے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونون شریک
قسم کہا دین اور قسمت فسخ کرڈالیجاوے اور اسیطرحکا حکم ہے اگر دونون حدود مین اختلاف کرین وان استحق بعض معین من نصیبہ لا تفسخ القسمة
اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصے سے بعض معین مستحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کی بر قول صحیح ہم اسلئے
کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اوسمین غیر کا حق نہین کذا فی المطولات وفی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اور بعض شائع غیر معین کی استحقاق
مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع آیا اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اوسکے صحیح نہین وفی
استحقاق بعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمة
دفعا لضرر التشقیص اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصے سے قسمت زبردستی سے فسخ نہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اوسقدر پہیر لیوے اپنے
شریک کے حصے سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصص سازی سے مندفع ہوجاوے قلت قد بقی ھہنا احتمال آخر وھو ان یستحق بعض من نصیب کل
واحد فان کان شائعا فسخت وان کان معینا فان تساویا فظاهر والا فالعبرة لذلک الزائد کما مر فلذا لم یفردھا بالذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور
احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصے مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصون مین برابر ہو
تو ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم وبیش ہو تو اوسی زائد کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا تو اسیواسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا ہم کمی بیشی کی

یہہ صورت ہی کہ ایک شریک کے حصے مین چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصے مین چھہ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیر دے ظهر دين في التركة المقسومة
تفسخ القسمة الا اذا قضوه اى الدين او ابرأ الغرماء ذمم الورثة او يبقى منها اى من التركة ما يفي به لزوال المانع
ترکہ مقسومہ مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کر دین یا ارباب دیون وارثون کو
بری الذمہ کر دین یا ترکہ سے اوتنا باقی رہگیا ہو جو ادا دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہوگی مانع کے دور ہو جانے کے سبب سے ولو ظهر
غبن فاحش لا يدخل تحت التقويم في القسمة فان كانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضي مقيد بالعدل ولم يوجد اور اگر قسمت مین
ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنیوالون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف
مقید ہے عدل کے ساتھہ اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ولو وقعت بالتراضي تبطل ايضا في الاصح لان شرط جوازها المعادلة ولم توجد
فوجب نقضها خلافا لتصحيح الخلاصة قلت فلو قال كالكنز تفسخ لكان اولى اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ
جواز قسمت مین برابری حصونکی شرط ہی اور وہ پائی نہین گئی تو اوسکا توڑنا واجب ہوگیا برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کی مانند بجائے
بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ھم کنز مین یون ہی ولو ظهر غبن فاحش في القسمة تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہہ
عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونونکو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا في الطحطاوي وتسمع دعواه ذلك اي ما ذكر
من الغبن الفاحش ان لم يقر بالاستيفاء وان اقر به لا تسمع دعوى الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعى الغصب فتسمع دعواه و
تمامه في الخانية اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اوسنے حصہ پانیکا اقرار نکیا ہوا اور اگر اوسکا اقرار کر چکا ہو تو سماعت نہوگی
دعوی غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اوسنے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا
اسکا بیان خانیہ مین ہے ادعى احد المتقاسمين للتركة دينا في التركة صح دعواه لانه لا تناقض لتعلق الدين بالمعنى والقسمة بالصورة ترکہ
بانٹ لینیوالون مین سے ایک شخص نے دین کا دعوی کیا ترکہ مین تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کر لینے اور دعوی دین مین تناقض نہین بسبب
متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کے صورت متروکہ سے ھم دین معنی سے متعلق ہی یعنی متروکہ کی مالیت سے اوسکا تعلق ہے
تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو اونکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہی کذا في الطحطاوي ولو ادعى عينا
باي سبب كان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام على القسمة اعتراف بالشركة اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے
خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا وفي الخانية اقتسموا دارا واصاب
ثم ادعى احدهم في قسم الآخر بناء او شجرا زعم انه بناه وغرسه لم تقبل بينته اور خانیہ مین ہی کہ شریکون نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے
کے حصہ مین عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہہ کہا کہ مدعی نے اوسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اوسکے گواہ مقبول نہونگے یعنی بسبب تناقض کے
وقعت شجرة في نصيب احدهما اغصانها متدلية في نصيب الآخر ليس له ان يجبره على قطعها به يفتى لانه استحق الشجرة باغصانها اختيار
درخت ایک شریک کے حصہ مین پڑا اوسکی شاخین لٹک رہی ہین دوسرے شریک کے حصے مین تو اوسکو نہین پہنچتا ہے کہ اوسپر زبردستی کرے شاخون کے
کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہی اوسکی شاخون کے ساتھہ کذا في الاختيار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہو تو جبر
کی کون وجہ ہے بنى احدهما اي احد الشريكين بغير اذن الآخر في عقار مشترك بينهما فطلب شريكه رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء في
نصيب الباني فبها ونعمت والا هدم البناء وحكم الغرس كذلك بزازية ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اوس
زمین مین جو دونونمین مشترک ہی سو اوسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائیگی سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصے مین
پڑے تو خوب ہے اور نہین تو عمارت ڈہائی جاویگی اور اسیطرحکا حکم درخت کا ہی کذا في البزازية ھم ہان اگر وہ شریک کو راضی کر لے تو ہدم نہوگا کذا

فے العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا و اخذوا حصتھم ثم تراضوا علی الاشتراک بینھم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان القسمۃ
بالتراضی مبادلۃ ویجری فسخھا ومبادلتھا بالتراضی۔ اور یہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکون نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیلیے
پھر وہ راضی ہوگئے آپس کے ساجھے سے تو یہہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آویگی زمین یا اوسکے غیر مین سوا سطے کہ آپکی رضامندی کی قسمت مبادلہ
ہے اور اوسکا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیۃ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ھبۃ او صدقۃ
او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ و یفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا
ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچڈالنے کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اوسکا ملکیت کو اوسمین ثابت کردیتا ہے اور قابض کے
واسطے اوسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اوسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ
جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب مین گذر گیا وقیل لا یثبتہ جزم بالقیل فی الاشباہ والاول فی البزازیۃ
اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہین کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ مین اور قول اول پر یقین کیا ہے بزازیہ مین
ولو تھایئا فی سکنی دار واحدۃ لیسکن ھذا بعضا وذا بعضا او ھذا شھرا وذا شھرا او دارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ھذا یوما وذا یوما او عبدین
یخدم ھذا ھذا والاخر الاخر او غلۃ دار او دارین کذا فی الصحیح التھایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرلین ایک گھر مشترک کے
رہنے مین اسطرح کہ یہ شریک بھی گھر کے بعض مین رہا کرے اور وہ شریک بعض مین یا یہہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھر دونین باری مقرر کرین کہ ہر شریک ایک ایک گھر مین رہے یا باری معین کرین غلام
مشترک کی خدمت کی ایک روز اسکی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلام مشترک کی خدمت مین کہ یہہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کرین ایک گھر یا دو
گھر کی حاصلات اور کرایہ مین اوسیطرح تو یہہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ مین بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہے ہم تہایؤ اور تہایؤ تفاعل ہے ہئیت سے
اور ہئیت عبارت ہے اوس شخص کی حالت ظاہری سے جو کسی چیز پر مستعد اور طیار ہے اور تحقیق اوسکی عبارت مین یون ہے کہ ہر شریک ایک ہئیت پر راضی ہے اور شریک
ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اوس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح مین مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاسا یہہ جائز نہین
کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اوسکی ہم جنس سے لیکن استحسانا یہہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم والاصح ان القاضی یجبر علیہما
بطلب احدھما اور قول صحیح یہہ ہے کہ قاضی باری مقرر کردیوے دو شریکون زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نکرتا
ولا یبطل بموت احدھما ولا بموتھما اور باری باطل نہین ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونون شریکون کی موت سے ولو طلب احدھما القسمۃ
فیما یقبلھا بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اوس مشترک مین جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ شریک کو نقض
مہایاۃ عذرا و بلا عذر جائز ہے اور یہہ اوسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونون نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز
نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑدی تو اب اوسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا
یا دروازہ پھوڑنا جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ ولو اتفقا علی ان نفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے
اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اوس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا بر خلاف لباس کے کہ اوسمین تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین
دونون نے مذکور نکی ہو تو نہ قیاسا جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاسا جائز نہین اور استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ
وما زاد فی نوبۃ احدھما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہوگیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر مین
تو وہ مشترک ہے دونون مین نہ دو گھر کی حاصلات مین ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہوگیا دوسرے
کی نوبت سے تو زیادتی مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گھر دونین ایک گھر کا کرایہ گران ہوگیا تو زائد مین شرکت نہوگی کذا فی الخانیۃ مختصرا ویجوز فی
عبد و دار علی السکنی والخدمۃ وکذا فی کل مختلفی المنفعۃ مطلقا وتمامہ فیما علقناہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت

جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر مین رہے تو یہہ درست ہے اوراسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ مین نوبت مقرر کرلینا جائز ہے
كذا في الملتقى اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے م شارح کی شرح ملتقی مین ہی کہ جب باری متحد المنفعۃ مین جائز ہوتی تو مختلف المنفعۃ مین بطریق اولے
جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تهايئا في غلة عبد او في غلة عبدين او تهايئا في غلة بغل او بغلين او في
ركوب بغل او بغلين او في ثمرة شجرة او في لبن شاة لا يصح في مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کرلی ایک غلام کی اجرت مین یا دو غلام کی اجرت مین
یا نوبت معین کی ایک خچر کو کرایہ مین یا دو خچر کو کرایہ مین یا ایک خچر کی سواری مین یا دو خچر کی سواری مین یا ایک درخت کے پہل مین یا بکری کے دودھ مین تو ان آٹھون مسئلون مین باری معین کرنا درست
نہین ہے م اجرت غلام کی باری مین بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ باری نہین ہوسکتی مگر دو زمانے مین تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اوسکی
مسامحہ مروج ہی اور دو غلامونکی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہین اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت مین کچھہ ضرورت نہین اسلیے
کہ اجرت مین قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک مکان کے تعادل (مساوات) اسیسے جائز ہی اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرونمین اختلاف ہی و علے ہذا القیاس
سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرونمین اختلاف ہے اور پہل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہین اسواسطےکہ پہل اور دودھ کی قسمت آسان ہے
تو باری کی کیا حاجت ہی كذا في الطحطاوي وحيلة الثمار ونحوها ان يشتري حظ شريكه ثم يبيع كلها بعد مضي نوبته او ينتفع باللبن بمقدار معلوم
استقراضا لنصيبه حينئذ قرض المشاع جائز م اور پہل اور اوسکی مانند اور چیز کی باری کا حیلہ یہ ہی کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پہر شریک مشتری
سب پہلونکو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھہ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ
مشاع کا قرض جائز ہے **فروع** مسائل لمختصر شارح الغرامات ان كانت لحفظ الاملاك فالقسمة على قدر الملك وان لحفظ الانفس فعلى عدد
الرؤس ولا يدخل صبيان ونساء فلو غرم السلطان قرية تقسم على هذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے
تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اوسکی قسمت لوگونپر بقدر ملک کے ہی اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگونکی شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار
مین داخل نہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانوسے ڈانڈ لے تو اوسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خيف الغرق فاتفقوا على القاء امتعة فالغرم بعدد الرؤس
لانها لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اوسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیونکی شمار پر
ہے اسواسطے کہ یہہ جانون کی حفاظت کیواسطے ہے م اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اوسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اوس
غائب پر کچھہ مال لازم نہوگا جسکا مال کشتی مین ہے اور اوسنے گرانے کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے
تلف ہوجانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونیکا خوف ہو تو دونو طرح پر مال لازم ہوگا كذا في
الطحطاوي مختصر المشترك اذا انهدم فابى احدهما العمارة ان احتمل القسمة لا يجبر وقسم والا بنى ثم آجره ليرجع بما انفق لو بامر القاضي والا فبقيمة
البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک دوسرے کی عمارت بنانے سے انکار کرلے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہین
اور بانٹ ڈالا جاوی اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہین ہے تو ایک شریک اوسکی تعمیر کرے پہر اوسکو کرایہ پر چلادے تاکہ جو اوسنے خرچ کیا ہو کرایہ سے
بہرلے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نکی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بہرلے وہ قیمت جو بنانے کیوقت ہو وله التصرف في ملكه
وان تضرر جاره في ظاهر الرواية الكل في الاشباه اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک مین جائز ہے اگرچہ اوس تصرف مین اوسکی پڑوسی کو ضرر ہو یا نہو
ظاہر الروایۃ مین یہیہ مسائل مذکور ہین اشباہ مین ہے م صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر بین ہو تو تصرف ممنوع ہی اور نہین تو جائز ہی
اور اسی پر فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ مین اور اسی قول کو صحیح کہا ہی نسفی نے اور عمادیہ مین ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر
فتوی ہی كذا في الطحطاوي عن الزاهدي وفي المجتبى وبه يفتى وفي السراجية الفتوى على المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وينبغي ان
يعول على ظاهر الرواية اور مجتبی مین ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ مین ہی کہ فتوی منع تصرف پر ہی یعنی بصورت ضرر

مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی مین اختلاف پڑا اور ایسی صورتون لائق یہہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوی یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ ضرر پاوی قلتُ و مرّ فی متفرقات القضاء مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضا مین و فی الوہبانیۃ و نظمہا ے ولو ذرع الانسان اذ خاف دارہ ⁂ فلیس لجارٍ منعہ لو یضرّہ اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین ہے اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گہر مین تو اوسکے پڑوسی کو اوسکی منع کرنیکا اختیار نہین اگرچہ اوسکو ضرر ہووے ھ یہہ وہی مسئلہ ہی جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک مین جائز ہی اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہووے ے وحائطٌ لہ اھلٌ فحمّل واحدٌ ⁂ ولا حمل فیہ قبل لیس یغیّرا اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہین سو ایک شریک نے اوسپر دھنّیان رکہین اور حالانکہ قبل اسکے اوسپر دھنّیو نکا بوجہ نہین تو اوسکو دوسرا شریک تغیر نکریگا ھ یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دھنّیان نہین ہین سو اگر ایک شریک اوسپر دھنّیان رکھے تو دوسرا شریک اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر دوسرا شریک بہی اوسپر اور دھنّیان رکھے یا اوسپر پردہ بنا دی یا دروازہ وغیرہ لگادی تو بدون اجازت شریک کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ے وما للشریک ان یُعلّی حیطۃً ⁂ وقیل التعلّی جائزٌ فیغیّر اور شریک کو جائز نہین کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضون نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کرے ھ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یون ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنے اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہین اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہی ے وممنوعٌ قسمٌ عند اہلہ مشارکٍ ⁂ من الرمّ قاضٍ موجرٌ فیعمّر اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اوسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اوسکی تعمیر کرے ھ مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہوا جاتا ہی اور ایک شریک اوسکی مرمت پر مستعد ہی اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اوس سے اوسکی مرمت کرے لیکن یہہ قول غیر مختار ہے اور قول مختار کلی بیت مین مذکور ہے ے وینفق فی المختار راضٍ باذنہ ⁂ ویمنع نفعًا من ابی قبل یحصر اور قول مختار مین جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اوسکی مرمت اپنی پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اوسکے فائدہ لینی سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے لیگا تب تک دوسرا شریک اوسکا کرایہ نہین لے سکتا ہی ے و خذ منفقًا بالاذن منہ لحاکمٍ ⁂ وخذ قیمۃً ان لا وھذا المحرّر اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت سے اگر باذن حاکم مرمت نکی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے ھ طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہین اور چوتھی اور پانچوین علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سی ہین اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ ملحقہ مترجم - ایک شخص مرگیا اوسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیان چھوڑین پانچ ٹھلیان سرکہ سی مملو ہین اور پانچ مین نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہین اور سب برابر ہین تو بیٹون نے چاہا کہ بدون اوتھانے کے برابر بانٹ لین تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیان اور ایک آدہی بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو بھی اسیطرح دیا جاوے تو اب باقی رہین پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین ادھ بھرین تو یہہ پانچون تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سبکا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم و استغفر اللہ الحلیم

کتاب المزارعۃ

یہہ کتاب ہی مزارعت کی یعنی بٹائی پر کہیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہین اور اہل عراق اسکو قراح بولتے ہین مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سی ظاہر ہے یعنی جو کہیت مین اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہی اوسمین قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ھی لغۃً مفاعلۃ من الزرع مزارعت لغت مین مفاعلت ہی زرع سے وشرعًا عقدٌ علی الزرع ببعض الخارج اور شرع مین مزارعت عبارت ہی اوس عقد سی جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہوئی زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا یہہ حقیقت ہی مزارعت کی و ارکانہا اربعۃ ارضٌ وبذرٌ وعملٌ وبقرٌ اور مزارعت کے ارکان چار ہین زمین اور تخم اور محنت اور بیل و لا تصحّ عند الامام لانہا کقفیز الطحّان اور مزارعت درست نہین امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کی مانند ہی ھ امام کی دلیل وہ حدیث ہی جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سی اور وہ مزارعت ہی زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصحّ وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسًا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہی اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت

پر قیاس کرنے سے ھم درر مین ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہانکے لوگون کو دی بطریق معاملہ
اور اوسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین مین جاری ہے اور ایسی صورت مین خبر واحد اور قیاس متروک
ہو جاتا ہے بشروط ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطون سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشتکاری
کیواسطے ھم تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہین واھلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہون تو مجنون
اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہین لیکن بلوغ اور حریت شرط نہین اور اسلام بھی شرط نہین کذا فی الطحطاوی و ذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ فتفسد بما
یتمکن فیہا منہا و بما لا یعیش الیہا احدھما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین مین معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال
یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اوس کمتر مدت سے جسمین زراعت نہین ہو سکتی اور اوس مدت طویل سے کہ وہان تک احد العاقدین غالبا نہین جیتا وقیل
فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ و یقع علی اول زرع واحد و علیہ الفتوی مجتبی و بزازیہ و اقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ ہمارے ملکون مین
مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہو اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی
شرح مین اس قول کو ثابت کہا ہے و ذکر رب البذر اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ھم اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہے تو مزارعت
استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف
ہین اسواسطے کہ جسکا بیج نہین تو اوسکے حق مین عقد لازم ہے نے الحال اور صاحب تخم کے حق مین بدون تخم ریزی کے عقد لازم نہین وقیل یحکم العرف اور بعضون
نے کہا بیج مین عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابوبکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اور اگر وہان ہو جہان مالک زمین کا
بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہین و ذکر جنسہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا بیج کی جنس کا
یعنے گیہون یا جو باجرا یا جوار ھم بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اوسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرہ لانہ
یعلم باعلام الارض و شرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم کا ذکر کرنا شرط نہین بسبب اوسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتانے سے یعنی زمین سے خود معلوم
ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین مین اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار مین مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے و ذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص
کا حصہ ھم مراد اوس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہین ہے اسواسطے کہ حصہ عامل یا زمین کی اجرت ہے تو اوسکا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا
حظ رب البذر و سکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا
جائز ہے ھم اور اگر عاقدین نے اوسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہین ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا و استحسانا کذا فی الخلاصہ و بشرط التخلیۃ بین
الارض و لو مع البذر والعامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو
ھم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی مشروط ہو یا دونو کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ مین نے
زمین تجھکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی و بشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اوسمین دونو کی شرکت
ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہین فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدھما قفزان مسماۃ پھر مصنف نے
شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہون یعنی کچھ غلہ ایک شخص
لے اور باقی دو نون مین نصفا نصف ہو او ما یخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین مین پیدا ہو اور باقی نصفا نصف او رفع رب
البذر بذرہ او یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اوٹھا لے یعنی جسقدر اوسنے بیج ڈالا اوسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف
و تنصیف الباقی بعد رفعہ یا اخراج موظف کا نکال لینا اور اوسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو ھم تنصیف الباقی چارون مسئلون
متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل ہوتی اور ان صورتون مین مزارعت اسواسطے باطل ہوئی کہ غلہ شاید

کا ہو قطع شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شاید اوتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف شرط دفع خراج
المقاسمۃ کثلث او ربع او شرط دفع العشر للارض او لاحدہما لانہ مشاع فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ برخلاف اس شرط کے کہ خراج
مقاسمت نکال لیا جاوے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جاوے یا دسواں حصہ چند معاقدین کے تو مزارعت باطل نہیں
اسواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہہ قطع شرکت کیطرف نہیں پونہچاتا ہے او شرط التبن لاحدہما والحب للآخر ای
تبطل لقطع الشرکۃ فیما ہو المقصود یا بہوسا شرط ہوا ایک کیواسطے اور دانہ دوسری کیواسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کی
اوسمین جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بہوسی کی تنصیف شرط ہو
صاحب تخم کے سوا اور شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدہما لقطع الشرکۃ
فی المقصود [illegible] یا نصفا نصف شرط ہوا اور تو نہیں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہوجانے شرکت کے مقصود میں وان
شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ہو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہہ شرط ہوا کہ دانہ تو دونوں نصفا نصف ہوا اور بہوسا
فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضائی عقد ہے یا بہوسہ کا کچہہ تعرض نہوا تو مزارعت صحیح ہے ھم عدم تعرض بہوسہ کا اسواسطے مبطل عقد نہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور
بہوسا اوسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی البرہ وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینہما تبعا للحب کذا قال المصنف
تبعا للصدر وغیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینہما وقیل لرب البذر اور اسوقت میں یعنی جب بہوسہ کا تعرض نہوا تو بہوسا
بیج والیکا ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بہوسا دونوں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر شریعۃ وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے
قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اوسیکو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اوسنے کہا ہے اور بہوسا دونوں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی
شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتاہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ
چوتھائی کا مزارع مستحق بہوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدہے بہوسہ کا مستحق ہوتا ہے ھم مقتضائی نہر یہہ ہے کہ بہوسا دونوں مشترک ہو بقدر انکی حصے کے
مگر یہہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط منصوص ہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی
مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کی اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرطا در عرفا کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اسپر دلیل
یہ امر کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب یہ مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچہہ بہوسا نہیں ہے اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا
وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فہذہ الثلثۃ جائزۃ اور اسی
طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہوا اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی ہوا ور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا
ہوا ور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہہ تین صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید او البقر
والبذر لہ والآخران للآخر او البقر او البذر لہ والباقی للآخر فہی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدہما واحد والثلثۃ من
الآخر فہی اربعۃ واذا کان من احدہما اثنان واثنان من الآخر فہی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہوجاتی چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج
اوسکا اور باقی دو چیزیں دوسری کی ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہوا ور باقی دوسرے کا ہو تو یہہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ
یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے احد العاقدین کیطرف سے ایک ہوا ور باقی تین دوسرے کیطرف سے تو یہہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں
اور دوسری طرف سے بھی دو ہوں تو یہہ تین صورتیں ہیں ومتی دخل ثالث فالاصح فسادہا اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص یا زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت
فاسد ہوگی ھم اور اگر چار شخص شریک ہوں مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہہ جائز نہیں کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی عن الوہبانیۃ وشرحہا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو

وہ شرط کے موافق تقسیم ہو ولا شیء للعامل ان لم یخرج شیء فی الصحیحۃ اور عامل کیواسطے کچھہ نہیں اگر کچھہ غلہ پیدا نہو مزارعت صحیحہ مین ھ اسواسطیکہ
استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہی اور خارج کچھہ نہین برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اوسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر
فلا یجبر قبل القائه و بعده یجبر درر اور زبردستی کیجاتی ہی مزارعت قائم رکھنی کی اوس شخص پر جو انکار کرتا ہی مگر صاحب تخم کہ اوسپر جبر نہوگا بیج ڈالنے
سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانه نماء ملکه اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو
وہ بیج والیکا ہی اسواسطے کہ اوسکی ملک کی افزایش اور بڑہوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ویکون للآخر اجر مثل عمله او ارضه ولا یزاد علی
الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اوسکے عمل یا اوسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہی تو عامل کو اوسکے عمل کی مزدوری
دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاویگا اور اجرت زیادہ نہیجاویگی شرط پر پونہچی جہانتک پونہچے محمد کے نزدیک فان لم
یخرج شیء فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیه اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیه اجر مثل العامل
حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ مین کچھہ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کیطرف سے ہووے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو
تو اوسپر ویسے عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیها وقد کرب العامل فی الارض فلا شیء له لکرابه حکما
ای فی القضاء اذ لا قیمة للمنافع ویسترضی دیانة فیفتی بان یوفیه اجر مثله لغرره اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنی سے باز رہا اور حال یہ کہ
عامل نے زمین مین جوتائی کی تھی تو قاضی کے حکم مین اوسکی واسطے کچھہ نہین اجرت اوسکی جوتنے کی اسواسطیکہ منافع کی قیمت نہین ہوتی اور دیانت مین یعنی فیما بینه و
بین الله اوسکو راضی کرنا چاہیئے تو یہہ فتوی دیا جاتی کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کہانیکے یعنی عقد مزارعت سے اوسنے فریب کہایا کہ
اور کام سے باز رہا اور جوتنے مین مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعها اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی المزارع دیانة

اذا عمل کافیه اور عقد مزارعت فسخ کرڈالا جاتا ہے بسبب اوس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنیکی طرف جبکہ کہیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃ واجب ہے کہ مزارع راضی
کیا جائے جبکہ وہ کچھہ محنت کرچکا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جوتائی کی اجرت اوسکو دینا چاہیئے ھ دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہو اوسکی ادا کرنے کی
ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کہیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہین کہ کاٹا جائے
تو زمین کی بیع نہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبه من الارض الی ادراکه ای الزرع کما فی الاجارۃ پہر اگر مزارعت کی مدت گذر جائے کہیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کہیت کی
پختہ ہونے تک اجرت واجب ہی بقدر اوسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ مین اجرت واجب ہوتی ہی ھ یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ مین تہائی ہو تو زمین کی
اجرت کی تہائی اوسپر واجب ہی اور نفقہ دونو پر ہوگا اسصورت مین کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدهما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی
العامل او وارثه لبقاء العقد استحسانا کما سیجیء برخلاف اوس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کہیت پکنی سے پہلے کیونکہ وہان کل یعنی عمل اور کہیت
کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اوسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آویگا ھ طحطاوی نے کہا یہہ دوسرے محل کی گفتگو
ہے اسکا ذکر آگے آویگا دفع رجل ارضه الی آخر علی ان یزرعها بنفسه وبقره والبذر بینهما نصفان والخارج بینهما کذلک فعملا علی هذا
فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون الخارج بینهما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکته فیه والعامل یجب علیه اجر نصف الارض لصاحبها لفساد العقد
ایک مرد نے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنی بیل سے زراعت کرے اور بیج دونو مین نصفا نصف ہوا اور جو غلہ پیدا ہو وہ بہی دونو
مین اسیطرح نصفا نصف ہی سو مزارع اور اوسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہی اور غلہ دونو مین نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھہ اجر لازم نہین بسبب اوسکے شریک ہوجانیکے غلہ مین اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہو صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان
البذر ثلثاه من احدهما وثلثه من الآخر والریع بینهما نصفان او علی قدر بذرهما فهو فاسد ایضا لاشتراط الاعارۃ فی المزارعۃ عادیۃ

اور اسیطرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کیطرفسے ہوا اور ایک تہائی دوسرے کیطرفسے ہوا اور حاصل غلہ دونون مین آدھون آدھ ہو یا غلہ بقدر اونکے بیج کے تو وہ
بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت مین کذا فی العمادیۃ یعنی اسواسطے کہ مالک مین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا
کذا فی الطحطاوی واعلموان نفقۃ الزرع مطلقا بعد مضی مدۃ المزارعۃ علیہما بقدر الحصص اور معلوم کرو کہ کھیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے
مدت مزارعت کے دونو پر ہے بقدر اونکے حصون کے هم مطلقا یعنی خواہ خرچ کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اوسکے کذا فی الحلبی واما
قبل مضیہا فکل عمل قبل انتہاء الزرع کنفقۃ بذر ومؤنۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا اشتراط فاذا تناہی بقی مالا مشترکا فیجب
علیہما مؤنتہ کحصاد ودیاس کذا حررہ المصنف وحمل علیہ اصل صدر الشریعۃ فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت
پختہ ہونیکے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہو وہ عامل پر ہے اگرچہ اوسکی شرط نہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا
تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک مین دونو پر خرچ اوسکا واجب ہوگا چنانچہ کھیت کو کاٹنا اور دائین چلانیکی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور اسی پر یعنی ما قبل مضی مدۃ پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم صدر الشریعۃ نے یون کہا ہے کہ جو عمل قبل
پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہہ محمول قبل انقضای مدت مزارعت پر تا بقاء عقد اور استحقاق عمل عامل پر متصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق
فان شرطاہ علی العامل فسدت کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے
اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل
فیہ جمیعا علی العامل او ورثتہ لبقاء مدۃ العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء الزرع برخلاف ماسبق یہہ صورت ہے کہ اگر
صاحب زمین مرگیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہین نکلا تو اوسمین تمام عمل عامل پر ہے یا اوسکی وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا
ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہا زرع چنانچہ مذکور ہو چکا هم حلبی نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص ولو مات
قبل البذر بطلت ولا شیء للکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج کما مر اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہوگیا اور مزارع کی
جوتائی کی کچھ اجرت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسیطرح جوتائی کی کچھ اجرت نہو گی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اوس دین کے جو مضطر کرے بیچ زمین کی طرف
کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط کر لینا
عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور ماندنا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے
(بیلون سے روندنا)
کذا فی الملتقی هم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی وعن الخانیۃ الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا و
لو فاسدۃ امانۃ فی ید المزارع تفرع علیہ بقولہ مزارعت مین مطلقا اگرچہ مزارعت فاسد ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ مین پھر مصنف نے اس
قول پر تفریع کی بقول آئندہ فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعہ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہین اگر غلہ تلف ہو گیا اوسکے
پاس بدون اوسکے کرتب کے تو غلہ کی ضامنی صحیح نہین نعم لو کفل بحصتہ ان استہلکہا صحت المزارعۃ والکفالۃ ان لم تکن علی وجہ الشرط والا فسدت
المزارعۃ خانیۃ ہان اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصے کا اگر مزارع اوسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونون صحیح ہین بشرطیکہ کفالت
بطریق شرط کے نہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہو گی تو مزارعت فاسد ہو جاویگی کذا فی الخانیۃ هم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوتی ہے کہ وجوب ضمان کے
سبب کیطرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کیطرف ومثلہ فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کی
مانند حکم مین معاملت یعنی مساقات ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتھ مین امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا
السبب لم یضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ لوجوب العمل علیہ فیہا کما مر وہی فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع
نے قصور کیا زمین کے سینچنے مین یہان تک کہ کھیت خشک ہو گیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دیگا مزارعت فاسدہ مین اور تاوان دیگا مزارعت صحیحہ مین بسبب

واجب نہو عمل کے مزارع پر سمجھے ہین نہ فاسدہ مین چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اوسکے پاس امانت ہی تو ضمان دیگا بسبب تقصیر کے فی السراجية اكار ترك السقي
عمداً حتى يبس ضمن وقيمة ما ترك السقي قيمته نابتاً في الارض ان لم يكن للزرع قيمة قومت الارض مزروعة وغير مزروعة فيضمن فضل
ما بينهما سراجیہ مین ہے کہ ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کہیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کیوقت جو زمین مین جمے کہیت کی قیمت ہو اوسکا تاوان دے
اور اگر کہیت کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجائیگی تو جسقدر دونون مین زیادتی ہو اوتنا ضمان دے ھم یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی
قیمت چالیس ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے **فروع** مسائل لکھے شارح نے آخر الاكار السقي ان تاخيراً معتاداً لا يضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی
مین تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین مین اور کہیت خشک ہو جاے تو تاوان ندے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط عليه الحصاد فتغافل
حتى هلك ضمن الا ان يؤخر تاخيراً معتاداً مزارع پر کہیت کاٹنا مشروط ہوا سو اوسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہہ کہ اتنی تاخیر
کرے جسکی عادت ہو تو تاوان نہین ترك حفظ الزرع حتى اكله الدواب ضمن وان لم يرد الجراد حتى اكل كله ان امكن طرده ضمن والا لا
بزازیہ مزارع نے نگہبانی کہیت کی یہانتک چھوڑی کہ اوسکو چوپائے جانور کہا گئے تو تاوان دے اور اگر اوسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کہیت کہا گئی
تو اگر اوسکا ہانکنا ممکن تہا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تہا تو تاوان نہین كذا في البزازية زرع ارض رجل بلا امره طالبه بحصة الارض فان كان العرف
جاريا في تلك القرية بالنصف او بالثلث ونحوه وجب ذلك ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین مین زراعت کی بدون اوسکا امر کے تو صاحب زمین
اوسے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اوس گانو مین عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکی تو وہی واجب ہوگا حرث بين رجلين ابى احدهما
ان يسقيه اجبر فلو فسد قبل رفعه للحاكم لا ضمان عليه وان رفع الى القاضي فامره بذلك فامتنع ضمن جواهر الفتاوى ایک کہیت ہے دو شخصون
کی شراکت مین ایک شخص نے اوسکو سینچنے سے انکار کیا تو اوسپر زبردستی کیجائیگی سینچنے مین اور اگر کہیت بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اوسپر تاوان نہین
اور اگر اوسنے قاضی سے نالش کی اور اوسنے اوسکو سینچنے کا حکم کیا پہر بہی اوسنے نمانا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا كذا في جواهر الفتاوى ھم ظاہراً اس مسئلہ
کی صورت یہہ ہے کہ کہیت شرکت ہی نہ بطریق مزارعت کی اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا ہے شرط البذر على المزارع ثم زرعها رب الارض
ان على وجه الاعانة فمزارعة والا فنقض لها بیج شرط ہوا مزارع پر پہر کہیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہہ بوجہ اعانت ہی تو یہہ مزارعت ہے
اور نہین تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرة من الآجر مزارعة جاز ان البذر من المستاجر ومعاملة اي مساقاة لا مستاجر نے
اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہی اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقات کے دی تو جائز نہین استاجرها ثم استاجرها
صاحبها ليعمل فيها جاز الكل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پہر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تاکہ اوسمین عمل کرے تو
جائز ہے یہہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سی منقول ہین ھم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوای مساقات کے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق
مساقات کے زمین دینا جائز نہین قلت وفي آخر جنايات البهيمة معزيا للخلاصة بستاني ضيع امر البستان وتغافل حتى دخل الماء
وتلفت الكروم والحيطان قال يضمن الكروم لا الحيطان ولو فيه الحصرم ضمن الحصرم لا العنب لانه ليس له قيمة حين العقد عليهما قلت ويضمن
العنب في عرفنا حانوتي مین کہتا ہون اور منح الغفار مین جنایۃ البہیمہ کی آخر باب مین خلاصہ سے منقول ہی کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کر دیا کام باغ کا
اور غافل ہوگیا یہانتک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہوگئین صاحب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختون کا نہ دیوارون کا
اور اگر درختون مین خام انگور ہو تو اوسکا بہی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اوپنے کمال کو پہونچ گیا تو اوسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونون پر واجب ہوگئی
مین کہتا ہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بہی تاوان دے انتہے ما في المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فهو متبرع كمرمة دار مشتركة
خرچ کیا بلا اذن دوسرے کی اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اوسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کر سکتا جیسے مشترک گہر کا
مرمت کرنا بلا اذن شریک ہو موجب [illegible] نہین ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مزارع غائب ہے انقضای مدت سی پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اوسکی

صرف کیا غائب ہی پہلے خواہ کہیت باقی رہے یا تلف ہو جائے اور اسیطرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہین تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو
متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالک مین غائب ہوگیا اور کہیت ہنوز گہاس اور ساگ ہی تو قاضی مزارع کو خرچ کرنیکا حکم دیگا مگر جب گواہی
ثابت ہو کہ کہیت اوسمین اور غائب مین مشترک ہی اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹہریگا کذا فی الطحطاوی مختصراً مات العامل فقال وارثه انا
اعمل الی ان یستحصد فله ذلك وان كره رب الارض ملتقى مزارع مرگیا سو اوسکے وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کہیت کاٹنے تک تو وہ اوسکو
درست ہے اگرچہ صاحب زمین ناخوش ہو کذا فی الملتقی د فی الوهبانية ويأخذ ارضا لليتيم وصيه مزارعة ان كان ما هو بذره اور یتیم کا وصی یتیم
کی زمین لے بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہو بیج ڈالنے والا هم اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا
فی الطحطاوی سـ ولو قال بذر الارض منی مزارع + له القول بعد الحصد والخصم ينكر اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا
کہیت کاٹنے کے بعد اور جو لا انکه طرف ثانی اسکا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب المساقاة

یہ کتاب ہی مساقات
کے احکام مین لا یخفی مناسبتها پوشیدہ نہین مناسبت مساقات کی مزارعت سے هم اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا
ہے کہ مزارعت مین کہیت کی خبرگیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقات مین باغ اور درختونکی اصلاح ہی سینچائی وغیرہ سے هي معاملة بلغة اهل المدينة
مساقات اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقات کو معاملہ کہتے ہین فهي لغة وشرعا معاقدة دفع الشجر والكروم وهل المراد
بالشجر ما يعم غير المثمر كالحور والصفصاف لم اره الى من يصلحه بجزء معلوم من ثمره تو مساقات باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے
معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اوس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچہ اوسکی معین پہل پر اور کیا شجر سے وہ درخت بہی مراد
جو درخت غیر مثمر کو بہی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو نہین دیکہا کتب فقہ مین هم یعنی مساقات کے معنی لغوی اور شرعی
مین کچہ فرق نہین اور یہی قول نہایہ مین ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغائرت پر دلالت کرتا ہے زیلعی نے اور اسیطرح صاحب درر
نے کہا مساقات مفاعلت ہی سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقات مین ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جائے کہ ذکر اوسکا
بنابر عادت غالب کے ہے وهي كالمزارعة حكما وخلافا اور مساقات مزارعت کی مانند ہے ازراہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقات صحیح نہین
برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقات یہہ ہی کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وكذا شروطا تمكن هنا كخبر بيان البذر ونحوه اور اسیطرح مساقات
مزارعت کی مانند ہے اون شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا چنانچہ اوسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکلجاے هم
شروط ممکنہ مساقات چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پہل مین جو پیدا ہو الا فی اربعة
اشياء فلا تشترط هنا اذا امتنع احدهما يجبر عليه اذ لا ضرر بخلاف المزارعة کما مر مگر چار چیزون مین سو وہ یہان شرط نہین ہوتی ایک
یہہ جبکہ احد العاقدین انکار کرے تو اوسپر مساقات مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم
مزارعت مین انکار کرے تو اوسپر جبر نہین واذا انقضت المدة تترك بلا اجر ويعمل بلا اجر وفي المزارعة باجر دوسرے جبکہ مساقات کی مدت
منقضی ہو جاے تو چہوڑ دیجاے بدون اجر کے اور اوسمین عمل کیا جاے بدون اجر کے اور مزارعت مین اجرت کے ساتھ هم یعنی مدت مساقات اگر
منقضی ہو جاے اور پہل خام ہون تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پہل پختہ ہونے تک جسطرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت مین مزارع پر اجر
زمین کی بقدر اوسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اوسکے حصہ کے اجرت واجب نہین اسواسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہین برخلاف مزارعت
کہ وہان زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہی کذا فی الطحطاوی عن الزيلعي واذا استحق النخيل يرجع العامل باجر مثله وفي المزارعة بقيمة الزرع
اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل پہر لے اور مزارعت مین کہیت کی قیمت سے هم عامل اوسوقت اجر مثل لیگا جب کہ
کہجور مثمر ہوا اور اگر پہل نہون تو کچہ اجر نہین کذا فی الطحطاوی عن التتارخانية والرابع بيان المدة ليس بشرط هنا استحسانا للعلم بوقته

عادۃً اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہے اور مساقات مین نہین بیان کرنا ہی مدت کا سو بیان مدت یہان استحساناً شرط نہین بسبب معلوم ہونے اوسکے
وقت کے بطریق عادت کے ھ یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اوسمین کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ تقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ
اور اسوقت یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقات واقع ہوگی پہلی پھل پر جو پیدا ہو اول سال مین ھ یعنی مساقات منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال مین ہو یہہ
اسواسطے کہ وہ متیقن ہے اور ما بعد اوسکا مشکوک ہے و فی الرطبۃ علی ادراک بذرھا اذ الرغبۃ فیہ وحدہٗ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات
منعقد ہوگی اوسکی بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اوسکی فقط بیج ہی مین رغبت ہوتی ہے ھ رطبہ بفتح اول ولایت مین عمدہ چارہ ہے جیسا کہ بویا جاتا ہے سال بسال
ہے اسکی بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہے اوسکو قضب کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو دریس بولتے ہین اور بعض نے کہا رطبہ سے جمیع
بقول مراد ہین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت مین انتہی اور فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنۃ
ثمر فسدت اور اگر اوس سال مین پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا تخرج الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی
کم مدت ذکر کرے جسمین پھل پیدا نہو تو مساقات فاسد ہے و لو تبلغ الثمرۃ فیہا او لا تبلغ صحت لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت
مذکور ہو کہ گاہے اوسمین پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم یقین فوت مقصود کے ھ بلکہ اوس مدت مین مقصود کا احتمال ہے اور حدوث
آفت کے احتمال موجود ہے مساقات اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل
لیدوم عملہ الی ادراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت مسمے مین تو مساقات اپنی شرط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا نہو تو
مساقات فاسد ہے سو عامل کیواسطے اجر مثل ہے تاکہ اوسکا عمل ہمیشہ جاری رہے پھل پکنے تک ولو دفع غراساً فی الارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان
یصلحہا فما خرج کان بینہما نصفین فہذہ المساقاۃ ان لم یذکر اعواماً معلومۃ وان ذکر ذلک صح اور اگر ایسی پود یعنی درخت جو زمین مین قائم
ہین اور ہنوز اونکے پھلنے کی نوبت نہین پہنچی مالک نے باغبان کو دئے اس شرط پر کہ اونکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہووے وہ دونون مین
نصفا نصف ہو تو یہہ مساقات فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نکرے اور اگر ذکر کرے اوسکو تو عقد صحیح ہے ھ بیان مدت اسصورت مین اسلئے ضرور ہوا کہ
نئے درختونکا پھل لانا نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصول
رطبۃ فی ارض مساقاۃ ولم یسم المدۃ اور اسیطرح مساقات فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کو دین ھ یعنی بقاء اصول
تک مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ اوسکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ رطبہ کی جڑین بڑھا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم رہین تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی
بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز وان لم یسم المدۃ ویقع علی اول جز یکون بخلاف رطبہ کے کہ اوسکی مساقات جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد
واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ھ اسواسطے کہ اوسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ چہہ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ انتہت جذاذہا علی
ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرہا ویکون بینہما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ دے جسکے قطع کا وقت منتہی
ہوگیا اس شرط پر کہ عامل اوسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اوسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونون مین نصفا نصف ہو تو مساقات جائز ہے بدون بیان کئے
مدت کے اور رطبہ اوسکے مالک کی ہے ھ اسواسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلنا عامل کی محنت سے ہے تو مناصفہ شرط کرنا
صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اوسمین کچھ اثر نہین کذا فی الدرر ولو شرطا الشرکۃ فیہما ای فی الرطبۃ فسدت
لشرطہما الشرکۃ فیما لا یخرج بعملہ اور اگر دونون نے رطبہ مین بھی شرکت شرط کی تو مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ انہون نے اوسمین شرکت شرط کی
جو نہین بڑھا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تہا اوسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد منہا جمیع البقول واصول
الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب مین رطاب سے مراد جمیع بقول ہین اور
مساقات صحیح ہے بیگن کی جڑ و بیخ اور کہجور مین اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کہجور مین لو دفع ای الشجر المذکور بثمرۃ یثمر

مُدرِکۃٍ یعنی تزید بالعمل وان مُدرِکۃً قد انتھت لا تصحّ کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ھو اگر درخت مذکور مین کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت
سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کی مانند عدم حاجت کے سبب سے ولو دفع ارضًا بیضاء مدۃً معلومۃً
لیغرس ویکون الارض والشجر بینھما لا تصح لاشتراط الشرکۃ فیما ھو موجود قبل الشرکۃ ککفیز الطحان فتفسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین
دی مدت معین پر تاکہ عامل اوسمین درخت لگا وے اور زمین اور درخت دونون نصفا نصف ہو تو مساقات صحیح نہیں بسبب شرط ہونے شرکت کے اوس چیز
مین جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہہ قفیز الطحان کی مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر والغرس لربّ الارض تبعًا لارضہ وللآخر قیمۃ
غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ مین پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اوسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے
واسطے اوسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانیکے دن تھی اور اوسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف
الارض ویستأجر ربّ الارض العامل ثلث سنین مثلاً بشیئٍ قلیلٍ لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہہ حیلہ ھو کہ عامل
آدھے درختونکو بعوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کیواسطے نوکر رکھ لے تھوڑیسی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ مین وہ محنت
کرکے درخت طیار کردے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ھم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل
نصف زمین اور نصف درختونکا مالک ٹھیریگا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جسمین درخت پھلنے کے لائق ہو جاوین ذھبت الریح بنواۃ دخل والقتھا
فی کرم آخر فنبتت منھا شجرۃ فھی لصاحب الکرم اذ لاقیمۃ للنواۃ ایک ردی گٹھلی کو ہوا اوڑا لیگئی اور دوسرے شخص کے باغ مین اوسکو ڈالا اسوا
اوس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وکذا لو وقعت خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ
لا تنبت الا بعد ذھاب لحمھا اور اسیطرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین مین گرا پھر وہان جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے کہ شفتالو نہین جمتا مگر اوسکے
گوشت کے جانیکے بعد یعنی جمنے کیوقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احدھما ومضی
مدتھا والثمر نئ ھذا قید لصورتی الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کی مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقات کی مدت
منقضی ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہہ یعنی خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونونکی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ
علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر وان کرہ الدافع ای ربّ الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اوس کے
وارث اوسپر قائم رہین اگر چاہین یہان تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اسکو پسند نکرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہین تو عمل کرنے
پر انپر جبر نہوگا ھم اور مالک زمین کو اسصورت مین تین امر مین اختیار ہے چاہے وارثونکے ساتھہ وہ بھی کچا پھل توڑلے اور قسمت کرلے اور چاہے
عامل کے حصے کی قیمت دیوے اور سب پھلونکا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلونکی خبرگیری کرادیوے اونکی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ
جو پھلونمین سے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعًا للضرر اور اگر دینے والا یعنی
مالک مین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہون یہہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل کچے پھل
توڑ لینے پر راضی ہو تو اوسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اوسکی ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا
اور مالک زمین کے وارثونکو خیارات ثلثہ متقدمہ ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل ھم اور اگر عامل اور مالک زمین
دونو مرگئے تو اوسمین عامل کے وارثونکا اختیار ہے جیسا کہ مذکور ہوچکا وان لم یمت احدھما بل انقضت مدتھا ای المساقاۃ فالخیار للعامل
ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین میں سے کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقات کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے
جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وتفسخ بالعذر کالمزارعۃ کما فی الاجارات اور مساقات فسخ کیجاتی ہے عذر سے
مزارعت کی مانند جیسا کہ اجارات مین فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنہ کون العامل عاجزًا عن العمل وکونہ سارقًا یخاف علی ثمرہ وسعفہ منہ

دفعاً للضرر اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اوسکا چور ہونا کہ اوسکی طرف سے خوف ہو اوسکے پہل ورشاخون پر تو فسخ جائز ہو اور قع ضرر کیواسطے **فروع**

مسائل ملحقہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی و تلقیح و حفظ فعل العامل وما بعدہ کجذاذ و حفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا

ملتقی والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما کما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلی ہی

چنانچہ سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو وہ عامل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہی جیسے پہل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہی اور اگر عمل

بعد از پختگی بہی عامل پر شرط کیا جاوی تو مساقات فاسد ہو گی بالاتفاق کذا فی الملتقے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد

پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونوں پر ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے دفع کرمہ معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما

علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات

کسی کو دی پہر ایک شریک نے نصف پر کچہہ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہہ ہبہ ہے اوس شی کا جو قسمت پذیر ہو اور اگر عامل

زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ

درخت دیا اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہیں اور اوسکی واسطے اجرت بہی نہیں اسواسطے کہ وہ شریک ہی تو عمل اوسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا

ھم یعنی عمل اصالتا اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور تبعا غیر کیواسطے و فی الوھبانیۃ **ہ** وما للساقی ان یساقی غیرہ ، وان اذن المولی لہ الفوز

اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں یہہ کہ اپنی غیر کو بطور مساقات کے دیوے اور اگر مالک اذن دیوے اوسکو تو معیوب نہیں **ھم** یعنی اگر مالک یون کہے

کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقات کرنا درست ہی چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیری سے مستفاد ہوتا ہی تو اگر ناظم بجای اذن اطلق بولتا

تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی و فی معایاتہا **ہ** وای شیاہ دون ذبح یحلہا ، وای المساقی والمزارع یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون سے

یہہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکہتا ہی اور کونسے مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین **ھم** پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ وہ بکری

مراد ہی جو جنگل مین وحشی ہو گئی کسیطرح اوسکے مالک کو نہین ملتی ہے کہ اوسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتہہ پاؤن میں

لگے خواہ پیٹ یا پیٹہہ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت مین بمعنی چہپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کسان کا تخم

بوتا ہی تو اوسکو خاک مین چہپاتا ہی تو یہان کافر لغوی مراد ہی نہ کافر اصطلاحی **خاتمہ** منح الغفار مین ہے کہ محمد بن فضل کی فتاوی مین کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا

الذین امنوا کلوا مما فی الارض حلالا طیبا مین حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقات کے یا اپنی زمین مین زراعت کرے اور

کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ مین ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز مین بہی بسبب اشتغال زراعت کی تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اوسکی زراعت

طیب ہوگی اور اسیطرح اگر بیج بوویگا یا درخت لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے مین اتنی دیر کریگا کہ پسینہ مزدور کا خشک

ہو گیا یا ادای ثمن مین مدت معین کے ہو جانیکے بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اوسکی کہیتی طیب نہوگی اور مستحب یہہ ہے کہ بیج

زمین مین ڈالے طہارت کر کے پہر کہیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز پڑہے اور یہہ دعا کرے اللھم انی عبد ضعیف سلمت ھذا الیک فسلمہ

لی وبارک لی فیہ پہر درود پڑہے تو حق تعالی اس کہیت کو آفات سے بچا دیگا اور اوسمین برکت کریگا اور جب کہیت پختہ ہو تو مستحب ہو کہ یہہ کہ کیل یا

وزن کرنیوالا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹہے اور نہین تو برکت نہو گی پہر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑہے اور یہہ دعا کرے یا رب القیت بذرا

قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین اور اسیطرح درخت لگانے مین کرنا چاہیے کذا

فی الطحطاوی بعضہ والشیء علمہ واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہہ کتاب ہی حیوانات مذبوحہ کے احکام مین ذبائح جمع

ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات واللحم فی المال مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب المزارعت سے ہونا

دونو کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار مین **ھم** مناسب یہہ تہا کہ شارح ذبائح اور مساقات میں مناسبت

تذکور کرنا اسواسطے کہ ذبائح مساقات سکے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت مین یون کہنا حق ہے کہ مساقات اور ذبائح ہر ایک مین ضرر ہے
ان فی مذکور ہے مساقات مین پہل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر و اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس
حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے ذبیحہ حیوان مین شانہ الذبح
خرج السمک او الجراد فیحلان بلا ذکوۃ و دخل المتردیۃ والنطیحۃ و کل لم یدرک ذکاتہ شرعا اختیارا کان و اضطرارا جو جاندار کہ شرعا
لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نکیا جاوے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیاقت ذبح کی قید سے
مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گرکے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا ٹکر
کہاکر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ھم حلبی نے کہاکہ شارح نے جو اتن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید زنا تعریف مین نہیے لہذا مترجم نے عبارت
متن کا ترجمہ مقدم کیا و ذکاۃ الضرورۃ جرح و طعن و انہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا
ہے بدن مین سے جہان کہین زخم واقع ہو ھم کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن و انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی و ذکاۃ الاختیار ذبح
بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام و تشدید با نحر کرنیکا مقام ہے سینہ سے ھم
واضح ہو زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہاکہ لبہ سر سینہ ہے اور لحیان ذقن ہے اور مصباح مین ہے لبہ
سینہ موضع ہے اوسکے نحر کرنیکا فارابی نے کہاکہ لبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحطاوی
و عروقہ الحلقوم کلہ و وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق مین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے
درمیان ہو یا اوسکے اوپر یا اوسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ھم ہدایہ مین کہاکہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب
کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب مجتبے نے کہاکہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ
کے کمال پاشا نے کہاکہ ذبح جائز نہین فوق العقدہ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علما نے اگرچہ اکثر عروق اربعہ
کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سبکے نزدیک ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم مین جانب سر کچھ باقی نرہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہوگا تو
وہ ماکول نہوگا بالاجماع اوسیطرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو
ظاہر زیلعی اور اوسکے ساتھیون کا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہی ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہے مختصرا و المری ھو مجری الطعام والشراب
اور منجملہ عروق اربعہ مری ہموزن امیر ہے یعنی کہانے اور پینے کی راہ ھم اطبا نے تصریح کی ہے کہ اقصای فم مین دو منفذ ہین ایک تو دم آنے جانے کا
منفذ ہے پھیپھڑے کیطرف اوسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کیطرف اوسکو مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے
اور مری اوسکے پیچھے ہے پشت کیطرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ دو ودجان ہین جنمین خون پہرتا رہتا ہے جنکو شہرگ بولتے ہین ھم
دونون رگین حلقوم اور مری کی چپ و راست واقع ہین پھر چارون عروق ذبح کیواسطے اسلئے متعین ہوئین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکل جانے کیواسطے
ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکلجاوے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل
اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹجانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کی
برابر ہے ھم تین رگون کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وھل یکفی قطع اکثر کل
منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ مین سے ہر رگ کی اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہے ھم شلبی نے حاشیہ مین کہاکہ امام ابو حنیفہ
کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہوجاوین تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہے جو مذکور ہوچکی دوسری
روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہے تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ

حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہین اور اصل اسمین نص قرآنی ہے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور
طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کرین اور جس طعام کو ذبح لاحق نہین ہوتا اوسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری
مین ہے کتابی کا ذبیحہ اوسوقت کہایا جاوے جبکہ ذبح کیوقت مسلم وہان موجود نہو اور کتابی سے کچھہ سُنا نہو یا ذبح کیوقت اوس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو
اور جبکہ کچھہ سنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اوسنے خدا کا نام لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کی مانند اور جبکہ اوس سے اللہ تعالے کا نام سُنا اور اوسنے اللہ تعالی سے
مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب
ذبیحہ حلال نہین انتہے فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امرأۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی
کا اگرچہ ذبح کرنیوالا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالی کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجہتا سمجھتا ہو اور ذبح کرسکتا ہو ھ یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ
اوسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اوسپر خدا کا نام لیا جاوے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور ذبح کرنا جانتے ہون اور اسپر قادر ہون تو وہ عاقل
بالغ کی مانند ہین کذا فی الدرر منح الغفار مین ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو اونکا ذبیحہ حلال نہین طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہرطرح
حلال ہے خواہ اوسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اوسکا ختنہ نہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو
گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اوسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ آسی کی مانند ہوا یعنی جو ذابح کہ ذبح کیوقت نام خدا
لینا بہول جاوے بلکہ گونگا اوس سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنح لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہین ذبیحہ غیر کتابی کا بجملہ
بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری ھ جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن
یعنے حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ مین ہے ملتقطہ سے اور ظاہرا محل اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبح نکرے اور اگر آدمی کی صورت
پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اوسکا ذبیحہ حلال ہو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجبری لو ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت ذبیحتہ
لانہ صار کمرتد قنیہ اور حلال نہین ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر اوسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ
اسواسطے کہ سُنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کی مانند ہوگیا کذا فی القنیۃ ھ مصنف نے
منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہے کہ جائز نہین ذبیحہ جبری کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہے مین کہتا ہون اور ظاہرا صاحب
فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اوسکے آبا و
اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیونکی مانند ہین اور اگر اونکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیۃ
مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت و جماعت مراد ہین اسواسطے کہ معتزلہ
اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ بیہقی جشمی معتزلی کے کلام سے یہہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اونکے گمان مین چنانچہ علم کلام مین مذکور
ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبریہ سے بدلدیا انتہی ما فی المنح اور درر واہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین ہے اور ظاہرا مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ
کے فرق کیطرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل ہویٰ اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اونکا یہہ ہے کہ بندون مین استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہین
اور تمام خلق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہے اور اہل بدعت کی تکفیر مین علماء سلف اور خلف مین اختلاف ہے اور اسمین شک نہین کہ جسکا مذہب اوسکی بدعت
سو وہی اسکے الکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اوسکا اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی
ہو تو اوسکی تکفیر مین اختلاف ہے بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اونکو جماعت
مسلمین سے نہین نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سو اونہون نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہین اونپر احکام اسلام کے جاری ہین اور مسلمین سے میراث
پاوینگے ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین کہا ہے ان اکثر اہل مذہب اونکو کافر کہتے ہین لیکن یہہ کلام فقہا مجتہدین کا نہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین اھ

مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہیٰ فی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن باجی ہیں اوراذا ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اسکا باپ سُنی ہو یا جبری شارح کو مناسب تہا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنیکے اسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدۂ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی اوجوسی تنصّر لانہ یقرّ علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذٰلک عند الذبح حتی لو تمجّس یہودی لا یحل کانہ برخلاف اوس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطیکہ وہ ثابت رکہا جاویگا ہمارے نزدیک اوسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اوسنے انتقال کیا یعنے اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہو گی ذبح کیوقت تو اگر یہودی مجوسی ہو جاے تو اوسکا ذبح حلال نہو گا والمتولد بین مشرک وکتابی کتابی لانہ اخف اور جولڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کی مانند ہے یعنی اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی کا سبکتر ہے نسبت مشرک سے اوسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمداً خلافاً للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اوسکا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کیوقت برخلاف امام شافعیؒ کے لقولہ تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کہاؤ اسکو جسپر اللہ کا نام مذکور نہوا اور امام شافعیؒ سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اوسکا نافذ نہو گا اسواسطیکہ مخالف اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیاً حل خلافاً لمالک پہر اگر نام خدا بہولکر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالکؒ کے یعنے اونکے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کی مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اکل ناسیاً کو قائم مقام امساک کے کر دیا صوم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالیٰ غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم درر اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اوسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یون کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کیطرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے یہی یون کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہونیکے سبب سے تو ذابح شروع کرنیوالا کلام کا ہو گا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہو گا کذا فی الدرر عن نہایۃ البیان ہم حموی میں نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہو گا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینون صورتون میں ذبیحہ حلال ہے اسواسطیکہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کی کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضون نے کہا ہے یعنی برفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام ہونا اوسوقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقاً بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نکیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہو گا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نجانتا ہو بسبب عطف کرنیکے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ مصنف نے اسکو قول آیندہ میں بیان کیا ہے ہم شلبی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکہی زیلعی کے سب نسخون میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ یہان عدم عطف میں کلام ہے تو یون کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنی بلکہ حرام نہین مطلقاً بدون عطف کر اور وہ یہ اس کلام کا وہ ہے جو ہمنے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان او اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہو گا چنانچہ یون کہنا بسم اللہ و اسم فلان یا یون کہنا بسم اللہ وفلان یعنی خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونون صور تونمین حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اوسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید میں اوس ذبیحہ کہانیکا حکم نہین رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہین جنمین مجہکو ذکر کرنا نچاہیے ایک تو چہینکنے کیوقت اور دوسرے ذبح کرنے کیوقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لا باس لعدم القران اصلاً پہر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے

سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنیکے بعد تو اسکا کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اسمین غیر خدا کا اتصال اتصال نہین نہ ظاہر مین
نہ حقیقت مین ہم بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نحر
کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو اونکو جب قبلہ رخ کرایا تو یہہ دعا کی إنی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین
ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک اللہم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر
پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی مین یون ہی کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ و
اللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیۃ ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء فلا یحل بقولہ اللہم اغفر لی
لانہ دعاء وسؤال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے مین شرط یہہ ہے کہ ذکر خالص
ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہین فقط یون کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہہ تو دعا اور سوال ہی تو خالص نہ ہوا
برخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحل
فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کیوقت سو اوسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہم
اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث یجزیہ قلت ینبغی حملہ علی ما اذا نوی والا لا
لیوافق بینہ وبین ما مر فی الجمعۃ فتامل برخلاف خطبے کے کہ وہان اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہی مین کہتا
ہون اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہوگا یہہ اسلئے قید لگائی
تاکہ موافقت ہو جاوے اسمین اور اوسمین جو مذکور ہو چکا جمعہ مین سو تامل کر ہم مصنف نے جمعہ مین کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو
قائم مقام خطبے کے نہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہی اور اگر تحمید کا قصد
کیا اور تسمیہ کا ارادہ نکیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ یہہ الفاظ باب تسمیہ مین صریح نہین ہین صریح تو
فقط بسم اللہ ہی تو یہہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہین ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی وما تسحب
ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کیوقت یون کہنا مستحب ہی کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھہ یون کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ
ہی اسلئے کہ واو فوریت تسمیہ کا قاطع ہی چنانچہ نسبت کیا ہی زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کیطرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی
صلے اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھہ ہی ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ حرام ہو جاوے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہی
نہ استحباب کا مگر یہہ کہ فور متقارب پر حمل کیجیے علاوہ یہہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہین [illegible] اسلئے سے منقول ہی کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ
اختیاری مین ذبح کا وقت ہی فقط یہہ تسمیہ [illegible] جائز نہین مگر بزمان قلیل [illegible] ممکن نہین [illegible] حدیث مین واو منقول ہی اوسیطرح علی
مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہی [illegible] کہا کہ مستحب یہہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ
النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا آخر فانہ لا یصح فلا یحل اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ
کی نیت حاضر نہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اوسکے اگر اوسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل مین یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوائے ذبح
کے تو تسمیہ صحیح نہین تو ذبیحہ حلال نہوگا ہم در صورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تہا اوسکو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہین
اور در صورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہین کہ اوسنے غیر امور کی نیت کی چنانچہ خانیہ مین ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اوسنے
نام خدا کو ظاہر نکیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نکیا اور اوسکو قصدا ترک کیا تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی سے

كما لو قال الله اكبر واراد به متابعة المؤذن فانه لا يصير شارعا في الصلوة بزازيه چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اوس سے موذن
کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تحریمہ سے شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کذا فی البزازیہ وفيها وتشترط التسمية من الذابح
حالة الذبح او الرمي بصيد او الارسال او حال وضع الحديد لحمار الوحش اذا لم يقعد عن طلبه كما سيجيء اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح
سے ذبح کیوقت میں یا شکار کیواسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتا چھوڑنے کیوقت میں یا لوہا رکھنے کی حالت میں گورخر کی شکار کیواسطے بشرطیکہ
شکار کرنیوالا بیٹھ رہا ہو اوسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس حتى لو اضجع شاتين احدهما فوق الاخرى
فذبحهما ذبحة واحدة بتسمية واحدة حلا بخلاف ما لو ذبحهما على التعاقب لان الفعل يتعدد فيتعدد التسمية ذكره الزيلعي في الصيد
اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار سے ذبح
کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال ہیں برخلاف اوسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی
بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنے ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں ولو سمى الذابح ثم
اشتغل باكل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما يستكثره الناظر واذا احد الشفرة ينقطع الفور بزازيه اور اگر
ذبح کرنیوالا بسم اللہ بولا پھر کہانے یا پینے میں مشغول ہوگیا پھر اوسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا اور نہیں تو حرام
نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگی کذا فی البزازیہ
ط طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر فرق چاہیے [illegible] وندب نحر الابل في اسفل العنق وكره ذبحها والحكم في غنم وبقر
عكسه فندب ذبحها وكره نحرها لترك السنة ومنعها مالك اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اوسکا ذبح کرنا اور
بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اسکے حکم ہے یعنی اونکا ذبح کرنا مستحب ہے اور اونکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت کے سبب سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے
ط زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں حلق کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلای عنق میں تحت اللحيين انتہی استحباب سے
یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب نحر سے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہیں کنز کی عبارت سے کہ اوسنے اسکو سنت کہا ہے
فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور آبیاری کی شرح کنز
میں ہے کہ شتر مرغ اور بطا اونٹ کی مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن طویل ہے اوسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ آداب ذبح
سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور
چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولابد من ذبح صيد مستانس لان ذكاة الاضطرار انما يصار اليها
عند العجز عن ذكاة الاختيار اور ضرور ہے ذبح کرنا اوس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کیطرف تو اوسیصورت میں حاجت ہوتی
جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وكفى جرح نعم كبقر وغنم توحش فيجرح كصيد او تعذر ذبحه كان تردى في بئر او ند او صال كجمل او قتله
المصول عليه مريدا ذكاته حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور کی مانند
یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر اوسنے
حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہے وفي النهاية تعسرت ولادتها فادخل ربها يده وذبح الولد حل وان جرحه في غير محل الذبح ان لم يقدر
على ذبحه حل وان قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اوسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا
اور اگر اوسکو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہو سکا اوسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل
المصنف ان من التعليل سالو ادرك صيده حيا او اشرف ثوره على الهلاك وضاق الوقت عن الذبح او لم يجد آلة الذبح فجرحه حل في رواية

مین کہتا ہون اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کیصورت تو نہین ہے ایک صورت وہ ہو کہ اگر اپنی شکار کو زندہ پایا یا اوسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اوسنے ذبح کرنیکا ہتھیار نپایا اسواسطے اوسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہوگیا ھم بہتر یہہ تھا کہ شارح بجای فی روایۃ کے فی قول کہتا اسواسطے کہ یہہ قول ہے بعض مشایخ کا اور بعضون نے کہا کہ اوسکا کہانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اوسکا مالک اوس تک نہین پونہچ سکتا تو اگر اوسکو فوت اور موت کا خوف نہو اور اوسکو تیر سے مارے تو اوسکا کہانا جائز نہین اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اوسکا کہانا جائز ہے اور کبوتر جبکہ مالکے پاس اوڑ گیا پہر لوٹکے مالک یا اور کسی شخص نے اوسکو تیر مارا تو فقہانے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اوسکا کہانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اوسمین اختلاف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ حلال نہین وفی منظومۃ النسفی ـــه ان الجنین مفرد بحکمه ، لم یتذکی بذکاۃ امه ، فحذف المصنف إنّ اور منظومہ نسفی مین ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم مین حلال نہین ہوجاتا اپنی مان کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ھم یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی مان کا تابع نہین کہ اوسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہو جاوے وقالا إن تم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہے تو کہایا جاوے بدلیل قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اوسکی ماکی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنے جنین کی ذکاۃ اوسکی مان کی ذکاۃ کی مانند ہے اس دلیل سے کہ اوسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے ھم اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ذکاۃ امہ برفع و نصب دونون طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچہہ اشکال نہین اوسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہین اسواسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ مین اول سے کقول الشاعر ع وعینای عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور مان کے ذبح کرنے مین بچہ کا ضائع کرنا نہین ہے کیونکہ اوسکی موت کا یقین نہین ہے یعنی جنین تام الخلقۃ مان کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اوسکی موت یقینی نہوئی ھم یہہ تتمہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کہانا اوسکی ماکے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اوسکی مان کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اوسمین مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہے چنانچہ زیلعی مین ہے کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابه فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبه ای ظفره فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب السبع کل مختطف منتهب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنی نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنی چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیشدار ہے لیکن نیش سے شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اسواسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانیوالا غارتگر پہاڑنیوالا قاتل بنابر عادت کے ھم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیشدار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کہانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پہاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوتی ہے شرعا تو خوف یہہ تہا کہ انکے گوشت کہانے سے انہین کی خوی بد انسان مین بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کیواسطے حیوانات مذکورہ حرام ہوگئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات هی صغار دواب الارض واحدها حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چہوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہے حشرہ بالتحریک کی کذا فی القاموس ھم مراد اوس سے حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گہوس اور نیولا اور جیسے جو زمین مین رہتے ہین حرام ہین اسواسطے کہ مستخبث ہین

قال تعالیٰ ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست کہاتی ہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولحم الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانھا ولبنہا حلال اور حلال نہین پالوگدہا برخلاف وحشی گدہون یعنی گورخر اور اونکا دودہ حلال ہے ھ پالوگدہا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جاے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہو جاے اور اوسپر پالان باندہا جاے کذا فی العالمگیریۃ والبغل الذی امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقاً ولو فرساً فکامہ اور وہ خچر حلال نہین جسکی ماں گدہی ہے تو اگر خچر کی ماں گاے ہو اور باپ اوسکا گدہا تو وہ حلال اور ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گہوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کی مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ھ قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اوسکی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اوسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اوسکا حلال ہو والخیل وعندھما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتویٰ عمادیہ اور حلال نہین گہوڑا اور گہوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اوسکی حرمت سے رجوع کی اور اوسکے حلال ہونیکے قائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ ھ ہدایہ مین گہوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اور درر مین بقول فخرالاسلام اور ابوالمعین کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو درصورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین مین کچھہ خلاف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہین لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی ولا بأس بلبنہا علی الاوجہ اور گہوڑی کی دودہ مین کچھہ مضائقہ نہین بر قول وجیہ تر ھ اسواسطے کہ اوسکے دودہ پینے مین سامان جہاد کی کچھہ کمی متصور نہین بخلاف گوشت حلال کہانے کے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما نابا وعند الثلثۃ یحل اور حلال نہین بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونون نیشدار ہین اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہین والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ اور حلال نہین کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ اور حلال نہین ابلق کوا جو مردار کہاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھہ ملحق ہے یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پہر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جسکو طبائع سلیمہ گہنائین اور اوسکو مکروہ اور خبیث جانین ھ غراب ابقع وہ ہے جسمین سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن الکی عن الکشف والغداف بوزن غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہین غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدہ ہے اور جمع اوسکی غدفان ہے کذا فی القاموس ھ صدرالشریعۃ نے شرح وقایہ مین اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس مین غداف کا ترجمہ غراب کریا اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب یہ ہے کہ کاتب کی اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب وما روی من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہین ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کہانے کی روایت ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداء اسلام مین حلال تہا اب حلال نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث ھو طائر دون الرخم وکلہا سباع الہوام اور حلال نہین موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہہ تمام سباع بہائم سے ہین ھ یربوع جانور ہے چوہے کی مانند لیکن اوسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہین اور دونو پانو دونو ہاتہون سے درازتر ہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا یربوع کا ترجمہ اردو مین گہونس ہوا اور مخزن الادویہ مین یربوع کا ترجمہ فارسی مین خرموش اور ہندی مین گہونس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ ذو ناب اور بعضون نے کہا کہ حلال نہین چمگادر اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ھ اتقانی نے کہا کہ دلیل مین خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہین بلکہ وہ نیشدار جانور حرام ہے جو اپنی نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیری مین چمگادر کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہین کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی اور حلال نہین دریائی اور پانی کا جانور ھ حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا ماویٰ اور معاش پانی مین ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی ماء نجس ولو طافیۃ مجروحۃ وھبانیۃ سب دریائی جانور حرام ہین مگر وہ مچھلی حرام نہین جو کسی آفت کے سبب سے مر گئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی ہو اور زخمی مچھلی پانی پر آچہلی ہو کذا فی الوہبانیۃ ھ

قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہہ ہی کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سی مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ
حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اوترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر ۔ عَنِ الطَّافِ عَلیٰ وَجْهِ الْمَاءِ الَّذِیْ مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ وَهُوَ مَا بَطْنُهٗ مِنْ فَوْقٍ مچھلی حلال ہے
مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اوچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پہ آسمان کیطرف ہو فلو ظهره
مِنْ فَوْقٍ فَلَیْسَ بِطَافٍ فَیُؤْکَلُ کَمَا یُؤْکَلُ مَا فِیْ بَطْنِ الطَّافِیْ تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کیطرف ہو تو وہ طافی نہیں اسکا کہانا حلال ہے جیسے اوس مچھلی کا کہانا
حلال ہے جو اوترائی مچھلی کے پیٹ میں ہی ھم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اوسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے
کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کہانا حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی
وَمَا مَاتَ بِحَرِّ الْمَاءِ اَوْ بَرْدِهٖ اَوْ بِرَبْطِهٖ فِیْهِ اَوْ اِلْقَاءِ شَیْءٍ فَمَوْتُهٗ بِآفَةٍ وَهْبَانِیَّةٌ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں باندہنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سی یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اوسکو کہا کر مرگئی تو اوسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال
ہوگی کذا فی الوہبانیہ ھم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مچھلی گہیری حظیرہ میں کہ اوس سے نکل نہیں سکتی
اور وہ شخص اوسکو پکڑ سکتا ہے سوا اوسمیں وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں تہی کہ جال سے نکل نہ سکتی تہی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا سو وہ بستہ
میں باقی رہگئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہی ایک روایت میں کیونکہ اوسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری
روایت یہہ ہی کہ وہ حلال نہیں اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہی کذا فی الدرر وَاِلَّا الْجِرِّیْثَ سَمَکٌ اَسْوَدُ وَالْمَارْ
مَاهِیْ سَمَکٌ فِیْ صُوْرَةِ الْحَیَّةِ وَاَفْرَدَهُمَا بِالذِّکْرِ لِلْخَفَاءِ وَخِلَافِ مُحَمَّدٍ اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہی جریث
سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کیصورت پر مچھلی ہے مصنف نے دونوں مچھلیوں کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ اونکی مچھلی ہونے میں پوشیدگی تہی اور محمد کے خلاف
کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ھم عینی نے کہا جریث بکسر جیم وتشدید راء مکسورہ ایک قسم ہی مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہی جیسے ڈہال انتہی اور یہہ جو محمد سے مغرب میں
منقول ہی کہ سب مچھلیاں حلال ہیں سوای جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہی غایۃ البیان میں ہی کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کہانے کو
مکروہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایک دیوث تہا وہ لوگونکو اپنی جورو کے پاس بلاتا تہا سو مسخ ہوکر جریث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے
بعد مرگیا اوسکی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہیں وَحَلَّ الْجَرَادُ وَ
اِنْ مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ بِخِلَافِ السَّمَکِ اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو برخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے
حلال نہیں وَاَنْوَاعُ السَّمَکِ بِلَا ذَکَاةٍ لِحَدِیْثِ اُحِلَّتْ لَنَا مَیْتَتَانِ السَّمَکُ وَالْجَرَادُ وَدَمَانِ الْکَبِدُ وَالطِّحَالُ بِکَسْرِ الطَّاءِ اور سب اقسام مچھلی
کے حلال ہیں بدون ذبح کرنیکے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئے ہمارے واسطے دو مُردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا
طحال بکسر الاول ہے وَحَلَّ غُرَابُ الزَّرْعِ الَّذِیْ یَاْکُلُ الْحَبَّ اور کہیت کا کوّا حلال ہے جو دانہ کہاتا ہی ھم یعنی نجاست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا
ہے صغیر الجثہ ہوتا ہی مثل فاختہ کے واللہ اعلم وَالْاَرْنَبُ وَالْعَقْعَقُ هُوَ غُرَابٌ یَجْمَعُ بَیْنَ اَکْلِ جِیَفٍ وَحَبٍّ وَالْاَصَحُّ حِلُّهٗ اور حلال ہے خرگوش اور
عقعق وہ کوّا ہے کہ مردار اور دانہ دونوں کہاتا ہی اور اوسکا حلال ہونا صحیح قول ہے ھم عُقْعُق بروزن قُنْفُذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہی اور اوسکی
آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہی کذا فی القاموس بعضے لوگ اوسکو مہوکہا کہتے ہیں طحطاوی نے حاشیہ کی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہی کبوتر
کی مانند لنبی دم والا اوسمیں سپیدی اور سیاہی ہوتی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے بدشگونی اوس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ میں نے
امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچہا تو فرمایا کہ لا بأس ہے یعنی اوسکے کہانے میں کچھہ مضائقہ نہیں تو میں نے کہا کہ وہ نجاست کہاتا ہی تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست
کو ملاتا ہی دوسری چیز سے پہر کہاتا ہے تو امام کے نزدیک قاعدہ یہہ ٹہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کہاوے چنانچہ مرغی تو اوسکا مضائقہ
نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہے جیسے مرغی مخلات مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان مع ما ای مع الذی کا ئۃ کہیت کا کوا اور خرگوش اور

عقیق حلال ہین ذبح کرنیکے ساتھہ ھم اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُن حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتبرہ مین مذکور ہی فتاوی قاضیخان
مین مذکور ہے کہ انعام ماکول بالکل جیسا کہ اونٹ اور اونٹنی اور گای بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسیطرح ماسوا انعام جو درندہ نہین ہین
جیسا کہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہین کرتے جیسا کہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بطا اور غراب الزرع جو فقط دانہ
کھاتا ہی اور ابابیل اور قمری اور سوانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہین اور حرام ہی ہر شیردار درندہ جیسا کہ
شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھہ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور
نیولا اور گینڈا اور ہاتھی اور سیٔور اور سانپ اور مینڈک اور حبس جانور مین کہ خون نہین جیسا کہ زنبور یعنی بھڑ اور بچھو اور مکھی اور پسو اور جون اور چھچھوندر اور
ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہو جیسا کہ صقر یعنی جرہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بُغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو جیسا کہ
غراب الابقع یعنی ابلق کوا یہہ سب حرام ہین انتہے ما فی الخانیۃ **فائدہ** جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری
قسم وہ جنمین خون ہے مگر خون روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہی سو جنمین خون نہین جیسا کہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور
گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا کہانا حلال نہین سواے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمین خون سائل نہین جیسا کہ سانپ اور چھپکلی جسکو گرگٹ بھی کہتے ہین اور
سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض جیسا کہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند انکی اور انکی حرمت
مین اختلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جنمین خون سائل ہے وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم ہے جیسا کہ اونٹ اور گای بیل
اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی جیسا کہ ہرن اور نیل گاو اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندہ مانوس جیسا کہ کتا اور چیتا اور پالو بلی
سو حلال نہین اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہین جیسا کہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور
سمور اور دلق اور ریچھہ اور بندر اور مانند اسکے اور سباع طیر جیسا کہ باز اور باشہ اور جرہ اور شاہین اور چیل اور بُغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکی مانند
ہین سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوة الحیوان وذبح ما لا یؤکل یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ
اور جو جانور ماکول اللحم نہین اوسکا ذبح کر ڈالنا اوسکی گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ مین اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور
ہو چکی ھم طہارت مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہی طہارت سے مطلب یہہ ہے کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزون مین چمڑا
یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاے تو وہ چیز رقیق نجس نہین ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ مین دباغت کی مانند ہی اور اوسکے حامل کی نماز باطل نہین
ہوتی اور کہانیکے سوا اوسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہی یا نہین بعضون نے کہا کہ جائز نہین اور بعضون نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الادمی
والخنزیر کما مر سواے آدمی اور سور کے جیسا کہ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر
حیوتہ عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پہر اوسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر اوسنے حرکت نکی یا اوسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اوسکی
زندگی ذبح کے وقت معلوم نہوئی ہو ھم حرکت اور خروج خون نہین ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہین کرتا اور اوس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہے
کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہین کرتا مگر اوس صورت مین جبکہ زندہ کی مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وھذا
یاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی بقر الذئب بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم
من غیر فصل وسیجیٔ فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہو گئی تو وہ ہر طرح حلال ہے اگرچہ اوسنے جنبش اور حرکت نکی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا
بیان آویگا اوس جانور مین جسکا گلا دبا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح
کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ غیر ظاہر ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے
جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھہ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لہ سنذکر

حیوتها وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم اِن فتحت فاها لا توکل وان ضمته اُکلت واِن مدت رجلها لا توکل وان قبضتها اُکلت و
ان نام شعرها لا توکل واِن قام اُکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم شعر علامة الموت لانها استرخاء
ومقابلها حرکات تختص بالحی فدل علی حیوته وھذا کله اذا لم تعلم الحیوة واِن علمت حیوتها وان قلت وقت الذبح اُکلت مطلقاً بکل
حال زیلعی بکری ذبح کی اور اوسکا زندہ ہونا ذبح کیوقت معلوم نہوا اور اوسنے جنبش نکی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اوسنے منہ کہولدیا تو اوسکا کہانا حلال نہین ہے
اور اگر اوسنے منہ بند کر لیا تو کہانا حلال ہے اور اگر اوسنے پانون پھیلا دیا تو کہانا درست نہین اور اگر کہینچ لیا تو درست ہے اور اگر اوسکے بال سوگئی یعنی گر پڑے
تو اوسکا کہانا درست نہین اور اگر بال کہڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈہیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکہہ کا کہولنا اور پانون کا پہیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت ہے موت کی اسواسطے کہ یہہ افعال استرخا ہین یعنی ڈہیلے ہو جانیسے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنے منہ اور آنکہہ کا بند کر لینا اور پانو کا
کہینچنا اور بال کہڑا ہونا یہہ حرکات صرف زندہ کے ساتھہ مخصوص ہین تو اوسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہہ علامات مذکورہ اوسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم
نہو اور اگر اوسکی زندگی معلوم ہو ذبح کیوقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اوسکا کہانا مطلقاً حلال ہے ہر حالمین خواہ علامات مذکورہ پائے جاوین یا نپائے جاوین کذا فی
الزیلعی سمکة فی سمکة فان کانت المطروفة صحیحة حلتا یعنی المطروفة والظرف لموت المبلوعة بسبب حادث ایک مچہلی نکلی دوسری
مچہلی کی پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنے وہ مچہلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچہلی کی موت سبب حادث
سے ہے یعنی تنگی مکان کے سببسے اور نگلنے والے کی موت ابہر جانے سے والّا تکن صحیحة حلّ الظرف لا المظروف کیا لو خرجت من
دبرها لاستحالتها عن دة جوهرة وقد غیر المصنف عبارة متنه الی ما سمعته اور اگر پیٹ کی مچہلی تندرست نہو سڑ گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے
نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اوسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل اور متغیر ہوکر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرة اور مصنف
نے اپنے متن کی عبارت بدلڈالی جو تونے سنی ہم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکة فی سمکة فان کانت صحیحة حلّا والّا لا یعنی مچہلی کے اندر مچہلی ہے تو اگر مظروفہ
صحیح اور سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین اور حالانکہ یہہ مطلب
نہین بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغیر عبارت سے یہہ خلل رفع ہوگیا ولو وجد فیها درة ملکها حلالاً ولو خاتماً او دیناراً مضروباً لا
وهو لقطة اور اگر مچہلی کے اندر موتی پایا تو پانے والیکو اوسکی ملک حلال ہے اور اگر اوسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانیوالا اوسکا مالک نہین اور
وہ لقطہ ہے ھم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو دو الحیہ مین یون مذکور ہے کہ موتی مچہلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہو تو وہ پانیوالیکا ہے اور اگر
مچہلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین نہین ہے تو وہ پانیوالیکا مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر اوہ صیاد
کے ہاتہہ سے اوسکو پہنچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لانه اُهل به لغیر الله ولو وصلیة ذکر
اسم الله تعالی ذبح کیا حاکم کے آنیکے واسطے یا حاکم کی مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنیکے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے
اللہ تعالے کا نام لیا ہو ذبح کیوقت اسواسطے کہ اوسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ھم دستور عوام مین یون ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اوسکی
تعظیم کیواسطے یا دیو بہوت کی بہوگ دینے کیواسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اوسکا گوشت نہین کہلاتے ہین جو اسکو دعوت قرار دیجے
طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام اوسپر لیا جاوے اور بہتر یہہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس تقریر
سے معلوم ہوا کہ یہہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہے کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گاے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گاے اور بکرا مردار ہے
اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کیوقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال
اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو سو اونکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالی کا
خالص نام لیا جاوے صحیح مسلم مین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے لعن الله من ذبح لغیر الله یعنی خدا لعنت کرے اوسپر جو غیر خدا کیواسطے

ذبح کرے ولو ذبح للضيف لا يحرم لانه سنة الخليل واكرام الضيف اكرام الله تعالى اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام
نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کیواسطے سنت ہی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سیکہ اور تکریم مہمان کی اللہ تعالے کی تکریم ہے ھ منح الغفار مین ہے
کہ جو یہہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہی تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے
قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہی اور اگر وہ یہ جانے کہ تو ذبح نکرے تو اس جاہل پر لازم
ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نکہاوے اور نہ اوسکو کہائے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انه ان قدمها ليأكل منها كان
الذبح لله والمنفعة للضيف او للوليمة او للربح وان لم يقدمها ليأكل منها بل يدفعها لغيره كان لتعظيم غير الله فتحرم اور وجہ فرق درمیان
حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمین سے آپ مہمان کہاوے تو ذبح اللہ تعالی کیواسطے ہوا اور
گوشت کی منفعت مہمان کیواسطے یا ولیمہ کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کیواسطے ہوئی اور اگر کہانیکے واسطے ذبیحہ پیش نکیا بلکہ غیر کو دیا تو یہہ غیر خدا کی تعظیم
ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا ھ حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنیوالے کے آنیسے پہلے ضیافت کیواسطے ہو
یا اوسکے آنیکے بعد تہوڑی دیر مین اوسکی ضیافت کی واسطے ہو تو اوسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین اور اگر آنیکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہی تو اسی
طرح درست ہی بلاشبہہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام ہے اور مذبوح مردار ہے پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہے پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ فرق ظاہر نہین اسلیے
کہ گاہی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اوسکو کہاتا ہے اور اوسکے عیال بھی تو بہتر یہہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا
فے الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہی والا حلال ہے وهل يكفر قولان بزازيه وشرح وهبانيه اور کیا ذابح لغير الله
کافر ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہے اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہگار ہے کذا فی البزازیة وشرح الوهبانیة قلت وفی صيد المنية انه يكره
ولا يكفر لانا لا نسيء الظن بالمسلم انه يتقرب الى الآدمي بهذا النحر ونحوه في شرح الوهبانية عن الذخيرة ونظمه فقال ~ وفاعله جمهورهم
قال كافر ~ وفضلي واسمعيل ليس يكفر ~ مین کہتا ہون اور منیہ کی کتاب الصید مین یہہ ہے کہ غیر خدا کیواسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہین ہے
اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہہ گمان بد نہین کرتے ہین کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہی اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہی اور شارح
وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کرکے یون کہا ہی اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اوسکو کافر نہین کہتے ہین ھ ہر چند
تکفیر اختلافی مین عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو مثل کبائر کے جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیئے واللہ ہو الموفق والمبين العضو يعنى الجزء المنفصل من الحي حقيقة
وحكما لانه مطلق فينصرف للكامل كما حققه في تنوير البصائر قلت لكن ظاهر المتن التعميم بدليل الاستثناء فتأمله كميتة الا الاذن المقطوع
والسن الساقط الا في حق صاحبه فطاهر وان كثر اشباه من الطهارة وهو المختار كما في تنوير البصائر عضو یعنی جو جز کہ جدا ہو گیا حیوان حی یعنی زندہ
سے وہ مردار کی مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والیکے حق مین دانت طاہر ہے اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین ہے کتاب الطہارۃ
سے اور طہارت کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر مین ہی شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے کہ
حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کامل و فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر مین مذکور ہے مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم
پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر ھ اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃً اور حکماً مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اوسکی موت کے
تو وہ منفصل بھی زندہ صورۃً سے ہے نہ زندہ حکماً سے تو اسوقت مین استثنا آئندہ کی کچھ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہی تعمیم سے
مراد یہہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقۃً یعنی صورۃً زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو اسمین
ہے کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہے یا تمام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہین ہے دونو صورتونمین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جو ہڈی اور گوشت
سے جدا ہو گیا اگرچہ کہال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ کول ہی اور کلام ہڈ مچہلی اور ہڈی کے خیر مین اسواسطے کہ مچہلی اور

ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی ھ الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان ما بقی من الحیوۃ غیر معتبر اصلاً
بزازیہ قلت لکن یکرہ کما مس مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اوسکی موت سے پہلے تو اوسکا کہانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے
کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہے وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے
مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہوچکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوھبانیۃ اور ہمنے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ مین قبیل
تیمم کے ھ کتاب الطہارۃ مین شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری
سے پیدا ہوا اپنی مان کے اعتبار سے ھ وقد حلل الحمر البغال وامہا من الخیل قطعا والکراھۃ تذکر اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعاً
خچرون کا گوشت حالانکہ مان اونکی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس خچر کی مان گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت
بھی مذکور ہے ھ وان ینز کلب فوق عنز فجاءھا ولد نتاجہ راسہ کالکلب فلینظر اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اوسکی بچہ
پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اوسکو دیکھنا چاہیئے ھ فان اکلت لحما فکلب جمیعہا وان اکلت نبتا فذا الراس یبتر سو اگر
اوسنے گوشت کہایا تو بالکل وہ کتا ہے اور اگر اوسنے گھاس کہایا تو یہہ سر کاٹا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیئے ھ ویوکل باقیہا وان اکلت
لذا وذا فاضرب بہا والصیاح مخبر اور سوا سر کے باقی گوشت کہایا جاوے اور اگر گوشت اور گھاس دونون کہاوے تو اوسکو مارا اور اوسکا چلانا
خبردار کریگا ھ یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بھونکے تو نکہانا چاہیئے اور اگر بکری کی مانند چلاوے تو حلال کرنیکے بعد سر پہینکا جاوے اور باقی
کہایا جاوے کذا فی الطحطاوی ھ وان اشکلت فاذبح فان کرشہا بدا فعزوا لا فھو کلب فیطمس اور مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری
دونون کیطرح آواز کرے تو اوسکو ذبح کر تو اگر اوسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اوسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجھڑی نہ نکلی تو وہ
کتا ہے دفن کیا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیئے ھ وفی معانیہا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہہ ہے ھ وای شیاہ دون ذبح یحلہا ومن
ذا الذی ضحی ولا دم ینہر اور کون بکری ہے جسکو بغیر ذبح کے شارع حلال رکہتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر مین رہا یہان تک کہ وقت ضحی
داخل ہوا اور اوسنے خون جاری نہین کیا ھ مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہوچکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہو گیا
مسول سوال فقط لفظ سے ضحی کا تو ظاہرا اوسکا مطلب مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی
مین منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا **خاتمہ** آٹھ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہے سینگ
اور کھر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئین اور بال اور ریشہ اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن نور الایضاح
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام
کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے ھی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی
من تسمیۃ الشیء باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اوس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاوے من قبیل نام رکہنے شے کے اوسکے وقت کے نام
ساتھہ ھ جو حیوان مذبوح ہوا ایام نحر مین اوسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اوسکو ذبح کرتے ہین کذا فی الدرر تو اوسکا نام
ماخوذ ہوا اوسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہے تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم
اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ دونون معنی مجتمع ہوئے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پہر گوشت مین تصدق کرنے سے تملیک اور اباحت ہے اچھے
واقعات مین ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اسواسطیکہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہین ہوتی
وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت
کی نیت سے مخصوص وقت مین ھ حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر ھ وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

فائدہ

کتاب الاضحیۃ

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اوسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر متعلق ہے
چنانچہ اخر کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا ہے اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر مین کافر تھا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول
مین مسافر تھا اور آخر مین مقیم ہو گیا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درم یعنی
۵۲۔۵ روپیہ یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا بیع یا چارپایہ
جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۲ روپیہ کا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن
پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اوسپر قربانی نہین خواہ بالفعل اوسمین پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہو قرآت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابون سے آدمی غنی نہین
ٹھہرتا مگر اوسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون اور کتب طب اور نجوم اور ادب
سے غنی ہوتا ہے جب اونکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی وتجب لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہے
عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا الوقت وھو ایام النحر وقیل الرأس وقدمہ فی التتارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن
مراد ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہے ورکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ
و دیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیہ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اوسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایون کے نہ سوا اوسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا
مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبہ ہے مجوسیون کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمہا الخروج عن عھدۃ الوجوب فی الدنیا والوصول الی
الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ اذ لا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے
اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای
اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایون کا خون بہانا یہہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ھ وجوب
خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دے تو واجب ادا نہو گا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے
کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مضمرات مین ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ قسم نہین اور صدقہ فطر
سے کمتر ہے سنت ہونیکی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم مین سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال
اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا
کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نکرے وہ ہمارے عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرحکی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث اول مین ارادہ سے
مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین ہے کہ من اراد الحج فلیتعجل یعنے جو حج کا ارادہ کرے تو
شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اوسکا منکر کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ ای قربانی کرنا واجب ہے
قدرت ممکنہ سے ھ یعنی قادر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ھی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط
بقاءھا لبقاء الوجوب لانھا شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونیکے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہین بقاء وجوب کے
واسطے اسلئے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اسمین معنی علت نہین اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کی پائے جانیکو والتی
لا میسرۃ ھی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاءھا لانھا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونیکے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت میسرہ وجوب
کو بدل ڈالتی ہے سختی سے آسانی کیطرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے چنانچہ مذکور ہوگیا فطرہ کے بیان مین
ھ جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کیواسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایامہا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سی نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہی وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اوسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے
اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ھم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانیسے ساقط نہوگا کیونکہ اونکا وجوب قدرت ممکنہ سی ہے نہ میسرہ سے
برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا عَلٰی حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيْمٍ بِمِصْرٍ اَوْ قَرْيَةٍ اَوْ بَادِيَةٍ عَيْنِيْ فَلَا تَجِبُ عَلٰى
حَاجٍّ مُسَافِرٍ فَاَمَّا اَهْلُ مَكَّةَ فَتَلْزَمُهُمْ وَاِنْ حَجُّوْا وَقِيْلَ لَا تَلْزَمُ الْمُحْرِمَ سِرَاجٌ قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانو یا جنگل مین کذا فی
العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہوون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کی مانند شرح طحاوی مین ہے مُوْسِرٍ يَسَارَ الْفِطْرَةِ عَنْ نَفْسِهٖ لَا عَنْ طِفْلِهٖ عَلَى الظَّاهِرِ بِخِلَافِ الْفِطْرَةِ
اوس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سی نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنی طفل کیطرف
سے واجب ہی ھم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اوس ولد صغیر اور اپنے اوس پوتے کیطرف سے
جسکا باپ نہین اور ممالیک کیطرف سے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی شَاةٌ بِالرَّفْعِ بَدَلٌ مِنْ ضَمِيْرِ تَجِبُ اَوْ فَاعِلُهٗ اَوْ سُبُعُ بَدَنَةٍ هِيَ الْاِبِلُ وَالْبَقَرُ سُمِّيَتْ بِهٖ
لِضَخَامَتِهَا اور جو جانور قربانی کیا جاوے وہ دُنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاؤ سے شتر اور گاؤ کو بدنہ نام رکھا
اونکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا شاۃ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اوسکا فاعل ہے ھم فاعل تجب کا تو تضحیہ مصرح ہے
تو شاۃ نہ اوس سے بدل ہو سکتا ہی نہ اوسکا فاعل ہو سکتا ہی بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر اوسکی یون ہے وَالْمُضَحّٰى بِهٖ شَاةٌ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح
کے موافق ترجمہ نکیا اسکا حاصل بھیڑ بکری ایک شخص کیطرف سی قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاؤ سات شخصون کیطرف سے اور قیاس مین یہ تہا کہ اونٹ اور گاے ایک
ہی کیطرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہی اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سی کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ
کے ساتھہ گاو قربانی کیا سات کیطرف سی اور اونٹ قربانی کیا سات کیطرف سی اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تہی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی
الدرر وَلَوْ لِاَحَدِهِمْ اَقَلُّ مِنْ سُبُعٍ لَمْ يَجُزْ عَنْ اَحَدٍ اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤ سی ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسیکی طرف سے قربانی جائز نہوگی ھم
یعنی شتر اور گاؤ کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصے سے کم نہو صورت اوسکی یہ ہی کہ ایکمرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل
میراث چھوڑکر مرگیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے کی قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی
اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سی کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوتی اسواسطے کہ جب
بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہوا وَتَجُوْزُ عَمَّا دُوْنَ سَبْعَةٍ بِالْاَوْلٰى اور شتر اور گاؤ کی قربانی کمتر سات سی بطریق اولی جائز ہے یعنی چھہ یا پانچ
شخصون کیطرف سی بطریق اولے درست ہی بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فَجْرَ نُصِبَ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ يَوْمِ النَّحْرِ اِلٰى اٰخِرِ اَيَّامِهٖ وَهِيَ
ثَلٰثَةٌ اَفْضَلُهَا اَوَّلُهَا واجب ہی قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنی دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ
ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ھم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز
ہے لیکن مکروہ ہے بسبب غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی وَيُضَحِّيْ عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيْرِ مِنْ مَالِهٖ صَحَّحَهٗ فِي الْهِدَايَةِ وَقِيْلَ لَا صَحَّحَهٗ فِي الْكَافِيْ قَالَ وَلَيْسَ
لِلْاَبِ اَنْ يَفْعَلَهٗ مِنْ مَالِ طِفْلِهٖ وَرَجَّحَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ قُلْتُ وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ لِمَا فِيْ مَتْنِ مَوَاهِبِ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَنَّهٗ اَصَحُّ مَا يُفْتٰى بِهٖ وَعَلَّلَهٗ فِي الْبُرْهَانِ بِاَنَّهٗ
اِنْ كَانَ الْمَقْصُوْدُ الْاِتْلَافَ فَالْاَبُ لَا يَمْلِكُهٗ فِيْ مَالِ وَلَدِهٖ كَالْعِتْقِ اَوِ التَّصَدُّقَ بِاللَّحْمِ فَمَالُ الصَّبِيِّ لَا يَحْتَمِلُ صَدَقَةَ التَّطَوُّعِ وَعَزَاهُ لِلْمَبْسُوْطِ فَلْيُحْفَظْ اور
باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کیطرف سی صغیر کے مال سے صحیح کہا ہی اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی نکرے صغیر کے مال سے اس قول کو
صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنی طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہی اس قول کی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون
اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواہب الرحمن کی متن مین یہ مذکور ہی کہ فتوی دینی مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اوسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہے اور باپ اوسکا مالک نہیں جیسے فرزند کے مال میں چنانچہ اوسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے
تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرّع علی القول الاول بقولہ
ویأکل منه الطفل ویُدّخر له قدرَ حاجته ومابقی یبدل بماینتفع الصغیر بعینه کثوبٍ وخفٍّ لا بما یستهلک کخبزٍ ونحوه ابن کمال وکذا الجدّ والوصی
پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کھائے اپنی قربانی سے اور گوشت اوٹھا رکھا جائے بقدر اوسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے
وہ بدلڈالا جائے اوس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اوس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ
حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اوسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ کی مانند دادا اور وصی ہے وصحّ اشتراک ستة فی بدنة شریت لاضحیة
ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صحّ استحسانًا والّا لا استحسانًا اور ایک شخص کے ساتھ چھہ سے شریک ہوجانا جو شخص کہ اوس شتر اور گاؤ میں جو
خرید کیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خرید کیوقت خرید کرنیوالے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روی استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی
خرید کیوقت تو صحیح نہیں از روی استحسان کے ھ صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اوسمیں شریک کر لیا عالمگیریہ میں ہے اگر قربانی
کے ارادہ سے خرید کی پھر اوسمیں چھہ شخصونکو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کیطرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کیوقت شریک کر لینے کا ارادہ کر لیا
تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گای خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھہ آدمی اوسکے
ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روی استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلئے کہ مہیا کر چکا اوسکو قربت کیواسطے تو بیع اوسکی ممتنع ہو وجہ استحسان
یہ ہے کہ گاہی آدمی موٹی گای پاتا ہے اور شریکونکو نہیں پاتا ہے خرید کیوقت سو اوسکو خرید کر لیتا ہے پھر شریکونکو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج میں
پڑین اور حرج شرعًا مدفوع ہو چکا ہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گای خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا
نیت شرکت خرید کی پھر اوسنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الواکذا فی الطحطاوی ملخصا وذا اے
الاشتراک قبل الشراء احبّ اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے ویقسم اللحم وزنًا لا جزافًا اور مشترک قربانی
کا گوشت قسمت کیا جای تول کر نہ انکل کر ھ فتاوی خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکونکے ارادہ پر کذا فی الطحطاوی الّا اذا ضمّ معه من
الاکارع او الجلد صرفًا للجنس بخلاف جنسه مگر جبکہ گوشت کے ساتھہ پائی یا کھال ملائی جای تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کے
پھیرنے کے سبب سے ھ یعنی ہر جانب میں کچھہ گوشت ہو اور کچھہ پانچہ یا ہر جانب میں کچھہ گوشت ہو اور کچھہ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پای ہون اور دوسری
جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کیطرف کذا فے الدرر واول وقتها بعد الصلوة ان ذبح فی مصرٍ ای بعد اسبق
صلوة عیدٍ ولو قبل الخطبة لکن بعدها احبّ اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر میں ذبح کیا ہو یعنی اوس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو
سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی کرنے مستحب ہے ھ اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی
وبعد مُضیّ وقتها لو لم یصلّوا لعذرٍ ویجوز فی الغد وبعده قبل الصلوة لان الصلوة فی الغد تقع قضاءً لا اداءً زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول
وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کی سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارہوین اور بارہوین تاریخ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارہوین
بارہوین کی نماز قضا واقع ہو گی نہ ادا کذا فی الزیلعی ھ عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ
اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل میں واخرہ قبیل غروب یوم الثالث
وجوّزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرہوین تاریخ میں بھی قربانی جائز
رکھی ہے ھ ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بھی تین ہین اور دونو ایام گذر جاتے ہین چار دن مین اول روز نحر ہے تشریق نہین اور پچھلا دن تشریق
ہے نحر نہین اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارہوین بارہوین اور ایام تشریق گیارہوین بارہوین تیرہوین والمعتبر

مکانُ الاضحیۃ لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اوس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے ھ تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنیوالا شہر میں ہو تو بمجرد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنیوالا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے برخلاف
صدقہ فطر کہ اوسمیں مکان فاعل معتبر ہے فحیلۃ مصری ارادَ التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اوس شہری کا حیلہ
جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اوس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پہر وہاں فجر
کے طلوع ہوتے ہی قربانی کرے کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا
لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الاخیر یجب علیہ وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچہلا وقت ہی فقیر اور غنی اور ولادت اور موت
کیواسطے تو اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو اوسکے پچہلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچہلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب ہے
اور اگر غنی مرگیا پچہلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہیں ھ صغیر کے مال میں قربانی واجب ہی بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبین ان الامام
صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال لا یعید الصلوۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی
بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑہائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پہیر یجاوی نہ قربانی اسواسطے کہ علما میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا
ہے کہ نماز کا اعادہ نکرے مگر امام تنہا تو اسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹہری کذا فی الزیلعی یعنی جب مقتدیون پر اعادہ واجب نہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر
ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹہرا تاکہ قربانیان فساد سے محفوظ رہین و فی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہی کہ نماز اعادہ
کیجائگی مگر متفرق ہونیسے پہلے نہ بعد متفرق ہوجانے مقتدیون کے ھ یہہ تقیید ہی اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہی و فی البزازیۃ
بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا و ضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہی کہ ایک شہر ہے جسمین فتنہ ہی یعنی وہانکا کوئی حاکم نہیں ہے تو
شہر والون نے نماز نہ پڑہی حاکم کے نہونیکے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہی قول مختار میں ھ اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا
اس حکم میں زیلعی حلبی نے کہا اور یہہ معارض ہی اوس قول کو جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور
ہو چکا اور یہہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نرہا لکن فی الینابیع ولو تعطل الترک فمن اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس انتہی لیکن
ینابیع میں ہی اور اگر حاکم نے عمداً نماز عید ترک کی پہر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جبتک
زوال شمس نہو انتہی ما فی الینابیع ھ قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس قید کی
کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تہی عذر کے سبب سے اور یہان بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول ویجوز فی
بقیۃ الایام قلت وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول
دن میں اور جائز ہے باقی دنونمیں میں کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ یہہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہی مواہب الرحمن
میں تو خبردار رہنا کما لو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا و ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ
لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہی سو لوگون
نے نماز عید کی پڑہی اور قربانی کی پہر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تہا تو اونکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ اس خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ
اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا اونکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہی وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور
مکروہ تنزیہی ہی ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانیکے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر فاعل
تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چہوڑ دیا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اوسکو زندہ خیرات کردے
اگرچہ نذر کرنیوالا فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا ھ یعنی جسکے ملک میں بکری یا بہیڑ ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کیواسطے مجہپر واجب ہے

بعد کہ مین اسکو قربانی کرونگا اسئے الدرر ولو ذبحها تصدق بلحمها اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اوسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصها
تصدق بقیمة النقصان ایضا اور اگر اوسکو ناقص کردیا بسبب عیبدار کردینے کے تو اوسکے نقصان کی قیمت بہی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منها
فان اکل تصدق بقیمة ما اکل اور نذر کرنیوالا نذر کی قربانی سے نہ کہاوے اور اگر کہایا ہو تو جس قدر گوشت کہایا اوسکی خیرات کرے وفقیر عطف
علیه شراها لها لوجوبها علیه بذلک حتی یمتنع علیه بیعها اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اوسکو
زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنیکے تو اوسپر ممنوع ہوگا اوسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے نادر پر ھم یعنے
ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اوسپر واجب ہو جاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ اگر قربانی خرید کی پہر اوسکی بیع کی تو اوسکی تین صورتین ہین ایک یہہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہہ کہ بلا
نیت خرید کی پہر اوسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کر لیا بایطور کہ خدا کیواسطے مجہپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسی سال مین تو پہلی صورت مین قربانی نہو جاویگی
جبتک زبان سے اوسکو واجب نکرلیگا ظاہر الروایۃ مین اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین اور حسن
کی روایت امام سے یہہ ہے کہ وہ قربانی نہوگی تو اگر اوسکو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہو جاویگی
کذا فی الطحطاوی ۔ وتصدق بقیمتها غنی شراها او لا لتعلقها بذمته شراها او لا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزی فیها اور بعد گذر جانے ایام
نحر کے اوسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اوسنے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت
سے مراد اوس بہیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے مین کافی ہو ھم درصورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے
اوسکی قیمت تصدق کردے چاہے اوسکو زندہ خیرات کردے تا اوسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضا فوت ہو جانیکے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے
کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد اور قربانی کیواسطے صحیح ہے
جذع یعنی چہہ مہینے کا پٹہا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بہر کی بہیڑ بکریون مین ملایا جاوے تو اوسکی تمیز دور سے ممکن نہو ھم ضأن سے مراد وہ ہے
جسکی الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ تجزی الجذع من الضأن
اضحیۃ یعنی جائز ہے چہہ مہینے کا پٹہا دنبے سے قربانی کیواسطے انتہی کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہین جبتک ایک سال پورا نہو اور دوسرا سال شروع
نہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلثة اور ثنی اور اوس سے زیادہ صحیح ہے تینون قسمون سے یعنی غنم اور بقر اور ابل سے والثنی هو ابن خمس من الابل
وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بہینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بہیڑ
بکری سے سال بہر کا ہوتا ہے ھم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اوس سے کمتر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اوس سے زیادہ عمر کا
ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاهلی والوحشی یتبع الام قاله المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہو اہلی اور وحشی
سے وہ اپنی مان کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ھم یعنی اگر اوسکی مان کی قربانی جائز ہے تو اوسکی بہی جائز ہے اور اگر اوسکی مان کی قربانی
جائز نہین تو اوسکی بہی جائز نہین **فروع** مسائل لمحمد شارح کے الشاة افضل من سبع البقرة اذا استویا فی القیمة واللحم بہیڑ بکری بہتر ہے گائے
بیل کے ساتوین حصے سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من النعجة اذا استویا قیمتها اور مینڈہا بہتر ہے بہیڑ سے جبکہ دونون کی
قیمت برابر ہو ھم اور اگر بہیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اوسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈہے سے افضل ہے کذا فی الذخیرہ والانثی من المعز افضل من التیس
اذا استویا قیمة اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکرے سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گائے
افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوهبانیة ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمة والله اعلم اور وہبانیہ مین ہے کہ مادہ
بہتر ہے نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم ھم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونو قسمون مین

مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے وَلَدتِ الاضحیۃُ ولدًا قبلَ الذبحِ یُذبحُ الولدُ معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبحٍ قربانی بچہ جنی ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اوسکے ساتھ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے ضَلَّت او سُرِقَت فاشتری اُخریٰ ثم وجدہا فالافضل ذبحُہما وان ذبحَ الاولَ جازَ وکذا الثانیۃ لو قیمتُہا کالاول او اکثر وان اقلَّ ضمنَ الزائدَ ویتصدق بہ بلا فرقٍ بین غنیٍّ وفقیرٍ وقال بعضہم ان وجبت عن یسارٍ فکذا الجواب وان عن اعسارٍ ذبحہما بانبیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونو نکا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو درست ہو اور اسیطرح اگر دوسری کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلے کی قیمت سی کمتر ہو تو زائد کا ضمان دے اور اوسکو خیرات کر دے اسمین کچھہ فرق نہین مالدار اور محتاج کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوتی ہے تو اسیطرح کا جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنیکے سبب سے واجب ہوئی تو دونو قربانیونکو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونو قربانیونکا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ویُضحّی بالجمّاءِ والخصیِّ والثولاءِ ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السَّوم والرعی اور قربانی کرے مُنڈی کو یعنی جسکے سر سینگ نہون اور خصی یعنی بدھیا کو اور قربانی کرے اوس دیوانے کو جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے نروکے وان منعہا لا یجوز التضحیۃ بہا اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی بازرکھے تو ایسی دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہین والجرباءِ السمینۃِ فلو مہزولۃً لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے ھم یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اوسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پونہچ گئی اسواسطے درست نہین لا بالعمیاءِ والعوراءِ والعجفاءِ المہزولۃِ التی لا مخَّ فی عظامہا جائز نہین قربانی اندہے اور کانے اور ایسے نہایت دُبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین والعرجاءِ التی لا تمشی الی المنسکِ ای المذبح اور اوس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح کرنیکے مقام تک چل سکے ھم بزازیہ مین ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانون سے چلے اور چوتھا پانون زمین پر نرکھے تو اوسکی قربانی جائز نہین اور اگر چوتھے پانون کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور جھکا چلتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے والمریضۃِ البیّنِ مرضُہا اور اوس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف ظاہر ہے ومقطوعِ اکثرِ الاذنِ او الذنبِ والعینِ ای التی ذہب اکثرُ نورِ عینہا فاطلاق القطع علی الذہاب مجازًا وانما یُعرف بتقریب العلف اور اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دُم یا آنکھہ قطع ہو گئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھہ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارا نزدیک کہنے سی معلوم ہوتا ہے ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھہ کو بند کرے اور اوسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارے کو دیکھا اور اوسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھہ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین اسی قول پر فتوی مذکور ہے اور شرح ملتقی مین قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سی کم قلیل ہے اور جو اس سی زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے ا ق اکثرہ الا لغیرہ لان للاکثر حکمَ الکل بقاءً وذہابًا فیکفی بقاءُ الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہے تو اوسکی قربانی جائز نہین اسلیے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دُم اور آنکھہ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماءِ التی لا اسنانَ لہا ویکفی بقاءُ الاکثر وقیل ما تعتلفُ بہ اور قربانی جائز نہین پوپلے جانور کی جسکے دانت نہین اور اکثر دانتون کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اوسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کہا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون والسکّاءِ التی لا اذنَ لہا خلقۃً فلو لہا اذنٌ صغیرۃٌ خلقۃً اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی بوچی کی جسکے پیدایشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو اوسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ھم اگر پیدایشی ایک کان ہو تو قربانی اوسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ والجدّاءِ مقطوعۃِ رؤوسِ ضرعہا او یابستہا اور

اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکے تہنون کی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجدّاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہین نکٹے جانور کی جسکی
ناک کٹی ہو ولا المصرّمۃ اطباؤھا وھی التی تعولج حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جسکے تہنون کی نوکین منقطع ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے
دودہ منقطع ہوگیا ہو ولا التی لا الیۃ لہا خلقۃ مجتبی اور درست نہین قربانی اوس دنبہ کی جسکی پیدائشی چکتی نہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا
لا ینضج شرح وہبانیہ وتمام فیہ اور جائز نہین قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اوسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسکا پورا بیان
اوسی کتاب مین ہے ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرھا اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کہاتا ہے اور اوسکے سوا کچہ
نہین کہاتا م اوس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بہی کہاتا ہو اور چارا بہی کہاتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے
اوس جانور کی جسکو کہانسی آتی ہے اور اوسکی جو بڑہاپے سے جن نہین سکتی اور اوسکی جو داغا گیا ہے اور اوسکی جو دودہ نہین اوترتا بلا مرض اور جسکے چہوٹی
چکتی ہے دم کی برابر اور جسکی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارا کہا سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراھا سلیمۃ ثم تعیّبت بعیب مانع کما مرّ فعلیہ اقامۃ
غیرھا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزأہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خریدی پہر اوسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ
عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اوسپر واجب ہے کہ اور قربانی اوسکے قائم مقام کرے اگر خرید کرنیوالا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیبدار قربانی اوسکو
کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کیواسطے کافی ہے اگر قربانی
مین عیب موجود ہو خریداری کیوقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہین برخلاف مالدار کے کہ اوسپر واجب ہے تو اوسکے حق مین کافی نہوگی ولا یضر
تعیّبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیبدار ہوجانا قربانی کا اوسکے تڑپنے کے سبب ذبح کیوقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرھا
لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اوسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلّت او سُرقت فشری اخری فظہرت فعلی الغنی
احداہما وعلی الفقیر کلاھما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سوا اوسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج
پر دونونکا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی م یہ مسئلہ مکرر ہوگیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم
صحّ عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزھم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور گای یا اونٹ کے سات شریکون
مین سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کیطرف سے اور اپنی طرف سے تو سبکی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے
اسواسطے کہ عبادت کا قصد سبکی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اوسکو ذبح کیا تو شریکون کیطرف سے بہی قربانی ادا نہوگی
اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹہرا تو کل ہی عبادت نہوا عدم تجزّی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک
الستّۃ نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن واحد منہم لان الاراقۃ لا تتجزّی ہدایۃ اور اگر چہہ شریکون کے ساتہہ ساتوان شریک نصرانی ہو یا
فقط گوشت لینے کا ارادہ رکہتا ہو تو اون مین سے کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ خونریزی متجزّی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ م
اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتہہ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہین رکہتا ہے تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت
قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرحپر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ
احرام اور بعض ہدی تطوّع اور بعضی دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے فوائد
ضحایا مین اور اس باب سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے وجوب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کردیا اور محمد کی نص سابق اسکی مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب
کی راہ سے ہے والا عقیقہ بہی قربت ہے اور یہہ مخالف ہے اوس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور
عبادات ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کردیا تو مطلب یہہ ہے کہ عقیقہ واجب نہین رہا ہے تو
اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث معتمدہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے

فروع مسائل لحمہ شارح ولو ان ثلثۃ نفر اشتری کل واحد منہم شاۃ للاضحیۃ احدہم بعشرۃ والاخر بعشرین والاخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا واصطلحوا علی ان یاخذ کل واحد شاۃ یضحی بہا اجزاتہم ویتصدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشیء وان اذن کل واحد منہم ان یذبحہا عنہ اجزاہ ولا شیء علیہ کما لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیع اور اگر تین شخصون نے ایک ایک بکری قربانی کیواسطے خرید کی ایک شخص نے دس درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے تیس درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اوسکے ثمن کی برابر ہے پہر تینون بکریان اسطرح مختلط ہوگئین کہ تینون شخصون مین سے کوئی شخص بہی اپنی خاص بکری کو نہین پہچانتا ہے اور تینون نے اسپر اتفاق کرلیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور تیس درم والا بیس درم خیرات کرے اور بیس درم والا دس درم تصدق کرے اور دس درم والا کچہہ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو یہہ اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اوسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اوسپر کچہہ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کردے بدون اوسکے حکم کے تو بہی تصدق لازم نہین کذا فی الینابیع ہم تیس درم والے پر بیس درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اوسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو دس درم خرید ہوئی اور اسی احتمال سے بیس درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہین لہذا اوسپر کچہہ تصدق بہی نہین

ویاکل من لحم الاضحیۃ ویوکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کہا دے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کہلا دے اور ذخیرہ کر رکہے اور مستحب ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیالدار کیواسطے اونپر کشایش کرنیکے لئے ہم مستحب یہہ ہے کہ اپنی قربانی سے کہاوے اور غیر کو کہلا دے اور افضل یہہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی مین اقارب اور دوستونکی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹہا رکہے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکہے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکہے تو بہی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کہانا اوس قربانی مین ہے جو مندوب ہو اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کرلی ہو تو قربانی کرنیوالیکو اوسکا کہانا اور مالدار ونکو کہلانا حلال نہین خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر مین تو تصدق لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کہانا یا غنی کو کہلانا ہرگز جائز نہین کذا فی البدائع والعالمگیریہ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا یعلم یشہدہا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلہا میتۃ اور یہہ مستحب ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتہ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کیوقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کرے تا نا واقف قربانی کو مردار نکر ڈالے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کہڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یون کہہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ جان رکہہ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو مین رکہا جائیگا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا تو ذبح کرنا حرام ہے اسلئے کہ مجوسی ذبح کرنیکی لیاقت نہین رکہتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدہا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کہال خیرات کرے یا اوس سے مانند چلنی اور جہولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بنا دے او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کہال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اوسکو باقی رکہکے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدلے لا بمستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ بدلے کہال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہوسکے بدون استہلاک کی چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اوسکی چنانچہ روپیہ یا پیسہ یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی پہر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیون سے تو اوسکے ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتہ فائدہ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کی مانند ہے کذا فی المجتبی ق ۷

یعطي اجر الجزار منها لانه کبیع و مستفید من قوله علیه الصلوة والسلام من باع جلد اضحیته فلا اضحیة له هدایة اور نہ دے قصاب کی
مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اوسکی بیع کی مانند ہی اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اوسکی قربانی نہو گی کذا فے الهدایة ویکره جز صوفها قبل الذبح لینتفع به فان جزه تصدق
به ولا یرکبها ولا یحمل علیها شیئا ولا یؤجرها فان فعل تصدق بالاجرة حاوي الفتاوی لانه التزم اقامة القربة بجمیع اجزائها
اور قربانی کے روئیں اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اوس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو اوسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہو اور نہ
اوس پر کوئی چیز لادے اور نہ اوسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی الفتاوی یہ امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم
کرنا اوسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعده لحصول المقصود مجتبی برخلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہی بسبب حاصل
ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودہ کا دوہنا
درست ہی ویکره الانتفاع بلبنها قبله کما فی الصوف ومنهم من اجازها للغني لوجوبها في الذمة فلا تتعین نهایة اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا
قربانی کے دودہ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعضا فقیہ وہ ہے جسنے صوف کترنا اور دودہ دوہنا
قبل ذبح کے جائز رکھا ہی مالدار کیواسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اوسپر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزیلعي ولو غلط اثنان
وذبح کل شاة صاحبه یعني عن نفسه علی ما دل علیه قوله غلطا او لو تغلطا فیکون کل واحد وکیلا عن الآخر دلالة هدایة قاله ابن الکمال
وظاهر کلام صدر الشریعة وغیره وقوعه عن صاحبه صح استحسانا بلا غرم اور اگر دو شخص غلط کار ہو تو اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ
قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی
طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نکی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جائیگا دلالت حال کے سبب یعنی دونوں
قربانی کرنا منظور تہا سو اسطرح سے یہی حاصل ہوا کذا فی الهدایة یہہ کہا ہی ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعت وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ
ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اوسکے مالک کیطرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر شریعت کا ذکر کرنا بلا وجہ ہی اسواسطیکہ سوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ
ذبح مالک کیطرف سے ہو بقرینہ اذن حالی وتحالا ان ولو اکلا ولو یعرفا ثم عرفا هدایة اور دو شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنی معاف کر والیں اگر
قربانی کا گوشت کہا یا ہوا اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الهدایة وان تشاحا ضمن کل لصاحبه قیمة لحمه وتصدق بها اور اگر دونوں نے
باہم بخل کیا اور معاف نکر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے قلت فی اوائل القاعدة الاولی من الاشباه
لو شراها بنیة الاضحیة فذبحها غیره بلا اذنه فان اخذها مذبوحة ولم یضمنه اجزأته وان ضمنه لا تجزیه وهذا اذا ذبحها عن
نفسه اما اذا ذبحها عن مالکها فلا ضمان علیه انتهی وجمعه میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدہ کے اوائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے
جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اوسکو ذبح کر ڈالا بدون اوسکے اذن کے سو اگر مالک نے اوس مذبوح کو لیا اور اوس سے تاوان
نلیا تو اوسکی حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اوسکا تاوان لیا تو ذبح کرنیوالی سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہ اوس صورت میں ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف
سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کیطرف سے ذبح کیا ہوگا تو اوسپر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کیطرف مراجعت کر کما یصح لو ضحی بشاة الغصب
ان ضمنه قیمتها حیة جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا
ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اسکا مالک ٹھہر گیا غصب کیوقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا بسبب غصب کے
تو اوسپر توبہ اور استغفار لازم ہوا اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہو اور حرام پر بسم اللہ کہنی سے کفر لازم نہیں آتا ہی بلکہ کفر لازم نہیں آتا جبتک کہ
حلال سمجھا جائیگا کذا فی الطحطاوی وکذا اذا باعها جیسے یہہ صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیگا وکذا لو

لأنه يضمن لصاحبها قيمتها هداية لظهور ملكها بالضمان من وقت الغصب اور اسیطرح اگر غصب کی بکری کو غاصب نے قربانی کیا ہو تو تاوان دیکر اوسکی قیمت کا اوسکے
مالک کو کذا فی الهداية شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ظاہر ہوجانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے لا الوديعة ان ضمنها لان
سبب ضمانه هنا بالذبح والملك يثبت بعد تمام السبب وهو الذبح فيقع في غير ملكه قربانی صحیح نہین امانت کی بکری کی اگرچہ اوسکے مالک کو تاوان
بھی دیدی اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اوسکی غیر ملک مین
قلت ويظهر ان العارية كالوديعة والمرهونة كالمغصوبة لكونها مضمونة بالدين وكذا المشتركة فليراجع مین کہتا ہون اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا
ہے کہ عاریت امانت کی مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوبہ بکری کی برابر ہے اسواسطے کہ وہ مضمون بالدین
ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوبہ بکری کی مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہوجاوے م بدائع مین عاریت کو ودیعت
کی مانند مصرح بیان کیا ہے بعدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان
دینے کے تو ایسی تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز اعتبار کے لائق نہین ہے اور خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو شخصون مین سو دونون نے اونکو قربانی
کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز علما مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لون
أضحية عليه الصلوة والسلام سوداء رسول خدا علیہ الصلوة والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی م طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کئی دو خصی مینڈھے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر اضحيات لزمه ثنتان لمجيء الأثر بهما خانية والاصح وجوب الكل لإيجابه ما لله من جنسه ايجاب شرح وهبانية
ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اوسپر دو قربانی لازم آوینگے اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو مینڈھون
کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اوسکا ذکر ہوچکا کذا فی الخانیة اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دسون قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب لینے نذر کے
اوس چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہو کذا فی شرح الوهبانية قلت مفاده لزوم النذر بما من جنسه واجب اعتقادي لا اصطلاحي
قاله المصنف فليحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہوجانا اوس نذر کا جسکی ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ
واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے غصب شاتين رجلين ضحيا بهما جاز بخلاف العتق لصحة
قسمة الغنم لا الرقيق بہتیر بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے اونکو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح
ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحى بشاتين فالأضحية كلاهما وقيل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کئے تو دونون قربانی ٹھہرینگی اور بعضون
نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاكثر قيمة فان استويا فالاكثر لحما فان استويا فاطيبهما ولو ضحى بالكل فالكل
فرض كأركان الصلوة فان الفرض منها ما ينطلق الاسم فاذا طولها يقع الكل فرضا مجتبى اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت
مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبکی قربانی کی تو سب
فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے ارکان کہ اونمین سے فرض تو اوسیقدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اوسکو طویل کردیا مثلا تین آیت
سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی م فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی
شرى أضحية وأمر رجلا أن يذبحها فقال تركت التسمية عمدا لزمه قيمتها ليشتري الآمر بها أخرى ويضحي ويتصدق ولا يأكل لو أيام النحر
باقية والا تصدق بقيمتها على الفقراء خانية قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایکمرد کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مینے بسم اللہ
کہنا قصدا ترک کیا تو مامور پر اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنیوالا اوس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اوسکو قربانی کرے اور خیرات کردے
اور آپ نکھاوے یہہ اوسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نرہے ہون تو اوسکی قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیة وفیها اداد

التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمّی کلٌّ وجوبًا فلو ترکہا احدہما وظنّ انّ تسمیۃ احدہما تکفی
حُرّمت وھی تصلح لغزٍ فیقال ای شاۃٍ لا تحلّ بالتسمیۃ مرۃً بل لا بدّ ان یسمّی علیہا مرتین اور خانیہ مین ہو کہ ایک شخص نے قربانی کرنیکا
ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکہا ذبح کرنے مین اور اوسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک
شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہہ مسئلہ چیستان ہونیکی لیاقت رکہتا ہی تو یون سوال
کیا جائے کہ کون سی بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہہ ضرور ہو کہ اوسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی
فقال ای ذبیحٍ لا یحلّ فیہ ۞ الّا الّتی بذکرہ التنزیہ + فاجبنہ بالقریض فانّا + لا نراہ نثرًا ولا نرتضیہ اور البتہ اسکو نظم
کیا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہہ ہے کون ذبح ہے جسکی حلت مین یہہ ضرور ہو کہ دو بار ذکر کیجاوے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام
لیا جاوے سو اوسکا جواب نظم سے اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکہتے اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب ۞ خذ جوابًا نظمًا کما تبتغیہ من
فقیہٍ مروِیّہ عن فقیہٖ خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اوس فقیہ سے جسکی روایت ثابت
ہے فقیہ سے ۞ ھی شاۃٌ فی ذبحہا اشترک اثنا + ن فکرّر الذکر شرطًا کما نرویہ + ذاک ذبح قصاب وضع الید مع الصاحب
الذی یرتجیہ وہ بہیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہون تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا
اوس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکہا اپنا اوس صاحب کے ساتھ جو اوسکی امید رکہتا ہی یا خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہو سکے ۞ فعلی کلّ
واحدٍ منہما ان + یذکر اللہ جلّ عن تشبیہ تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہے یہہ کہ ذکر کرے اللہ کو دران حالیکہ وہ پاک ہو تشبیہ اور تمثیل سے
وفی الوھبانیۃ وشرحہا ۞ ولو ذبحا شاۃً معًا ثمّ واحدٌ اخلّ بسم اللہ فالشاۃ تحرم + اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین کہا اور اگر دو
شخصون نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پہر ایک شخص بسم اللہ بولا تو بکری متروک ہوگی یعنی حرام وجب الترک ہو ۞ وان یشتری منہا ثلثًا ثلاثۃ
واشکل فالتوکیل بالذبح یحسم اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریون کی شناخت مین حیران ہون تو
ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہی ھ شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے مین وکیل کرین سو اگر اپنی
بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اوسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ۞ وکیل شراء الشاۃ للعنز ان شرا + یصحّ خلاف العکس
والتقوّم یخسر خرید شاۃ کا وکیل اگر عنز یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور انکی
کی اجرت مین وکیل نقصان اوٹھاویگا ھ وجہ صحت یہہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بہیڑ اور بکری دونوکو شامل ہے برخلاف عکس کے اگر
بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اوسنے شاۃ یعنی الضان یعنی بہیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہو کہ اگر قربانی
خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اوسکی بانکو کہا اسطے ایکدم ہو کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ۞
ولو قال سوداء فعیرھا + اذا کان فی قربانٍ عینًا یعیّر اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائی یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید
خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاۃ سیاہ چشم قربانی کی خرید مین تغیر کی تو صحیح نہین ھ اسواسطے کہ شاۃ سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین
تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ۞ بنذرین من بدّل العشر الزموا + وتصحیح ایجاب الجمیع محرّر علما نے دو قربانیونکو لازم کیا ہی
اوس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم
ہوگی چنانچہ یہہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ۞ وعن میّتٍ بالامر الزم تصدّقًا + ولا اکل منہا وھو المتخیّر اور اگر قربانی ہو تی میت کیطرف سے اور اوسکی امر سے
تو لازم ہوگی اوسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کیطرف سے تو کہا اوسکے گوشت کو اور یہہ قول مختار اور پسندیدہ ہو ۞
ومن مال طفلٍ فالصحیح سقوطہا + وعن ابنہ فی حقہ وھو اظہر اور صغیر کے مال سے تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کی مال سے

کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ مین ہے چنانچہ یہہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ مین مذکور ہو چکا ہے واہب شاۃ د اجع بعدا ذبحہا + فیجزیء من ضحی علیہا ویوجر ۔ اور بکری کا ہبہ کرنیوالا اوسکے ذبح ہو جانیکے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اوسکی طرف سے جسنے اوسپر قربانی کی اور اوسکو ثواب ملیگا ھم یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اوسکو ایک بکری ہبہ کی سو اوسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اوسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنے اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ھم مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اوسکو مکروہ گمان نکرے اور اسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ اوسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہتہ کہا ہے اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتابون مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور ان سے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتابون مین اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک اور کہا ہے ومناسبتہ ظاہرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہہ کتاب ہر کتاب کے ساتھہ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حاء مہملہ و ظاء معجمہ لغت مین عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہے جسکا استعمال شرعاً ممنوع ہے ھم یہہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور ضد ہے مباح کی ھم یہہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اوس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم یحاسب علیہ حسابا یسیرا اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہان البتہ ہے کہ مباح پر کچھہ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار ھم عدم ثواب اور عذاب درصورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وکل مکروہ ای کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراھۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقاً جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کی مانند ہے دوزخکے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کیطرف نزدیکتر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ھم حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہوا اور اوسکا ترک کرنا فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہوا اور اوسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کہانا اور شطرنج کہیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اوس سے حرام مراد رکھتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اوسکی دلیل قطعی نہین ہے جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہے اوسکو مکروہ کہتے ہین اور یہہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیکتر ہے یعنی اوسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہین لیکن اوسکا تارک کچھہ تہوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندہما وھو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبھۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کیطرف نزدیکتر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ھم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کیطرف جیسے واجب کی نسبت فرض کیطرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اوس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اوس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنیسے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنیسے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت مؤکدہ ہے ھم دلائل

شرعی چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا
احتمال نہین مفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ
آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہے اور مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی
چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار آحاد
محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اوس سے فرض عملی کا
ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمة الخیل القریب من الحرام ما تعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار بل
العتاب کترک السنة المؤکدة فانه لا یتعلق به عقوبة النار ولکن یتعلق به الحرمان عن شفاعة النبی المختار صلی الله علیه وسلم لحدیث
من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنة المؤکدة قریب من الحرام ولیس بحرام انتهی اور زیلعی مین گہوڑے کی حرمت کی بحث مین یہہ مطلب ہے
کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جسپر محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین
ولیکن اوسکے ترک سے نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری
شفاعت کو نپاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی ما فی الزیلعی ہم مراد شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ
مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نرہیگا بدلیل اس
حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام
کا اطلاق کیا ہے اور اوسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اوسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اوسکو حلال مین داخل کیا ہے اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت
ہے اور اوسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصتہ ... ہے کہ ... محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ اونکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی
اور دونونکا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور
مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہین ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء
والشرب لدفع العطش ولو من حرام او میتة او مال غیره وان ضمنه فرض یثاب علیه بحکم الحدیث کہانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے
فرض ہے اوسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے ہو یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اوسپر لازم ہو ہم حدیث
مذکور یہ ہے قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمة یرفعها العبد الی فیه کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہے
یہانتک کہ اوس لقمہ مین ثواب دیتا ہے جسکو بندہ اپنے منہ تک اوٹہاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کہانا حالت اضطرار مین ہے در منتقی مین ہے کہ جو شخص
مردار نکہاوے مخمصہ مین یا روزہ رکہتا جاوے اور نکہاوے یہانتک کہ مرجاوے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے
اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہہ ہے کہ غیر موقت ہے اسواسطے کہ طبائع آدمیونکی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع
الانسان الهلاک عن نفسه کہانا فرض ہے لیکن اوتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرسکے وما یؤجر علیه وهو مقدار ما یتمکن به
من الصلوة قائما ومن صومه مفاده جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنه لم یجز کما فی الملتقی وغیره اور ایک کہانا وہ ہے
جسپر ثواب ہوتا ہے اور وہ اوسقدر کہانا ہے جس سے آدمی کہڑے ہوکر نماز پڑہ سکے اور روزہ رکہہ سکے شارح نے کہا اسکلام سے تقلیل طعام کا جواز
مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی ادای فرض سے ضعیف ہوجاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت فی المبتغی
بالغین الفرض بقدر ما یندفع به الهلاک ویمکن معه الصلوة قائما انتهی فتنبه مین کہتا ہون اور مبتغی بغین معجمہ مین یون مذکور
ہے کہ اوسقدر کہانا فرض ہے جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اوسکے ساتھ کہڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المستفتی ترجمہ دار ہو جاوے ہم اسقدر کہانا اسواسطے

فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہین ہوسکتی بدون اسکے وَمُبَاحٌ اِلَی الشِّبَعِ لِتَزِیْدَ قُوَّتُہٗ اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وَحَرَامٌ عَنْہُ فِی الْخَانِیَۃِ یُکْرَہُ وَھُوَ مَا فَوْقَہٗ اَیِ الشِّبَعِ وَھُوَ اَکْلُ طَعَامٍ غَلَبَ عَلٰی ظَنِّہٖ اَنَّہٗ اَفْسَدَ مَعِدَتَہٗ وَکَذَا فِی الشُّرْبِ قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کہانا کہ کہانیوالے کو گمان غالب ہو کہ اوسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہی یعنی مکروہ کہا ہو یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی مین کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ہم زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہی اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہی کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بہرنا ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بہرنا ~~الملحاوی نہین جیسا پیٹ کا~~ بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کہانیکی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کیواسطے اور بہت عذاب اونپر ہے جو بہت پیٹ کو بہرتے ہین ابوداؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کہانے اور پینے کے بعد اوسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اِلَّا اَنْ یَقْصِدَ قُوَّۃَ صَوْمِ الْغَدِ اَوْ لِئَلَّا یَسْتَحْیِیَ ضَیْفُہٗ اَوْ نَحْوَ ذٰلِکَ آسودگی سے زیادہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہین ہے کہ کل کے روزے رکہنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اوسکا مہمان نہ شرماوے یا مانند اسکی کسی اور عذر سے کہانا درست ہی حرام نہین ہے ہم عذر مذکور چنانچہ زیادہ کہانا نے کرنیکے واسطے حرام نہین انس بن مالک صحابیؓ طرح طرح کی کہانے کہاتے تہے اور قے کر ڈالتے سو اونکو بیمار ہ کرتا تہا کذا فی البزازیہ والخانیۃ وَلَا تَجُوْزُ الرِّیَاضَۃُ بِتَقْلِیْلِ الْاَکْلِ حَتّٰی یَضْعُفَ عَنْ اَدَاءِ الْعِبَادَۃِ اور جائز نہین تہوڑے کہانے کی اسقدر ریاضت کہ ادای عبادت سے ضعیف ہوجاے وَلَا بَاْسَ بِاَنْوَاعِ الْفَوَاکِہِ وَتَرْکُہٗ اَفْضَلُ اور طرح طرحکے میوون کے کہانے مین کچہہ مضائقہ نہین اور اوسکا ترک افضل اور بہتر ہے وَاتِّخَاذُ الْاَطْعِمَۃِ سَرَفٌ اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہو یعنی فضول خرچی ہے ہم مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ بہتر نہین ہی چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہین کہا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہی تا ہر قسم سے تہوڑا تہوڑا اتنا کہا ہے جسقدر سے ادا ہو عبادت پر قادر ہو یا مہمانونکی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ مین کچہہ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وَکَذَا وَضْعُ الْخُبْزِ فَوْقَ الْحَاجَۃِ اور اسیطرح روٹیان رکہنا حاجت سے زیادہ بیہودہ صرف ہی ہم مگر بہ نیت دعوت درست ہی کذا فی العالمگیریۃ وَسُنَّۃُ الْاَکْلِ الْبَسْمَلَۃُ اَوَّلَہٗ وَالْحَمْدَلَۃُ اٰخِرَہٗ وَغَسْلُ الْیَدَیْنِ قَبْلَہٗ وَبَعْدَہٗ وَیَبْدَاُ بِالشَّبَابِ قَبْلَہٗ وَبِالشُّیُوْخِ بَعْدَہٗ ملتقی اور کہانیکے وقت سنت ہی کہانے کی پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اوسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتہہ دہونا اور کہانے سے پہلے جوانون کے ہاتہہ دہلانے سے ابتدا کیجائے اور کہانیکے بعد بڈہون کے ہاتہہ دہلانے سے ابتدا کیجاے کذا فی الملتقی ہم اور اگر اول مین بسم اللہ کہنا بہولے تو یون کہے بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے کہے تا اسکے ساتہی بہی بسم اللہ کہین اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے کہے مگر جبکہ سب لوگ کہانے سے فراغت کرین اور اوسکی سنت مین ایک ہاتہہ دہونا یا دونو ہاتہونکی اونگلیان دہونا کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتہہ بند دست تک دہونا چاہئے قبل از طعام ہاتہہ دہوکر رومال سے پوچہنا نچاہئے اور بعد از طعام پوچہنا چاہئے تا اثر طعام کا زائل ہوجاے جسطرح سے ہاتہہ دہونا اگر آٹا اوسمین باقی نرہا ہو تو فتاوی قاضی خان مین لا باس بہ مذکور ہے اور نواور ہشام مین آئے اور ستو سے ہاتہہ دہونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع مین مستحب ہی اور لائق یون ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتہہ پر پانی ڈالے اور غیرسے اسمین استعانت نکرے مانند وضوکی اور سنت یہہ ہی کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نکہاے اور نہ اوسکو سونگہے اور نہ اوسکو اور پانی کو پہونکے ہان اگر پہونکنے مین مانند آف کی آواز نہ نکلے تو پہونکنا درست ہی اور ہاتہہ پوچہنے سے پہلے اونگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دستر خوان پر گر پڑا ہو اوسکو کہانا یہہ سب امور مذکورہ سنت ہین راہ مین کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے مین کچہہ مضائقہ نہین اور کہانا پینا تکیہ لگاکر ہو یا بایان ہاتہہ زمین پر رکہکر یا کسی چیز پر ٹیککر مکروہ ہے کذا فی العالمگیریۃ ہم اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل ہو اور نہ جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے جمیع مشتہیات کا ہو ... بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہہ ہی کہ رکابی کے درمیان سے نکہاے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہے بلکہ ایکطرف سے کہاے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہیں ہان اگر طبق میں رنگ برنگ میوے ہوں تو جدہر سے چاہے کہائے اسیطرح اگر طبق میں الوان اطعمہ ہوں تو ہر طرف سے کہانا درست ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یوں ہے کہ رکابی اوسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث میں وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی اونکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھہ مبتلا کرتا ہے اور اوسکے اکرام سے یہہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے بلکہ سوکہی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اوسوقت میں فرض ہے جبکہ وہ عاجز ہو اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اوسکا حال جانتا ہو اوسکو کہانا دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خود بچا اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر رہا سو وہ مرگیا اور کسی نے اوسکو کہانا ندیا تو جو لوگ اوسکا حال جانتے ہوں گو سب گناہ میں شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اوسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اوسکو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاھلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدہے کا گوشت اور اوسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے بخلاف مالک کے ہم کراہت بیمار وغیرہ کیلئے حق میں ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گائے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کہاتی ہو اور مکروہ ہے گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کیواسطے جائز کہا ہے ہم ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا دودہ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ میں آویگا وکرہ لحمہما ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام للدجاجۃ واربعۃ للشاۃ وعشرۃ للابل والبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاوے یہانتک کہ اوسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کیواسطے تین دن اور بہیڑ بکری کیواسطے چار دن اور اونٹ اور گائے کیواسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں کہاتا ہو اسطرح کہ اوسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سور کی دودہ سے اسواسطے کہ اوسکا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودہ اوسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اوسکا کچہہ اثر باقی نہیں رہتا ہے ہم اور اسیطرح جو کہیت نجاست سے سینچے جاویں تو اونکا کہانا مکروہ نہیں ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وعینی شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اوسیوقت ذبح کیا گیا تو اوسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیۃ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونوں کے حق میں اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم میں حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنوں میں اور نہ کہاؤ اونکی رکابیوں میں اسواسطے کہ یہہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمہارے واسطے ہیں آخرت میں انتہے پہر جب کہانا پینا اون میں منع ہوا تو اسیطرح اون برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی النہر وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومراۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اونکی سلائیون سے اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکی مکروہ ہے ہم ظروف مذکورہ کی مانند ہے چاندی سونے کی سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹہی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہیں کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع اخر او صب الماء او الدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ وہو مشہور لا فی الدر قلت یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اور خوشبو ہو جبکہ اونکو ابتداءً استعمال کیجیے اُن کا مضائقہ نہیں جنکے واسطے وہ بنائی گئی ہین لوگونکے مزاج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہو تو کراہت نہیں
تو اگر کہانا نقل کیا جاوے سونے کے برتن سے دوسری جگہہ یا پانی یا تیل کو دست میں ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اوسکو استعمال کرے تو اوسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا
فی المحیط وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر میں تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ھ درر میں یون مذکور ہے کہ ظروف مثل جو تیل وغیرہ کیواسطے
مصنوع ہین اونکا استعمال اوسوقت حرام ہو جبکہ انہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاوے اسواسطے کہ وہ ظروف اسیواسطے مصنوع ہوئے ہین کہ اسیطرح استعمال ہون
اور اگر اونمین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ میں لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اسواسطے کہ اوسے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر یعنی علامہ وانی ابو نوح
نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب میں حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل
لاناثہم اور حدیث سے معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتونکو فقط زیور حلال ہے تو سوا زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث
نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ھ ہر چند درر کے موافق فتاوی عالمگیری میں محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسیطرح استعمال نکرے واللہ اعلم
واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور
زرہ اور دستانونکو جنگ میں ضرورت کے سبب مستثنی کیا ہے کراہت سے وھذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا بأوانی متخذۃ من ذہب وفضۃ
وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی اباح ابو حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یأتی
اور یہہ یعنی تحریم اوس حد تک ہے جبکہ استعمال نفع بدن کیواسطے ہو اور اوسکی سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے
اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اوسپر دیبا اور مانند اوسکی فرش کرنا تو اوسکا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہانتک کہ
امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اوسپر سونا مباح کہا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ
علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملائکۃ اختیار اور مکروہ ہے کہانا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گہر میں مٹی کے برتن رکہے اوسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ھ ظاہر کراہت اوسوقت
ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن قلعی ہوا نہو اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور ادائے سنت دونو موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین
لا یکرہ ما ذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہیں کہانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے
برخلاف امام شافعی کہ اونکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی
جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی میں اوسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی میں بدر اور جڑاؤ ھ منح الغفار میں مفضض کی تفسیر مزوق
سے اور شمنی میں مرصع ہے اور قہستانی میں مزین بفضۃ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہہ اختلاف اوس صورت میں ہے
جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے
اوسکا باقی رہنا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اوسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ھ والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض
ولکن یشترط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹھنا
کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن میں پینا کہ چاندی کی جگہہ سے منہ علیحدہ رکہے اور قول ضعیف میں ہے کہ ہاتھ بھی جدا رکہے چاندی
کی جگہہ سے اور زین کے جلوس اور اسکی مانند میں بھی بدن جدا رکہے ھ اجتناب فم کا اعتبار ہے نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ
میں مذکور ہے حکم ذات مفضض کا اور جو ظروف خالص چاندی کا ہو اوسکا استعمال تو کسیطرح جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب
بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرآۃ ومصحف اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی جس برتن میں چاندی سونے کے تار جڑے
ہین اور اوسکو استحکام کیواسطے اور اسیطرح جسمیں چاندی سونے کے تار جڑے ہون کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ھ فتاوی عالمگیری میں ہے

کچھہ مضایقہ نہیں کہانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض ہو جبکہ پینے سونے چاندی پر نہ رکھے اور اسیطرح ظروف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے
پر نہ بیٹھے اور اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے ہو اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور دوچی اور رکاب مفضض یا مضبب سب ہی بشرطیکہ اوسپر قعود
نہ واقع ہو اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کالو جعلہ ای التفضیض فی نصل سیف
او سکین او فی قبضتہما او لجام او رکاب لم یضع یدہ فی موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہو اگر تلوار اور چھری
کی کھٹی میں یا ان دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہہ میں ہم کافی میں ہے جبکہ چھری کی کوٹھی
میں تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی المحیط ہے
وکذا کتابۃ الثوب بذہب او فضۃ و فی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب وعن الثانی یکرہ الکل اور اسیطرح درست
ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبے میں ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھہ مضایقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ
ہیں ہم امام اعظم کی دلیل حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے
جکڑ گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اوسمین چاندی کا تیر جڑا تھا والخلاف فی
المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین اللجام والرکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یتخلص فلا عبرۃ للونہ عینی وغیرہ
اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز سے چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ
تو بالاجماع درست ہے اس میں فرق نہیں ہے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما کے اسواسطے کہ مطلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اسکی
فقط رنگت کا کچھہ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول الکافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی
فیحرم ولا یردہ بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت
کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اوسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نکرے واصلہ
ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی
ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں
اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنی وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح
کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام
مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الہدیہ اور اذن تجارت ہے
لیکن بایں ہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اوسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہو اوسکی صدق کا تو
ہو تو اوسپر عمل نکرے کذا فی المحیط وہی عین الکافی والسراج معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری ہوتے ہیں جیسا کہ بیع اور شرا اور وکالت
وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندہ کے ہوتے ہیں جیسا کہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولو انثی
والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی لغیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پہنچانے میں خواہ
غلام نے یہہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اوس شخص نے یہہ تحفہ دیا ہے مالک کو والاذن سواء کان
بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا عمادیہ مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج عمادیہ
سو اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونیکا اذن دیا تو قیاس یہہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری
ہو گئی ہے کہ اسی سے لوگ اذن سمجھ لیتے ہیں لہذا یہہ جائز ہے کذا فی المحیط وہی مقیدۃ کما فی السراج بما اذا غلب علی رأیہ صدقہ فلو شک

نحو صابون واشنان لا بأس ببیعه ولو نحو زبیب وحلوی لا ینبغی بیعه لان الظاهر کذبه وتمامه فیها اور اذن تجارت مین سراج مین اسکی قید
لگاتی ہے جبکہ اوسکی رای مین اوسکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اوسکے ہاتھ
بیچنا کچھہ مضائقہ نہین اور اگر منقی اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اوسکے ہاتھہ بیچنا لائق نہین اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اسکا
پورا بیان سراج مین ہے ھ مٹھائی وغیرہ کیطرف اطفال مشتاق رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کیواسطے
چرالایا ہوگا تو اوسکا یہہ قول کہ میرے ماں باپنے منگوایا ہی مقبول نکرنا چاہیئے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہہ اشتباہ نہین ہوسکتا ہی ویقبل قول الفاسق
والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعها اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے
ھ اصل یہہ ہے کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط کا مجتمع کیا جانا
ہے کہان اوسکو آدمی پاوے کہ اوس سے معاملہ کرے یا اوسکو نوکر رکھے اور لوگونکے پاس معاملات کیواسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین سواے خبر کی
تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہی اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اوسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے اسواسطے اوسمین
فقط تمیز کفایت کرتی ہی کذا فی الرمزی کما اذا اخبر انه وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منه ان غلب علی الرأی صدقه کما مر وسیجی اخر الحظر
چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اوس سے اوسکا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنیوالے کے گمان مین
اوسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالة فی الدیانات هی التی بین العبد والرب اور شرط
ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندہ اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ھ چونکہ دیانات معاملات کی مانند کثیر الوقوع
نہین تو اوسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اوسمین کچھہ ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسة
الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ولو عبدا او امة جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اوس پانی
سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اوس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی
ھ عدالت سے ساقط احتمال کذب ہی تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے وتحری فی خبر الفاسق بنجاسة الماء وخبر المستور ثم یعمل
بغالب ظنه اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ
کہین کہ یہہ پانی ناپاک ہی تو وہ اپنی اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اونکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رأیه صدقه وتوضأ
وتیمم فیما اذا غلب علی رأیه کذبه کان احوط اور اگر پانی کو گرادے پھر تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی
خبر مین اور وضو اور تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو گمان غالب ہو اوسکے کذب کا تو یہہ احوط ہوگا یعنی اسمین زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوهرۃ و
تیممه بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہی اور اوسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ھ اسمین اشارہ ہی کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہی اور تاخیر
تیمم کی وضو سے احوط ہی کذا فی الطحطاوی واما الکافر اذا غلب صدقه علی کذبه فالاراقة احب قهستانی وخلاصه وخانیه اور کافر کا تو یہہ حکم ہی کہ
جب اوسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہی کذا فی القهستانی والخلاصة والخانیة ھ یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہہ پانی نجس
ہے اور اوسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اوس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ وہ ذمی ہی اوسکی خبر ملزم نہین لیکن
پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہی قلت لکن لو تیمم قبل اراقته لم یجز تیممه بخلاف خبر الفاسق لصلاحیته ملزما فی الجملة بخلاف الکافر مین
کہتا ہون در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرادینے سے پہلے تو اوسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان
تیمم مذکور جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونیکے لائق نہین ھ فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم
ہونے کی یہہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرنیکے حکم دے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اوسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر

حکم دیگا یعنی مسلم کی خصومت مین تو حکم اوسکا نافذ نہوگا ولو اخبر عدل بطهارته وعدل بنجاسته حكم بطهارته بخلاف التحرير اور اگر مسلم
متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اوسکی نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہان در صورت
تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھ پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونو خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا
وتعتبر الغلبة في اوان طاهرة ونجسة وذكية وميتة فان الاغلب طاهر تحرى وبالعكس والسواء لا الا للعطش اور غلبہ معتبر ہے طرف
پاک اور ناپاک مین جو باہم ملگئی اور ذبح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئی تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے
واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوئیا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع
عطش کے واسطے البتہ طہارت مین گمان غالب معتبر ہوگا وفي الثياب يتحرى مطلقا اور کپڑون مین ہر طرحکا گمان غالب معتبر ہے ھ خواہ اکثر کپڑے
طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑے کا کچھ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعي الى وليمة وثمه لعب او غناء قعد واكل
لو المنكر في المنزل ولو على المائدة لا ينبغي ان يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالى فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين کوئی شخص شادی
کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو لعب یا راگ ہی تو بیٹھے اور کھائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہوا اور دستارخوان پر نہوا اور اگر غیر مشروع دستارخوان
پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین رجو بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قران مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نصیحت کے یاد ہونیکے بعد ظالم قوم کے
ساتھ ھ ولیمہ شادی کے کھانیکا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہوا اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے
حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوتین اختلاف ہے بعضونکے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور
افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی
دعوت قبول نکرے تا معلوم ہو کہ تو اوسکی فسق پر راضی نہین اور اسیطرح اوسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہو ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے پایا
قرض لیا ہے تو دعوت قبول کرے اور کھاوے اور اگر اوسکا غالب مال حلال ہے تو اوسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اوسکے مکان پر گیا تو جو اوسکی وجہ
پر تھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے نہ کھانے سے کچھ حرج نہین اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہوا اور اگر صاحب دعوت کا قصد مدعو کی
اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گذاری چاہے تو خصوصا اہل علم کو اوسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین انکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت
قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا فان قدر على المنع فعل یہ اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع
کرے ھ یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نکریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اوسکو اپنے ہاتھ سے مٹادے ہو اگر
قادر نہو تو زبان سے اوسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہو سکے تو دل سے اوسکو برا جانے اور یہ ضعف الایمان سے والا يقدر صبر ان لم يكن ممن
يقتدى به اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدای خلق نہو تو صبر
کرے دل سے ناخوش ہوکر فان كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد لان فيه شين الدين ہو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو
تو وہان سے نکلجاوے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اوسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہے دین مین ھ اور اسمین معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین کے واسطے بزرگ کی پیروی
کرینگے والمحكي عن الامام قبل ان يصير مقتدى به اور جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین نے صبر کیا تو یہ اونکے
مقتدا ہونیسے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا يحضر اصلا سواء كان ممن يقتدى به او لا لان حق الدعوة انما يلزمه
بعد الحضور لا قبله ابن كمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرچکا ہو تو اصلا وہان نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر
ہونیکے بعد نہ قبل اوسکے کذا ذکرہ ابن کمال ھ نجانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اوسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفي
السراج ودلت المسئلة ان الملاهي كلها حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام مین ھ یا ہی سے یہانتک

مین موجب حدیث کے غیر کی طاعت اپنی معصیت ہے اور تادیب اپنے گہوڑے کی اور تیر اندازی و یدخل علیھم بلا اذنھم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گہر مین گہس جانا بدون انکی اذن خلاف شرع کے مٹانیکے واسطے ہم یعنی ہر چند کسیکے گہر مین بلا اذن جانا درست نہین لیکن جب ان لوگون نے خلاف شرع کا ارتکاب کیا اپنی حرمت ساقط کر دی تو انکی ہتک حرمت جائز ہو گئی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دلین نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی گہاس کو اگاتا ہی ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب لو فیھا ذکر الفسق تکرہ میں کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ باجون کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکی حرام ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اوسپر بیٹہنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکلجانا ہے اور اوس سے لذت لینا کفر ہے یعنے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اسیا چیز کیطرف جسکے واسطے وہ بنائی نہین گئی نعمت کا کفران ہے نہ شکر اوس نعمت کا تو واجب کمال واجب ہے کہ کنارہ گیر ہو جاے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپؐ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس مین داخل کر لیا تہا اوس کی سماعت کیوقت ہم اور عرب کی اشعار اگر اونمین فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہین انتہی ما فی البزازیہ اور لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی النہایۃ یعنی سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی برائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجہنے کے سبب سے کما فی النہایۃ فائدۃ ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینھما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی ورنجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہی تفاخر اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت نواوری تنبیہ کیواسطے ہو تو اسکا مضایقہ نہین چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پہونکے جانے کی یاد دلانے کیواسطے اسلئے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز مین فی الجملہ مناسبت ہی تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہی نفخہ دہشت کا اور بعد عشا کے اشارہ ہی نفخہ موت کا اور آدہی رات کی بعد اشارہ ہی نفخہ بعث کا یعنی قبرون سے اوٹہنے کا اور پورا اسکا بیان اوس شرح مین ہی جو ہمنے ملتقی الابحر پر معلق کی ہی ہم شرح ملتقی مین شارح نے کہا حسن سے مروی ہی کہ شادی نکاح مین دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سراجیہ مین ہی دف اوسوقت درست ہی جبکہ اوسمین جلاجل یعنی جہانجہین نہون اور اوسکا بجانا بر ہیئت تطرب نہو متمم پہلا کام نیوالا ابلیس ہے کذا فی التہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگون نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اوسکے سامنے ناچنے اور وجد کرنے لگے تو یہہ کفار گوسالہ پرستون کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ مین ہے کہ حرمت رقص پر نص قرانی موجود ہی قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا یعنے مت چل زمین مین اترانے اور تبختر کی راہ سے اور رقص مین نہایت تبختر اور سجاوٹ اور اتراو ہوتا ہی اور ذخیرہ مین ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اوسپر اجماع ہی اور بعضی فقیہون نے کہا کہ غلبہ وجد مین رقص منع نہین جیسی صوفیہ کے ہوتا ہی مجلس ذکر اور سماع مین تاتارخانیہ مین وہ مضمون ہی جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہی اوس مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات مرتعش کی مانند ہین اور یہہ اوس صورت مین ہی جبکہ وجد صادق ہو اور قیام مین وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز گاہی حلال ہوتی ہی اور کبہی حرام ہو جاتی ہی اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی مین ہی کہ جو ہمارے زمانہ کی متصوفہ سماع کیوقت آواز بلند کرکے نعرہ مارتے ہین حرام ہی وہان بیٹہنا جائز نہین اور صوفیہ سابقین ایسا نہین کرتے تہے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہین کرتا ہی وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تہے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہین اور سہروردی نے فرمایا وجد کرنیوالیکی شرط یہہ ہے کہ اس حد کو اوسکا وجد پہنچ جاے کہ اگر اوسکی چہرہ پر تلوار پڑے تو اوسکو کچہہ خبر نہو درد اور الم کی انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور احتمالات غنا کو مجرد کا کتاب الشہادات مین مفصل مذکور ہو چکا فلیستفد ثمہ

فصل فی اللبس

یہہ فصل ہے لباس کے مسائل مین ہم ذکر

لباس وہ ہی جو عورت کو چھپا وے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اوسکا دامن نصف ساق تک
ہو اور آستین اونگلیون تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ نتف مین مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ
خیر الامور اوسطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرت سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الہی کے
اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کیواسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق مین جمیع اوقات مین اور مکروہ لباس وہ ہے جو تبختر اور تکبر کیواسطے ہو
اور سپید لباس مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم
اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو
درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اوسوقت حرام ہے جبکہ وہ کہال سے لگا ہو قنیہ
مین کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہی وہان جہان ریشمی کا عموم بلوی ہو ہم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح مین ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا
غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہین طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف
نسبت کیا ہے نہ امام کیطرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداؤد اور
نسائی مین علی مرتضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ مین ریشمی کپڑا لیا اور بائین ہاتھ مین سونا اور فرمایا کہ یہہ دونون
حرام ہین میری امت کے مردون پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت یون ہی کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردون پر حرام ہے اور انکی
عورتون پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی مین عمر فاروق سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین حریر وہی پہنتا ہے جسکا آخرت مین کچھ
حصہ نہین ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ مین پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک
اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی مین ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ مین گاڑہا کپڑا ریشمی درست ہی جو سلاح کی مضرت سے بچا دے نہ باریک
ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے
مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہین جیسے ریشمی بوٹیان کپڑے کی حرام نہین چار انگلیان ملی ہوئین مراد ہین اور بعضون نے کہا کہ
کھلی ہوئین اور بعضون نے کہا نہ ملین نہ کھلین مراد ہین ہم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر مین معتبر چار انگلیان ہین نہ نہایت ملین نہ نہایت
کھلین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیون مین ظاہر مذہب عدم
جمع متفرق ہی اگرچہ متفرقات بوٹیان عمامہ مین ہون چنانچہ قنیہ مین شرح بیان ہے ہم اسکی توضیح قنیہ مین یون مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیون کے
جمع کرنے مین اختلاف ہی نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہی مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرح کہ
سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہی کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر
کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیان متفرق کثرت سے ہون اگر ان سبکو جمع کیجئے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائین تو ظاہر مذہب مین یہ جمع کرنا معتبر نہین
وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قبس بشبرنا یرخص فیہ
اور قنیہ مین ہے کہ ایک عمامہ جسکا نقش و نگار ریشم کا ہی چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیون سے اور فاروق کی چار انگلیان
ہماری بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہین تو اسقدر نقش و نگار مین رخصت ہی ہم عالمگیری مین قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور انچل پگڑی کا مذکور
ہی نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیان مین اپنی ہیئت اور شکل پر یعنی کی انگلیان معتبر نہین ہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ
طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہین تو بہتر یہ تہا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نکرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار
اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی اور اسیطرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہی جبکہ اسی مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو

حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی و فی المجتبی العلم فی العمامة فی موضعین او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار اگر دو یا زیادہ عمامہ میں دو جگہہ ہو
یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضون نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں هم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیه عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی عمامة علیها علم من قصب فضة قدر ثلث اصابع لا بأس
ومن ذهب یکره وقیل لا یکره اور مجتبی میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار سے چاندی سے بقدر تین انگل کے ہو تو کچھہ مضائقہ نہیں اور
سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیه تکره الکلاهة الملفوفة بحریر قلت وبهذا ثبت کراهة ما اعتاده اهل زماننا
من القمص الملفوفة اور مجتبی میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پر اطراف میں ریشمی کپڑا سیا ہو میں کہتا ہون اس روایت سے ثابت ہو گئی
کراہت اوسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہی بصری پیراہنون کے پہننے کی هم طحطاوی نے کہا یہہ روایت مخالف ہی جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ علماء کے نزدیک درست ہی انتہے اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی الله علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے
کہا یہہ حدیث صحیح مسلم میں یون ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اوسمین دیبا کا گریبان بنا تھا اور اوسکے دونو
چاک دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئین تو مین نے اوسکو لیا سو آنحضرت اوسکو پہنتے تھے سو ہم اوسکو دھو لیتے ہین بیمارون
کیواسطے سو اوسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یون ہے کہ اوس جبہ کی جیب اور دونو آستین اور دونو چاک دیبا سے سیے تھے اور
بخاری کی ادب مفرد میں یون روایت ہے کہ اوس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونون چاک بھی دیبا سے سیے تھے حضرت اوسکو مہمانون کے آنیکے وقت
اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہے ما فی العینی مختصرا وفیه المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفاده ان القلیل فی طوله یکره انتهی قال المصنف
وبه جزم منلا خسرو وصدر الشریعة لکن اطلاق الهدایة وغیرها اور مجتبی میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم مرخص ہے میں کہتا ہون اور اس
سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہی ملا خسرو صاحب
درر غرر نے اور صدر الشریعة نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مجتبی کے مخالف ہے وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال
مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمه الله تعالی وهو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیه رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی زماننا انتهی
قلت قال شیخنا والظن ان الرایة هو ما یعقد علی الرمح فانه حلال ولو کبیرا لانه لیس بلبس وبه یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا
حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جسمین چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں
رخصت عظیم ہے اوس شخص کو جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھہ مبتلا ہو ہمارے زمانے میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہون ہمارے اوستاد نے کہا اور میرا
گمان غالب یہی ہے کہ جھنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر
سے دونو قولونکا اختلاف رفع ہو گیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس میں ہی اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے هم روایت کی بشر نے عن ابی
یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے کپڑے میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اوس سے کم اور اسمین کچھہ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی
نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھہ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع ہے اور اوسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت
کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہرا یہہ اختلاف علم
ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کی قول سے توفیق بین القولین حاصل نہوئی ولا بأس بکلة الدیباج هو
ما یعمل کالقبة وکمنه ای تیسیر شرح وهبانیة للشرنبلالی مردون کیواسطے کچھہ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ اور مسہری میں دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا
اور بانا دونون ریشم کا ہو کذا فی شرح الوهبانیة الکلة بالکسر الستارة والناموسیة لانه لیس بلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام
اور ناموسیہ ہی اسواسطے وہ جائز کہ وہ لباس نہیں بدن سے علحدہ رہتا ہے هم قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے مچھر دانی

سے بچنے کیواسطے یعنی جیب کٹ اور سہری اور بستنہا معرب ہے پشہ خانہ کا ونظمہ شارح الوهبانية فقال سه وفی كلة الديباج قالوا معاً انه
وفی القنية والمنتقی ذا مسطر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپر کھٹ مین سونا جائز ہے اور قنیہ اور منتقی
مین یہی جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منه ای من الدیباج وهو الصحیح وقیل لا باس بها اور مکروہ ہے ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اسکے
جواز کا قول ضعیف ہے ھ ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع
ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے
نیچے چھپی ہو ھ مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر
سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے
والکیس الذی یعلق فیتبعا اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لٹکائی جاوے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے واختلف
فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر وکذا فی المجتبی اور اختلاف ہے زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی ھ طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کی مانند وفیہ ان له ان یزین بیته بالدیباج ویتجمل باوانی ذهب وفضة بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو اپنا
گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنی مکانون مین اطلس وغیرہ کا چھت گیری
لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیة یحسن للفقهاء لف عمامة طویلة ولبس ثیاب واسعة اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کیواسطے عمامہ طویل باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیها لا باس بشد خمار اسود علی عینیه من ابریسم لعذر قلت ومنه الرمد اور قنیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین
ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونو آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوهبانية عن المنتقی
لا باس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانه تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا
اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین وفی التتارخانية عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذهب اور تاتارخانیہ
مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈی مین وفیها عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضة ویکرہ من الذهب
قالوا وهذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذهب انتهی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین
نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علماء نے کہا اور یہ عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور
کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی مافی التتارخانیة ھ قنیہ مین ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کی مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہے اور اسیطرح
ٹوپی مین ظاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین
بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کفۃ ہے نہ کفاف اور شارع علیہ الصلوۃ
والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے اور اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے تامل سے مجکو تلاش تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصراً
ھ وباللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ کفۃ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لفافہ ہوتا ہے وہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے ہر شے کا
اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر
مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہوگئی واللہ اعلم ویحل توسدہ وافتراشه والنوم علیه وقالا والشافعی ومالک حرام وهو الصحیح
کما فی المواهب قلت فلیحفظ هذا لکنه خلاف المشهور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر سونا حلال ہے اور صاحبین
اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول صحیح ہے کما فی المواهب مین کہتا ہون تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے
مخالف ہے ھ شرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ و شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ابویوسف امام کے ساتھ ہین حلت کے قول مین

کذا فی المحیط ۔ واما جعلہ دثارا واذا دثار فانہ یکرہ بالاجماع سراجیہ اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے
نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراجیہ ؎ شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا ور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح
مجمع اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان
الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ فکانت ہی المعتبرۃ دون السدی اور حلال ہے مشروع جسکا تانا ریشم ہو اور اوسکا بانا ریشم کے سوا
اور چیز کا ہو چنانچہ کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے
بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ
فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ افتوا بخلافہ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ
میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی کپڑے میں بانی سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں
اور اسیکی مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنیکا قول مرجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ
نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہے یعنے برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دیا ہے ؎ ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو
تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا
فی المحیط ۔ و فی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت وہذا کان فی زمانہم واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ
فلیتنبہ ط اور شرح مجمع میں ہے کہ خز بفتح خاء معجمہ وزاء منقوطہ مشددہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین
کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد
رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل عکسہ فی الحرب فقط لو صفیقا یحصل بہ اتقاء العدو فلو رقیقا حرم
بالاجماع لعدم الفائدۃ سراجیہ اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ
وہ گاڑھا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونیکے سبب سے کذا فی السراجیہ ؎
لفظ اجماع کا خلل عنقریب معلوم ہوگا واما الخالص فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام
کے نزدیک لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ؎ جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ میں بالاتفاق امام اور
صاحبین کے حلال نہیں اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمیں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اوسمیں کہا ہے کہ حریر اور دیبا جنگ
میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے
انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہو کیونکر جائز نہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی
الطحطاوی قلت ولم ارہ لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب میں کہتا ہوں اور میں نے اوس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا
بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہرا غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو حلال و فی حاوی الزاہدی
یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وخط منہ خز وخط منہ قز وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث
یری کلہ قزا فاما اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ
للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اوسکی ایک دھاری اون کی ہو اور
ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اوس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اوسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم
کی ہو اسطور پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نکرینگے انتہی

فی الحاوی اور ہمارے الاستاد نے اس قول کو مان لیا ہے مین کہتا ہون اور مقریب تو عنقریب معلوم کر چکا ہو کہ حلت اور حرمت مین بانے کا اعتبار ہے
نہ ظاہر کی نمود اری کا بنا بر قول ظاہر الرزہب کے تو اسکو سمجھ لے یعنی اگر دس کپڑے کا بانا ریشم کا نہین تو وہ مکروہ نہین گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ
لُبْسُ الْمُعَصْفَرِ وَالْمُزَعْفَرِ الْاَحْمَرِ وَالْاَصْفَرِ لِلرِّجَالِ اور مردونکو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد یعنی دونون
قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور نا سپال اور انار
وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہین مردکو ہان مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان مین ہے ورس ایک گھاس ہے اوسکا رنگ زرد ہوتا ہو مُفَادُہ
انہ لا یکرہ للنساء مرد کی قید اسکو سمجھاتی ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتون کیواسطے مکروہ نہین ہے ولا بأس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ
نہین کسم اور زعفران کے سوا باقی رنگون مین مردکیواسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا بأس بلبس الثوب
الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ کپڑے کے پہننے مین انتہی
اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہو اسواسطے کہ لا بأس کا کلمہ اکثر ترک اولی مین مستعمل ہوتا ہو کذا فی المنح لکن صرح فی التحفۃ یعنی مگر ہر اوس سرخی مین جو کسم اور زعفران
کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مجیٹھہ اور آل اور کردانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق
قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ مین ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے
تو حرمت کے لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل ہے اطلاق کیوقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہ اور تحریم کے
تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام مین ایک رسالہ ہے
اوسمین آٹھ قول مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے امام اعظم سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہین سرخ اور سیاہ رنگ مین کذا فی العالمگیریۃ
عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اوسکے سوا مین
الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مردکو سونے چاندی کا زیور حلال نہین مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی
سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ کرے یعنی وہ آرائش جو منجر بہ تجبر اور تکبر ہو قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین اوس کمربند کا جسکے دونو کنارے چاندی کے ہون اور حلقے ہون انتہی
ظہیریہ مین ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اوسی شرط سے حلال ہو کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگا دے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے مگر چند کے نزدیک
اور حلیہ سیف سونے کا درست نہین لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لا یحل استعمال منطقۃ وسطہا من ذہب وقیل
یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع فیہ بعد بیم ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیف حلقۃ لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہے کہ استعمال اوس پیٹی کا
حلال نہین جسکا بیچ دیا ہوا ہو اور بعضون نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اوسکا چار انگل کا نہو اور اوسمین بیان ورق کے بعد ہو کہ پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہین اور موتی کے پہننے
کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہوجانے بے پروائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے
وغیرہ کی کچھ حاجت باقی نہین فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرہا مما مر
تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہو جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور شیشے وغیرہ بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسیکی حاجت باقی نہ رکھی اور سرخسی نے جواز یشب اور
عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر مین سب پتھرونکی انگوٹھی کو جائز کہا ہے یہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہے اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا
ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتونکی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ دوزخیونکا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ
زیور بہشتیونکا ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داود والترمذی والنسائی لبعض اشخاص یشب مین کشف اور یشم بھی درست کہتے ہین فاذا ثبت کراہۃ لبسہا
للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی
انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوئی تو اسکو بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلئے کہ اسمین اعانت ناجائز کی ہے اور جو فعل کہ ناجائز کیطرف موَدی ہو وہ بھی ناجائز ہو اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ

ہین ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرھا اور چاندی کی انگوٹھی مین حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے ہم یہہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہین تو مراد یہہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہین پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسمار الذھب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین مین ہم کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کیواسطے نگینہ تھیونٹی سے جدا نہو وجہ جواز یہہ ہے کہ سونا یہان چاندی کا تابع ہے جیسے حریر کے نقش ونگار کی مانند ویجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنھا قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھے کو کف دست کے اندر رکھے بائین ہاتھ مین اور بعضون نے کہا داہنے ہاتھ مین مگر یہہ طریقہ ہے رافضیونکا تو اوس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ مین کہتا ہون اور شاید کہ یہہ بھی رافضیونکا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہوگیا سو دیکھ لے ہم عورتین انگوٹھی ظاہر کف دست کیطرف رکھین برخلاف مردون کے اسواسطے کہ عورتون زینت کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالی لا تمثال طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ وینبغی ان یکون علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے جڑا یا آدمی کی صورت نقش نکرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ کرے ہم اگر اللہ تعالے کا نام ہو تو انگوٹھی آستین یا داہنے ہاتھ مین کرلے اگر بائین ہاتھ مین ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہوا کہ خاتم الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تہا اسطرح کہ ایک سطر مین محمد منقوش تہا اور دوسری سطر مین رسول اور تیسری مین اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر اللہ تہا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفی بالموت واعظا اور ذی النورین کا نقش لتصبرن اولتندمن اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ تہا اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد حسن کا نقش من صبر ظفر تہا کذا فی المطالع عن الدر المنتقی عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے وترک التختم لغیر سلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسے متولی کو غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے ہم یعنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہین تو اونکو مہر رکہنا ضرور ہے انکے سوا اور شخصونکو حاجت نہین تو بہتر یہہ ہے کہ ترک تختم کرین یہہ قول ہے تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضون نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی پہننا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اوسکی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر اخلاطی مین ہے کذا فی العالمگیریہ ولا یشد سنہ المتحرک بذھب بل بفضۃ وجوزھما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونون سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی درصورت قطع اسواسطے کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اوسکو وکرہ الباس الصبی ذھبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ وشربہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اسلئے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اوسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے ہم تحقیق مین سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ بللہ او مخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہین رومال رکہنا وضو کا پانی پونچنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینا پونچنے کے لئے بشرطیکہ رفع حاجت کیواسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تبختر کیواسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح واو عبارت ہے اوس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ ھی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشئ والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور رتیمہ مکروہ نہین رتیمہ وہ تاگا ہے جو او نگلی یا انگوٹھی پر باندہا جاے بات یاد رکہنے کیواسطے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کرے وہ مکروہ ہے اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کرے وہ مکروہ نہین کذا فی العنایۃ فرع مسئلہ لطیفہ شارح فی المجتبی التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی مین ہے کہ مکروہ تعویذ ہے جو عربی کے سوا اور زبان مین ہو ہم تعلیق تعویذ مین مضائقہ نہین لیکن بیت الخلا جانے مین اور قربت کیوقت اوتار ڈالے کذا فی العالمگیریہ

فصل فی النظر والمس

اس فصل مین دیکہنے اور چہونیکے احکام مذکور ہین وینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مختبی لو امرد وصبیح الوجہ وقدمنا والا اور دیکہے آدمی دوسرے مرد کے بدن کو اور اوس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ ہو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ لڑکا خوبصورت ہو اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ مین گذر گیا ہم امرد صبیح کا دیکہنا اوسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اوسکو نہ دیکہے والا وہ بمنزلہ عورت کی ہے از سر تا قدم اوسکو

دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ والاولیٰ تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی فلابد
وقرینۃ المقام تکفی فتدبر اور بہتر تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ
قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسیطرح کا کلام ہے اسکے مابعد میں یعنی تنظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں
اور قرینہ مقام مغایرت کیواسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یأثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی
نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یأثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے زاہدی سے نقل کیا کہ اگر مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اوسکی اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا
ہوں اسمیں تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ اگر مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کیطرف نظر کی اور حالانکہ اوسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے
ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہے کلام الشیخ تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیئے ہم زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنیکا مضائقہ
نہیں اگر اوسپر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اوسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نکرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے
کہ جو شخص عورت کو تامل کرے اور اوسکے کپڑے دیکھے یہان تک کہ اوسکی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہوجاے تو وہ شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی پس واے
مابین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدنکو دیکھے سواے اس بدن کے جو بیچ میں اوسکی ناف کے ہے اور اوسکے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر
ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت ہے اور ناف عورت نہیں ہم عورت غلیظہ شرمگاہ اور دبر
ہے اوسکے بعد ران اوسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اوسپر نرمی سے انکار کرے تنازع نکرے اور اگر ران کھلی دیکھے تو اوسپر درشتی سے انکار
کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نمانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا فخرج
المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی ویشکل بالمفضاۃ فانہ لا یحل لہ
وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی
اوس لونڈی کی جسکی قربت اوسکو حلال ہے فرج کیطرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی
کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیرخوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکلگئی
اسواسطے کہ ان لونڈیوں کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبے اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اوسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض
وارد ہوتا ہے اوس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہوگیا ہے پردہ پھٹکر کہ اوسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور کبھی
یون جوابدیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہے نہ کلی ہم لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کیصورت یہ ہے کہ مدخولہ کی وہ ماں ہو یا بیٹی زیلعی میں
کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہوسکے اور دونوں برہنہ نہوجاوین
گدہوں کی مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجہ والصدر و
الساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فمن قصرہ علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا
سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اوسکی شہوت سے بھی ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر قصر
کیا سو اوسنے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہیں نسب کی یا سبب کی اگرچہ حرمت
سببی حرامکاری سے ہو ہم محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اوسکی اصول اور فروع اور خوشدامن
ولا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ
نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور رانکی طرف پیٹھ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا
لبعولتہن الآیۃ وتلک المذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہا اور نظر محارم میں اصل اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ مت دکھاویں اپنی زینت کو

ظاہر کرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندونکو یا اپنی ازواج کے فرزندونکو یا اپنے
بھائیونکو یا بھتیجونکو یا بھانجونکو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو اور ریف اعضاء مذکورہ مواضع ہین زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان
نہین ہین ھم آیۂ شریفہ مین نفس زینت اور زیور مراد نہین اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہی ولیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہے
اور چہرہ سرمہ کا مکان ہی اور گردن اور سینہ ہار اور ہنسلی وغیرہ کا موضع ہی اور کان بالیونکی جگہ ہے اور بازو موضع ہی بازوبند کا اور کلائی کنگن اور
چوڑیونکی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنابندی ہی اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہی کذا فی التبیین اور بال موضع ہین باف
کا کذا فی العینی ۔ وحکم امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلک فینظر الیہا کمحرمہ ۔ اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو
اسیطرح ہے تو مرد اوسکو دیکھے اپنی محرم عورت کی مانند ھم لونڈیان گھر باہر کے کام کیواسطے ہوتی ہین تو اگر اونکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا
غیرون سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوتی وما حل نظرہ مما مر من ذکر وانثی حل لمسہ اذا امن الشہوۃ علی
نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ و
ان لم یامن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر والمس کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی اور جسکا دیکھنا حلال ہی منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا
تو اوسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی مان کا قدم چومے تو اوسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما
اور اگر شہوت کا خوف ہو یقینا یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اوسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی
الا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا یثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال ہی اوسکا چھونا حلال ہے
اجنبی عورت کی سوا کہ اوسکا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر اونکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر سے اور
اسیواسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے وھذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن
اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نچھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہی اور ایسی رسیدہ بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین ہی تو اوسکی مصافحہ کرنے اور اوسکے
چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا ۔ اور جبکہ بڈھی کا ہاتھ چھونا
درست ہوا تو مرد کو اوسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان مین اوسکی پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو
اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اوسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ۔ وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا لملازمۃ
مدیونۃ ھربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوھاء او بحائل ۔ اور اشباہ مین ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے
ساتھ حرام ہی مگر اوس عورت مدیونہ کی ملازمت کیواسطے خلوت درست ہی جو صاحب دین سے بھاگے اور ویرانے گھر مین گھس گئی یا خلوت درست ہی اوس بڈھی
عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہی کسی چیز کے حائل ہونیکے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد و عورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان
مین ہون کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ۔ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ ۔ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہی مگر
رضاعی بہن اور جوان ساس کے ساتھ خلوت مباح نہین ۔ وفی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا
ویرد السلام علیہا والا لا ۔ اور شرنبلالیہ مین جوہرہ سے منقول ہی اور مرد نبولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اوسکو
یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب ندے یعنی بلند آواز سے ھم خانیہ مین ہی کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہے
تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس حکم ہے خانیہ مین
ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل مین جواب دے ۔ غرائب مین ہے کہ اگر جوان خوبصورت

عورت چھینکے تو غیر محرم مرد یرحمک اللہ نہ کہے کذا فی الملتقط و به بان ان لفظة لا فی نقل قهستانی و یکلمها بما لا یحتاج الیه زائدة فتنبه
اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہو گیا ہے ویکلمها بما لا یحتاج الیه تو آگاہ رہنا ھم یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو
تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا درحالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولہ مس ذلک ای محل نظرہ اذا اراد الشراء وان
یخاف شهوته للضرورة وقیل لا فی زماننا و به جزم فی الاختیار اور اوسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ
لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کی سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست
نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ھم یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن
یا سخت وامة بلغت حد الشهوة لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرة والرکبة لان ظهرها وبطنها عورة اور جو لونڈی حد
شہوت کو پہنچ گئی ہو اوسکو بیع کیواسطے پیش کرنا نہ چاہیئے ایک تہبند میں جو ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اوسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض
ہے وینظر من الاجنبیة ولو کافرة مجتبی الی وجهها وکفیها فقط للضرورة قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسها للخبز تاتارخانیہ
اور اجنبی غیر محرم عورت کی بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اوسکے چہرہ اور دونوں کفدست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم
اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ ھم قدم اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے
ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں
اوسکے عورت ہونیکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسکو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں
اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدها کالاجنبی معها فینظر لوجهها
وکفیها فقط نعم یدخل علیها بلا اذنها اجماعا ولا یسافر بها اجماعا خلاصه وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمه اور عورت کا غلام اوسکے
ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اوسکا چہرہ اور کفدست پر نظر کرے ہان اوسکے پاس جا یا کرے بدون اوسکی اذن کے بالاتفاق اور نہ اوسکو ساتھ
سفر کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصہ اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بیبی کو دیکھے اوسکے محرم کی مانند فان خاف الشهوة او شک
امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانهم واما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی وغیره پھر اگر شہوت
کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونے کے ساتھ مقید ہے اور
نہیں تو حرام ہے اور یہ حلت نظر در صورت عدم شہوت انکے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے
یعنی فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجة کقاض وشاهد یحکم ویشهد علیها لف ونشر مرتب لا لتحمل الشهادة
فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اوس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اوس شاہد کا
دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کیواسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور یشہد میں لف نشر مرتب ہے
ھم یعنی اگر عورت اپنی دعوی کرنے کیواسطے کسیکو شاہد کرتی ہو تو اوسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت میں شاہد
کو نظر کرنا مشاہدت کیواسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائی شہادت کی نیت سے دیکھیں قضاء شہوت کیواسطے تا بقدر
امکان احتراز سے بچیں وکذا مرید نکاحها ولو عن شهوة بنیة السنة لا قضاء الشهوة اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنیوالیکو عورت کا
چہرہ دیکھنا درست ہے اگرچہ شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کی قصد سے ھم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے
نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکو دیکھ تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ
اور کفدست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ومشتریها ومداویها اور اسیطرح عورت کے خرید کرنیوالیکو اور اوسکے علاج کرنیوالیکو نظر کرنا درست ہے

ینظر الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرہا علاج کرنیوالا طبیب عورت کی بیماری کی جگہہ کو بقدر ضرورت کے
نظر کرے اسواسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہین ھ شمس الائمہ حلوائی نے کتاب الصوم کی شرح مین کہا کہ حقنہ فقط ضرورت مین جائز
ہے اور اگر ضرورت نہو ولیکن اوسمین ظاہر منفعت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب مین حقنہ حلال نہین اور اگر خشکی بدن
کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو حلال ہے اور نہین تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکذا نظر القابلۃ والختان اور اسیطرح دائی
جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنیوالیکا بقدر ضرورت حلال ہے ھ سراجیہ مین ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نکرے اور اگر
بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایکبار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام سمجھے وینبغی ان یُعلّم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی
الجنس اخف اور لائق یون ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکہلا دے کہ وہ عورت اوسکا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر سبکتر ہے غیر جنس
سے ھ عورت کو علاج کرنا سکہانا مستحب نہین بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہان
جہان مرد کو دیکھنا حلال نہین تو اوسکا علاج عورت کو سکہلاوے اور اگر عورت نملے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نکرسکے اور خوف ہو شدت درد و ارزی
کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہہ مرد دیکھے پہر اوسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ بچاتی رہے سوا اوس جگہہ کے اور اسمین محرم اور غیر محرم عورت کا کچھ فرق
نہین ہے اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکھنا حلال نہین محرمیت کے سبب سے بھی وتنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ھ یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہین اسکے سوا اور بدن کا نظر
کرنا درست ہے اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے اسمین مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالبًا سراجیہ مین ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا
شہوت سے درست نہین وقیل کالرجل لمحرمہ والاول اصح سراج اور بعضون نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنی محرم کو یعنی
پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج وکذا نظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسیطرح
عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اوسکو شہوت ہونیکا خوف نہو فلو لم تأمن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح
فی الفصلین تتارخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو عورت کو مرد کیطرف نظر
کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کیطرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونون صورتون یعنی عورت کی نظر
مین مرد کیطرف یا مرد کی نظر مین عورت کیطرف کذا فی تتارخانیہ مسندًا الی المضمرات والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ
مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول مین تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سوای چہرہ اور کف دست کے
کذا فی المجتبیٰ ھ اور لائق نہین کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اوسکی صورت کو مردون سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑہنی
اوسکے سامنے نہ اوتارے ہ اور حلال نہین عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کہولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز النظر الیہ قبل
الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانۃ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقلامۃ ظفر رجلہا دون یدہا مجتبی
اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہین قبل از انفصال بدن کے تو اوسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہین اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موی زہار
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانون کا ناخن تراشا ہوا نہ اوسکے ہاتھ کا کذا فی
المجتبی وفیہ النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبی مین ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے و فی الاختیار و
وصل الشعر بشعر الادمی حرام سواء کان شعرہا او شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ
والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والنامصۃ والمتنمصۃ النامصۃ التی تنتف الشعر من الوجہ والمتنمصۃ التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار
مین ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اوسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ لعنت

کرے اوس عورت پر جو بال جوڑدے دوسری عورت کے اور جو جوڑا دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گودے اور جو گودوائے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک بنادے اور جو دانت باریک کرا دے اور جو عورت دوسری عورت کو منہ کے بال موچنے سے نوچے اور جو نچوا دے والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبیہ کی طرف نظر کرنے مین مرد مجامع کی برابر ہین خصی وہ جسکی فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا آلہ تناسل اور فوطے کاٹ گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورتکو پردہ کرنا چاہئے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضون نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکا نایزہ سست نہین ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور مساحق کرتا ہے اور اوسکو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور ذو نشکو کبھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کی مانند نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہانے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا قیل لا بأس بمجبوب جف ماءہ لکن فی الکفایۃ ان من یجوز ذلک فمن قلۃ التجربۃ والدیانۃ اور بعضون نے کہا کہ اوس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنیکا مضائقہ نہین جسکی منی خشک ہوگئی لیکن فتاوی کبری مین ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے اصح یہہ ہے کہ حلال نہین بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ ای رسول کہدے ایماندار مردون سے کہ اپنی نظرون کو روکین اور اپنی شرمگاہونکو نگاہ رکہین قلانیسیہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مومنین مین داخل ہین اونکا نظر کرنا اجنبی عورتونکی طرف حلال نہین وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنھا وعن عرسہ بہ ای باذن حرۃ او مولی امۃ وقیل یجوز بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کیوقت عورت سے جدا ہوکر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہوتا بدون اوسکی اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اوسکی اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اوسکی مالک کی اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانے کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہہ باب ہے استبراء وغیرہ کی احکام مین ہے استبرا لغت مین عبارت ہے طلب برائت سے مطلقا اور شرع مین رحم جاریہ کی طلب برائت حمل سے عبارت ہے یعنی مالک جاریہ کے بعد ایک حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہین اگر حاملہ نہین ہے تو اوسوقت تصرف کرنا اور نہین تو وضع حمل بعد من ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورد ہبۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوھا جو شخص مالک ہو لونڈی سے استمتاع کا یعنی اوس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث مین پانے سے یا جہاد مین پکڑ لانے سے یا رفع جنایت یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکی چنانچہ ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسطرح کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ کما سیجیئ اور ملک جاریہ مین استمتاع کی قید لگائی گئی تا خرید زوجہ کا مسئلہ نکلجاے چنانچہ آگے آویگا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امرأۃ ولو عبدا مکاتبہ او ماذونا ولو مستغرقا بالدین وجب الاستبراء استبرا واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنی مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہین تو استبرا کی کچہ حاجت نہین ہے باکرہ مین سبب معتبر ہے یعنی حدوث ملک تصرف نہ حکمت یعنی تعرف برائت رحم اور چونکہ مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولے کی ملک نہین امام کے نزدیک لہذا بیع صحیح ہوگی تو استبرا بھی واجب ہوگا بخلاف مکاتب غیر مستغرق او من محرمھا غیر رحمھا کیلا تعتق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہو جاے محرم سے محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اوسکی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی وحسن الحلبی علی شرح الوقایۃ او من مال صبی فی لو طفلہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو یحرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور الحبل جو مالک ہو جاریہ کا گو ہو کر کا تو اوسپر جماع اونکا اور اسیطرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہین صحیح تر قول مین بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اوسکی

غیر ملک مین اوسکے حاملہ ہونیکے ظہور کے سبب سے ھم دواعی جماع جیسا کہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوتی اور اوسکا حمل ظاہر ہو گیا اور بائع نے
اوسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اوسکی ام ولد ہو گئی اور بیع اوسکی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک مین واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فیمن
تحیض وبشہر فی ذوات الاشہر وہی صغیرۃ والآیسۃ ومنقطعۃ الحیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اوسپر اوسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہے یہانتک
کہ اوسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونیوالی عورت مین اور مہینہ گذرنے سے مہینون والی عورتمین اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جسکا
حیض بند ہو گیا ہو یعنی بڑہی ہے اور جسکا حیض منقطع ہے یعنی اوسکو کبہی حیض نہین آتا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برائت رحم کی معلوم
ہو گی اور اگر نابالغہ یا بڑہی ہے یا وہ جوان جسکو کبہی حیض نہین آتا تو ایک مہینا گذر جانے سے ھم وجوب استبرا مین وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد وغیرہ مین ابو سعید
خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیون کے حق مین فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نکیا جاوے وضع حمل تک اور
نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار حیض اوسکو آ جاوے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینے کے اندر
حیض آ گیا تو ایام کا استبرا باطل ہو گیا یعنی استبرا مین اصل حیض ہے اور مہینا اوسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچہہ حاجت نہ رہی ولو ارتفع حیضہا
بان صارت ممتدۃ الطہر وہی ممن تحیض استبراؤہا بشہرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اسطرحپر کہ اوسکا طہر دراز
ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونیوالی عورتون مین سے ہے تو اوسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن ہین امام محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے والمستحاضۃ تدع عشرۃ
من اول الشہر عشرۃ ایام وبحکم وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینے سے دس دن تک اوسکی قربت کو چہوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ
تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وبوضع الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ مین بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضۃ ملکہا فیہا ولا التی بعد الملک
قبل قبضہا ولا بالولادۃ حصلت کذلک ای بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا مین شمار نکرے اوس حیض کو جسمین مشتری اوسکا مالک ہوا اور نہ اوس حیض کو
جو حاصل ہو ملک کے بعد اوسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اوس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے ولا یعتد بالحاصل
من ذلک ای من حیضۃ ونحوہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کان فی ید المشتری جیسے شمار نہین کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع
قبل اجازت بیع فضولی کے اگرچہ جاریہ مشتری کی قبضہ مین ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی مین ملک پوری نہین ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا
بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار مین نہین آتا وہ حیض وغیرہ بہی جو حاصل ہوا قبض
کے بعد شراء فاسد مین قبل اسبات کے کہ اوسکو شراء صحیح خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد مین نہین جو حیض استبرا مین شمار کیا جاوے
ویجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینہما لتمام الملک اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصہ اپنے شریک کے اوس لونڈی سے جو
مشترک ہے دونون مین بسبب پوری ہو جانے اوسکی ملکیت کے یعنی ایک لونڈی دو شخصون مین مشترک ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اوسپر استبرا واجب ہے
اسواسطے کہ شریک مشتری اب اوسکا پورا مالک ہوا ویکتفی بحیضۃ حاضتہا وہی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ و
کاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہے
وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا
بعد خرید قبل استبرا کے پہر اونکو حیض آیا پہر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی ادای بدل کتابت سے عاجز ہوئی اسبب پائے جانے حیض کے مالک
ہونیکے بعد یعنی حیض مذکور اسواسطے استبرا مین کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونیکے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ ای فی دار الاسلام
خانیہ اور استبرا واجب نہین جاریہ گریختہ کی پہر آنے کیوقت دار الاسلام مین کذا فی الخانیۃ ھم القانی نے کہا اس مسئلہ مین تفصیل ہے شرح
طحطاوی مین ہے کہ اگر جاریہ بہاگ گئی دار الحرب مین پہر پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس تو اوسپر استبرا نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اوسکے
مالک نہین ہو گئے اور صاحبین کے نزدیک اوسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اوسکے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام مین گرفتار کیا اور حالانکہ وہ

گریختہ تھی اور اوسکو پکڑ کے دار الحرب مین لیگئے تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک مالک ہوگئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آویگی تو سبکے نزدیک اوسپر استبرا واجب ہوگا انتہے تو موجب اس تفصیل کے گریختہ سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب مین بہاگ گئی اور کفار اوسکو نہین لیگئے پہر وہ اپنے مالک کے پاس آئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کے کلام مین کتنا خلل ہے کذا فی الطحطاوی وَرَدُّ المغصوبۃ ای اذا اودعھا الغاصب علیہ اور جاریہ مغصوبہ پہیر دینے سے استبرا واجب نہین بشرطیکہ اوسکو غاصب نے بیچا نہو کذا فی الخانیہ ھم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پہر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پہیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نجانتا ہوگا تو مالک پر استبرا واجب نہین اور اگر جانتا ہوگا تو در صورت عدم جماع کے استبرا نہین اور بعد جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستأجرۃ وفکِّ المرھونۃ لعدم استحداث الملک اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبرا واجب نہین ملکیت کی حادث نہونیکے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہوگئی تھی جو استبرا واجب ہوتا ولو اَقالَ البیعَ قبلَ القبضِ لا استبراءَ علی البائع کما لو باعھا بخیارٍ وقُبِضَت ثم ابطلہ بخیارہ لعدم خروجھا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا واجب نہین جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی بائع اور مشتری نے اوسپر قبضہ کیا پہر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبرا واجب نہین کیونکہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہین ہوئی دونون صورتون مین وکذا لو باع مُدبَّرۃ او امَّ ولدٍ وقُبِضَت ان لم یطأھا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اوسپر قبضہ ہوا پہر رد بیع ہوا تو استبرا واجب نہین اگر مشتری نے اوسکی قربت نکی ہو ھم اسمین اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اسمین استبرا کیونکر واجب ہوگا تو اوسکی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وکذا لو طلّقھا الزوجُ قبلَ الدخولِ ان کانَ زَوَّجَھا بعدَ الاستبراءِ فان طلّقھا رجعی او بائن اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبرا نہین بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبرا مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلتُ وفی الجلالیۃ یشتری معتدۃَ الغیرِ وقبضَھا ثم مضت عدّتُھا لم یستبرئھا لعدم حلِّ وطئھا للبائع وقتَ وجودِ السبب مین کہتا ہون اور جلالیہ مین ہے کہ غیر کی عدت والی جاریہ خرید لی اور اوسپر قبضہ کیا پہر اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو اوسکا استبرا نکرے اسواسطے کہ اوسکی وطی حلال نہین بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی مالک اور قبض مشتری کے وقت ھم صواب یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اوسکی وطی حلال نہین اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خرید کی اور وہ عدت مین تھی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اوسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اوسپر استبرا واجب نہین پہر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہین بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا بأسَ بحیلۃِ اسقاطِ الاستبراءِ اذا عَلِمَ اَنَّ البائعَ لم یَقرَبھا فی طُھرِھا ذلک والّا لا یفعلُھا بہ یُفتی اور کچھ مضائقہ نہین اسقاط استبرا کے حیلہ مین جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہین کی اوس طہر مین اور اگر یہ معلوم نہو تو بہتر ہے کہ ساقط کرنیکا حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے ھم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقا جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقا مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر فتوی ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہین اونکو حلال نہین کہ ایکعورت پر اجتماع کرین ایک طہر مین تو جب بائع نے اس طہر مین قربت نکی تو یہ بھی متحقق نہوئی اور اگر قربت اور عدم قربت دونون معلوم نہون تو عدم جواز ظاہر ہے تو شبہہ شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وھی اِذا لم تکن تحتَہ حُرّۃٌ اور ابیعُ اِمّا ان یَنکِحَھا ویَقبِضَھا ثم یشتریھا فتحلُّ لہ للحال لانہ بالنکاح لا یجبُ ثم اذا اشتری وجبَ لا یجبُ ایضًا اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جسوقت کہ اوسکے نیچے آزاد عورت یا جاریہ منکوحہ لونڈیان نہون یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرلے اور اوسپر قبضہ کرے پہر اوسکو خرید کرلے تو وہ جاریہ اوسیوقت اوسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبرا واجب نہین ہوتا پہر جبکہ اوسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبرا واجب نہوگا ھم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبرا ساقط نہوگا اسواسطے کہ خریدنے سے نکاح فسخ ہوجاویگا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ وذخیرہ اور محیط مین اطلاق مختار ہے بالجملہ یہان تین قول ہین ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونون شرط ہین دوسرا یہ کہ نہین یہ دونون ہی اور دوسرا قول

علاوہ اسکے یہ ہے کہ قبض شرط ہو نہ دخول اور تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی
مختصرا ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط الوطء قبل الشراء وذکر وجہہ اور درر مین ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی
وجہ بھی ذکر کی ہے ھم وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اوسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اوسکی عدت مین ہوگی اور اگر وطی نہین کی تو بمجرد خرید کے نکاح باطل
ہوجاویگا پھر جب ملک کیوقت نکاح نرہا تو استبرا واجب ہوگیا اوسکے سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ
فالحیلۃ ان ینکحہا البائع ای یزوجہا ممن یثق بہ کما سیجیء قبل الشراء او ان ینکحہا المشتری قبل قبضہا لو بعدہ لم یستطع ممن یوثق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اوسکی
تلے حرہ ہو یا منکوحہ چار لونڈیان ہین کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اوس شخص سے جسپر اوسکو اعتماد ہو طلاق
دینے کا چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اوس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہین شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے
تو اگر بعد قبضہ کرنیکے نکاح کردیگا تو استبرا ساقط نہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہا او بیدہ یطلقہا متی شاء ان خاف ان لا یطلقہا یا جاریہ
کا نکاح کردے کسی شخص سے باین شرط کہ جاریہ اپنی طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اوسکو طلاق دیدے اوسوقت ہے جبکہ بائع یا مشتری
اندیشہ کرے کہ جاریہ کا زوج اوسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتری الامۃ ویقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء
پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے درصورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اوسکو طلاق
دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا ھم الحاصل اگر اوسکے تحت مین حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری
کے اوس مرد سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اوسکو خرید کرے پھر زوج اوسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسنے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اوسکی
وطی مشتری کو حلال نہین تو اوسپر استبرا نہین پھر جب اوسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اسوقت مین حدوث ملک پایا نہین گیا
جو موجب استبرا کا سبب ہے تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اوسپر قبضہ کیا پھر زوج نے
قبل دخول اوسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اوسوقت مین وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نتھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد
اوسوقت استبرا کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہین گیا کذا فی شرح الوقایہ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ
حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یستوہبہا فقال یشتری نصفہا ویوہب لہ نصفہا ملتقط اور بعضون نے کہا جس مسئلہ پر قاضی
ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کبھی جاریہ کو اوسپر خرید نکرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ
خرید کرے اور نصف اوسکو ہبہ کیجاوے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے بجہات صادق آئی کہ تمام اور کامل نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا
تمتع بھی حلال ہوگیا او یکاتبہا المشتری بعد الشراء والقبض کما یفیدہ اطلاقہم وعلیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقل
المصنف عن مشایخنا کما سنذکرہ لکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان
شرح مواہب الرحمن فلم ار القید المذکور فتدبر یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنیکے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے
اور یہ جبکہ تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہوا اور اگر
بعد قبض اوسکا نکاح کردے تو استبرا ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح مین اور البتہ مصنف نے اپنی شرح مین فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے اوستادون سے
بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اوس فرق کو مذکور کرینگے یعنی آگے قول ہے لیکن شرنبلالیہ مین مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کی قبل
قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے مین کہتا ہون پھر مین واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر
سو مین نے قید مذکور کو نہین دیکھا سو تامل کرے ھم بعضون نے یون جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہین کی تو عبارت اوسکی مجموعہ ہے چند
کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہین کی تو ممکن ہے کہ اوسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم شرع بیرضاہا لیحل لہ الوطء

بلا استبراء لزوال ملکہ بالکتابۃ ثم تجددہ بالتعجیز لکن لم تحدث ملک الرقبۃ حقیقۃ فلم یوجد سبب الاستبراء وھذہ اسھل الحیل تاتارخانیہ
پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضامندی سے تاکہ مشتری کو وطی اوسکے بدون استبرا کے جائز ہو جاوے بسبب زائل ہو جانے
ملک مشتری کے کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے اداے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب
پایا گیا اور یہ حیلہ سب حیلوں سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیہ ھم یعنی وجہ فرق سے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف
نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولے کے قبضے سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنی مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولے
کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبرا تھا یعنی حدوث
ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے کہ جب جاریہ مالک سے مکاتبہ ہو کر نکلی ولیکن اسکی نظر سے نکلی پھر اوسکے تصرف میں آوے تو استبرا واجب نہوگا اور اوسکی خارج ہونیکی
تصرف مولے سے یعنی دلیل یہ ہے کہ اگر مولے مکاتبہ کی وطی کرے تو اوسپر عقر لازم ہوگا کذا فی اللطائف ملخصا صورت اس حیلہ کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبض
کے مکاتب کر دے مثلا یوں کہے کہ میں نے تجکو ہزار درم پر مکاتب کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینے میں ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادا ے بدل کتابت سے تو اوسکی رضامندی سے
کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولے پر حلال ہو جاویگی استبرا واجب نہوگا بدلیل گذشتہ تو یہ حیلہ سب حیلوں سے سہل تر ہے خصوصا کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد
جلد اوسکی قسط مقرر کر دے تو وہ ادا ے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاویگی لہ امتان لا یجتمعان نکاحا اختان فقبلھما
قبل او وطئ احداھما یحل لہ وطیھا وتقبیلھا دون الاخری بشھوۃ الشھوۃ فی القبلۃ لا تعتبر بل المس والنظر ابن کمال محرما علیہ ایک
شخص کی ایسی دو لونڈیاں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہوں یا بہنوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا
بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اوسپر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اوس سے قربت کی تو اوس لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ
دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے یعنی بوسے سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہو
اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے ھم جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے
نزدیک جائز نہیں زیلعی نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں ہے اسواسطے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وکذلک یحرم علیہ الدواعی
کالنظر والتقبیل حتی یحرم فرج احداھما علیہ ولو بغیر فعلہ کاستیلاء الکفار علیھا ابن کمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہیں دواعی وطی کی چنانچہ
نظر کرنا اور بوسہ لینا جبتک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اوسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال
ھم شارح ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ تحریم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بملک ولو لبعضھا او بسبب نکاح او نکاح صحیح لا فاسد الا بالدخول
او عتق ولو لبعضھا او کتابۃ لانھا تحرم فرجھا ولا تدبیر ورھن واجارۃ حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے
یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ شوہر پر حرام نہیں ہوتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کو آزاد کر دینے سے اگرچہ
بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اوسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے کہ انسے حرمت ثابت نہیں
ہوتی قلت والمستحاضۃ لا یمسھا حتی تمضی حیضۃ علی المحرمۃ کما بسطہ فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور مستحب ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جبتک
جاریہ محرمہ پر ایک بار حیض نگذر جاوے چنانچہ ہمنے اسکو شرح ملتقی میں مشرح بیان کیا ہو وکرہ تحریما فی الاصح تقبیل الرجل فم الرجل او یدہ او شیئا منہ وکذا
کذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او وداع قنیۃ وھذا لو عن شھوۃ واما علی وجہ البر فجائز عند الکل خانیۃ وقیل لا خلاف عند بعضھم اذا کان علی وجہ البر الا فی
اصح الشھو کالتقبیل بغیر شھوۃ اور صحیح تر قول میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اوسکے ہاتھ کا یا کسی اور عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ
لینا عورت کا عورت کو ملاقات کیوقت یا رخصت کیوقت کذا فی القنیہ اور یہ یعنی کراہت بوسہ اوس وقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بروجہ نیکوکاری ہو تو مردوں کے
نزدیک بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول ہے کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکوکاری کا قصد کرے اور

شہوت سے ہو مکروہ ہے یوں ہی بوسہ لینا معانقہ اور مانند اسکے اور بزرگ کے چہرہ کا ہو فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے جو شخص ایک گروہ میں دوسرے مرد کے منہ کو
چومے وہ فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العتابیہ وکذا المعانقۃ فی ازار واحد اور یوں ہی اسواسطے مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ
یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہہ بند میں جبکہ کرتہ اور انگرکھا بدن پر نہ ہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ
موجب شہوت ہے اور مراد یہ ہے کہ ہر شخص پر تہہ بند ہے اور یہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ایک تہہ بند میں ہوں اسواسطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث
دلیل ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کیواسطے انحنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں پھر ہمنے
عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں پھر ہمنے عرض کیا کہ ایکدوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کیوقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی
کذا فی الظہیریہ اور یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار میں اسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیئے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول
ہے جبکہ فقط تہہ بند پہنے ہوا اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجئ قال ابو یوسف لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد
ابو یوسف نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے بوسے اور معانقہ کرنے میں ایک تہہ بند میں و لو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ
وعلیہ المتون اور اگر مرد کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے باجماع شیخین اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور اسی
قول پر متون فقہ شامل ہیں اعلم حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر میں حبشہ سے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا معانقہ کیا اور اونکی دونوں
آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور کافی میں ہے کہ اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پشت مبارک کو چومتے تھے ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ کہ مکہ معظمہ میں تھے جب ذو القرنین
وہاں وارد ہوئے پھر جب ابطح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذو القرنین نے کہا مجھکو سوار ہونا لائق نہیں اوس شہر میں جسمیں خدا کا
دوست موجود ہو پھر ذو القرنین سواری سے اوترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کیطرف تو ابراہیم علیہ السلام نے اونکو سلام کیا اور اون سے معانقہ کیا کذا فی
الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ و فی الحقائق او القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ
جوازہا بالاجماع اور حقائق میں ہے کہ اگر چومنا براہ نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کما تجوز المصافحۃ
لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے
کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اوسکے گناہ جھڑ جاوینگے
اعلم حدیث صحیح طبرانی میں حذیفہ بن یمان سے یوں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھ
پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو
مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اونکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ
کا پکڑنا تمامی ہے تحیت کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا
یفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع
من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز کہنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور
ملتقی وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور
بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ حمل کرنا توفیق کیواسطے ہے تو اسمیں تامل کر اسکو یعنی کسی شئ کو اباحت اور

سے غرض دنیا کیواسطے ہو تو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اوسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا عالم اور متقی کی مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اوسکی تقبیل ید جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا بأس بتقبیل ید الحاکم المتدین اور مصنف نے شرح مین جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت تھی کہ یہہ تو قول آئندہ مین داخل ہے اور اسلیئے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہین والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے مین مضائقہ نہین اور بعضون نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی م تقبیل مین احادیث کثیرہ مروی ہین از انجملہ عبداللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپ کا دست مبارک چوما آور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال مین کسیکو مینے فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ نہین دیکھا جب فاطمہ آتی تہین تو حضرت اونکے واسطے اوٹھہ کہڑے ہوتے تھے اور اونکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانو چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مرگئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اونپر جھکے اور اونکا بوسہ لیا اور اشارہ ہے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید ورجل ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل بین العینین دونو آنکھون کے بیچ مین عبداللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہین مگر زوجہ اور لونڈی سے کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وتقبیل رأسہ ای العالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا اوسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ م طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود یعنی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم وعادل ہو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہین ہے سوا ہے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے مین یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط مین ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اوسکے اسلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یہہ چومنا ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدما للقبل ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑہاوے اور اپنا قدم اوسکو چومنے دے تو اوسکو عالم یا زاہد مان لیوے یعنی چومنے دے اور بعضون نے کہا کہ نمانے چومنے کی رخصت نہین جیسے عورتکو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کیوقت چنانچہ قنیہ مین بتقدیم قول بعض صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا ہے اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنا ہاتھ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمین رخصت نہین یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کیوقت تو بالاجماع مکروہ ہے م طحطاوی نے کہا یہہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہین تو حکایت اجماع کی اسمین کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہہ جو جاہل لوگ زمین کو چومتے ہین عالمون اور سلاطین اور امیرون کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو اس فعل سے راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونون گنہگار ہین اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین سجدۂ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے کذا نے الطحطاوی وہل یکفر ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہوجاتا ہے جواب اوسکا یہہ ہے کہ اگر بوجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہوگیا اور اگر بوجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہوجاویگا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط مین ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے م طحطاوی نے کہا مراد یہہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کبیر السن کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع

درحقیقت خدا کیطرف راجع ہو یعنی اوسکی غرض دین سے ہو۔ غرض یاد فی الوھبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم ولو مستحق نظما اور وہبانیہ مین ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہی کھڑا ہوجانا آنیوالے مسافر کے لئے جیسے جائز ہے کھڑا ہوجانا قرآن پڑھنے والیکو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر مین یہہ مسئلہ نظم مین آویگا ھ شرنبلالی نے کہا فقیہون کا کلام قیام مین مختلف ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہوگئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایکدوسرے کیواسطے کھڑے ہوجاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ کیواسطے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قرآن پڑھتے ہین یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہی پھر اوسکے پاس کوئی اشراف مین سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا اوستاد ہو تو اوسکے واسطے اوٹھنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام جائز نہین انتہے اور مجمع فتاوی النطاکی مین ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اوس سے زیادہ تر عالم یا اوسکا اوستاد جسنے اوسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اوسکے والدین آدین اور انکے سوا اور کسیکے واسطے قیام جائز نہین اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے مین قیام مستحب ہو اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہی خصوصاً جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ اونکے حق مین محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہین چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہی اور اصحاب کبار کا نہ اوٹھنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کھڑا ہونا عرب کی عادت نہتی اور جب سعد آئے تو انحضرت صلعم نے فرمایا قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کیواسطے اوٹھو کذا فی الطحطاوی فائدۃ قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ لوالدیہ علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبھۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضہم وقبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ قلت وتقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدہ اقسام تقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کیواسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورتکو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیہ اور اسلام کا مومنین کیواسطے ہاتھہ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرۃ مین کہتا ہون اور کتاب الحج مین آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہوچکا یعنی یہہ بھی بوسہ دیانت ہی و فی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجھہ اور قنیہ مین جو متعلقات مقابر کے باب ہین کہ مصحف شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہہ میرے رب کا عہد ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرہ پر اوسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فحرر الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا تأباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پانون سے روندنا مکروہ ہے نہ اوسکا چومنا یہہ بیان کیا ہی ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج پر ہی ولیمہ کی بحث مین اور ہمارے قواعد بھی اوسکو منع نہین کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اوسکی حدیث مین مروی ہی اور تقبیل منجملہ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اوسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالی نے اوسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اوسکو مقرر کیا ہی

فصل فی البیع

یہہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بعض احکام مین ہم مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا چاہیئے جبتک کہ خریدا ور فروخت کے مسئلے دریافت نکرلے کہ کس چیز کی خرید فروخت شرع مین جائز ہی اور کسکی نہین زمان بیع مین سوال ہوا کہ قوم ترک بازار مین خرید فروخت کرتے ہین اور انکا اکثر مال حرام ہی اور اونمین بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہین تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتین ہین

اول یہہ کہ اگر ظن غالب یہ معلوم ہو کہ یہہ چیز اوسنے غیر سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار مین بیچی ہے تو اوسکا خریدنا نچاہئے اگرچہ وہ بہت
کئی بار دہ بک گئی ہو ثانی یہہ ہے کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اسطرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہین ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اوسکے ملک
مین داخل ہو گئی مگر اوس سے خریدنا نچاہئے جبتک کہ وہ مالک کو راضی نکرے یہ بدلا دیکر تو اگر بلا ادا ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہو گا مع الکراہۃ ثالث یہہ ہے
کہ جب معلوم ہو کہ غصب وریاج وغیرہ کی چیز اوسکے پاس باقی نہین اور سب بیچ ڈالی ہے [illegible] تو واقف کو اوس سے خریدنا درست ہے اور یہہ فتوی [illegible] اور بہتر یہہ ہے
کہ اوس سے خرید نکرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد مین دشوار ہے جواہر الفتاوی مین ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان
اسواسطے کہ ایسی چیزین پاوےگا جسمین شبہہ ہو قنیہ مین ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہین تو اگر حرام غالب ہو تو خریدنے سے کنارہ کرے
ولیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو اوسکے حق مین حلال ہو گی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہو گی کذا فی العالمگیریۃ کرہ بیع العذرۃ ورجیع الآدمی خالصۃ
[illegible] آدمی کی خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے ھ برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اوسپر مٹی غالب ہو تو جائز ہے
ولا یکرہ بل یصح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی مکروہ نہین بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت
ہے زبل سے یعنی فضلہ حیوانات ھ سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے بیٹ اور گوبر اور مینگنی سے کذا فی الکرمانی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او
رماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہو گیا اوسقدر مٹی یا راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح مین ھ قہستانی نے کہا
کہ ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ مٹی اور راکھ اٹھاکر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ نجس کا اوٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار مین صحت بیع مخلوط بلا قید غلبہ تراب مذکور ہے
تو اطلاق کو مقید پر حمل کیجیے یا نسبت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ لا بخالصہا علی الصحیح الزیلعی وغیرہ خلافا
لتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح بیع کی مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت مین پانس ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے
[illegible] زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے موجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی مین ہے کہ انتفاع
بیع کی مانند ہے یعنی حکم مین برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسے بیع مین خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع مین وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ
اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے [illegible] کافر کے حق مین مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہو گا تو اوس سے
دین لینا درست ہو گا برخلاف مسلم کے کہ شراب اوسکے حق مین مال متقوم نہین تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل
ذمیا ببیعہا فیجوز عندہ [illegible] لہما وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اوس دین کے جو مسلمان پر
ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہین بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب بیچنے مین تو امام کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے
برخلاف صاحبین کے اور بنابر اسکے یعنی لبطلان بیع کے اگر مسلمان مرگیا اور اوسنے ثمن اوس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو وہ ثمن
اوسکے وارثونکو حلال نہین چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے ھ زیلعی نے کہا فقہا نے کہا اگر مرد مرگیا اور اوسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی
تھی تو اوسکے وارث اوسکو نہ لین اور اوس مال کے مالکونکو پھیر دین اگر اونکو جانتے ہون اور اگر نجانتے ہون تو مال کو خیرات کردین یعنی مالکون کے ثواب کی نیت
سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہ
اور اشباہ مین ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق مین منتقل نہین ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق مین بھی حرمت انتقال
کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
فتنبہ مین کہتا ہون اور اشباہ کا قول بیع فاسد مین مذکور ہو چکا لیکن مجتبی مین ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب
مجتبی نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثونپر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہون یا نجانتے ہون تو خبردار
رہیو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہین ہے ھ منتقی مین امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانیوالے نے مال کمایا اگر نوحہ

اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکو نکو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اوسکا لینا گناہ ہے اوسکو پھیر دینا چاہئے اور اگر صاحب مال معلوم نہو تو خیرات کر دے یا مالکون کیطرف سے تا اگر عین مال اونکو نہین ملا تو ثواب اونکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کے مال ملا تو یہہ مال حلال ہے کذا فی الطحطاوی ہندوستان مین رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانیوالون سے اجرت نہین ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہین تو اگرچہ ظاہر مین شرط نہین لیکن درحقیقت یہہ بھی شرط ہے اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی اور مروج مشروط کی برابر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وجاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اوسکی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقشکاری اور آرائش مین تعظیم اور جلالت قدر ہے ھم خانیہ مین ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہے سراجیہ مین ہے مسجد مین نقشکاری چونہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لاباس ہے اور فقیرون کو دینا افضل ہے نقش کاری سے مضمرات مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہوجاتا ہے تماشے مین نماز سے غافل ہوجاتا ہے اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اوسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اوسکا مسجد مین لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے تبیین مین کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کھانے اور سونیکا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کر لے پھر مسجد مین جا اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کے اعتکاف کی نیت ہے یعنی گھڑی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اسکے بعد کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہے مسجد مین درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صف مین خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طور پر ہے اول یہہ کہ دخول مسجد کیوقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑھتے ہون تو یون کہے السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید و فروخت نکرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گمشدہ چیز وہان تلاش نکرے ۶ سوا ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نکرے ۸ اندر جانے کیواسطے لوگون کی گردنون پر نہ پہاندے ۹ مکان کیواسطے تزاع نکرے کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نکرے صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نچلے ۱۲ مسجد مین نہ تھوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ چٹکائے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامت حد وغیرہ سے مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد اسمین بہت کرے کذا فی العالمگیریہ اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جب مسجد مین جائے تو اول داہنا پانون رکھے اور درود پڑھے اور یہہ دعا کرے اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بایان پانون بڑھاوے اور درود پڑھے اور یون دعا کرے اللّٰھم افتح لی ابواب فضلک وتعشیرہ اور قران مجید کی دس دس آیتو پر علامت بنانا جائز ہے ونقطہ ای اظہار اعرابہ وبہ یحصل الرفق جدا خصوصا للعجم فیستحسن اور قران مجید کا نقطہ یعنی اوسکے اعراب کو ظاہر کرنا لکھکر جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصا عجمیون کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والونکو تو اعراب دینا مستحب ٹھہرا ھم برہان مین ہے کہ اصل زمانہ مین یہہ ہے کہ تعشیر اور نقط مصحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ قران کو مجرد رکھو اور اوسمین اوس چیز کو نملاؤ جو اوسمین داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قران کی ساتھہ غیر قران کو نہ پڑھنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قران کے لکھنے مین نقطہ اور تعشیر نکرنا کذا فی الطحطاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کیواسطے درست ہے وعلی ھذا لاباس بکتابۃ اسامی السور وعدد الای وعلامات الوقف ونحوھا فھی بدعۃ حسنۃ در وقنیہ اور بنابر اسکی نظر بہ تسہیل کچہہ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور اونکی مانند چنانچہ لفظ سجدہ علامت آیات سجود کی لکھنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر والقنیۃ وفیہا لاباس بکواغد اخبار ونحوھا فی مصحف وتفسیر وفقہ وتکرہ فی کتب نحو وادب اور قنیہ مین ہے کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیو نمین لگانا اور نحو اور ادب یعنی صرف و نحو بلاغت وغیرہا کی دفتیون مین لگانا مکروہ ہے ھم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ابو حامد سے سوال ہوا کاغذ اخبار اور متعلقات کا جسکو ورّاق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحاف دفتیون مین لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہے کتب آداب

اور نجوم میں اتے تھے لیکن یہہ بیان نہین کیا کہ اخبار سے احادیث مراد ہین یا تواریخ کذا فی الطحطاوی ویکرہ تصغیر مصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعنی تذریقا ولا ینبغی ذلک شیئ فی کاغذ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چہوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکہنا مکروہ بکراہت تنزیہی ہے اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ مین کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہین اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہی ھم کتابت قرآن کا جو قصد کرے اوسکو لائق ہی کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکہے اور بین السطور کشادہ رکہے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیہ وجاز دخول الذمی مسجدا مطلقا وکرھہ مالک مطلقا وکرھہ محمد والشافعی واحمد فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا ہر مسجد مین اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہی ہر مسجد مین اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانیکو مکروہ کہا ہی ذمی کے حق مین ھم امام کی دلیل وہ حدیث ہی جو سنن ابو داؤد مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بہی ایسے مضمونکی حدیث وارد ہی کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہہ آیت ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا یعنی مشرک ناپاک ہین تو مسجد الحرام کے قریب نجاوین اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہین کرتی کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد مین اونکا جانا روا نہین شارح نے اسکا جواب آگے یون دیا قلنا النہی تکوینی لا تکلیفی ھم جواب کہتے ہین کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی ھم تکوینی نسبت ہی تکوین کیطرف اور تکوین ماتریدیون کے نزدیک وہ صفت قدیم ہی جسکی طرف افعال کی صفات راجع ہوتی ہین تو آیت شریفہ کے معنی یہہ کہ حق تعالے مشرکین مین مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نکریگا امر تکوینی کی مثال ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا اور امر تکلیفی کی مثال اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہہ ہے کہ امتثال متخلف نہین ہوتا امر تکوینی سے عقلا اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہی کذا فی الحلبی وقد جوزوا عبور عابر سبیل جنبا اور البتہ شافعیون نے جائز کہا ہی جنابت مین مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کی مانند ھم یعنی یہہ جو شافعیون نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہی سو دلیل ناتمام ہی اسواسطے کہ اونکے نزدیک مسجد مین بلا توقف گذرنا درست ہی فمعنی لا یقربوا لا یحجوا ولا یعتمروا عراۃ بعد حج عامہم ہذا عام تسع حین امر الصدیق ونادی علی بعبرۃ بسورۃ براءۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فلیحفظ پہر جب نہی تکوینی ٹھہری تو آیت شریفہ کا مطلب یہہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نکرینگے اس سال کے بعد یعنی ہجری نوین سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہو گئے تہے اور حضرت علی رضی نے اپنے اونٹ پر سے سورہ برات آواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نکرے اور کوئی برہنہ طواف نکرے اسکو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھم اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہی کہ مشرک منع کئے جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت مین کرتے تہے تو حق تعالی نے تنزیہہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہہ کہ نفس دخول ممنوع ہی بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہہ حکم یا فقط مومنین کو ہی کہ اونکو روکین یا مومنین اور کفار دونکو بموجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہین اور یہہ نہی تکوینی نہین ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلا متخلف نہین ہوتا ہی اور یہان ایسا نہین ہے انتہی طحطاوی نے کہا یعنی یہہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہین کیا تو بہتر یہہ تہا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور اہل مذہب نے کیا ہی انتہی مختصرا تبصرت ولا تنس ما مر فی فصل الجزیۃ اور نہ بہولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل مین گذر گیا ھم فصل جزیہ مین یہہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر مین دخول کا ذکر مسجد الحرام مین منع کیا ہی اور سیر کبیر مین عدم منع مذکور کیا ہی اور سیر کبیر پچہلی تصنیف ہی محمد کی تو ظاہر اکے مین وہ مسئلہ وارد کیا ہی جو آخرکار خوب ثابت ہو گیا ہی وجاز عیادتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ھم بخاری وغیرہ مین مروی ہی کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تہا جب بیمار ہوا تو حضرت اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پہر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید مین حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر مین یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان ای مجوسی

کی عیادت مین دو قول ہین جواز اور عدم جواز وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی یہ قول صحیح ہے اسواسطے کہ فاسق مسلمان ہو گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین سے ہی ہم وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہو خصی کرنا چارپایے جانور و نکا یعنی شاہ کہ بلی کا بھی ہم خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاوی ہندی مین اوسکو بدہیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجون سے خدمت لینا اور انکو عورتون نہین جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ اونسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنیوالے انکو کیون خصی کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے مخصوص بعضے امور مین اول یہہ کہ مسلم کے صاحب پیدا نہین ہوتے اور نہ اونسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگونکی تاویب مین مرد اونکی بے ادب اور عورتونکی مجلسون مین آرزو کرتے ہین کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سے بخیل ہوتے ہین باوجود کیہ اولاد نہین رکھتے کذا فی المبسوط قیل والفرس بعضون نے کہا اور گھوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے ہم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ہم یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہی اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدہا چڑہانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑہانا گدہی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کیواسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی ولو للرجل بطاہر لابنجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے علاج کیواسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہی اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہو ہم دفع مرض کیواسطے حقنہ درست ہی نہ تسمین بدن کیواسطے سنن ابوداؤد مین ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اوتاری ہی اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نکیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداو لایجوز الا بطاہر لا بنجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنیکو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اوسکو خبر دی ہو کہ اوسی حرام چیز مین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اوسکے قائم مقام نہین پائی ہم ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینیکو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہی اور فقیہ عبدالملک نے اپنی استاد سے نقل کیا کہ حلال نہین تمرتاشی مین ہی خون اور پیشاب پینا اور مردار کہانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اوس سے کہا ہو کہ تیری اسمین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہو گی تو اوسمین اختلاف ہی کذا فی العالمگیریۃ قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اوس چیز مین جسکو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہی شفا معلوم ہونیکے وقت یعنی جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جاوی کہ اسی حرام چیز مین شفا ہی تو اب اوسکی حرمت باقی نرہی دلالت کرتا ہی اس مطلب پر لقمہ اوتارنیکا جواز شراب سے اور شراب پینیکا جواز دفع تشنگی کیواسطے انتہی اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا کسیطرح نہین اوترتا اور پانی نہین ملتا تو اوسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اوتارنے کے درست ہی اور اسیطرح عطش شدید مین شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہی اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اوسوقت اوسکی حرمت باقی نرہی ورنہ جواز کی کونسی صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہی اگرچہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اوسنے سبب ٹھہرایا ہی اور اگر یہہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہی جیسا کہ پانی مضر تشنگی کا مزیل ہی اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہی دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسیطرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اوسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہی کہ وہ داغتے نہین اور افسون

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اوسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اوسکا ترک بھی ممنوع
اور محظور نہین برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اوسکو فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عمادیہ مین ہے ظہیریہ
مین ہے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سو اوسنے دوا نکی یہانتک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اوسپر گناہ نہین اور اگر بہوکہا رہا اور اوسنے
نہ کہایا باوجود قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہہ ہی کہ کہانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہی یقیناً تو اوسکا ترک
کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہی اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہی حجامت یعنی خون کا نکلنا پچہنون سے ہر شخص کو مستحب ہی اور
حجامت بعد نصف ماہ بروز سہ شنبہ بہتر اور نافع ہے اور سترہ سوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہی ذخیرہ مین ہی کہ آدمی اور سوؤر کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے
علاج کرنا درست ہی لیکن اگر مردار جانور ہو تو اوسکی خشک ہڈی سے علاج درست ہی نہ تر سے قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودہ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے
واسطے پینا درست ہی لیکن جواہر اخلاطی مین ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کہانا مکروہ ہے جبکہ اوسمین سانپ کا گوشت
پڑا ہو لیکن بیع اوسکی درست ہی اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اوسمین سانپ نہین پڑا ہی تو اوسکا پینا درست ہی محیط مین ہی کہ لڑکونکا داغنا مرض سے اور آدمی کی
طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہی خزانۃ الفتاوی مین ہی کہ قران کے افسون کرنے مین اختلاف ہی یعنی مریض پر قران پڑہنا یا کاغذ مین
لکہنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکہکے دہونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہی اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہی خزانۃ المفتین مین ہے کہ
کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکہنا اور دروازہ پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہی اور نجومیون سے مشابہت
ہے اکمل من العالمگیریۃ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالاً جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال سے لینے
خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اوسمین سے لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا
مال ہی اوسکی مالک کو پہیر دینا چاہیئے کذا فی الزیلعی وعبّر بالرزق لیفید تقدیرا بقدر ما یکفیہ واہلہ فی کل زمان لو غنیا والاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر
بہ رزق کیا تا معلوم ہو کہ مقدار اوسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اوسکی عیال کے چاہیئے ہر زمانہ کے موافق اگرچہ قاضی مالدار ہو تو بہی روزی اوسکی بیت المال
سے متعلق ہے قول اصح مین ہم اسواسطے کہ اوسنے اپنی ذات کو روک رکہا مصلحت مسلمین کیواسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہی وھذا لو بلا اشتراط ولو بہ
کان لا حراما فیہما لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر الطاعات قلت وھل یجری فیہ کلام المتأخرین یحرر اور یہہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی
کی حلت اوسوقت ہی جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہوا اجرت کی مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہی اسواسطے کہ فیصل کرنا
مقدمات کا طاعت اور عبادت ہی تو اوسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین
اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم متاخرین کا کلام یہہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہی طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہہ ہے کہ جسکے نزدیک قرأت قران اور فقہ مخصوص
بجواز اجارہ ہی تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکہتا ہی تو اوسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر
الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمعتقۃ بعضہا بلا محرم ھذا فی زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اھل الفساد وبہ یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ
اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اوسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہی یہہ حکم تہا زمانہ قدما کا ہمارے زمانہ مین تو سفر بغیر محرم کے ساتہہ لونڈی
کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن کمال وجاز شراء ما لا بد للصغیر منہ وبیعہ ای بیع ما لا بد للصغیر
منہ لاخ وعم وام وملتقط ھو فی حجرھم ای فی کنفہم والا لا اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اوس چیز کا جو اوسکے واسطے ضروری ہی جیسے نفقہ اور کسوت اور
دایہ نوکر رکہنا اور بیچنا اوسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہو جائز ہے اوسکے بہائی اور چچا اور مان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا ہوا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص
مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اونکی پرورش مین نہو تو خرید وفروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز اجارتہ لامہ فقط لو فی
حجرھا وکذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولو ادعی فیہ وبالی مشکلۃ بانفقۃ فتنبہ اور فقط اوسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اوسکی پرورش مین ہو اور اسیطرح لاوارث لڑکا پالنے والیکو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس
قولکو شرح مجمع کیطرف نسبت کیا ہی اور یقینی اوسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہی تو آگاہ رہو ھم طحطاوی نے کہا
کہ مؤید قول مصنف زیلعی مین ہی قدوری کی روایت سی یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطیکہ اسمین ضرر ہے اور صغیر کیواسطی محض نفع ہو وکذا
لقیطہ عند الثانی خلافاً للثالث اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اوسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کی نزدیک محمد کے نزدیک ھم یہہ شارح
کی غلط فہمی ہے اسواسطی کہ اوسنی نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہی حالانکہ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور
اوسکی ماں اوسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کی نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ
العمل لتمحضہ نفعاً فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہوگئی ہو تو جائز ہی کیونکہ
اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرت سے واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نرہا اجرت حاصل ہونیسے سراسر
نفع ہوگیا وصح اجارۃ اب فجد فقاض ولو بدون اجر المثل والصحیح کما یعلم من الاشباہ فتنبہ اور صحیح ہی اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا
قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درستی یہہ معلوم ہوتا ہی تو اسکو دیکھلے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ
خمراً لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور جائز ہی شیرہ انگور کا بیچنا اوس شخص سی جسکو بائع جانتا ہی کہ اوسکی شراب
بناویگا درست ہی اسواسطی کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سی بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونیکے بعد یعنی شیرہ مین فتنہ نہین جو اوسکی
بیع ناجائز ہو بلکہ جب اوسکی حقیقت بدلکر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانیوالیکے ہاتھ مکروہ ہے گناہ
کی اعانت کے سبب سے ھم شیرہ انگور کی بیع درست ہی جیسی جاریہ مغنیہ اور ٹکر ماریوالے مینڈھے اور اوڑانیوالے کبوتر اور لڑنیوالے مرغ کی بیع درست
ہے اسواسطیکہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اوڑانا اور مرغ لڑانا خلاف
شرع ہی برہان مین ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ باہم مددگاری نکرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہہ آیت ہی واحل اللہ البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی کذا فی الطحطاوی ونقل
المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوھرۃ والباقانی وغیرھما زاد القہستانی معزیاً للخانیۃ
انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات سی نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب سازسی مکروہ نہین اور مسلمان شراب سازسی تو اوسکی
بیع مکروہ ہے اور اسیکی مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہے اور قہستانی نے خانیہ سی اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اوسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع
امرد ممن یلوط وبیع سلاح من اھل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ برخلاف بیع امرد کے اوس شخص سی جو اغلام کرتا ہی اور ہتھیار کا بیچنا اہل
فتنہ سی مکروہ جائز نہین اسواسطی کہ یہان گناہ بعینہ اوسی چیز سے قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراھۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بھا فی بیوع الخانیۃ
وغیرھا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف ثم فی باب البغاۃ قلت وقدمنا ثمۃ معزیاً للنھر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ
یکرہ بیعہ تحریماً والا فتنزیہاً فلیحفظ توفیقاً پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہی اور مصنف نے اوسی پر
اعتماد کیا ہی یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اوسیمقام
باب البغاۃ مین ذکر کرچکے ہین نہر الفائق سی کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے تناقض دفع ہونیکے واسطی ھم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنی نفی کراہت زیلعی
تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز ہی ھم کنیسہ عبادت خانہ یہود یا نصاری
اوسکو کہتی ہین تعمیر سے مرمت مراد ہی نہ اعادہ بعد الہدم منح الغفار مین ہی کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لا باس بہ [illegible]
دوبارہ بنانا ڈہجانیکے بعد ۱۲

نہین عمل مین معصیت نہین اور اگر نافوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہین کذا فی الطحطاوی ۔ و حمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب لادنا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک ھم اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب مین دس شخص پر لعنت ہے منجملہ انکے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہین اسواسطے کہ حمل گاہ شراب گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصر العنب لقیام المعصیۃ بعینہ اور شراب بنانے کی مزدوری جائز نہین اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراھا لا بغیرھا علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظھور شعار الاسلام فیھا وخص سواد الکوفۃ لان غالب اھلھا اھل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلثۃ زیلعی اور قریات کوفہ مین گھر کرایہ پر دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا اوسمین شراب بیچنے کیواسطے جائز ہے نہ سوا قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہرون اور غیر کوفہ کی دیہات مین تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجاویگی کافرونکو اسواسطے کہ اسلام کی ظاہر ہو جانیکے سبب سے اور قریات کوفہ مین یہہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہانکے رہنیوالے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کیواسطے لائق نہین اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی ھم امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر ولہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمین معصیت نہین معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور وہ اوسمین مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان مین واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم وجاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضھا بلا کراھۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقدمر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھرونکی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ مین ھم وہانکی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت مین درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہین وفی البرھان فی باب العشر ولا یکرہ بیع ارضھا کبنائھا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہانکی عمارت کی مانند مکروہ نہین اور اسی پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الھدایۃ لا باس ببیع بنائھا واجارتھا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتھا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل مین ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے مین اور اوسکے کرایہ مین کچھہ مضائقہ نہین لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اوسکا کرایہ مکروہ ہے وفی اخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوھبانیۃ قال ابو حنیفۃ اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لھم ان ینزلوا علیھم فی دورھم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیھا فی غیر ایام الموسم اھ فلیحفظ قلت وبھذا یظھر الفرق والتوفیق وھکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اھل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الایۃ فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کی کتاب الاجارہ مین دونون کتابونمین کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہون مین مکہ معظمہ کے گھرونکا کرایہ موسم حج کے دنون مین اور عوام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیونکو اوتارین اپنے گھرونمین بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ مین رہنیوالا اور مسافر برابر ہے ایام موسم حج کے سوا اور دنونمین وہان کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتھے ما فی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے مین کہتا ہون اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج مین بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھرونکے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نکرو تاکہ مسافر وہان اوترے جہان اوسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وھو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈالکر تمرد اور بھاگجانیکے سبب سے اور وہ مسلمانونکا طریق ہے بدکارون کے حق مین یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی و قبول ھدیتہ تاجرا واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولی سوداگری کرتا ہو اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکا جانور عاریت لینا درست ہے از روی استحسان کے

هم قیاس یہ ہے کہ اوسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہی لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا اہل معاملہ اوسکی طرف رجوع کرین اور
سوداگری اوسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اونکے آزاد ہونے سے پہلے اور
بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اوسکے حق مین صدقہ ہوا اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول ہدیۃ العبد ثوبا واہداؤہ
النقدین لعدم الضرورۃ هدایۃ اور مکروہ ہے اوسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپے اشرفی کا ہدیہ دینا اوسکا مکروہ ہے عدم ضرورت کی سبب سے
یعنے یہہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاهرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ علی الحرم لو بلغ خمسۃ عشر اہ ذخی یعنی خوجہ سے خدمت
لینا مکروہ ہے ظاہر اسکلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گہر مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اوسکا جانا گہر کے اندر
عورتون مین مکروہ ہی اگر اوسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم اوبر لخوف هلکہ لو بقیت بیدہ یشترط
لیاخذ منہ متفرقا منہ بذلک ماشاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وهو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقراض یعنے
روپے یا گیہون بقال جیسے نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانیکے خوف سے اگر اوسکے پاس رہے یہہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اوسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا
اور اگر یہہ شرط حال عقد یعنے دینے کیوقت نکی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسیواسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض
ہے جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا هم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے
پاس باقی نرہیگا خرچ ہو جائیگا تو بقدر ضرورت اندک اندک اوس سے لیا کرتا ہی تو یہہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ
دینے کیوقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے
تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اوسکی سواری پر سوار نہو مگر اوسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون قرض سے پہلے بھی جاری ہوا اور بیہقی کی
دوسری روایت یہہ ہی کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کہینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہی ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ
فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو هلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکہدے اور اوس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین اسلئے
کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو اوسپر تاوان نہین هم جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نہوا وکذا لو
شرط ذلک قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پہر قرض دیا
تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ هم تفتیش امر عزیز مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط
کرلے دوسرے یہہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسکو اسلئے دیتا ہے یہہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری وجہ یہہ ہی کہ قرض دینے سے پہلے شرط کر لیوے
اوسکے قرض دے تو یہہ جائز ہے کیونکہ اسمین نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کہیلنا
مکروہ تحریمی ہے هم یہہ کہیل اردشیر بابک نے نکالا ہے لہذا اوسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہہ کہیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہی بالاجماع اھ اور حرمت نرد شیر کی حدیث مرفوع مین ثابت
ہے چنانچہ جامع صغیر مین ہے اور مسلم نے اپنی صحیح مین بسند اسے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویہمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج
مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اوسمین مہملہ بھی جائز ہے اور اوسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر بقلت هم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور
ہے لیکن عمدہ دلیل اوسکی تحریم پر یہہ ہے کہ وہ لہو لعب ہی اور ان ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث صحیح مین ثابت ہی خارج ہی کذا فی العینی شرح
وقایہ مین ہی کہ شطرنج کہیلنے مین فوت نماز کا خطرہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہی اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کہیلنے والیکو بہوک پیاس کی خبر نہین رہتی
اور چیز کا کیا ذکر ہے وأباحہ الشافعی و ابو یوسف فی روایۃ ونظمہا شارح الوهبانیۃ فقال ولا بأس بالشطرنج وهی روایۃ عن الحبر قاضی
الشرق والغرب تؤثر اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت مین اور اوسکو نظم کیا ہی شارح وہبانیہ نے یون کہا کہ کچھ مضائقہ

نہوئی شطرنج میں اور یہہ ایک روایت ہی منقول علامہ مشرق غرب کے قاضی ہی یعنے ابو یوسف سے وھٰذا اذا لم یُقَامِر ولم یُدَاوِم ولم یُخِلَّ بواجبٍ والا فحرامٌ بالاجماع اور یہہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اوسوقت ہی جبکہ قمار بازی نکریوا اور ہمیشہ نہ کھیلے اور یا واجب میں مثلا جمعہ اور جماعت یا نمازوں میں خلل نڈالے اور نہیں تو سبکے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لہوٍ لقوله صلی اللہ علیہ وسلم کل لھو المسلم حرامٌ الا ثلٰثۃ ملاعبتہ اھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ لقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہی مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گہوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کیواسطے ہم لہوا ولعب اور عبث معنی واحد میں کذا فی شرح النا وبلات اور حرمت ملاہی قران مجید میں بھی مصرح ہی افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنی کیا پہر تمنے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہو نسائی کی حدیث مرفوع میں تعلیم سباحت یعنی پانی میں پیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنی ہے وکرہ جعل الغل طوقٌ له رایۃ فی عنق العبد لعلم باباقه وفی زماننا لا بأس به لغلبة الاباق خصوصًا فی السودان وهو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اوسکا بہاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بہاگنے کے خصوصا حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہی چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ہم رایت وہ علامت ہی جو غلام کے گلے میں ڈالتے تا معلوم ہو کہ یہہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمیں مسمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہی کذا فی الطحطاوی وکرہ قوله فی دعائه بمعقد العز من عرشك لو بتقديم العين اور اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر ہم یہاں دو صورتین ہین مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہی قعود سے تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہی تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصًا وعن ابی یوسف لا بأس به وبه اخذ ابو اللیث للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ دعا میں بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہی بدلیل اثر کے ہم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز دا کرات یا دن میں اور ہر دو رکعت میں تشہد پڑھا اور آخر نماز میں ثنا و حمد اللہ عز وجل کرا اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ پڑھ اور آیت الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر دس بار کہہ پہر یہہ دعا کر اللہم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک ومنتهى الرحمة من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ پہر اپنی حاجت مانگ پہر اپنا سر اوٹہا پہر داہنے بائیں سلام کر اور احمقوں کو یہہ نہ سکہا اسواسطے کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہے ابن جوزی نے کہا کہ یہہ حدیث موضوع ہی اور ابن معین اور ابن حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الهدایہ طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجئے نہ صاحب عرش کی تو یہہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی لفظ کرم اور مجد سے ثابت ہی اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہی تو اوسکی یہی وجہ وجیہ ہی واللہ اعلم بالصواب ولا حوط الامتناع لکونه خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابه انما یثبت بالقطعی هدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہی اوس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہی اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الهدایہ ہم یعنی تنزیہ رب العالمین تشوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہی اور یہہ خبر موہم حدوث ہی تو اسکی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ لا ینبغی لاحد ان یدعو الله الا به والدعاء المأذون فیه المأمور به ما استفید من قوله تعالی ولله الاسماء الحسنٰی فادعوہ بها قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہی کہ کسیکو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعا ماذون فیہ اور ماموریہ وہ ہے جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہی کہ حق تعالی کے اسماء حسنی ہین سو اونہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوۃ اور درود کوئی کسیکو نکہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال الخ فقط صلوۃ

درست نہین لیکن بالتبع درست ہی ھم خانیہ مین ہی کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا مثلاً یہ کہ اللہم صل علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ ملاکر یون کہنا اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوۃ درست ہی اور سلام
بجائے صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی ذکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وبحق البیت لانہ لاحق للخلق علی الخالق تعالی اور مکروہ
ہے یون کہنا دعا مین بحق رسلک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھہ حق ثابت نہین خالق تبارک وتعالی پر ھم انبیا
اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر وجوباً ثابت نہین لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہی یہانتک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہی چنانچہ حصن حصین مین
حدیث ثابت ہی اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت وعظمت اور وجاہت مراد لیجئے تو بطریق وسیلہ درست ہی قال تعالی وابتغوا
الیہ الوسیلۃ کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لاٰخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ درر اور اگر ایک نے دوسرے
سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر تو اوسپر یہہ کرنا لازم نہین اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہین مستحب ہی وفی القنایات قال ابو المبارک
سائل لوجہ اللہ او لحق اللہ ینبغی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات مین ہی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے
دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہہ پسند آتا ہی کہ اوسکو کچھہ نہ دے اسواسطے کہ اوسنے تعظیم کی اوس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا
یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہہ اوس صورت پر محمول ہی جبکہ سوال سائل کا بیضرورت معلوم ہو وفیہا قراءۃ القرآن والعمل
بموجبہ یثاب علی قراءتہ ویعمل بعضہ اور مختارات مین ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اوسکے بموجب عمل کیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اوس شخص کی
کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہی یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسائل متفرقہ شارح کا
قول یکرہ رفع الصوت بالذکر واللہ اعلم وقیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیہ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور
اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے ھم جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہی اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہی استحضار
قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد
یضر باھلہ اور احتکار یعنی بند کرنا آدمی کا قوت جیسا کہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانورونکا قوت جیسا کہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اوس شہر مین
جہان سے لوگونکو ضرر پہنچتا ہو ھم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور یہی پر فتوی ہے اور
ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے تیس دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہہ ہے کہ طعام کی تجارت
بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ھم یہہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور
ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہی جالب جو غلہ باہر سے خرید کرکے شہر مین بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اوسکی روزی مین برکت ہی اسلئے کہ
لوگونکو فائدہ ہوتا ہے وتمام مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کرکے رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اوسپر لعنت ہی اصطلاح شرع مین احتکار یہہ ہے کہ آدمی کا
اور جانور کا قوت بند کرکے رکھے اوسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اوسی شہر مین خرید کیا ہو اور لوگونکو ضرر ہوتا ہو جس سے یعنی اگر
اور مقام سے لاکر غلہ بند کرکے رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو تو وہ
مکروہ نہین ھم ضرر کی صورت یہہ ہی کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح کہ شہر بڑا ہو یعنی جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلئے
کہ اوسنے اپنا مال رکھہ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کی تلقی جلب ہے ھم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر کنبے پر جو
ابھی شہر میں لائے ہوئے ہون ان سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والونکو تو درست نہین اور نہین تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والون سے نہ چھپاوے ہو والا
تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الہدایہ وشرح جہا وقیجب ان یا مر القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اھلہ

فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ ادبًا له وباع القاضی علیه طعامه وفاقًا علی الصحیح اور یہہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر
کا رہا ہو اوسکی اور اوسکے گھر والونکی قوت سے اوسکو بیچڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اوسکو تعزیر دے جیسا مناسب سمجھے
اوسکی زجر اور تنبیہ کیواسطے اور قاضی اوسکا غلہ زبردستی بیچڈالے باتفاق امام اور صاحبین کے بقول اصح ہے ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں ہے لیکن
درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اهل بلد الهلاك اخذ الطعام من المحتکرین و فرق علیهم
فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر بل للضرورة ومن اضطر لمال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقله الزيلعي عن الاختيار
واقره اور سراج الوہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنیوالوں سے اناج لے لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کشائش
ہو تو اوسکی برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کیطرف مضطر ہو اور اپنے
ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو وہ اوسکو بلا رضامندی مالک کے لے اور زیلعی نے یہہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بالحبس من ارضه
بلا خلاف وبجلبه من بلد آخر خلافا لهما اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اوس غلہ کے حبس سے جسکو لا دلایا ہے دوسرے
شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہے اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اوسکا خالص حق ہے حق عوام اوس سے متعلق نہیں تو مثل حق خلق نہوا
اور مجلوب کے حبس سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت
درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگونکو اوسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ
ہے کہ اوسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اوسکے لئے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگونکو ضرر نہو اور مختلف صورت یہہ ہے کہ شہر کے متصل
سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کو
مکروہ لکھا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو مسلم نہیں ہے اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اوسکو قسم متفق علیه میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ
ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لادے تو وہ احتکار نہیں اور اسیطرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایہ مختصرا وعند محمد ان كان يجلب منه عادة كره وهو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اوس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے
غلہ لاکر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اوس سے متعلق ہوا اور یہی قول مختار ہے ولا يسعر الا لقوله عليه الصلوة والسلام لا تسعروا فان
الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نرخ مقرر نکرے بدلیل قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ نرخ مقرر نکرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ کا
والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشایش اناج کی اوسیکی طرف سے ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں
نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الله هو المسعر القابض الباسط
الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجسے مطالبہ کسی ظلم کا نکرے نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی
اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة اهل
الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہے تعدی فاحش کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما
نے یہہ بیان کی ہے کہ دو چند قیمت پر بیچ کرتے ہوں وقال مالك على الوالي التسعير عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کی سال میں نرخ
کر دینا واجب ہے تو امام اعظم اور مالک کے مذہب میں لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہوگا یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں درصورت تعدی جائز ہے اور
مالک کے نزدیک واجب ہے وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشتري وحيلته ان يقول له بعني بما تحب اور اختیار
میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع ڈرے کہ حاکم کی ضرب ہے اگر اوسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے
سبب سے تو حیلہ جواز کا یہہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ مجہہ کو تو اپنی مرضی سے بیچ جسقدر تو چاہے کذا فی العینی عن المحيط ولو اصطلحوا على سعر الخبز واللحم

وَدَنَ نَاقِصًا دفع المشتري بالنقصان في الخبز لا اللحم لشهرة سعره عادة بخلاف اللحم ۔ اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کیے
اور بائع نے کسی شخص کو کم تولدیا تو مشتری نقصان پھیر لیگا روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو برخلاف گوشت کے کہ اسمین
شہرت نہیں ہوتی کذا فی التبیین ۔ مترجم ۔ یہہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اوسی شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان پھیر لیگا
اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ ۔ قلت وَافَادَ انَّ التسعیر فی القوتین لا غیر وبه صرح العتابی وغیرہ لکنه اذا تعدی ارباب
غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعر علیهم الحاکم بناءً علی قول ابی یوسف ینبغی ان یجوز ذکرہ القهستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقة الضرر کما تقرر فتدبر
مین کہتا ہوں اور شرح نے اشارہ کردیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کردینا انسان اور حیوان کی قوت مین ہے نہ قوت کے سوا اور چیز مین اور اسکو صریح بیان کردیا
ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کرین گرانی مین اور لوگون پر ظلم کرین تو حاکم اونپر بزبردستی نرخ مقرر کردے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یون
ہے کہ یہہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت مین ضرر ہو یا غیر قوت مین چنانچہ یہہ ثابت ہو لہذا
اسکو غور کرے ۔ یکرہ امساك الحمامات ولو في برجها ان کان یضر بالناس بنظر او جلب ۔ اور مکروہ ہے کبوتر رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے برج مین ہون
بشرطیکہ لوگون کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ۔ مترجم ۔ نظر کا ضرر یہہ کہ لوگون کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہہ کہ اسکے کبوتر کے
ساتھ غیر شخص کا کبوتر اوڑ آتا ہو اور یہہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو ۔ والاحتیاط ان یتصدق بها ثم یشتریها او توهب له ۔ اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور
اوسکے مالک کو نجانتا ہو تو احتیاط یہہ ہے کہ کبوتر خیرات کردے محتاج کو پھر اوسکو محتاج سے خرید کرلے یا اوسکو ہبہ کردیا جاوے تصدق کے بعد کذا فی المجتبی
مترجم ۔ تصدق کی وجہ یہہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اوسکا رکھنا حلال نہین اوسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے ۔ فان کان
یطیرها فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیه تلك الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع بذلك ذبحها
ای الحمامات المحتسب ۔ پھر اگر کبوتر باز انکو اوڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگون کے شیشے کبوترون کے مارنے اور اونکے
سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ آئے تو کبوترونکو محتسب ذبح کرڈالے ۔ وصرح في الوهبانية بوجوب التعزیر
وذبح الحمامات ولم یقیده بما مر ولعله اعتمد عادتهم ۔ اور وہبانیہ مین وجوب تعزیر اور ذبح کرڈالنے کبوترونکی تصریح کی ہے اور قید نہین لگائی اطلاع
عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اوسنے اونکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے مین تاکنے جھانکنے اور پتھریان پھینکنے کی عادت
ہو گئی ہوگی لہذا اوسنے اس قید لگانے کی حاجت نہجی ۔ واما الاستئناس فمباح کبیع العصافیر لیعتقها ان قال من اخذها فهی له ولا خصومة [illegible]
وقیل یکرہ لانه تضییع المال جامع الفتاوی ۔ اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کیواسطے
مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کیوقت یون کہا کہ جو انکو پکڑلے تو وہ اوسیکے ہین اور چھوڑ دینے سے اوسکی ملک سے باہر نہین ہو جاتے یہانتک کہ دوسرا
اونکو پکڑلے اور بعضون نے کہا کہ کنجشک خرید کرکے چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضایع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی ۔ وفی المختارات سیّب دابته
فقال هی لمن اخذها لم یأخذها ممن اخذها وقیل لا ۔ اور مختارات مین ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑدیا مطلق العنان کردیا اور کہا یہہ اوسکا
مملوک ہے جو اسکو پکڑلے تو اوسکو پکڑ لینے والے سے چھوڑ دینے والا لیلے اور کتاب الحج مین یہہ مسئلہ گذر گیا ۔ وجاز رکوب الثور وتحمیله والکراب
علی الحمیر بلا جهد وضرب ۔ وظلم الدابة اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم ۔ اور سوار ہونا بیل پر اور اوسپر لادنا اور گدہون
کیساتھ جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے
ظلم سے ۔ مترجم ۔ یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اوسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہین سوا خدای
تعالی کے روایت مین وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اوس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا ایسے پر جسکا کوئی مددگار نہین سوای اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی
ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تا کہ اوسکے ساتھ عذاب مین شریک رہے کذا فی المجتبی ۔ ولا بأس بالمسابقة

فی الرمی والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی قنیۃ والابل وعلی الاقدام
لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا اور کچھہ مضائقہ نہین باہم سبقت لیجانیکا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ پر اور اپنے پیرون اور قدمون سے دوڑنے
مین اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہین تو مسابقت مستحب ہے ملتقی اور مجمع مین کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین
یہان تو اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی مین اسکے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی مین حلت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور
تیراندازی مین مخصوص کی ہے وعند الثلثۃ لا تجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام مین مسابقت
جائز نہین یعنے مال شرط کرکے درست نہین واما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یأتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور
ملاہی مین چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہر ایہہ کلام ائمہ ثلثہ کی کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آیندہ اسکا مفید ہے کہ یہہ کلام ہے اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی
حل الجعل وطاب لانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لا یستحق بالشرط شئ لعدم العقد والقبض انتہی فمفادہ
لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہہ نہین کہ وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلادے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ
نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہین ہوتی بسبب نہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام البزازی اور یہہ کلام لزوم مال مشروط
کا مفید ہے عقد ہونیکے سبب سے جیسا کہ شافعی مذہب کہتے ہین تو اسکو سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا حاکم زبردستی دلادیگا ان
شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت مین ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو ہم مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر
میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھجاوے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو مین دونگا یا سو درم تجھسے لونگا اور اگر تیرا تیر سبقت ہوگی
تو مین کچھہ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت مین دونو جانبون سے مال مشروط
ہوا ہو اسواسطے کہ یہہ قمار اور جوا ہو گیا اسلئے کہ قمار وہ ہے جسمین جانبین برابر ہون احتمال غرامت مین کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما
بفرس کفوء لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ
جانبین کا مال مشروط حرام ہے مگر اسصورت مین حرام نہین جبکہ دونو نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اوسکا گھوڑا دونو شخصون کے
گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اوسکا آگے بڑھجانا دونون گھوڑون سے ممکن ہو اور اگر اوسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہین پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا
تو دونون شخصون سے مال مشروط لیوے اور اگر دونون شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھہ نہ دیگا اور دونو شخص آپس مین جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا
ہم محمد نے کتاب مین کہا کہ ثالث کو موقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اوسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہوا اور اگر اوسکی سبقت دونون سے متیقن ہو یا اوسکا
مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہین عالمگیری مین ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے
واسطے اتنا مال ہے اور اگر مین سبقت کرون تو مین اتنا لون اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھہ نپاوے اور خلاصہ مین ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے
سے کہا کہ اگر تو ہم دونپر سبقت کرے تو دونو کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھپر سبقت کرین تو ہم کچھہ نلین تو ازراہ استحسان یہہ جائز ہے انتہی اس سے
معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتین ہین زیلعی نے کہا وجہ جواز یہہ ہے کہ ثالث پر کچھہ غرامت نہین قطعا و یقینا ہر تقدیر پر اوسمین تو فقط یہی احتمال ہے
کہ پاویگا یا نپاویگا تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمین جانبین احتمال غرامت مین مساوی ہون کذا
فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لا درر و مجتبی اور اسیطرح حکم ہے فرق فقہا
کی مسابقت مین سو جبکہ مال شرط ہوا اوسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہی تو صحیح ہے اور اگر دونون نے مال شرط کیا ہر شخص کیواسطے دوسرے ساتھی پر تو
صحیح نہین کذا فی الدرر والمجتبے ہم جب صاحب حق کیواسطے مال مشروط ہوا تو یہہ قمار کیونکر ہے اسواسطے کہ احتمال زیادت و نقصان ہر شخص مین موجود
بلکہ حلت مال کی یہہ صورت ہے کہ مال شخص زید کو دیا جائے اگر حق آدمی اوسکی جانب ظاہر ہوا اور اگر دوسرے کیطرف حق کو مثلا ثابت ہو تو وہ کچھہ نپاوے یا تیسرے

فقیہ کو داخل کریں اگر مسئلہ مین صورت کا محتمل ہو اور مال اسکے کیواسطے مقرر کرین اگر اسکی حق گوئی ظاہر ہو اور اگر دونو مین سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو
تو تب بھی یہ کچھہ نہیں کذا فی الطحطاوی والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہین مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو
مکروہ ہے کذا فی البرجندی ہم جواہر الفتاوی مین ہو کہ کشتی بدعت نہین مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیئے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے تاکہ کفار سے
جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شیء کما یاتی اور باہم سبقت کرنا بدون شرط مال کے
تو ہر چیز مین حلال ہے چنانچہ مسائل شتی مین آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیر والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق والسفن
ورمی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق فی تغلب سلامتہ
کرمی لرام وصید الحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب الغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ
بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الادمیین او حیوانات ذکرہ ابن حجر
اور شافعی مذہبون کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدمون سے اور پرندہ اور بیل اور پانی مین پیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور کشتیون اور پتھر پھینکنے
اور زمین سے ہاتھ سے اوٹھا دینے اور اونگلیان قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پاؤن پر کھڑے ہونے اور بوجھنے مین کہ دوسرے شخص کے ہاتھ مین کیا ہے جفت یا
طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے مین اور اسیطرح حلال ہے ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر ہو چنانچہ تیر اندازی تیرانداز کو اور
سانپ کا پکڑنا اور اوس وقت مین تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکی مفید ہے کہ عجائب غرائب کی سماعت کرنا تمام
ان حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہین درست ہے انبساط خاطر کیواسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہے اوسکی بھی سماعت حلال ہے لیکن بغرض ضرب المثل اور نصائح
کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کیواسطے آدمیون یا جانورون کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ دمنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہو ابن حجر شافعی نے م
طحطاوی نے کہا مین نہیں جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ یہان اسکا ذکر کرنا اس وہم مین البتہ ڈالتا ہو کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہین حالانکہ ایسا
نہین ہے بلکہ قواعد مذہب اسکی مقتضی ہین کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہین واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہوتی ایک
یہہ کہ اوسمین مذاکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سو رہنے سے دوسری یہہ کہ حکایات کاذبہ اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسری یہہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت
ہو اور دروغگوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اوسکا مضائقہ نہین لیکن ترک اسکا افضل ہے اور جب ایسا کرین تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح
اور استغفار کیطرف رجوع کرین تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیرہ ذلک کو پوچھنا قول مختار یہہ ہے کہ اسکو پوچھنے مین اور خبر دینے مین مضائقہ نہین
چنانچہ خلاصہ مین ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہین اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصون کی کچھ اصل نہین وہ مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی
ویستحب قلم اظفارہ الا المجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوۃ افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا
فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب مین سو اسکو بڑھنا اور ناخن بڑھانا
مستحب ہے اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تک تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کرکے تو اسطرح جمعہ پر رکھنا مکروہ ہے اسواسطے کہ
جسکا ناخن دراز ہوگا اوسکا رزق تنگ ہوگا ہم لائق یون ہے کہ ناخن تراشے اور بال منڈھوے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر اونکو پھینکدے تو بھی مضائقہ
نہین اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ مین پھینکدے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیہ غرائب مین ہے کہ چار چیزین دفن کرنا چاہئے
ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظافرہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام و در
حدیث مین ہو کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اوسکو بلا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر
وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم ترمد عینہ ابدا یعنی کقول علی رضی اللہ عنہ قلموا اظفارکم بالسنۃ والادب یمینہا خوابس
یسارہا اوخسب وبیانہ وتمامہ فی منح الشفا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اوسکی آنکھہ کبھی نہ دکھے

کرہی یعنے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اِس قول کی مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوابس اور بایان اوخسب ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر منہاج السعادۃ مین ہے هم اس بیت مین ہر حرف سے اونگلی کے نام کیطرف اشارہ ہی تو خا معجمہ سے مراد ہی خنصر اور دال سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین سے سبابہ اور بائین ہاتھ مین علے ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہہ نسبت علی مرتضی کیطرف باطل اور موضوع ہے دفی شرح الغزنویة وروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ بمسبحة الیمنی الی الخنصر ثم بخنصر الیسری الی الابہام وختمه بابہام الیمنی وذکر له الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ مین ہے اور مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشنا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی اونگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہ معقول بیان کی ہے هم وجہ مذکور یہہ ہی کہ داہنا ہاتھ بائین سے بلاشک افضل ہے اور داہنے ہاتھ مین کلمہ شہادت کی اونگلی بلاریب افضل ہے تو اوسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اوسکی جانب یمین وسطی ہوا اوسکی یمین بنصر اور اوسکے یمین خنصر ہے پھر داہنے ہاتھ اور بائین ہاتھ کی اونگلیونکو ملاوی تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہے علے ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمین متصل ہے شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتخلیلہا اور پانونکی انگلیون مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہے پانون کے ناخن تراشنا اوسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی المواہب اللدنیة قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شیٔ ولا فی تعیین یوم له عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مین کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہی کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہی جسطرح کہ اوسکی حاجت ہو اور اوسکی کیفیت مین کچھہ روایت ثابت نہین اور نہ اوسکی واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہی هم تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہوئی مین محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تقلیم اظفار مین جو نظم مشہور کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہی ویستحب حلق عانتہ وتنظیف بدنہ باغتسال فی کل اسبوع مرة والافضل یوم الجمعة وجاز فی کل خمسة عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبی اور موی زہار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہی ہر ہفتے مین ایکبار اور جمعہ کا دن اوسکی واسطے افضل ہی اور جائز ہے ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا حلق اور اغتسال کا چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبے هم یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اس عبارت سے نکلتا ہی کہ بعد اربعین کے کچھہ عذر نہین اور وہ وعید کا مستحق ہے خزانۃ مین ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موی زہار رفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اوکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہی لیکن اوکھاڑنا افضل ہے قنیہ مین ہی کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ حلق الشارب بدعة وقیل سنة ولا باس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیة والسنة فیہا القبضة اور مجتبی مین ہے کہ مونچھہ کا مونڈنا بدعت ہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہین ہے سپید بال کے اوکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے مین اور داڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہی هم محیط سرخسی مین ہے کہ سنت یہہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اوسکو قطع کر ہی ایسا ذکر کیا ہی محمد نے کتاب الآثار مین امام اعظم سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہین انتہی مجتبی مین ہے کہ اتنا مونچھہ کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاوے یہہ سنت ہے بالاتفاق انتہی خزانۃ مین ہے کہ نتف فنیکین یعنی زیر لب کے دونون طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہی قنیہ مین ہی کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہی کذا فی الطحطاوی وفیہ قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیة وان باذن الزوج لانہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبی مین ہی کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اوسپر لعنت ہی بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے سر کے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسیواسطے حرام ہی مرد پر اوسکے مرد کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی موثر یعنی علت فقہی قطع موی زن کی درست مین مشابہت پیدا کرنا ہی مردون سے اور عورت کی تشبیہ مردوں سے جائز نہین ہے

ما فی البزازیۃ قلت و اما حلق رأسه ففی الوہبانیۃ یقال سنۃ و قد قیل حلق الرأس فی کل جمعۃ یحب و بعض الی الجواز یعزی میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو
وہبانیہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہیں مستحب رجل تعلم علم الصلوۃ او نحوہ لیعلم الناس و اخر
لیعمل بہ فالاول افضل لانہ متعد یعنی کوئی شخص ہے کہ نماز یا اوسکی مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اوس پر عمل کرے تو
پہلا شخص افضل ہے اسواسطے کہ اوسکے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہنچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اوسکی ذات کو مخصوص ہے اول فریق کا نفع لاتا ہو اور دوسرا نفع اپنی خیر
مناتا ہے و فی مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور حدیث میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی
بشرط تحسین نیتہ ھم عالمگیریہ میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت
افضل ہے اسواسطے کہ اوسکا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادای فرائض میں نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہ ہے کہ رضائے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب
دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ [illegible]
اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیئے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار
یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوا اسکے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا
تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ فرض معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی
کا علم اور جسکی واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز
پنجگانہ اور علامت فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم وہ ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اوسکا اشتغال میں
عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اوس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحاوی مختصرا ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا و
تمامہ فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کیواسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر میں ہے اور اگر
امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی سے نہ علم کلام اور مانند اسکی جو ہذیان فلاسفہ اور اوسکے اباطیل سے ملتبس ہو ہذا تمام ما فی الدرر
و اذا کان الرجل یصوم و یصلی و یضر الناس بیدہ و لسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز
پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اوسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دی تاکہ وہ اوسکو
ڈانٹے تو خبر دینے پر کچھ گناہ نہیں ہے اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اوسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے
و قالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ و لو بکتابۃ و الا لا کیلا تقع العداوۃ و تمامہ فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اوسکا باپ اوسکے منع کرنے پر
قادر ہے تو اوسکو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نکرے تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جائے اور پورا اسکا بیان
درر میں ہے و کذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر علی وجہ الغضب یرید السب اور اسی
طرح اوس پر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کے اور اسطرح کا بیان عیوب غیبت نہیں ہے غیبت تو یہ ہے کہ
عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے و لو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وھو
مجہول خانیہ فتباح غیبۃ مجہول و متظاہر بقبیح و لمصاہرۃ و لسوء اعتقاد تحذیرا منہ و لشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گاؤں والوں کی غیبت کرے
تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں یہ غیبت
نہیں کذا فی الخانیہ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناطہ رشتہ کرنے کی وجہ سے
چوتھی بد اعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھم مصاہرت کی صورت
یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اوسکی عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور اسیطرح اگر معاملہ یا اوسکے ساتھ سفر کا

ارادہ کیا یا کوئی چیز خریدکرنیکا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہیں جانتا ہی تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہی اور اسیطرح رد آت اور شیوخ مین مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سے محفوظ رہین اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہی ویسے مفتی سے اسطرح فتویٰ پوچھنا درست ہی کہ مجھپر فلانے شخص نے یہہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع مین کیا حکم ہے اور تعیین کیواسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا چھوٹا یا لنگڑا درست ہی یہہ غیبت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض وبالکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفھم منہ المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام اور جیسے صریحا زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت مین داخل ہے اور وہ حرام ہے ہم غیبت فعلی جیسے کسیکی قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین طفیلی نہین ہون ومن ذلک ما قالت عایشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے یہہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنے وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فھو غیبۃ بل اشد لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اوسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہی چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہی بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم مین زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان المخاطب یفھم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور منجملہ غیبت یہہ کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہوکر نکلا یا جسکو ہمنے دیکھا وہ ایسا ہے یہہ قول اوسوقت غیبت ہی جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اسواسطے کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہوا اور جبکہ مخاطب اوسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم اور بعضے نسخہ مین بجائے شرح وہبانیہ کے شرع شرعہ ہی وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرھہ اذا سمعہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بھتہ اور شرح مذکور مین ہے کہ غیبت یہہ ہی کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کیوقت اوسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اوسکو برا لگے جبکہ وہ اوسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہی اصحاب نے کہا اللہ اور اوسکا رسول زیادہ تر دانا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اوسکو بُرا معلوم ہوتا ہی کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اوسمین یہہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہی تو تو نے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اوسمین نہین ہے تو البتہ تو نے اوسپر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا بھی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہی غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمانکی قید احترازی نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہی اور جو حکم مرد و تمین ثابت ہی وہ عورتون مین بھی ثابت ہی الا بدلیل مخصص اور جسطرح غیبت حرام ہی ویسا ہی اوسکا استماع بھی حرام ہی حق تعالیٰ اس بلای عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابوداود اور ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والا شرط بیان کل ما اغتابہ بہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اوسکو اوسکی خبر نہین پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہی اور اگر اوسکو غیبت کی خبر پہونچگئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اوسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہے رفع گناہ مین ہم یعنی در صورت عدم علم مغتاب تو بہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اوسکے سامنے یون بیان کرنا چاہیئے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہے سو تو اوسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا برائت عامہ کفایت نکریگی واللہ اعلم وصلاۃ التام

واجبۃ ولو کانت بسلام وتحیۃ وھدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان اور صلۂ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک قرابت والون سے واجب ہے اگرچہ صلۂ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ بھیجنے اور مدد گاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور احسان سے ہو ویزورھم غبا لیزید حبا بل یزور اقرباءہ کل جمعۃ او شھر ولا یرد حاجتھم لانہ من القطیعۃ قال الحارث ان اللہ یصل من وصل رحمہ ویقطع من قطعھا وفی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر وتمامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والون سے ایکروز درمیان دیکر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہر سات دنمین یا ہر مہینے مین اور اونکی حاجت کو نہ رد کرے اسواسطے کہ حاجت رد وا نکرنا قطع رحم مین داخل ہے حدیث مین ہے کہ مقرر حق تعالے احسان کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ قرابت والون کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے ھم درر مین ہے کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ کے لوگ اور مددگار ہین غیرون پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق مین انتہے اور مددگاری قرابت والون کی اوس شرط پر ہے جبکہ وہ مخالف شرع کے نہو اور نہین تو اوسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحارم مین ہے اختلاف ہے اوس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہے بعضون نے کہا کہ قریب محرم مراد ہے اور بعضون نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والون کے پاس ہو تو اونکو ہدیہ دینا اور اونکی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور اونکے کام مین اعانت کرنا لازم ہے اگر اونکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اوسکی دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور اونکی ملاقات کیواسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کی مانند ہے اور اسیطرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ مان کی مانند ہے مان کے بعد اور چچا باپ کی مانند ہے حسن سلوک مین بنابر ایک قول کے اور صلۂ رحمی مین دس فضیلتین ہین ۱ خوشنودی حق تعالی کی ۲ دخال سرور ۳ فرشتونکا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطانکو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق مین برکت ہونا ۸ سرور اموات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد اسواسطے کہ جب اوسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت عمر کی تاویل مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اوسکا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلۂ رحمی پر معلق ہے کذا فی الطحطاوی بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہے کہتی ہے جو مجھسے جوڑیگا اوس سے جوڑے اللہ اور جو مجھسے توڑے اللہ اوس سے توڑیگا اور بخاری مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی مین روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنے صلۂ رحمی کرو اسواسطے کہ صلۂ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہے اور مال مین برکت اور موت مین تاخیر ہوتی ہے اور نسائی مین سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت والے کو دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلۂ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ویسلم المسلم علی اھل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ ھو الصحیح کما کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح واکثر المتون بلفظہ ویسلم فاولتہا ھکذا ولکن بعض نسخ المتن ولا یسلم وھو الاحسن الا لسلم فافھم اور سلام کرے مسلمان ذمیونکو اگر مسلمان کو ذمی کیطرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسیطرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخونمین بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو مین نے اوسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے ولیکن متن کے بعض نسخونمین ولا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم ہے تاویل سے تو اسکو سمجھ لے ھم فتاوی عالمگیریہ مین ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام علی من اتبع الھدی اور کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ مین ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اوسکو رنج ہوتا ہو محیط مین عبدالرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایکدفعہ یا مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے مین مبتلا ہو تو مضائقہ نہین

اسپر مہربانی کرنا مکروہ ہے زیلعی میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہے اور وعلیکم سے زیادہ نکہے اور اسمیں ابتداء سلام نکرے اسواسطے کہ اوسمین اوسکی
تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اوسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام میں مضائقہ نہیں اور اوسکے واسطے دعاء مغفرت نکرے لیکن واسطے ہدایت درست ہے اور طول عمر
کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی و فی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقرأ السلام علی من عرفت
ومن لم تعرف قال و هذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر بقوله علیه الصلوة والسلام لا تبدؤا الیهود والنصارى بالسلام
فاذا لقیتم احدهم فی طریق فاضطروه الی اضیقه رواه البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنی کون صفت اسلام کی
بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلاوے اور سلام کرے جسکو تو پہچانتا ہو اور جسکو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور یہہ تعمیم سلام مخصوص مسلمین ہے تو کافر کو ابتداء السلام نکرے بدلیل اس
حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو ابتداء السلام نکیا کرو پھر جب تم اونمیں سے کسیکو راہ میں ملو تو اونکو تنگ راہ کیطرف
مضطر کرو ھم تنگ راہ میں ان کو کر دینا اوسصورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے ولذا یخص منه الفاسق
بدلیل آخر اور یہہ طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ھم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے یہہ مستوی فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ کافر اور مبتدع سے ترشروئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اوسکا فسق اعلان کے
ساتھ نہو تو مکروہ نہیں اور یہہ اوسصورت میں ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی واما من شك فیه فالاصل فیه البقاء
علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اوسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت ہو
ھم اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اوسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث المذکور
کان فی ابتداء الاسلام لمصلحة التالیف ثم ورد النهی انتهی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء
اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہوگئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو سلم یہودی
او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قوله وعلیک کما فی الخانیة اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام
کرے تو اوسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں ولیکن وعلیک سے زیادہ نکہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے ھم یعنی جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام
نکہے اسواسطے کہ کافر کبھی مسلمان کو السام علیک کہتا ہے یعنی تجہپر موت ہو اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجہپر پتہر ہے تو جب وعلیک کہا تو
اوسکا قول اوسی پر پڑا [illegible] ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کے
سبب تو کافر ہو جاویگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسی یا استاد تبجیلا کفر کما فی الاشباه اور اگر مجوسی کو کہا یا استاد تعظیم کی راہ
سے تو کافر ہو جاویگا چنانچہ اشباہ میں ہے وفیها لو قال للذمی اطال الله بقاءك ان نوى بقلبه لعله یسلم او یؤدی الجزیة ذلیلا فلا باس به
اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا کہ حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہہ نیت کرے کہ شاید دراز زندگی
سے کبھی اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہوکر تو اسکا کچھہ مضائقہ نہیں ھم یہہ جو ہندوستانی فصحاء کے نوکر عرائض میں انکو دام اقبالہ
لکھتے ہیں سو حرام ہے اسلئے کہ کفار کی خیرخواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دلمیں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہہ نیت کون کرتا
ہے ولا یجب رد سلام السائل لانه لیس للتحیة ولا من یسلم وقت الخطبة خانیة اور بھیکہ مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں کذا
فی الخانیة ھم قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہو انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرات قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کیوقت اور اذان
اور اقامت کے حالمیں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عتابیہ میں ہے کہ قول صحیح یہہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے انتہی تنبیہ سوار پیدل کو
اور کہڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے آتا ہو وہ آگے کو سلام کرے اسلئے کہ سلام موضوع ہے اسلئے کہ دل میں ڈالوںکا خوف سلا
ہو جاوے یا ایکدوسرے کا خوف دور ہو یا تواضع کیواسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے تو سلام سے مقصود دو امر ہیں یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ

بلکہ سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کیواسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کیواسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کیواسطے ہے یہ جنیدیہ
قول ہے نووی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب اسکا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے
کہا سلام کرنیوالے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستأذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو
فی فضاء یسلم اولا ثم یتکلم ۔ اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے
پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہ ہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی
اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے
جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہو گا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور اگر یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین
شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے ھم اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا
تو جواب ساقط نہو گا کذا فی تبیین المحارم وشرط فی الرد وجواب العاطس اسماعہ فلو اصم یریہ تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں
اور چھینک کے جواب میں اسکا سننا شرط ہے اور اگر سلام کرنیوالا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اوسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھا دے یعنی تا وہ جانے کہ جواب دیا انتہی
انتہی فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ وقیل لا میں کہتا ہوں اور
مبتغی میں ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے
اسی دلیل سے کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز
وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان فی ظاہر التاتارخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڑھی عورت کی جواب
دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاتارخانیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم
المسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہئے ھم یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک
نکہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہو اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع
کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی ایسا ہی
کہے اور واو عطف زیادہ کرے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو
جواب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نکرے
وبرکاتہ پر ھم ابن عباس نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور
اور سلام کا جواب اور چھینکنے والے کا جواب دینا فی الفور واجب ہے ھم ظاہرا تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہو گا بلکہ توبہ سے
کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے
غائب کیطرف سے خط بمنزلہ خطاب کے حاضر کیطرف سے ہے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھکے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے
کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لآخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اوسپر پہنچانا سلام واجب ہے یعنی اگر اوسکا سلام نہ پہنچا دیگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں
وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کیطرف سے سلام پہنچاوے تو اوسپر لازم ہے کہ پہنچانے والے کو اول سلام کا جواب
دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیکم وعلیہ السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ
کاکل او شرعا کمصلی وقارئ ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ

نہین جیسے کہ وہ شخص سلام کرنا اوسپر جو حقیقۃً جواب نہین دیسکتا چنانچہ کہا نیوالا یعنی جسکے مُنہ مین لقمہ ہے اور وہ چبارہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعاً
چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قران خوان اور اگر ان تینونکو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہیٰ ما فی المبتغی و قد قدمنا فی باب
ما یفسد الصلوٰۃ کراھتہ فی نیف و عشرین موضعًا وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب مین ہم مقدم ذکر کر چکے ہین
کراہت سلام کرنیکے بیس اور چند مقام ہین اور یہہ کہ واجب نہین جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنے اگر سلام کے میم کو جزم کیساتھہ کہے تنوین اور
ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہین اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہین کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہراً عوام جو اعراب
سے واقف نہین وہ اس سے مستثنیٰ ہین ولو دخل و لم یر احدًا یقول السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان مین داخل ہوا اور کسیکو
نہ دیکھے تو یون کہو السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنی ہمپر سلام ہو اور حق تعالےٰ کے نیک بندونپر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہین جو سلام
کرنیوالے کیساتھہ ہین اور حاضرین جن تمام انبیا ہین کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے ہین چاہیے **فرع** مسئلہ محققہ شارع کا تکرر اعطاء سائل المسجد
الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار و متن مواہب الرحمن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوٰۃ فمدحہ اللہ بقولہ و یؤتون
الزکوٰۃ وھم راکعون مسجد مین سوال کرنے والیکو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگونکی گردنون پر قدم اوٹہاکر نہ پھاندتا ہو تو اوسکو دینا بقول مختار مکروہ
نہین کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز مین خیرات دی تہی حق تعالی نے قران مجید مین یون اونکی
مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہین اور حالانکہ رکوع مین ہوتے ہین ہم یعنی وہ نماز مسجد مین تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز مین جو افضل اعمال ہے تصدق
درست ہوا تو مسجد مین بطریق اولے درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہی کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ
عبد اللہ و عبد الرحمن دوسترین اسماء حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ہم مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ
مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن سخاوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً حتی کہ
عبد الرحمن سے بھی اور ان دونو نامون کے بعد محمد افضل ہے پہر احمد پہر ابراہیم انتہیٰ قول السخاوی طبرانی مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب الاسماء
الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب نامون مین پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہین جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی الطحطاوی وجاز
التسمیۃ بعلی و رشید و غیرھما من الاسماء المشترکۃ و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولی
لان العوام یصغرونھا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمیکا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا اور ان اسماء جو مشترک ہین خالق اور
مخلوق مین اونکا تسمیہ بھی درست ہو اور ہمارے حق مین اسماء مذکورہ سے اوسکے غیر معانی مراد ہوتے ہین جو حق تعالی کے حق مین مراد ہوتے ہین لیکن انکے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ مین
بہتر ہے اسلئے کہ عوام لوگ پکارنیکے وقت اسماء صمد وغیرہ کو حقیر کرکے پکارتے ہین کذا فی السراجیۃ ہم مثلاً علی حق تعالی کے حق مین بمعنی عالی رتبہ ہے ہر شیئی سے
اور آدمی کے حق مین عالی رتبہ ہو اپنے ہمسرون سے اور رشید حق تعالی کے حق مین بمعنی موصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق مین تقرب الی اللہ
حاصل کرنیوالا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمدًا لا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
تسموا باسمی و لا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اوسکی کنیت ابو القاسم سے
رکھنے مین کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ یہہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نرکھو البتہ منسوخ ہی اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند
محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ہم سبب کراہت کا یہہ تہا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پہر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم انکی طرف
التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو پکارا نہ تمکو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ و ان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہہ
مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہیٰ ما فی السراجیۃ بلفظہ ہم چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ
پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھہ خطاب کرنا چاہیے نام لینے مین ظاہراً ترک ادب ہے حدیث مین وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسیکے واسطے امر ہوتا

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا و فیہا یکرہ الکلام فی المسجد و خلف الجنازۃ و فی الخلاء و فی حالۃ الجماع و زاد ابو اللیث فی
البستان و عند قراءۃ القرآن و زاد فی الملتقی تبعا للمختار و عند التذکیر فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدا اور سراجیہ میں
ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلاء میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا
ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کیوقت اور ملتقی میں باتباع مختار اتنا اور زیادہ کیا ہے اور وعظ اور تذکیر کیوقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان
ہے قرآن پڑھنے کیوقت اوس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ہم یعنی جب کلام مباح وعظ کیوقت مکروہ ہوا تو غنا و تحریم وعظ کیوقت ظلم
علی ظلم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تہا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نکرے مگر امر خیر میں
اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نکرے تا طلوع آفتاب العربیۃ تفضل علی سائر الالسن و ہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا او علم
غیرہ فہو ماجور و فی الحدیث احب العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ عربی یعنی عربی زبان افضل ہے باقی زبانوں
سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اوسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ
میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ہم جامع صغیر میں اخرجہ بسندہ جمع امر حاضر سے حاکم نے اس
کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بیہقی روایت ہے کہ حفظونی فی العرب لثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث
کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علحدہ کتاب تصنیف کی ہے از انجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان و بغضہم
نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان سے ہے اور عداوت اونکی نفاق سے ہے اور ابو الشیخ نے ابوہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور اونکے
باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور اونکا فنا ہوجانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی و فیہا تطیین القبور لا یکرہ فی
المختار و قیل یکرہ و قال البزدوی لو احتیج للکتابۃ کیلا یذہب الاثر و لا یمتہن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی باب الوصیۃ للاقارب و فی
الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبر پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی
حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہیں اوسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اوسکو باب الجنائز
میں پہلے ذکر کر چکے ہیں **فائدہ** زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جسطرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے
زیارت کرتا تہا اوسیطرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گہر میں دو رکعت نماز پڑہے ہر رکعت میں فاتحہ
اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑہے اور اوسکا ثواب میت کو بخشے حق تعالی قبر کو نورانی کریگا اور بخشنے والے کو بہت ثواب ہوگا پہر
قبرستان کیطرف چلے اور راہ میں بیہودہ مشغول نہو جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کہڑا ہو اور یوں کہے السلام علیکم یا اہل القبور
یغفر اللہ لنا و لکم انتم سلفنا و نحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہوکر دعا
کرے پہر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت و الہکم التکاثر پڑہے قرآن پڑہنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑہنا مکروہ نہیں اور زیارت
کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب تک پنجشنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح
متبرک راتوں میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح از منہ متبرکہ میں چنانچہ عشرہ ذی الحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کیوقت
سورہ اخلاص سات بار پڑہنا مستحب ہے مجکو یہ بات پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑہے اگر میت غیر مغفور ہے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑہنے والے
کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہوجاتی
ہے قبر پر بیٹہنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے
چومنے میں مضائقہ نہیں پہولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پہولوں کی قیمت کو خیرات کردے تو بہتر ہے اور اقتباس شمع قبروں کی طرف بدعت ہے الکل

سے عالمگیریہ یکرہ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش لا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض
خیر لکم من ظہرہا فلا یکرہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑجانیکے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا
سے آرزو کرنا مکروہ ہے نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اوسکی پیٹھ سے کذا فی الملتقط یعنی ایام فتنہ میں مرجانی
سے بہتر ہو لا باس بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت و
زمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما
قال وقد صححوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال
لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اوسیطرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کیطرف منسوب کر کے اور موتی پر
طرسوسی نے باقی پتھر انکو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرسوسی سے یہہ نزاع کیا ہی کہ اسکی حلت میں نقل صریح چاہیئے یعنی غیر مجتہد کا
قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہی میں کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام
کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہی مصنف نے کہا اور البتہ علما نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے سو کافی
میں یون مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہی ہمارے دیار کے رواج سے تو اوسیکا فتوی دینا چاہیئے پھر مصنف نے کہا اور بموجب اوسکی تو مذہب میں
موتی اور اوسکی مانند اور پتھرون کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردون پر اسواسطے کہ وہ عورتونکا زیور ہے ویکرہ للولی الباس الخلخال والسوار للصبی
اور ولی کو پہنانا کڑی اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ یہہ عورت کا زیور ہی کذا فی الملتقط اور اسیطرح ہاتھہ پاؤن کڑی اور جوشن اور گھونگرو لڑکون کو
پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا
فی الملتقط ہم ظاہرا طفل سے مذکر مراد ہو ملتقط کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہو لا باس ان یثقب اذن الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھی بلا انکار انتہی تو اس میں چھیدنا ان لڑکیون کیواسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وہل
یجوز الخزام فی الانف لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھید کر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم طحطاوی نے کہا میں کہتا ہون اگر
نتھنی کو زینت کیواسطے عورتین پہنتی ہون چنانچہ بعضی بلاد میں رائج ہے تو ان ملکون میں ناک چھیدنا نتھنی کیواسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست
ہے بالیون کیواسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک شرح اور مرد اور عورت
کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب او فضۃ ولا باس
بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ میں یون کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں
زین اور لگام اور دمچی کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے ہم ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ
لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ویتنزہ
منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشیء لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہی سو بکر نے کہا کہ مجکو زید نے اوسکے بیچنے کا وکیل کیا ہے تو عمرو کو اوسکی
خرید اور قربت کرنا درست ہی بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اوسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اوسکی کذب
کا گمان غالب ہو تو اوسکی قولکو قبول نکرے اور نیز اوس سے پرہیز کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اوسکی خبر نکرے کہ یہہ چیز غیر شخص کی ہے تو اوسکی خرید کرنے میں
قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امراتک جیسے حلال ہے قربت اوس عورت کی جو
مرد کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتون نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہی یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہی در صورت عدم معارض وحل نکاح
من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان اعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت

بِاَمرٍ مُحتَمِلٍ فَاِن ثِقَةً اَو وَقَعَ فِي قَلبِهِ صِدقُهَا لَا بَاسَ بِتَزَوُّجِهَا وَاِن بِاَمرٍ مُستَنكَرٍ لَا مَالَم يَستَفسِرهَا اور حلال سے نکاح کر لینا اوس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میری زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اوسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ ترے دلمین اوسکی راستی واقع ہو جاوے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دی امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا تیرے دلمین اوسکی راستی چہپا ہو تو اوسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اوسکے نکاح پر جرأت نکرے جبتک کے اوسکا حال دریافت نکرلے لوگون سے ہم امر مستنکر جیسا کہ عورت نے اکیلے دوسرے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تہا یا میرا زوج مسلمان نہ تہا تو دوسرے مرد کو اوسکا قول مان لینا درست نہین اور نہ اوسکی ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریہ اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہو گئی تو اوسکو اوسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعض علما کے نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کی حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی —

فروع مسائل متفرقہ شارح کی کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ان حنیفۃ مستفتی نے لکہا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکہے ہم یہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کا بالعکس اسکی اور اسکی بنا اوپر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہہ ہے کہ تقلید مفضول کی بہی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد کو نجات پاتا ہی ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع مین اور اوسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی بلیٰ یکتب لا یصدق قضاءً لیقضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی لکہے کہ یہہ امر دیانۃً درست ہے یعنی فیما بینہ و بین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہہ بہی مفتی کو لکہنا چاہیے اور اوسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اوسکی حانث ہونے کا ہم شاید کہ یہہ بسبیل اولویت کے ہے ولا قضا قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقراٰن ولا اذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑہنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جائین ہم منح الغفار مین اسی قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلئے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ لہ و لمستمعہ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاوے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اوسکی سماعت کرنیوالیکو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لسکوتہ فحسن لا لقراءۃ یخشی علیہ الکفر اور مستمع کا یون کہنا قاری مرجع کو یعنی ترجیع کنندہ کو کیا خوب کیا تونے تو اگر اوسکی چپ رہنے کیواسطے یہہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قراءت محرمہ کیواسطے کہا تو اوسپر کفر کا خوف ہے ہم وجہ خوف کفر یہہ ہے کہ حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد الثلثۃ حرام لقہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کیواسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنیکے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کیواسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاریٰ وعظ اور درس کہنا منبر وغیرہ پر عبرت کی اور اپنی پند پذیری کیواسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی گمراہی سے ہے ہم اسکی طرف اشارہ ہے قرآن مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنیٰ الایہ قراۃ القراٰن بالقراءۃ معروفۃ وشاذۃ بدفعۃ واحدۃ مکروہ کذا فی الحاوی القدسی قرآن پڑہنا مشہور اور غیر مشہور قراءت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی مین ہے ہم قراءت عشرہ سے زیادہ قراءت شاذہ غیر مشہورہ ہے اور جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑہنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قراءت پڑہنا

بطریق ادب کے مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوٰۃ و
السلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالون اور داڑھی مین اگرچہ خضاب کرے
سوای جہاد کے قول اصح مین اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہین کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضون نے کہا
مکروہ نہین کذا فی مجمع الفتاوی اور یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین ہم ہاتھہ پانون مین مہندی کا خضاب نکرے عورتون کی مشابہت کے
سبب سے بالون کا خضاب درست ہو اگرچہ زینت اور جوارے کے پسند آنیکے واسطے کرے ابو یوسف سے روایت ہے کہ جیسے مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری
عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورتکو میری آرائش پسند آتی ہے (عورتون اسیطرح ہوگا) اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے
کذا فی الملتقط حینا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث مین وارد ہے لیکن کتم مین اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو
خضاب کے ساتھہ بوتی جاتی ہے سو ہم نے اپنے استاد دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنی ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری مین علقمہ سے روایت ہے کہ
جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تہا تو ریش مبارک مین وسمہ کا خضاب تہا تو معلوم ہوا کہ اور اور وہ سیاہی مکروہ ہے نہ
وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا باس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو
احسن کما فی الانبیاء وہ کتابین جنسے فائدہ حاصل نہین ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اونسے حق تعالی اور اوسکے فرشتون اور اوسکے رسولون کا نام
مٹایا جاوے اور باقی جلا دی جائین اور بہتے پانی مین اوسیطرح بلا محو اسماء مقدسہ اونکا ڈالنا درست ہے یا زمین مین دفن کردی جائین اور دفن کرنا
جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیاء علیہم السلام کو دفن کرتے ہین بعد موت کے القصص المکروہ ان یحدثہم بما لیس لہ اصل معروف
او یعظہم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص یعنی فی اصلہ اما التزین بالعبارات اللطیفۃ المرققۃ والشرح لفوائدہ فذلک حسن
وعظ مین مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگون سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھہ اصل مشہور اور معلوم نہین اہل روایت کے نزدیک یا اونکو اوس چیز کی
نصیحت کرے جسپر خود عمل نہ کرتا یا اصل قصہ اور مطلب مین کچھہ زیادہ کردے یا کم کردے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتون لطیف دلنرم کرنیوالیون
سے اور شرح کردینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ تو بہتر ہے ہم اکثر جاہل واعظین یا دنیا پرست اور مرتبہ کے چاہنے والونکی عادت ہے کہ حکایات
کاذبہ اور روایات موضوعہ جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھہ اصل نہین مزید رقت اور گرمی محفل کیواسطے بیان کرتے ہین یا کمی بیشی کردیتے ہین سو معلوم
ہوا کہ درست نہین مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی مین یا امور بعض عالم کے بیان مین اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہین والافضل مشارکۃ اہل محلۃ
فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا ظلم من تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعط من عجز اور شارکت اپنے اہل محلہ کی اوس مال کے دینے
مین جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے مین اکثر نوائب ظلم ہین سو جو شخص کہ اوسکو دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور
اگر دیوے تو عاجز ہونے کے سبب دیا چاہیئے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نال سکے عاجز ہوتب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اوس وقت درست ہے جبکہ اوسکا
حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری مین قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق تصور باندہا گیا تو اوسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ
باقی لوگون پر اوسکا حصہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نکرے یعنی دینے مین اہل محلہ کے شریک ہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق
ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہین کہ اپنے حق کی غیر جنس لے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے
جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق مین ہم یعنی اگر مثلا ایک شخص کے دوسرے پر گیہون قرض ہین اور اوس سے وصول نہین اور وہ
اوسکے جو یا چاول پاوے تو اوسکو (بعوض لینا) لینا درست نہین اسواسطے کہ اوسکی ہم جنس نہین غیر جنس ہین مجتبی مین ہے کہ درہم اور دینار ایک جنس ہین تو
اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعہا فاشتری ببعضہا واخذ بعضہا لہ ذلک لانہ تملیک
من الاباء معلم نے لڑکون سے فرش مکتب کی چٹائیون کیواسطے مثلا پیسے طلب کئے سو جمع کی تحصیل کرکے پہر کچھہ پیسون سے چٹائیان خرید کین اور

کچھ پیسے آپ لئے تو اوسکو یہہ درست ہے اسواسطے کہ اسطرحکا دینا اوسکو نیکے باپون کیساتھ تملیک ہے معلم کو ھ طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اسلئے
کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے خرید مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہے لا بأس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ
کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ھ مجتبے مین ہے
مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہے کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت
دوسری کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہراً کراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی
کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد مالا قیمۃ لہ لا بأس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اوس
سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وھو غنی تصدق بہا اور اگر اوس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانیوالا غنی ہے اور
مالک معلوم نہین تو اوسکو خیرات کر دے لا بأس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للبلوی کچھ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اوس کوٹھڑی [illegible]
جسمین مصحف رکھا ہے یہہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ھ مجتبی مین اسیطرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین قید مذکور ہے کہ [illegible] مستور ہو اور
اگر اولویت پر عمل کیجیے تو منافات زائل ہو جاوے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ھذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او
دنیوی لا بد لہا منہ فلا بأس مسلمان عورت زین پر سوار نہ ہو بسبب نہی حدیث کے یہہ عدم جواز اوس وقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے
اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اوسکو واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ھ
حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج تغنی بالقرآن ولم یخرج بالالحان عن قدر ما ھو صحیح فی العربیۃ یحسن قرآن
پڑھنا خوش آواز سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اوس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہے ھ قرآن مین خوش آوازی وہان تک
درست ہے جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور راگنی کو دخل نہو یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات
مین تغیر ہو جاتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن
کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع والغروب اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کیوقت ھ فتاوی عالمگیری مین [illegible]
سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے
اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کیوقت قرأت مستحب نہین
ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لا بأس للامام عقیب الصلوۃ بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل
مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا امن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا انکا افضل ہے قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ
جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہے ہمارے
استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ھ فتاوی عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل
واقع ہے یعنی اگر اوس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض
اور سنت مین سوا اللہم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نچاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض رشوت مملوک نہین ہو جاتی قبضہ
کرنے سے راشی کے یعنی راشی کو اوسکا پھیر لینا درست ہے ھ اگر حاکم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کر دے تو
رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اوسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کاربرآری سے پہلے
اوسکے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردون کے تحفہ قبول
کرنے مین اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عن النتف لا بأس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی

سلیے اپنے دین پر خوف کرے ھ یا اپنا حق حاصل کرے کو رشوت دی تو یہہ دینے والیکے حق میں رشوت نہیں محیط برہانی میں ہے اگر مرد ایک گانون
میں رہتا ہے اور اوسمیں ظالم ہے اور یہہ مرد اوس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہو دفع ظلم کیواسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المؤلفۃ من الصدقات دلیلا علی مثل ہذا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعرونکو اور جسکی
زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اوسکو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل
ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ھ مؤلفۃ القلوب روساء کفار سے تھے جنکو زکوۃ کا حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمع
اھل المحلۃ للامام شیئا اہل محلہ نے کچھ قوت یا درہم امام کیواسطے جمع کر دیا تو یہہ بہتر ہے ھ امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہے بسبیل صلہ
ومن السحت ما یؤخذ علی کل مباح کالملح والکلاء والماء والمعادن اور حرام مال ہے وہ مال جو مباح چیز پر لیا جاوے جیسا نمک اور گھاس اور
پانی اور کہانین ھ اشیاء مذکورہ اصل میں مباح ہیں سب آدمی اوسمیں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلا اوسکی کہان سے اٹھالاوے تو وہ اوسکا مالک
ہوجاتا ہے تو اب اوسکو بیچنا درست ہے وما یاخذہ غازی بغزوہ وشاعر بشعرہ ومسخرۃ وحکواتی قال تعالی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث
اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسکو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرا اور حکواتی لیتا ہے فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہے
جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بات خرید کرتا ہے ھ مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غفلت
میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں اوتری وہ سوداگری کو ملک
عجم میں جاتا وہانسے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تمسے رستم و اسفندیار
وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافر اوسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہہ آیت اوتری واجرۃ السمسار والمغنی والقواد والکاہن
والمقامر والنائحۃ والواشمۃ وفروعہ کثیرۃ اور حرام ہے وہ مال جسکو باجون کے بجانیوالے لیتے ہیں اور قواد اور غیبی خبر بتانے والا اور قمار باز اور
عورت نیل سے بدن کی گودنے والی لیتے ہیں اور مال حرام کی فروع اور شاخیں بہت ہیں ھ ازانجملہ اجرۃ الواشرۃ یعنی اوس عورت کی اجرت جو
دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کردے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہوکر کچھ مال لے اور جو وہ شخص بیچ صلح کر کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن
اور جو مال کہ جانورونکی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندے کے کہال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط کرکے حجام یعنی پچھنے لگانیوالے
کی اجرت یہہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحطاوی قیل لہ یا خبیث ونحوہ جاز لہ الرد فی کل شتیمۃ لا توجب الحد وترکہ افضل کسی نے کسیکو کہا یا
خبیث اور مانند اسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو یہی کہنا اوس گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اسکا افضل یعنی صبر
افضل ہے جواب دینے سے کرہ قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم حتی انظر فانہا نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے
سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اوسکا یون کہنا کہ دیکھا چاہیے کروہ ہے اسواسطے کہ یہہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہے ھ یعنی یہہ منافقین کا
طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یون جواب دینا بہتر ہے کہ ہان میں روزہ دار ہوں اسواسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں کذا فی
الطحطاوی من لہ اطفال ومال قلیل لا یوصی نفل جس شخص کے چہوٹے لڑکے ہوں اور تہوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نکرے ھ لیکن اگر مریض
پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کرادیں مگر یہہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہہ جو حدیث ہے کہ
اپنے بیمارون سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستونکو جمع کرے اور حمد الہی بجا لاوے اور لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پہر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کروگے میرے
بعد پہر اونکو ایمان کی وصیت کرے اور اونسے کہے کہ نمرنا مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹونکو وصیت کی تہی پہر اسکے بعد
جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبی یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اوسپر ہوں اونکی وصیت کرنا چاہیئے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے کہ خا

صحیح مین وارد ہے کہ مسلمانکو چاہیئے کہ تین دن سے زیادہ وصیت مین تاخیر نکرے ﴿ مرضٍ صلی ﴾ اونصدّق یُراءِی الناس لایُعاقب بِتلکَ الصّلوۃ
ولایُثاب بِھا قیل ھذا فی الفرائض وعمّمہ الزاھدی للنوافل لقولھم الرّیاء لایدخل الفرائض جو شخص نماز پڑہتا ہو یا نکوتہ اور خیرات دیتا ہو
لوگون کے دکہانے کیواسطے تو ایسی نماز ریا کی کے سبب سے اوسپر عذاب نہوگا اور نہ اوسکو اسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہہ عدم عقاب اور ثواب بعض
مین ہے نوافل مین نہو ریا ہی شے یہ پسکو نوافل کیواسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قولکی دلیل سے کہ ریا فرائض مین داخل نہین ہوتا ھم شارح کو لیونا
کہنا بہتر تھا وخصّصہ الزاھدی بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین یون ہے ولکن نقض فی الواقعات انّ الریا لایدخل الفرائض تسعین النوافل
تھے تو اسصورت مین تعلیل ظاہر ہے اور تعمیم مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی غزلُ الرجل علی ھیئۃ غزل المرأۃ یُکرہ سوت کاتنا مرد کا عورت کی
ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنے اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورتکو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین اوسپر لعنت وارد ہے
یُکرہ للمرأۃ سُؤرُ الرّجل وسؤرُھا لہ عورتکو مرد کا جھوٹھا اور مرد کو عورت کا جھوٹھا مکروہ ہے ھم مراد جھوٹھا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہہ کراہت
درصورت تلذذ دیکھنے کے ہے والا ظاہر اکراہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی ولہ ضرب زوجۃ علی ترک الصّلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے
مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنابر ظاہر مذہب کے ھم اور اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبی لایجب علی الزوج
تطلیقُ الفاجرۃ زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کوشامل ہے لایجوز الوضوء من الحیاض المُعدّۃ للشرب
فی الصحیح جائز نہین وضو کرنا ان حوضون سے جو پینے کیواسطے بنائے گئے ہین قول صحیح مین ھم لیکن وضو کے حوضون سے پینا درست ہے ویُمنع من
الوضوء منہ وفیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا منع کیا جاوے وحملُہ لاھلہ ان مأذونًا بہ جاز والا لا اور
حوض سے پانی لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کیواسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی تو درست ہے اور نہین تو جائز نہین الکذبُ مُباحٌ لاحیاء حقہ
ودفع الظلم عن نفسہ والمرادُ التعریضُ لانّ عینَ الکذب حرامٌ قال وھو الحق قال تعالی قُتل الخرّاصون الکلّ من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے
ظاہر کرنے کیواسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کیواسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے
صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کئے گئے یہہ سب مسائل یعنے
مسئلہ محو کتب غیر مستعملہ سے یہانتک مجتبی سے منقول ہین وفی الوھبانیۃ قال ہ وللصّلح جاز الکذبُ اودفع ظالم +او اھل لترضی والقتال
لیلطف اور وہبانیہ مین کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تاوہ راضی رہے
وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو ھم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض مراد ہے نہ کذب خالص ہ ویُکرہ فی الحمام
تغمیز خادم + ومن شاءَ تنویرًا فقالوا ابتغ ہ اور حمام مین خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ
اپنے ہاتھ سے نورہ لگا دے ھم کپڑے پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کرانا حمام مین جیسا کہ
جاہلون کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ہ ویَفسُق معتادُ المرور بجامعٍ + ومن علّم الاطفال فیہ ویُوزَرُ اور عادت کرنے
والا مرور جامع مسجد فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ اوسمین لڑکے پڑہاوے اور وہ گنہگار ہے ھم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے
نہین کہا ان اوسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہوسکتی ہے کہ جب اوسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ہ ومن قام اجلال
لشخص فجائزٌ + وفی غیر اھل العلم بعض یعزّرُ اور جو کہڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو جائز ہے اور بعضے علما غیر اہل علم
اسکو ثابت رکہتے ہین ھم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین اور بعضون کے نزدیک
قیام اہل علم کیواسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ مین ہے ہ ویجوز نقل المیت البعض مطلقًا + وعن بعضھم ما فوق میلین یحظر اور بعضون نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین ھم طرسوسی نے ذکر

کیا کہ میت کو اٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز
نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ و میت نے اسکی وصیت کی
ہو یا نکی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہرا طرسوسی کا کلام حق ہے ف
وللزوجة التسمين لا فوق شبعها۔ ومن ذكرها التعويذ للحب للخطر۔ اور زوجہ کو اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کہا کر درست ہی بشرطیکہ آسودگی
سے زیادہ نکہاوے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کیواسطے ممنوع ہے م تسمین زوجہ بشرط قدر رضامندی زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایکعورت
آیات تعویذ لکھواتی ہے تا اوسکا زوج اوسکو چاہے اور اوسکی طرف سو نفرت چھوڑ دے جامع صغیر میں ذکر کیا ہی کہ یہہ حرام ہے حلال نہیں انتہی ابن وہبان
نے توجیہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ایک طرحکا یہہ بھی سحر ہی اور سحر حرام ہے ف ويكره ان تسقى لاسقاط حملها۔ وجاز لعذر حيث لا يتصور
اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کیواسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہی جبکہ حمل کی صورت نہ بنگئی ہو م حمل کا گرانا بلا عذر مباح
نہیں اور عذر سے درست ہی بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہہ ہی کہ مثلا عورت لڑکے کو دودہ پلاتی ہے اور حمل رہنے سو دودہ جاتا رہا اور اوسکے
زوج کو دایہ رکہنے کی قدرت نہیں ہے اور ہلاکی طفل کا خوف ہی تو اسصورت مین حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہی جبتک حمل مضغہ یا علقہ ہو اعضا نبنگئے
ہون ف وان اسقطت ميتا ففي السقط غرة لوالده من عاقلة الام مختص۔ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت
کی باپ کیواسطے ماکی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے م غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچسو درم سے ہے جو ایکسال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہو
تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پہر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو
عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے کذا فی الطحطاوی ف وفي يوم عاشوراء يكره كحلهم ولا باس بالمعتاد خلطا وتبنا۔ در روز عاشورا یعنی محرم
کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچہہ مضائقہ نہیں خلط اطعمہ کی عادت مین اور ثواب ہی ف وبعضهم المختار في الكل جائز لفعل رسول الله
فهو المتبرك۔ اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب تو وہی متبرک ہے م
وجہ کراہت سرمہ یہہ ہے کہ علامت ہی دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ کے خون سے سرمہ لگایا تہا اور دوسری
روایت یہہ ہی کہ اثمد کا سرمہ لگایا تہا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خلط اطعمہ میں یوم عاشورا کو ہی اثر قوی وارد نہین لیکن اوسمین مضائقہ نہین بدلیل
حدیث من وسع على عياله وسع الله عليه سائر سنته تو لوگون نے اسے ہی وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی م شرح الوہبانیہ سفر السعادت
فیروزآبادی میں ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہی اور سائر احادیث فضل عاشورا در فضل صلوۃ و انفاق و خضاب و ادہان و اکتحال و طبخ حبوب و غیر ذلک (تیل لگانا) (غلون کا پکانا)
مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہی کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہی شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح
صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشورا بوقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم و رفع ادریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور اوترنا
نوح کا کشتی سے اور اوترنا توریت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک
موضوع اور باطل ہین تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہوسکتا ہی حافظ زین الدین عراقی نے اپنے امالی مین طریق
بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع على عياله واهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته اور کہا ہی کہ یہہ حدیث ضعیف ہی ولیکن بعضون کے
نزدیک حسن ہے اور دوسری طریق سی بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل حق واحق محرر مین ہی کہ اہل سنت کا طریقہ یہہ ہے کہ اوس روز مین بدعات روافض سے
چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کرین اسیطرح بدعات نواصب دشمنان اہلبیت سی پرہیز کرین چنانچہ اوس دن عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرایش
کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہی نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں اماموں سے
اور نہ کسی کتاب معتبر مین وارد ہی انتہی مافی صراط المستقیم مختصرا ف وضرب عبيد النبي جائز بامره + وما جاز في الاحرار ولا الاب بامره اور غیر کے

تمام ہونیکو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں اجارہ کا مارنا اگرچہ اوسپر کرے اپنے طفل کے مارنیکا ھ لیکن معلم کا مارنا جبکہ بدہ جوئی سے مصلحت
کے سبب سے غیر نیک اوسنے کہا ضمیرکو یا تحت ہادی ہے یہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اوسپر تین سے جبکہ قاضی عادل
ہوا اور حجت لزمہ کا ثبوت بھی ہو گیا ہو اور اس زمانے میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی الملتقط ۹ و الثواب من تعلم القرآن
استیتا علیہ وقالوا ثواب المعلم الطفل اکثر اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت مین زیادہ تر ثواب ہے اور علمانے کہا ہے کہ طفل کا ثواب
طفل ہی کیواسطے مخصوص ہے ھ استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات فعل کا طفل
ہی کو ثواب ہے اور اوسکے باپ کو تعلیم کا ثواب ہو ۔ و تعلم باقی الذکر اولی من الصلوٰۃ نفلاً ودرس العلم اولی و انظر + اور سیکھنا باقی قرآن
کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم متفرق کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ھ اسواسطے کہ تعلم جمیع قرآن فرض کفایہ
ہے اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل
ہے اوس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے ۔ وکرھوا قول واللہ اعلم ونحوہ لاعلام ختم الدرس حین یقرء اور البتہ فقیہون نے
مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اوسکے جیسے ختم درس کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے وقت مقرر کرنے کو ھ وجہ کراہت یہہ ہے
کہ اوسنے اس لفظ کو نہ محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسیطرح اگر ایک شخص محفل مین آیا اور اوسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اوسکے
آنے سے خبردار ہوں اور اوسکے لائق بیٹھنے کی جگہہ دین اور تعظیم کرین یا چوکیدار یون کہے کہ لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تا لوگ اوسکے جاگنے کو جانین
ہے آگاہ ہوں تو یہہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی
الطحطاوی **فائدہ** طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی مین گفتگو کرنے لگے کہ اب اوسمین سے کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے
کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالی اونہیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندون مین اول تجارت بشرط صدق ورستگوئی ۲ اجارہ بشرط خیرخواہی کا
۳ ہدیہ اور تحفہ برادر مسلم کا ۴ میراث اصل طیب ہو یعنی جسے مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ مین پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو
۶ خمس غنیمت کا جبکہ عمال اور الصاعت ہو اوسکی قسمت ہوتی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء
موات تو طرسوسی نے کہا کہ مسلمانپر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امورسے مقدم ہے واللہ اعلم
واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل مین ھ موات بفتح وضم میم بروزن
حیات وفات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین غیر مزروعہ زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران
زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اوس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے ۔ لعل مناسبتہ ان فیہ ما یکرہ ولا یکرہ شاید کہ مناسبت اس
کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہہ ہو کہ اس کتاب مین وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں ۔ الحیاۃ نوعان حاسۃ ونامیۃ والمراد ھٰہنا
النامیۃ ۔ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہوا اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہان مراد حیات نامیہ ہے کیونکہ
وسمی مواتاً لبطلان الانتفاع بہا ۔ اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اوسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ھ عدم
انتفاع کی وجہ یہہ ہے کہ پانی مین زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہان نہیں یا جنگل ہو گیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع ۔ واحیاؤہ ببناء او غرس
او کرب او سقی ۔ اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے ۔ اذا
احیی مسلم او ذمی ارضاً غیر منتفع بہا ولیست مملوکۃ لمسلم ولا ذمی فلو مملوکۃ لم تکن مواتاً فلو لم یعرف مالکہا فہی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر
مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصہا ان نقصت بالزرع وہی بعیدۃ من القریۃ اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیۃ لا یسمع
بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار وغیرہ جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اوس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا

کتاب احیاء الموات

وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہے گانون سے اسطرح کہ اگر چیخے وہ شخص جو منتہائی آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اوس زمین تک اوسکی آواز نہ سنائی دی تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اوس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ فتاوی وغیرہ مین مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اسکا مالک معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اوسمین بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اوسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اوسیکو پھیر دیجاے اور اوسکے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین مین کچھ نقصان ہو گیا ہو ھ زمین مذکور کا آباد کرنیوالا مالک ہو گا اگر مسلمان ہے تو اوسپر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہو گا اور اگر خراج کے پانی سے اوسکو سینچے گا تو اوسکا اعتبار ہو گا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اهل القرية به وبه قالت الثلثة قلت وهذا ظاهر الرواية وبه يفتى كما فى زكوة الكبرى ذكره القهستاني وكذا فى البرجندي عن المنصورية عن قاضيخان ان الفتوى على قول محمد فالعجب من الشرنبلالي كيف لم يذكر ذلك فليحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اوس زمین کیطرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ منتفع نہوتے ہون خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا مین کہتا ہون اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوۃ مین ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسیطرح برجندی مین ہے منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اونسے اسکو کیون بیان نکیا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ فتاوی قاضیخان مین ہے کہ صحیح تر قول موات مین وہ ہے کہ اگر منتہائی آبادی مین آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہان آواز نہ پہونچے وہ موات ہے اور جہانتک آواز پہونچے وہ آبادی کی نواح سے ہے کہ وہانتک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب مین محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہو گا واللہ اعلم ان اذن له الامام فى ذلك وقالا يملكها بلا اذنه احیاء موات سے مسلم مالک اوسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اوسکو آباد کرنے مین حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ اوسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اوسکے حکم کے بھی وهذا لو مسلما فلو ذميا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اذن جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کے شرط ہے ولو مستأمنا لم يملكها اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنیوالا کافر مستأمن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہو گا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو تركها بعد الاحياء وزرعها غيره فالاول احق بها فى الاصح اور اگر آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنیکے بعد اور غیر شخص نے اوسکو بویا تو پہلا شخص اوسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول مین ولو احيى ارضا ميتة ثم احاط الاحياء بجوانبها الاربعة من اربعة نفر على التعاقب تعين طريق الاول فى الارض الرابعة اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اوسکے چارون طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصون کے آباد کرنے سے علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنیوالے کی راہ چوتھی زمین مین متعین ہو گی ھ اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اوسکی راہ مقرر کرنے مین ہر طرف سے اوسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ مین چارون شخصون نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ ومن حجر ارضا اى منع غيره منها بوضع علامة من حجر او غيره ثم اهملها ثلث سنين دفعت الى غيره وقبلها هو احق بها وان لم يملكها لانه انما يملكها بالاحياء والتعمير لا بمجرد التحجير اور جو شخص روکدا لا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہان سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اوسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاویگی آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اوسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اوسکا مالک نہین ہو گیا اسواسطے کہ آدمی اوسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روکدا لنے سے ولو كربها او ضرب عليها المسناة او شق لها نهرا او بذرها فهو احياء مبسوط اور اگر ویران زمین کو جوتا یا اوسپر بان باندہا سیلاب روکنے کو یا اوسکے واسطے نہر کہود دی یا اوسمین بیج ڈالا تو وہ اوسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط ھ مسناة بضم میم و تشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کیواسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب مین اور مصباح اللغات مین ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہین کذا فی الطحطاوی اور قاموس مین مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

سند دیتے ہیں ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لھم ومطرحا لحصائدھم لتعلق حقھم بہ فلم یکن مواتا ولذا لو کان
اور جائز نہیں آباد کرنا اوس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اوسکو چھوڑنا چاہیے لوگونکی چراگاہ کیواسطے اور اونکے کھلیان ڈالنے کیواسطے اسلیے کہ
لوگون کے حق اوس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہیں جہان لوگ لکڑیان اور ایندھن کہتے ہون و
اعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاھرۃ وھی ما کان جوھرھا الذی اودعہ اللہ فی جواھر الارض بارزا کمعادن
الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کرو کہ بادشاہ کو جائز نہیں ہے کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمانون کے بے پرواہ نہیں ظاہر کھانون سے اور ظاہر
کھان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا ہو جیسا کہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی
کھانیں ہیں قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشمون سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ میں ملا جاتا ہے اور نفط کمان وغیرہ
میں استحکام کیواسطے ملی جاتی ہے ولا الابار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور جیسا کہ وہ کنوئیں جو کسیکی ملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش
کرنے سے دفع المستنبط بالسعی کالقنی والماء المحرز فی الظرف فانہ ملک المحرز والمستنبط وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا جیسا کہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو بھر کہا
گیا برتن میں سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ سب مسلمان شریک ہیں
تین چیز میں پانی اور گھاس اور آگ میں هم قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز کاریز وہ نہر جو زمین کے اندر اندر کھودی جا
التی یستقی منھا الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی جیسا کہ وہ کنوئیں جنسے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی یعنی
وہ کنوئیں کہ کسیکی ملوک نہیں ہو وسطہ استنباط اور سعی کے هم عہ مولف کا مضمون مکرر ہو گیا اور اسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ھذہ
المعادن الظاھرۃ لم یکن لاقطاعھا حکم فلا المقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اوسکو عطا کا حکم
جاری نہ ہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعھم المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا
بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم الاملاک المستقرۃ کذا ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالتہ فی احکام
اجارۃ اقطاع الجند ہے پھر اگر لوگون کو نمک وغیرہ کے لینے سے منع کیا اوس شخص نے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنیکے سبب سے متعدی ظالم
ٹھہریگا اور جو چیز کھان سے لیگا اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور بازرکھا جائیگا روکنے سے اور پھیرا جائیگا دوام
عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اوسکے ساتھ حکم املاک مستقرہ کے ہو جائے
ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے هم املاک مستقرہ وہ جو اونکی ملک ہیں کذا
فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وھی التی ینزح الماء منھا بالبعیر کبئر العطن وھی التی ینزح الماء منھا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر
اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرد اگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح
کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹون سے یعنی کھیت سینچنے کیواسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ
اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹون کے پلانیکے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹون کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد و فی
الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیھا انتھی لکن نسبہ القھستانی لمحمد ثم قال ویفتی بقول الامام وعزاہ للتتمۃ ثم
قال وقیل التقدیر فی بئر وعین بما ذکر فی اراضیھم لصلابتھا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للہدایۃ وعزاہ الکبری
للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن
قہستانی نے اس قول کو محمد کیطرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم چالیس گز سے زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تتمہ کیطرف

لیسبب کیا ہو جیسے ہمین کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئین یا چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور بعتبار سابقین کی اراضی مین تھی بسبب سخت ہونے اونکی اراضی کے اور
ہماری اراضی مین نرمی ہے تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کنوئین کا پانی دوسرے کنوئین مین منتقل نہو جاوے اور اسکو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے
اور برجندی نے اس قول کو کافی کیطرف نسبت کیا ہے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تاتارخانیہ اور کبری مین ہے کہ قضا حاکم کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ
امام اور صاحبین دونون کا قول مفتی بہ ہے جو ہمی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا تو تقدیر کا تو مسئلہ مین خلاف معنوی باقی نرہا کذا فی الطحطاوی
ان احتفرها في موات باذن الامام کنوئین کا حریم ۴۰ گز اوس وقت ہے جبکہ کنوئین زمین موات مین سلطان کے حکم سے کہودا ہو فلو في
غير موات او فيه بلا اذن الامام لم يكن له ذلك كذا ذكره المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو یعنی غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات مین
ہو بدون اذن سلطان کے تو اوسکا حکم ایسا نہو گا یعنی ۴۰ گز اوسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وعبارة القهستاني و
فيه تنبيه الى انه لو حفر في ملك الغير لا يستحق الحريم فلو حفر في ملكه فله من الحريم ما شاء والى ان الماء لو غلب على ارض تركها الملاك او ماتوا
او انقرضوا لم يجز احياؤها فلو تركها الماء بحيث لا يعود اليها ولم يكن حريما لعامر جاز احياؤها كما في المضمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہے اور اسمین
یعنی اوسکا ان کے قول مین اشارہ ہے اس طرف کہ اگر کنوان کہودے غیر کی ملک مین یعنی اوسکو اذن نتہی تو وہ مستحق حریم کا نہیں ہے الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی و
تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودا تو اوسکو حریم رکہنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہو گیا زمین پر اور مالکون نے اوسکو چھوڑ
دیا یا وہ مرگئے یا منقرض ہو گئے تو اوس زمین کا آباد کرنا جائز نہیں ہے اگر پانی وہ زمین اسطرح چھوڑ دے کہ پہر اوسکا عود زمین کیطرف نہوگا اور وہ زمین
آبادانی کی حریم نہیں ہے تو اوسکا آباد کرنا درست ہے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہے وللعين خمسمائة ذراع من كل
جانب كما في الحديث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز سے ہر جانب سے چنانچہ حدیث مین ہے ف ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیر عطن کا حریم ۴۰ گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے کذا فی العینی شرح الہدایة
والذراع هو المكسرة وهو ست قبضات وكان ذراع الملك اي ملك الاكاسرة سبع قبضات فكسر منه قبضة اور گز سے مکسر چھوٹا گز مراد ہے
جو چھ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تھا سو اوسمین سے ایک قبضہ بہر کم کر ڈالا گیا ويمنع غيره من الحفر وغيره فيه لانه ملكه فلو حفر فله
ردمه او تضمينه وتمامه في الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جاوے کنوان وغیرہ کہودنے حریم مین اسواسطے کہ حریم تو چشمہ اور کنوئین والے کی ملک ہے تو اگر
غیر شخص حریم کے اندر کنوان کہودیگا تو پہلے شخص کو اوسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے ولو حفر الثاني
بئرا في منتهى حريم البئر الاول باذن الامام فذهب ماء البئر الاول وتحول الى الثانية فلا شيء عليه لانه غير متعد والماء تحت الارض لا يملك
فلا مخاصمة كمن بنى حانوتا بجنب حانوت غيره فكسدت الحانوت الاول بسببه فانه لا شيء عليه درر وزيلعي اور اگر دوسرے شخص نے کنوان کہودا
منتہای حریم مین یعنی ۴۰ گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئین کیطرف منتقل ہو گیا تو حافر ثانی
پر کچھ تاوان اور مواخذہ نہیں اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہے وہ مملوک نہیں تو اوسکے ساتھ کچھ مخاصمت نہیں اوس شخص کی
مانند جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہو گئی جاری نرہی تو اوسپر کچھ مواخذہ
نہین کذا فی الدرر والزیلعی وفيه لو هدم جدار غيره فلصاحبه ان يواخذه بقيمته لا ببناء الجدار هو الصحيح اور زیلعی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے
غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اوسکی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہے نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثاني الحريم من الجوانب
الثلثة دون جانب الاول لسبق ملك الاول فيه اور منتہای حریم کے دوسرے کہودنے والے کا تین طرف سے حریم ہے نہ پہلے کنوئین کیجانب سے اسواسطے
کہ حافر اول کی ملک اوس جانب مین سبقت کر چکی والقناة هي مجرى الماء تحت الارض حريم بقدر ما يصلحه لالقاء الطين ونحوه وعن محمد كالبئر ولو
ظهر الماء فكالعين وفي الاختيار تقديرها براي الامام اي لعدم النص فيه الا فلا ذكره البرجندي اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اوسکا حریم بقدر اوسکے

اعلام کے ہو اندر کی مٹی ڈالنیکو ہوا اور مانند اوسکی اور محمد سے روایت ہے کہ کاریز کا حریم کنوئیں کی مانند ہے تا آنکہ ہو طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول ہے
شیخین کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھوٹ کر ظاہر ہو گیا تو اوسکا حکم چشمہ کی مانند ہے یعنی ۵۰۰ گز اوسکا حریم ہوگا اور اختیار مین کاریز کا حریم سلطان کی
رای پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کہودی گئی ہو اور نہین تو اوسکا کچھہ حریم نہین ایسا ذکر کیا ہو برجندی نے وحریم شجرۃ تغرس فی
الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات مین لگا یا گیا اوسکا حریم پانچ گز ہو ہر طرف سے
تو اور شخص کو جائز نہین کہ اوسمین درخت لگا وے ویلحق ما انحسر عنہ دجلۃ والفرات ان لم یحتمل عودہ الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک حریما لعامر اور جہان دجلہ اور
فرات کا پانی بہنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو ہم دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہو یعنی اگر زمین پر دریا
کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اسطرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ ہو تو وہ زمین موات مین داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان
حریما وجاز عودہ لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا برد حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد
کرنا جائز نہین کیونکہ وہ زمین موات نہین ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہے اوسکا حریم نہین امام کے نزدیک
مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کو واسطے مینڈ کی ملکیت ہو اوسکی آنے جانے
کیو اسطے اور نہر کی مٹی ڈالنیکو واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے بہر جاتی ہو تو اوسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالیجاتی ہو وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو
اوفق وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکافی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے
ہر طرف سے اور یہی قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف نے اوسکی تقدیر بیان کی ہو بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی مین ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف کے
ہے یعنی امام کے نزدیک حریم نہین مگر باقامت شہود اور صاحبین کے نزدیک حریم ہو محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف
بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی مین کافی سے منقول ہو اور اگر ایسی نہر
صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنیکی ہر وقت حاجت ہو تو اوسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہو وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی حریم الملاصق
لہ مسناۃ فارغۃ یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ لہ عندہما ولصاحب الارض عندہ اور قہستانی مین کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور
صاحبین کا اوس نہر مملوک مین ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اوسکی متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اسصورت مین صاحبین
کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہو اور امام کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہو ہم اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ
سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر بینے مین قاضیخان سے منقول ہو کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ
اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہو اسو اسطے کہ ظاہر اارتفاع اوسکا نہر کی مٹی سے ہو وفیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج
الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وبہ نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی مین تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ
صاحب نہر کیو اسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اوسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی یا فی القہستانی مین کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل
کیا ہے اونمین سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہہ فصل شرب کے مسائل مین ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ
الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت مین عبارت ہو پانی کے حصہ سے اور شرع مین عبارت ہو پانی سے فائدہ حاصل کرنے
کی باری سے زراعت سینچنے کیو اسطے اور جانورون کے پلانیکے لئے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہو اور لبون
سے جانورون کا پینا ہے ہم یہان شرب بضم شین مصدر ہو بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہو دفع تشنگی کیو اسطے یا کہانا پکانے
یا وضو یا غسل یا کپڑا دہونے کیلئے اور مانند اسکی اور بہائم کے حق مین شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکی مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولکل حقہا فی کل ماء

روکیگا یا اوس درخت اور نہر جاندار کیواسطے لب سے پینے کا حق ثابت ہی ہر پانی مین جو برتن یا مشک کے اندر بہر کہا نہین گیا ہم پانی مین حق عام ثبوت
تک ہی جب تک وہ اپنے مقام مین ہے یعنی دریا مین یا کنوئین مین اور جب کسی نے پانی کہڑے یا مشکے یا حوض مین بہر کہا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہوگیا
تو وہ شخص پانی کا مالک ہوگیا اور مصنف نے احراز کہا نہ اخذ اسمین اشارہ ہی کہ اگر کنوئین سے ڈول بہرا اور کنوئین کے منہ سے ہنوز جدا نہین ہوا تو شیخین کے
نزدیک بہرنیوالا اوسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہی ایک شی کے کرنیسے موقع مضبوط مین کذا فی الطحطاوی ولکل سقی ارضہ من بحر او
نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوہما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قھر الماء یمنع قھر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت
ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکی چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کی اسواسطیکہ آدمی کی ملک پانی مین احراز
سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر مین احراز نہین ہوا اسواسطیکہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نہر لسقی ارضہ منہا ولنصب
الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والھواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کہود لینا
اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کہودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پونہچتا ہو اسواسطیکہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اوس
صورت مین مخصوص ہے جبکہ کسیکو ضرر نہوتا ہو جیسے افتاب اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہی بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی
یہہ صورت ہی کہ پانی ریلا کرے ایکطرف کنارہ توڑکر اور دیہات اور اراضی غرق ہوجائین تو اسصورت مین نہر کہودنا درست نہوگا اسواسطیکہ دفع ضرر لوگون سے
واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النھر لکثرتھا ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہا
من نھر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہین اپنے جانورونکو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو
جانورونکی کثرت کی سبب سے اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئین سے جائز
ہے مگر مالک کی اذن سے اسواسطے کہ حق اوسیکا ہی تو انتفاع اوسکی اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئین سے بلا اذن
جائز نہین خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اوسپر تاوان نہین اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اوسکو تعزیر دیگی ضرب یا حبس سے اگر
مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ واوانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گہر کے
اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سرسبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئین کا پانی اوٹہا لاکر گہڑون اور برتنون سے بلا اذن درست ہی اصح قول مین اور بعضون نے
کہا کہ درست نہین مگر مالک کی اذن سے ہم خانیہ اور وجیز مین قول ثانی کو اصح کہا ہی تو دونون قول مصحح ٹہہرے کذا فی الطحطاوی والمحرز فی کوز و
نحوہ بمھملۃ مضمومۃ الحیازۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ بالاحراز اور جو پانی کسی نے بہر کہا کوزہ ہو اور مثل اوسکی مین تو اوس سے فائدہ لینا نہین
مگر اوسکے مالک کی اذن سے بسبب اوسکی مالک ہوجانیکے بہر رکہنے سے ولو کانت البئر والحوض او النھر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ
من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اگر کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک مین ہو اور کوئی شخص اوس سے پانی پینے کا ارادہ کری تو مالک کو
جائز ہے کہ اوسکو اپنی مملوک مکانمین داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب قریب دوسری پانی پاسکتا ہو ہم بشرطیکہ متصل پانی کسیکا مملوک نہو چاہیے کہ کام
کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو کچہہ ضرر نہین دوسری جگہہ سے پانی پا دیگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان
تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النھر ونحوہ لان لہ حینئذ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اوسکی متصل پانی نپاوے تو کنوئین کے مالک اور مانند اوسکی نہر وغیرہ کے مالک سے کہا
جائیگا کہ یا تو اوسکو پانی نکال دے یا اوسکو چہوڑ دے مت روک تا وہ پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اوسکی حوض کا کنارہ اور کگر نہ توڑ ڈالے
اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جب پانی کا طالب متصل اوسکی مباح پانی نپاوے تو اوسکو پانی پینے کا حق ثابت ہی مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب
مسلمان تین چیز مین شریک ہین پانی اور گہاس اور آگ مین ہم مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گہاس یا آگ پر پہلے دخل

کرلے اور اوسپر اپنا قبضہ کرلے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اوسکا مالک ہی دوسرا اوسکا مالک نہین اوسکو اوسکی تملیک بجمیع وجوہ تملیک کے
درست ہی گہاس سے مراد وہ گہاس ہے جو خودرو ہووے تو صاحب مین اوسکا مالک نہین تو جو اوسکو چہیل یا کاٹ لے وہ اوسکا مالک ہوگا برخلاف درخت
کے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین مین تو صاحب مین اوسکا مالک ہی اوسکو کوئی نہین لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل مین کسی آدمی نے جلائی ہو تو اوسمین سب شریک ہین اگر دوسرا آدمی آوی اور اوسکی گرد بیٹھکر تاپا چاہی یا اوسکی روشنی مین کچھ سینا چاہی یا چراغ
روشن کیا چاہے تو آگ جلانیوالا اوسکو روک نہین سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک مین آگ جلاوے تو اوسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے
جلانے کے لکڑیان لینا غیر کے ملک سے جائز نہین بدون اوسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہی اور حطب کی نسبت کسی گانون یا جماعت کیطرف منسوب نہین
جبتک یہہ معلوم نہو کہ یہہ اونکی مملوک ہی اور لکڑیان جمع کرنیوالا فقط جمع کرنے سے مالک ہوجاتا ہے اگرچہ اوسنے رسی سے نہ باندہی ہون کذا فی الظہیریہ
وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ واما ان تترکہ لیاخذ قدر ما یرید فیلی اور گہاس کا حکم پانی کے حکم کی مانند ہے
تو مالک زمین سے کہا جاویگا اگر وہ اپنی زمین مین آنے دیکہ یا تو گہاس کاٹکر طالب کو دیدی اور نہین تو اوسکا روکنا چہوڑدے تو لیلے جتنا اوسکا جی چاہے
کذا فی الزیلعی ہم گہاس کاٹ کر دینا اوسوقت ہی جبکہ قریب اوسکے دوسری زمین مین مباح گہاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وھو
یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا
ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہوجانے سے پیاس سے تو اوسکو اوس سے لڑنا درست ہی ہتہیار سے بدلیل اوس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے مروی ہو وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کالطعام عند المخمصۃ وہو اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر
الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بہرکہا ہو برتنون مین اور خوف ہلاکی کا
ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اوس سے بدون ہتہیار کے لڑی یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کیوقت
کذا فی الدرر لڑنا اوس شرط سے ہی جبکہ پانی اوسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہوجانے اوس شخص کے بہر رکہنے سے تو پانی طعام کی مانند ہوگیا اور بعضون نے کہا
کنوئین وغیرہ کے پانی روکنے مین بہتر یہہ ہے کہ بدون ہتہیار کے اوس سے لڑی اسواسطی کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی
مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہی تادیب اور زجر کیواسطی وکری نہر لم تملک من بیت المال فان لم یکن ثمۃ ای فی بیت المال شئ یجبر الناس علی کریہ
ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوکہ کا کہودنا بیت المال سلطان سے ہی سواگر وہان یعنی بیت المال مین کچہ مال نہو تو لوگون سے زبردستی کرنا چاہئی اوسکی کہودوانے
پر اگر وہ انکار کرتے ہون اوس سے کیونکہ زبردستی ہی دفع ضرر کیواسطی ہم یہہ کہتے ہین کہ عوام مال صرف کرین مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو اون پر
جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کیواسطی جبر درست ہی کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک
اور مملوک نہر کا کہودنا اور صاف کرنا مٹی سے اوسکے مالکون پر ہے اور جو اون مین سے انکار کرے اوس پر اوسپر زبردستی کیجاوی وقیل فی الخاص لا یجبر اور
بعضون نے کہا کہ نہر خاص مین جبر نکیا جاوی ہم نہر خاص وہ ہے جسمین شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمین شفعہ واجب نہو اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے
بہتر قول یہہ ہے کہ اگر اوسکے شریک سو سے کمتر ہین تو شرکت خاص ہے اسمین استحقاق شفعہ ثابت ہی اور اگر شریک سو ہین یا زیادہ تو شرکت عام ہو اسمین شریک
کیواسطی شفعہ واجب نہین بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطی خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان یامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنیوالے نہ خرچ کرنیوالے پر رجوع کرینگے
یا نہین تو اگر یہہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہی تو رجوع درست ہی اور نہین تو درست نہین ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک
کے کہودنیکا خرچ شروع کرنیکا نیچی سے نہر کی اوپر کیطرف سے ہی ہم بیان اوسکا یون ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کہودنیکا خرچ ہر شخص پر دسوان حصہ
ہے وہانتک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت مین خرچ نہر کا باقی لوگون پر رہیگا ہر شخص پر نوان حصہ فان جاوز ارض رجل منہم سقط عنہ
من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پہر اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بری

ہو گیا کہو دنیکا خرچ ہے اور صاحبین نے کہا کہ سب شریکون پر کہودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصون کے جیسے وہ سب برابر مین شرب مین ھم
شریک ہون تہا کہ شارح کہتا ہے استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہین شفعہ کے استحقاق مین چنانچہ زیلعی مین ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکون کو مخصوص
نہین کذا فی الطحطاوی ولا کما یبنی علی اهل الشفعۃ اور کہودنا واجب نہین پانی پینے والون پر یعنی اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہین اونکا حق تو فقط شرب
مین ہے جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہی از روی استحسان کے
ھم وجہ استحسان یہہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہوا اور یہہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سی مالک ہو باری کا اسلئے
کہ کاہی زمین بکجاتی ہے بدون پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نهر و
اراد رب الارض ان لا یجری النهر فی ارضہ لم یکن لہ ذلک ویترکہ علی حالہ اور جبکہ ایکمرد کی زمین ہوا اور دوسرے شخص کی اوس زمین مین
نہر ہوا اور زمین کا مالک چاہے کہ اوسکی زمین مین نہر جاری نرہے تو اوسکو اس روکنے کا اختیار نہین اور چھوڑے نہر کو اوسکی قدیمی حال پر وان
لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان هذا النهر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی هذا النهر یسوقہ لیسقی اراضیہ
اور اگر نہر اوسکے تصرف مین ہو یعنی اوسکے درخت نہون نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اوس زمین مین جاری نہو یعنی اوسکا جاری ہونا زمان ماضی مین
معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہے کہ یہہ نہر اوسکی مملوک ہی یا اوسکا پانی اس نہر مین جاری تہا اوسکی روانگی تہی مدعی کی زمین سینچنے
کیواسطے ھم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر مین ہے یا حق اجرا مین چنانچہ زیلعی مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی
وعلی هذا المصب فی نهر او علی سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب یعنی اور اسی
قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر مین یا چہت پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہہ سب مذکور دوسرے شخص کے گہر مین واقع ہین تو اسمین اختلاف ہونیکا
حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے ھم مصب یعنی آب ریز سی مراد پانی ہے کہ وہ فضلات مین ہو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر مین یا چہت پر گرتا ہو یعنی
اگر قدیم سے دوسرے کی نہر مین فضلات مذکورہ گراکرتے ہون یا کسیکے گہر مین دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر دعوی کے
وقت اشیاء مذکورہ موجود نہون تو اوسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نهر بین قوم اختصموا فی الشرب فهو بینهم علی قدر اراضیهم
لانہ المقصود نہر مشترک ہی ایک قوم مین اونہون نے جہگڑا کیا زیادتی اور کمی باری مین تو باری اونکے درمیان مین بقدر اونکی اراضی کے ہوگی اسواسطے
کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہی یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اوسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف
اختلافهم فی الطریق فانهم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقها لان المقصود الاستطراق بر خلاف راہ کے اختلاف کے
کہ رقبہ طریق کی ملکیت مین سب شریک برابر ہین بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گہر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمدورفت ہی اور وہ مختلف نہین گہر کی کشادگی اور تنگی سی
ولیس لاحد من الشرکاء فی النهر ان یشق منہ نهرا او ینصب علیہ رحی الا دالیۃ ونصیم فی ملکہ ولا یضر بنهر ولا بماء وقایہ اور نہر کے شریکون
مین کسیکو درست نہین یہہ کہ اوس سے دوسری نہر جاری کرے یا اوسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہی جو خاص اوسکی زمین مین واقع ہو
اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ ھم پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہہ جاتا ہے
کسی کے کام مین نہین آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سی مراد یہہ کہ اوسکی جاری ہونے مین
خلل واقع نہو او کالدالیۃ کنا عورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر رہٹ چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل
تو شریک کو جائز نہین او یوسع فم النهر او یقسم بالایام والحال انہ قد کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ بفتحها التعیلات
العقابیہ یدلک حل قدر ما ولطر یالتقیہ فیہا یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تہی بطور نقب کے
تو یہہ سب امور درست نہین اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چھوڑی جائیگی بسبب ظاہر ہونے حقیت کے قدامت مین کوی بکسر کاف جمع ہے کوہ بفتح کاف کی

یعنی نقب هم اصل اوسکی نقب بیت سے لیکن یہان مستعار ہی کشت زار کے مفاتیح آب کیواسطے کذا فی المغرب او یسوق نصیبه الی ارض له اخرى
لیس له منه ای من النهر شرب یا شریک لیجا یکو اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کیطرف حالانکہ اوس نہر مشترک سوا اوسکے واسطے
باری مقرر نہین ہے بلا رضاهم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہین بدون رضامندی باقی شریکون کے شارح نے کہا عدم رضا سب امور
مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پن چکی اور ڈھینکلی وغیرہ اور سیر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر
کرنا اور دوسری زمین تک پانی بدون رضامندی شریکون کے لیجانا درست نہین وله نقضه بعد الاجازة ولوارثه من بعده اور شریک
کو اجازت کے بعد اوسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکون کے بعد اونکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہو
ولیس للاعلی سکر النهر بلا رضاهم وان لم تشرب ارضه بدونه ملتقی اور نہر کی اوپر جانب والے کو جائز نہین نہر کا باندھنا بدون
رضامندی شریکون کے اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے هم اور اگر شریک راضی ہوجادین اسطرح کے باندھنے پر بقدر اوسکے
حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری مین نہر باندھنے پر راضی ہوجاوے تو جائز ہے ولیکن اگر تختون وغیرہ سے روکنے سے پانی رکجاوے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا
درست نہین بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پہونچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے
درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلی بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہین اعلی نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہوجاوین کذا فی العینی والطحطاوی
کطریق مشترک اراد احدهم ان یفتح فیه بابا الی دار اخری ساکنها غیر ساکن هذه الدار التی مفتحها فی هذا الطریق بخلاف ما اذا کان
ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المادة لا تتفاوت چنانچہ ایک راہ مشترک ہو چند شخصون مین سوا ایک شریک نے یہ چاہا کہ اوس مین اوس
دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جسکا رہنے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والے کا جسکا دروازہ اس راہ مین ہے برخلاف اوس صورت کے کہ دونو گھرون کا
رہنے والا ایک ہی شخص ہو وہان دروازہ لگانا اس راہ مین ممنوع نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین آمد و رفت کرنیوالے زیادہ نہین ہوجاتے ہین اور پہلی
صورت مین زیادہ ہوجاتے ہین پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز و یورث الشرب و یوصی بالانتفاع به اما الایصاء ببیعه
فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری مین اور وصیت کیجاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اوسکی بیع کی وصیت باطل ہے ولا یباع
الشرب ولا یوهب ولا یوجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما سیجیء اور پانی کی
باری بیچی نہین جاتی اور اوسکا ہبہ نہین ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہین ہے ظاهر الروایة
مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے آویگا ولا یوصی بذلک ای ببیعه ونحوه اور وصیت نہین کیجاتی اوسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی
ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نکاح وان صحت هذه العقود لانها لا تبطل بالشروط الفاسدة لانه لا
یملک بسبب ما حتی لو مات وعلیه دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہین رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونیکی عمدا
خون سے اور لیاقت نہین رکھتا نکاح کے مہر ہونیکی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہوجاوینگی باری کے عوض ڈالنے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل
نہین ہوجاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہین کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہین کسی سبب تملیک سے یہان تک کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اوسپر
دین ہے تو اوسکے دین مین باری بدون زمین کے بیچی نجاویگی فان لم یکن له ارض فیجمع الماء فی کل نوبة فی حوض فیباع الماء ثم
یقضی دینه وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لها فیضم الیها فیبیعها برضاء ربها فینظر قیمة الارض بلا شرب وقیمتها معه
فیصرف تفاوت ما بینهما الدین المیت وتمامه فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضون نے کہا کہ ہر باری کا پانی
جمع کیا جاوے ایک حوض مین پھر وہ پانی ہر باری مین بکا کرے یہان تک کہ دین آخر ہوجاوے اور بعضون نے کہا کہ حاکم اوس زمین کو دیکھے اور تلاش
کرے جسکی باری نہین ہے تو میت کی باری کو اوس زمین کے ساتھ ملاوے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے

کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ اوسکی قیمت کتنی ہے تو باہم کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا
بیان اسکا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے سو درم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف
ہون ولا یضمن من ملأ ارضہ ماءً فنزت ارض جارہ او غرقت لانہ متسبب غیر متعد وھذا اذا سقاھا سقیا معتادا تتحملہ
عادۃً والا فیضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین میں پانی بہرا سو اوسکے پڑوسی کی زمین نے اوسکا پانی سوک لیا یا اوسکی
زمین غرق ہو گئی اسلئے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب میں تاوان اوسوقت ہوتا ہے جبکہ قصد ہی ثابت ہو اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے
جبکہ اوسنے عادت کے موافق سیچی ہو اور باعتبار عادت کے اوسکی زمین اوسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اوسنے پانی بہر لیا ہو یہاں اور
پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ھذا اذا سقی فی نوبتہ مقدار حقہ
واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسمٰعیل الزاھد مفتیا اور ذخیرہ میں ہے اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے جبکہ اوسنے
اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سیچی ہو اور اگر باری کے سوا میں سیچی ہو یا اپنے حصے سے پانی زیادہ لیا ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا بموجب
قول اسمٰعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل وعلیہ الفتوی شرح
وھبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ الا انہ غیر منقول اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سیچی غیر شخص کی باری سے بدون اوسکے
اذن کے اصل کی روایت میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہی خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا
پانی مال متقوم نہیں ہے ولو تصدق بنزلہ فحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا سمنت بہ تعدم
وصار شیئا اخر قہستانی اور اگر اوسکے پیدا ہوئے غلہ یا پھل کو خیرات کردے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اوسمیں برخلاف منصوب چارہ
کے اسلئے کہ جب جانور موٹا ہو گیا چارا کہانے سے تو چارا معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بنگیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القہستانی فان تکرر
ذلک منہ لا ضمان وادبہ الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ پہر اگر یہہ یعنی غیر کا پانی لینا
چند بار واقع ہوا اوس شخص سے تو تاوان نہیں اور تعزیر دے اوسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اوسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ میں ہے وقال وجوز بعض مشایخ بلخ بیع الشرب لتعامل اھل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اھل بلدۃ
واحدۃ قلت اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشایخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے
سبب سے اور یہہ تجویز توڑی گئی ہے اسطرح کہ یہہ ایک شہر والوں کا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وافتی الناصحی
بضمانہ ذکرہ فی جواھر الفتاوی قال وینعقد الحکم بصحۃ بیعہ فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اوسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے
یہہ مذکور ہے جواہر الفتاوی میں اور یہہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم اس فتوی میں ناصحی متفرد ہے تو عدم
ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے
غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الھدایۃ وشروحھا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارضہ بماء
غیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ھنا فافھم میں کہتا ہوں اور ہدایہ اور اوسکی شروح میں بیع فاسد میں یہہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے
سے تو اگر اپنی زمین سیچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہان سو اسکو سمجہ لے ھم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب
نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت وقد مرّ ان علیہ الفتوی فتنبہ میں کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ
قول جسپر فتوی ہے تو خبردار ہو ھم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وسئل
فی الوھبانیۃ عمن ساق بشرب الغیر لیس بضامن وتمامہ بعض ما مر الظھر اور وہبانیہ میں ہے اور سیچے والا غیر کی باری سے ضامن

نہین اور یعقوب نے اوسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے ○ وما جوز بالقدر اخذ القدر الذی علی جانب
نہر من اذن بیقرہ اور فقہا نے اوس مٹی کا لینا جو نہر کی جوانب پر ہے تجویز نہیں کیا ہے بدون اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو
○ ولو حفروا نہرا والقوا ترابہ + فلو فی حریم لیس لہ نقل ترابہ اور اگر لوگون نے نہر کہودی اور اوسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم
کے اندر ڈالی تو مٹی کے ڈالنے والے سے اوٹہانیکا حکم نہوگا ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر دوسرے شخص کی زمین مین اور ان لوگون نے
نہر کی مٹی اوسکی زمین مین ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اوٹہانیکا اون سے مواخذہ نہین کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی
ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اونسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہہ دونون مسئلے وہبانیہ کی دو بیتون مین مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک
بیت مین بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب الاشربۃ

یہہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابون کے احکام مین ھ اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیان ظاہر ہین اسلئے کہ مزیل عقل ہین اور عقل اشرف الاشیاء
ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اوسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی امتون پر مباح تھی اونکی طول اعمار اور جسامت ابدان
کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے آفت شراب کی متحمل تھے اور اونپر مستی غالب نہوتی تہی تو اوسکی اباحت مین اونکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے
سبب سے اور یہہ امت تو کم ضعیف البدن ہے تو اونپر مستی غالب ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلئے اونکے حق مین یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر
انپر حرام ہو اور ابتداے اسلام مین اسواسطے مباح ہوئی تہی تا فساد خمر کو معائنہ کر لین پہر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہہ چیز حرام
ہی ہونیکے لائق تھی کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشا سب دینون مین حرام تھا اور خمر کا تہوڑا بھی پینا امت محمدی پر حرام ہوا اونکی تعظیم اور تکریم
کیواسطے تا امر قبیح مین واقع نہون کیونکہ یہہ امت مشہود بالخیر ہے ھی جمع شراب والشراب لغۃ کل مائع یشرب واصطلاحا ما یسکر
اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب مین عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پیجاوے چنانچہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو
یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کر دے ھ عرف ہندوستان مین شراب اوسکو کہتے ہین جو بھبکے
مین ڈالکر بطور عرق کے کشید ہوا اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابون مین سے چار
قسم کی شرابین حرام ہین یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ھ اصول اشربہ چار چیزین ہین ایک تو ثمار یعنی
پھل مثل انگور اور کہجور اور مویز یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقے کہتے ہین دوسری حبوب جیسے گیہون اور جو اور جوار تیسری شیرین چیزین چنانچہ
شکر اور گڑ اور شہد چوتھے البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گہوڑیکا دودھ سو انگور سے پانچ یا چہ شرابین بنتی ہین یعنی خمر اور باذق اور منصف
اور مثلث اور بختج یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین یعنی نقیع اور نبیذ اور کہجور سے تین شرابین بنتی ہین یعنی سکر بفتحتین اور فضیخ اور نبیذ اور
حبوب وغیرہ فواکہ اور شہد وغیرہ سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اوسکی چند قسم کے ہین تو یہہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہہ
ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اوسکو عصیر کہتے ہین جبتک وہ شیرین ہے پھر جب وہ جوش کہا کر جہاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اوسکا نام خمر ہے اور جب
کہٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تہوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پہر وہ جوش کہا کر جہاگ لایا تو اوسکا نام باذق ہے اور اگر یہان
تک پکا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اوسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پہر اوسکو پکایا تو اوسکا
نام پختہ ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسلئے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کیواسطے اسکو مرتب کیا تہا اور جمہوری اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہین
اور منقی سے نقیع اور نبیذ بناتے ہین نقیع یہہ کہ منقی کو پانی مین چند روز تر رکہا یہانتک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہہ کہ منقی کا پانی تہوڑا پکایا گیا اور
کہجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہین سکر کچا پانی ہے تر کہجور کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کہجور کا اور نبیذ پختہ پانی ہے کہجور کا جو تہوڑا سا پکایا گیا کذا
فی العینی و قاضی خان ملتقطا الاول الخمر وھی النی بکسر النون من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الرغوۃ

چار حرام شرابون میں پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کہا ہو اور اوبلے اور شدید ہو گیا ہو اور جہاگ ڈالے شارح نے کہا نئی
بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زاء معجمہ باء موحدہ عبارت ہی رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی مین جہاگ اور پھینا کہتے ہین جوش سے
مراد جوش کامل ہے اسطرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتد سے مراد قوت اور کثرت ہی جوش کہانیکی جس سے
مست کردینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضون نے کہا اشتد اسے وہ حالت مراد ہو جو شارب کے حواس کو فہم اور بورک سے روکے اور بعضون نے کہا صلاحیت
اسکار یعنی مست کر دینے کی لیاقت مراد ہو کذا فی بنایۃ العینی ولم یشترطا قذف بہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وھو الاظہر کما فی الشرنبلالیہ
عن المواہب یأتی مابعدہ اور صاحبین نے خمر کی حقیقت مین جہاگ ڈالنا شرط نہین کیا یعنی فقط غلیان اور شدت سے نشہ حاصل ہو جاتا ہو بدون جہاگ
ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہی اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے منقول ہے اور
آگے آوینگا جہان مطلب کا تفسیر ہو یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ شدت سے
حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے مین اور جہاگ ڈالنا وصف زائد ہے اوسکو مستی پیدا کرنے مین تاثیر نہین اور
امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان شدت اوکی ابتدا ہے اور کمال شدت جہاگ ڈالنے سے ہے اسواسطے کہ جہاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہی مکدر سے اور
احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہین وہ قطعی ہین چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکی لہذا اسناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد یطلق
الخمر علی غیرہا اکثر مجاز اور کبھی خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ہم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ
رکھی گئی یہانتک کہ متغیر ہو گئی اور اختمار عبارت ہو تغیر ریح سے اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اوسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چہپا ڈالتی ہی قول اول
حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی آئمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل اونکی وہ احادیث ہین جو اطلاق کی مفید ہین
چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہمنے کی ہے اوسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اوسکی سوا اور مسکرات
کو باذق اور مثلث وغیر ذلک کہتے ہین تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہی یا بیان
حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ مین ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع
لعینہا ای الذاتہا پہر مصنف نے خمر کے دس حکمون کا بیان شروع کیا سو اون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر
کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نکرے ہم بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہین ہے اسواسطے کہ قلیل مسکر نہین جو موجب فساد ہو اور یہہ قول کفر ہے اس مین
قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہی اسلئے کہ قرآن مین خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہین چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہی تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی مین برابر ہین اور
حرام ہونے مین یکسان ہ فی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشرۃ دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر
والمیسر کی آیت مین دس دلیلین خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ مین شرح کیا مذکور ہین ہم دلائل مذکورہ یہہ ہین ۱ خمر کو قمار ۲ اور اصنام کے ساتھ ذکر
فرمایا ۳ اوسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۴ اعمال شیطانی سے اوسکو شمار کیا ۵ اجتناب کا حکم کیا ۶ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۷ شیطان
ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکہتا ہو اوسکے سبب سے ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰
نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی المجانین وھی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس بنجاست مغلظہ ہے پیشاب کی مانند اسواسطے کہ
اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہی ویکفر مستحلہا اور کافر ہوتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط
تقومہا فی حق المسلم لا مالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہی نہ مالیت اوسکی صحیح تر قول مین ہم مال
متقوم مسلمان کے حق مین اسواسطے نہین کہ حق تعالی نے اوسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے
مین اختلاف ہو اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اوسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو لسقی دواب او لطین او

نظر الشتّہے اور فی دَوَاءٍ او دُھنٍ او طعامٍ او غیرِ ذلک اور حرام ہے خلسوہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانور کو پلانا ہو یا اوس سے مٹی کا تر کرنا
دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے کیواسطے یا دوا مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کھانے مین یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہین حرام ہے
الا التخلیل او لخوفِ عطشٍ بقدرِ الضرورۃ ولو زاد فسکر حُدّ مجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہین اور اگر
ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اوسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا
اور جائز نہین خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ مقرر جسنے اوسکا پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے م مسلم مین ابن
عباس سے روایت ہے کہ ایکمرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہین کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا
حرام کیا ہے پھر اوسنے دوسرے آدمی کے کان مین چپکے بات کی حضرت نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اوسنے کہا کہ مین نے اوسکے بیچڈالنے کا امر کیا ہے تب حضرت نے
فرمایا کہ جسنے پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا حرام کیا پھر اوس مرد نے مشک کا دہانہ کھولدیا تو جو اوسمین خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا
وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاوے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہوجاوے اوس سے م باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ اوسکی
حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مشکوٰۃ مین حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ
اپنے ہاتھو پر رکھتا ہے تو اوسپر آسمانون اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہین پھر اگر اوسنے پی تو اوسکی نماز چالیس رات مقبول نہین ہوتی اور اگر اسکو
ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ویحد شاربُ غیرِہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے
کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اوسکو بیہوشی اور نشہ ہو م فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ ہمارے زمانہ مین محمد رحمۃ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اوس پینے
مست ہوگیا ان شرابونکو پیکر جو حبوب اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہین اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابونپر اجتماع کرتے ہین ہمارے زمانے مین
اور لہو و لعب کا قصد کرتے ہین اور اوسکے پینے سے مست ہونیکا ارادہ رکھتے ہین انتہے ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اوسکو ازالہ حرمت
مین اثر نہین کرتا م یعنی پکانے سے اوسکی حرمت زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع مین ثبوت حرمت کے منع کرنیکے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اوسکی حرمت کو باطل
کردے حرمت کے ثابت ہوجانیکے بعد یعنی خمر ہوجانے سے پہلے طبخ البتہ مؤثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہین کرتا کذا فی الطحطاوی
الا انہ لا یحد فیہا ما لم یسکر منہ لاختصاص الحد بالنیّ ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل
عن ابن وہبان انہ لا یلتفت الی ما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد ما لم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ
مگر یہہ کہ خمر مطبوخ کے پینے مین حد ماری جاویگی جبتک اوس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی
کیا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین اور ضعیف کہا ہے اوس قول کو جو قنیہ اور مجتبی مین ہے یعنی خمر جب پکائی گئی اور اوسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہوجاتی
پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جائے اوسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اوسکی تائید کسی اور
فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہے اور اس تصنیف مین ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے م خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا
قول شمس الائمہ سرخسی کا یہہ ہے کہ اوسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیریہ مین کافی سے منقول ہے اور اسیطرح قاضی خان اور
بدائع مین ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ اوس سے اوصاف خمریت کی یعنی تلخی اور مست کرنا زائل ہوجاوے کیونکہ
اوسکی حقیقت بدلگئی جیسے سرکہ ہوجانے سے اوسکی حقیقت بدلجاتی ہے اور یہہ جو صاحب [illegible] نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہین ہوجاتی تو مراد اوسکی یہہ ہے
کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہون کیونکہ انقلاب ماہیت نہین پایا گیا جو مقتضی ہے اباحت کا اور یہہ جو کہا کہ طبخ کو اوسکی حلت کی اثبات مین اثر نہین مخالف اوسکے نہین اسلئے کہ مراد اوسکی
طبخ کی ہے بغیر خصوصیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو باحتقان او اقطار فی احلیل نہایۃ
اور جائز نہین خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین کہتا ہون اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ مین ٹپکائی

جاہو کذا فی النہایۃ ؎ ہر چند حنفیہ وغیرہ مین احتمال سکر کا نہین لیکن نجس العین ہونے سے یہ بھی درست نہین اسیطرح اوسکا سرمہ مین اور ناس مین ڈالنا جائز نہین
ویجوز تخلیلہا ولو بطرح شیء فیہا خلافا للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ بنے برخلاف شافعی ؎
امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاتی تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہین پھر جب خمر سرکہ ہوگئی تو جہانتک سرکہ ہے وہانتک برتن
پاک ہوگیا اور اوسکی اوپر کیجانب اوسکی تبعیت سے پاک ہوگئی ابو السعود نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر
وہو العصیر یطبخ حتی یذہب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان ہذا یسمی الباذق اور دوسری قسم شربہ محرمہ سے
طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر جلگیا اور وہ مسکر ہوگیا اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ حق یہ ہے
کہ اسکا نام بادہ ہے نہ طلاء ؎ ہدایہ مین بھی اسیطرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضیخان کے فتاوی مین دو تہائی کی قید
نہین بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجاویگا تو جبتک
شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نکرے تبتک شیخین کے نزدیک حلال ہے خلافا لمحمد واما الطلاء فما
ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذہب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وہو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط
وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ہذا المثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنہم
کما فی الشرنبلالیۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلاء وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائیان جلجاوین اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہو جاوے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہین یعنی فقط تسمیہ مین نہ حکم مین یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس
مثلث کو طلا کہا ہے اسکو حرام نہین کہا ہے اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جسکو طلا کہتے ہیں بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے
چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے ؎ خلاصہ یہ ہے کہ طلا بتفسیر اول یعنے بادہ حرام ہے اور طلا بتفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہین
الا بعد سکر کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ہذا بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ البعیر
للجرب اور مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کی طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء
قطران ہے جو خارشی اونٹ کو ملا جاتا ہے ؎ طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح وکسر وہ چیز ہے جو خارشی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ
مثلث یعنی غلظت قوام مین اوس کی مشابہ تھا طلاء سے لہذا اوسکو فاروق اعظم نے طلا فرمایا ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ
المصنف کالخمر یعنی غلیظۃ اور اوسکی نجاست یعنی طلائی بنابر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کی مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے ؎ طلا بتفسیر
اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے ہوئے سے بادہ ہے اوسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے والثالث
السکر بفتحتین وہو النیء من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب سکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہے
پختہ تر کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اوسمین قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہوگا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی من
القہستانی والرابع نقیع الزبیب وہو النیء من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب
نقیع زبیب ہے یعنی خیساندہ مویز ہے اور وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی مین انگور خشک کو چند مدت تر رکہا بشرطیکہ اوسکی جھاگ ڈالنے کے جوش کہانے
کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینون مذکورہ شرابین یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام
ہین جبکہ جوش کہاوین اور شدید ہوجاوین ولا یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہین ؎ امام کے نزدیک اسواسطے
حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اسواسطے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل
نہین وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ؎ امام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اسلئے حرام ہے کہ

جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوتی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہوگی وظاہر کلامه کبقیة المتون انه اختار قولهما
قاله البرجندی نعم قال القهستانی وترك القید هنا لانه اعتمد علی السابق فتنبه ان دونون کا ظاہر کلام باقی اور متنون کی مانند ہے کہ انہی
اس مقام مین صاحبین کا قول پسند کیا کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو ذکر نہین کیا ایسا کہا ہے برجندی نے ان قہستانی
نے کہا کہ ماتن نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہان
اوسکے ذکر کو ضرور نسمجھا تو اس بات سے خبردار رہنا اھ طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسواسطے کہ اوسنے سکر
کی حرمت مین جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب مین بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونون یکسان خلافت ہین ولم یبین
حکم نجاسة السکر والنقیع ومفاد کلامه انها خفیفة وهو مختار السرخسی واختار فی الهدایة انها غلیظة اور مصنف نے سکر
اور نقیع کی نجاست کا حکم بیان نہین کیا اور اوسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونو کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی کا
مختار ہے اور ہدایہ مین یہہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے وحرمتها دون حرمة الخمر فلا یکفر مستحلها لان حرمتها بالاجتهاد وابعد
اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہے تو انکا حلال جاننے والا کافر نکہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے
اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے اھ کشف مین ہے کہ تکفیر کو اکفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اسواسطے کہ اول نسبت الی الکفر مین خاص اور ثانی مشترک
ہے اور خاص دلالت مراد مین اوس سے جو مشترک ہو کذا فی الطحطاوی والحلال منها اربعة انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ
ادنی طبخة یحل شربه وان اشتد اور شربون سے چار شربت حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ
تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہانتک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اوسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھاکر قوی ہو جاوے اھ اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہین کیا بیان سابق پر اکتفا کرکے چنانچہ رمز مین ہے عینی نے کہا [illegible] التمر کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور اوسکی حلت مین بھی احادیث
وارد ہین تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہوا اور تعارض دفع ہو جاوے وهذا اذا شرب منه بلا لهو وطرب فلو
شرب للهو فقلیله وکثیره حرام اور یہہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اوسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو لعب کیواسطے
شربا ہوگا تو اوسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہے اھ مختار مین ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے درر مین
کہا کہ یہہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقون کی وضع پر تو حرام ہے
وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنه انه مسکر فیحرم اور یہہ حلت اوسوقت تک ہے جبتک وہ نشا کرے تو اگر اوسقدر پئے گا جسقدر کے پینے
سے اوسکے نشا کرنیکا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا اھ یعنی قدح اخیر جسنے نشا کردیا وہ حرام ہے مشرب [illegible] مین ہے کہ جسنے
نو پیالے پیئے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اوسکو نشہ نہوا پھر اوسنے دسوان پیالہ پیا سو اوسنے نشا کیا تو حرام دسوان پیالہ ہے نہ اگلے پیالے
ابو یوسف نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہانکا بیٹھنا حرام اور اوسکی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی
والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخة وان اشتد بلا لهو اور شربہ حلال سے دوسرا خلیطین ہے یعنی خشک
انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھاکر اشتداد آجائے حاصل ہو حلال ہے بدون لہو لعب کے اھ حلت کی دلیل
وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے برتن مین ڈالتے تھے
اور پانی اوسپر ڈالتے تھے سو جسکو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت اوسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اوسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث
مین خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہو دے اور حالانکہ دوسرا محتاج ہے بلکہ ایک چیز دوسرے کو دے کر
اوسلیے آپ استعمال کرے ابتدا باعث فراخ سالی مین نہی [illegible] ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل

والتین والبر والشعیر والذرۃ یحل سواء طبخ او لا بلا لھو وطرب اور اشربہ حلال سے شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا نبیذ ہے یعنی خیساندہ ان چیزون کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہین بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی وان اشتد وھو ما طبخ من ماء العنب حتی یذھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للھو لا یحل اجماعا اور اشربہ حلال سے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اوسمین شدت ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہے یہہ اوسوقت حلال ہے جبکہ اوسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو لعب کیواسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سبکے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ھم شیخین کے نزدیک مثلث عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ دلائل شیخین کے ایک دلیل وہ حدیث ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ بھیجے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑہا اوسمین یہہ تھا کہ شام کا قافلہ شراب غلیظ اسود لایا طلاء ابل کی مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ مین ہے اونسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا پکاتے ہو سو انہون نے مجکو خبر دی کہ دو تہائیان جلا ڈالتے ہین اوسکی دو ثلث اخبث جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشتداد اور نشہ کا سو اپنے لوگون سے حکم کر کہ اوسکو پیا کرین آخرہ دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنی شراب کو تم پکاؤ یہانتک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اوسکا پینا حلال نہین سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف کا خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کیواسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانے مین لوگ لہو لعب اور فسق وفجور کیواسطے پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر مستی کیواسطے مثلث پیئے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہانکا بیٹھنا اور اوسطرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور مین اوسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہی ما فی العینی وصح بیع غیر الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہو چکی اونکی بیع صحیح ہے ھم یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین وتضمن ھذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لمنعنا عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جاویگا ان شرابون کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اوسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ھم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکھم وما یدینون زیلعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا تلف کر ڈالے تو اوسکی مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلئے کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور ہین اونکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمھا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین ونحوھما قالہ المصنف مطلقا قلیلھا وکثیرھا وبہ یفتی ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے اونکو محمد نے مصنف نے شرح مین کہا یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور انکی مانند سے وہ محمد کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ھم قہستانی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ مشروب ورطلاوات کا نبیذ یعنی انکا بوزہ دلبشر وطبذ کو وہ شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو اوسکو پیکر مست ہوا اوسپر حد نہین اور اوسکی طلاق واقع نہین اور محمد کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد کے قول پر فتوی ہے چنانچہ مضاربہ قہستانی مین مذکور ہے کما قال الصح اور مختار ہمارے زمانہ مین یہہ ہے کہ اشربہ مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اوسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم

کہ محمل تشکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنیوالی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد و ابن ماجہ و دارقطنی کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ
حرام یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد کے قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد کے نزدیک قلیل اوسکا اور کثیر سب حرام ہے
فقہا نے کہا اور ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور محمد کا مذہب صحیح ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور داؤد ظاہری کا ہوا تھے
اور یہہ اختلاف شیخین اور محمد کا چار اشربہ حلال میں ہے اور شربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمد کے حرام ہے گو کہ اوسقدر سے نشہ نہو
اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی المحیط و مختصرا واختارہ شارح الوہبانیۃ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے
محمد کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمد سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت
ہوگئی شرح وہبانیہ میں ہے اور یہی یون مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اوسنے ہمارے سب اصحاب سے یہہ روایت پائی کہ حد
واجب ہو اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہووے وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوتی تاکہ اوس پینے سے لوگ باز رہیں تا روی زمین سے
فساد دفع ہوا انتہیٰ اور تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی المحیط وہی ملخصا ونظمہ فقال ے وفی عصرنا فاختیر حد و اوقعوا
طلاقا لمن من سکر الحب یسکر وعن کلھم یروی وافتی محمد بتحریم ما قد قل وھو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سوا اوسکے کہا
ہے کہ ہمارے زمانے میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کردی ہے اوس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزہ سے مست ہوا اور شیخین
اور محمد سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے وفی طلاق البزازیۃ و
قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس ایضا ولو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد اہ وفی الملتقی ووقوع طلاق من سکر
منہا تابع للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ھو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا انتہی تمام ما فیما
علقتہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر
اوس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہہ ہے کہ اوسپر حد ماریجاوے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اوسکی پینے سے تو
اوسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونیکا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہیں محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہہ خلاف شیخین اور محمد کا
تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو و لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین اور محمد کے حرام ہے انتہی ما فی الملتقی اور پورا
بیان اس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لہما والسکر منہ حرام
بالاختلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جوش کھا کر ستی لاوے تو محمد کے نزدیک
حلال نہیں برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اوس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اوسکے مست پر حد واقع ہونا اور اوسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف
پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الہدایۃ
حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسیطرح کا گھوڑیکا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ
اسکو حلال ہونے کو صحیح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک عدم سکر اور خزانہ میں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے سب مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حلت اسوقت تک ہے جبتک نشا نکرے زیلعی میں ہے
قول اصح یہہ ہے کہ گھوڑیکا دودھ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب کرنے صاحبین کے اسلئے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہے اور اسلئے کہ وہ جہاد منقطع نہوجاوے
تو یہہ کراہت اوسکے دودھ کیطرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدبا جمع دباۃ وھی القرع
حلال ہے نبیذ بنانا تونبوں میں دبا بتشدید وہ جمع ہے دباۃ کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای
القیر والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما ورد من النہی نسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اوس برتن میں
جسپر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہو اور لکڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے محمد نے

کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابن بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تہا سو اب زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی نکرو اور محمد کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تہا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ رکہا جاوے سو اب رکہو جتنا تم چاہو منع اسواسطے کیا تہا کہ مالدار فقیر پر کشایش کرے اور دُبا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تہا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پیو نشا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ آن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تہی سو اگر انمیں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے انکا استعمال درست ہے پاک کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دہو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد کے نزدیک وہ کبہی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار دہوے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ بار بار اوسمیں پانی بہرے اور گرا تا رہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمیں نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وکرہ

شرب دردی الخمر والامتشاط بہ لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عندنا بلا سکر

ویہ پہلے بیان ہو چکا اور خمر کی تلچہٹ پینا اور اوسکو کنگہی میں بلکر بالونمیں لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور تلچہٹ میں خمر کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل اوسکے کثیر کی مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اوسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد نمارنی جاویگی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتہہ بالاجماع حد ماری جاویگی

ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کہانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر چہار اشیا ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکہتا ہے اور روکتا ہے ھم طحطاوی نے بنج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجہا ہے حالانکہ یہہ خطا ہے اسلیے کہ بنج بفتح با موحدہ وسکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتیست شبیہ بہ برگ او بجبویہ ولبسیار غلیظ ودر طول وعرض ازان بزرگتر ولبسیار سبز مائل بسیاہی وبرگ وساق غلیظ آن زغب وثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار وتخمہا آن سیاہ بر دیگری ودر نہایت شبیہ بحلبہ ولبسیار ریزہ تر ازان وغیر مدور وسہ نوع است سیاہ وسرخ وسفید بہرہ ونوع اول باہیت وغیر مستعمل ونوع سوم کہ سفید ست مستعمل است وکمیاب بعضے ازان سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ بفارسی کنب وبنگ وبہندی بہانگ وباصطلاح ورق الخیال وحشیش وحشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بلند وساق آن مجوف وگل آن سفید وتخم آن مدور کہ آنرا شہدانج وبفارسی شاہدانہ گویند انتہے شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کی مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گہاس ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مجنون اور مفسد اور مکسل ہے اور اوسمیں اوصاف ذمیمہ ہیں لہذا متاخرین کا اوسکی تحریم پر اجماع واقع ہوگیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسقدر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کردے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کی مانند اسواسطے کہ اگرچہ اوس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہے لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ خراسانی اجوائن اور بنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمیں سے کہاوے تو اوسپر حد نہیں اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا تحرم جوز الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسیطرح جوز الطیب یعنی جائپہل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف ھم مصنف نے شرح میں جائپہل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکہا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوز الطیب کر مو ونقل عن الجامع وغیرہ ان من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہد انہ یکفر ویباح قتلہ

اور مصنف نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بھنگ اور بنگ کے حلال ہونیکا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ وہ مرتد ہو کافر ہے اور
اوسکا قتل مباح ہے هم مصنف نے جامع الفتاوی سے یہہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح عمر تاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابوحنیفہ سے کچھہ منقول نہین اسواسطے کہ اونکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور
سلف سے بھی کچھہ منقول نہین مزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی کے اور اسد بن عمرو شاگرد امام اعظم کے عراق عجم مین تھے وہ اسکی
اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی بلا عام ہو گئی اور فتنہ عالم مین پھیلا اور سفاہت عقلا پر غالب ہو گئی اسکے استعمال سے تو تمام علمار ماوراء النہر مزنی کے
مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اوسکے جلانے کا اور اوسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی اور حنفی دونو مذہبون کا اوسکے حرام ہونے پر فتوی ہے
یہانتک کہ اوسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہی اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہوا اور طلاق دی تو اوسکی طلاق واقع ہو گی زجراً اور توبیخ کی
وجہہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحه علی منظومة ابیه البدر المتعلقة بالکبائر والصغائر عن ابن
حجر المکی انه صرح بتحریم جوزة الطیب باجماع الائمة الاربعة وانها مسکرة مین کہتا ہون اور ہمارے استاذ نجم غزی شافعی مذہب
نے اپنی شرح مین جو اونکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون نقل کیا ہی کہ اونسے تصریح کی ہی جائفل
کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہہ کہ وہ نشہ کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق فی
سنة خمسة عشر بعد الالف یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له فانه مفتر وهو حرام لحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله
صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناوله المرة والمرتان ومع نهی الامام عنه حرم قطعا علی ان
استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیه کبیرة کسائر الصغائر انتهی بحروفه پھر کہا ہمارے استاذ نجم شافعی نے کہ تنباکو جو نو پیدا شی ہے اور
اوسکی پیدائش دمشق شام مین ایکہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اوسکا پینے والا یہہ دعوی کرتا ہی کہ وہ نشا نہین کرتا اگر اوسکی عدم مسکر کو مان لیجیے تو البتہ
وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہی اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہی بدلیل اوس حدیث کے جو مسند احمد بن حنبل
ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا
ایکدو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کردینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہہ کہ اوسکا استعمال اکثر بدنکو ضرر کرتا ہی ہان اوسکو
ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعی بلفظہ هم ابوسعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علمار
شافعیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہی کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اوسکا سامان کردینا واجب نہین انتہی اور بعضے ثقات شافعیہ سے دریافت
کیا سو اونہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہی سو قول ضعیف ہی اور مذہب صحیح یہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہی مگر لعارض اور حقہ اوسوقت زوج پر واجب
ہی جب زوجہ کو اوسکی عادت ہو اور ترک اوسکا ضرر نکرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اوسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب نہ زوج پر لازم ہوگا
انتہی کلام الشافعیہ اور یہہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہہ امر مختلف ہی باختلاف مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا
فی الطحطاوی وفی الاشباه فی قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ویظهر اثره فیما اشکل حاله کالحیوان المشکل امره والنبات
المجهول سمیته انتهی قلت فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه اور اشباہ مین اوس قاعدہ کے اندر
کہ اصل اشیا مین اباحت ہی یا توقف اور ظاہر ہوتا ہی اثر اس قاعدہ کا اوس چیز مین جسکا حال معلوم نہین جیسا کہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گھاس
جسکا زہر ہونا ثابت نہین انتہی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدہ سے بوجہا جاتا ہی حکم اوس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پھیل گئی
ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہی تو خبردار رہو یعنی بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تنباکو مباح ہی اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا
مین توقف ہی یعنی نہ اباحت ہی نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہی نہ حرام وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقا له بالثوم والبصل

بالاذل فقد ثبتھا اور البسہ ثمنا کو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی مین مکروہ کہا ہے اوسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے
ملحق کرکے سوا اسکو غور کرے ہم مفتی روم ابو سعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے
انتھے اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مین حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہان مکروہ تحریمی ہے اور قران خوانی کیوقت اوسکا
استعمال صریح بےادبی ہے کذا فی اللطائف و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا مین بیان کیا ہے کہ جو لوگ کہ تمباکو خان حرام ہے قلیان کشی کو حرام کہتے
ہین سو یہہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہین ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے مشابہت آتش کی تیسرے دہوان نکلنا منہ سے کہ
مشابہ اہل دوزخ سے ہے ہرچند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتھے ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم
ومن جزم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوھبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ؎ وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ ۝ وتطلیق محششہ لزجر وقرروا ۝ لبائعہ
التادیب والفسق اثبتوا ۝ وزندقۃ للمستحل وحرروا اور ان علما مین سے جہنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہین شارح وہبانیہ ہی بیان کیا ہے اسکو
کتاب الحظر مین اور اوسکو نظم کیا ہے اور یون کہا ہے اور علما نے فتوی دیا ہے بہنگ کے حرام ہونے اور اوسکے جلا دینے اور بہنگ نوش کی طلاق واقع ہونے
پر زجراً و توبیخ کیوجہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بہنگفروش کی تعزیر اور فسق اور اوسکے حلال کہنے والیکا زندقہ او کفر ثابت کیا ہے اور اوسکو منقح اور محقق
بیان کیا ہے واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام مین ہم
قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکلگئی اسلیئے کہ ممتنع سے وہ
مراد ہے کہ اوسکے پانو یا پر ہون جیسے وہ بہاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہہ ہے کہ آدمیون سے بالوف نہو نہ رات دن
اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اوسی قید سے متوحش
بالوف داخل ہوا صید مین چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید
کی کتاب الاشربہ سے یہہ ہے کہ دونون چیز مورث سرور ہوتی ہین ھو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررھا فی اثناء المسائل
شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم اونکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل مین ہم منجملہ شروط مذکورہ پانچ
شرطین ہین شکار کرنیوالی مین ۱ ہونا اوسکا مسلم یا کتابی ۲ چہوڑنا اوسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اوسکے چہوڑنے مین غیرمسلم یا کتابی کا ۴
ترک بسم اللہ عمداً نکرنا ۵ چہوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ معلم ہونا
اوسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اوسکا بطریق چہوڑنیکے ۳ عدم مشارکت کلب غیرمعلم کی ہم قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کہانا اور پانچ
شرطین شکار مین ہین ۱ یہہ کہ اوسکی خورش نیشدار دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوای مچہلی کے آبی جانور نہونا ۴
قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اوسکے ذبح کرنیکے کذا فی العالمگیریۃ عن النہایۃ
پہلی تینون شرطین علت اکل کیواسطے ہین نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار مین ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اسلیئے کہ شکار
کرنا کبہی حاجت کی وجہہ سے ہوتا ہے اور کبہی اظہار بہادری کیواسطے اور کبہی دل بہلانیکے واسطے اور غایۃ البیان مین ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور
مین اور حرام مین حلال تو کہانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کیواسطے یا اوسکی کہال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار مین
ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قران سے قال اللہ تعالی واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو
یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی مین جبتک تم محرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی
بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چہوڑے تو اوسپر بسم اللہ کہہ پہر اگر اوسنے شکار پکڑ رکہا اور تونے اوسکو زندہ پایا تو اوسکو ذبح کر اور اگر تونے اوسکو مقتول
پایا اور حالانکہ کتے نے اوسکو نہین کہایا تو اوسکو کہا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بہی ذبح ہے یہہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد مین ہے اور اجماع امت

اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے ہاں ہم نے انہار کیا تحریم فی غیر الحرم
شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہے حلبی نے کہا یون کہنا بہتر تھا الا المحرم اوسنے الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں مباح
نہیں اسواسطے کہ یہہ عبارت تینون شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او للتلھی کما ھو ظاہر یا شکار کرنا مباح
ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ بظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما زدتہ تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ
اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذھب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرھا یا شکار کرنا
مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہہ عدم اباحت بوجہ اشباہ کے ہے مصنف نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ متن میں زیادہ کی
اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنیکی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کی
برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد ہیں صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اوسکے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نکیا نصب
شبکۃ لصید ملک ما تعلق بھا بخلاف ما اذا نصبھا للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بھا ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک
ہوگا اوس جانور کا جو اوسمیں پھنس گیا برخلاف اوس صورت کے جبکہ جال لگایا اوسکو خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اوسکا جو پھنس گیا اوسمیں ہم تو اول
صورتمیں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورتمیں جو شخص اوسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اوس سے نہیں لے سکتا وان وجد المقلش
او غیرہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکہ فیجب تعریفہ اور اگر نیاریا یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو پاوے
تو اوسکا مالک نہوگا اور اوسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اوسکو لے ہم مقلش بضم میم وسکون قاف وکسر لام وشین معجمہ عرف میں اوسکو
کہتے ہیں جو زمین میں مالیت کی چیز تلاش کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ
ناقل کبیع وھبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وھو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتھیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا الجفاف علی
المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمقلش ما یجدہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب
ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کیطرف ملکیت منتقل ہو جاتی ہے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے
یعنی ایک کے مرنیکے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اوس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے
خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اوسکی تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے نہ جال خشک کرنیکے لئے
تو اگر ایک شخص مستولی ہوا جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کی تلاش کرنیوالیکو حلال نہیں وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی الملتقطات اور شکار کی تمام تعریف بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ
میں مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم ما فی الذبائح من کلب وباز ونحوھما بشرط قابلیۃ التعلیم وبشرط کونہ لیس
النجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیشدار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اونکی چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہوئے تعلیم کے اور بشرطیکہ وہ
نجس العین نہو نیکے کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلئے کہ اونٹ نیشدار ہوتا ہے اور کبوتر
چنگل والا لیکن یہہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے تفریع علی ما مھد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتھما
التعلیم فانھما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ھمتہ والدب لخساستہ والحق بعضھم بالدب الحداۃ لخساستھا مصنف نے تفریع کی اوس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ اونمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونو غیر کیلئے عمل نہیں کرتے شیر
اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے
اوسکی خساست کیوجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیئے کو بھی اوسکے ساتھ ملحق کیا ولا یتخذ بنجاسۃ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول

نجاسة عينه لان يقال ان النص ورد فيه فتتبع اور سور سے شکار کرنا درست ہے اوسکے نجس العین ہونیکے سبب سے اور بموجب اس قاعدے
کے تو کتے سے بھی شکار جائز ہو ان لوگون کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہین مگر یون جواب بھی کہتے سکے جواز شکار مین نص وارد ہے تو کتا مستثنی
ہے اس قاعدے سے ہو گا وہ ہذا وبه يتقدم قول القهستاني ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير نجس العين عند ابي حنيفة على
ما في التقرير وغيره فتأمل اور اس جواب سے قہستانی کا یہہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین بعضون کے نزدیک اور سور نجس العین ابو حنیفہ کے نزدیک
چنانچہ تقریر وغیرہ مین ہے سو تامل کرلے بشرط علمهما اي ذي ناب ومخلب یعنی درندہ اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے اونکی تعلیم یا سکھلائی کی شرط سے
وذلك بترك الأكل اما الشرب من الصيد فلا يضر قهستاني وبإتيان ثلاثا في الكلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته في البازي ونحوه اور یہہ جیسے
اونکی تعلیم یا سکھلائی کتے وغیرہ مین تین بار نہ کھلانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ مین پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پلینا تو مضر
تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی مین ہے اور آگے مذکور ہوگا ہم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اوسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھاوے تو اسکا
معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت خارتگری اور بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں اپنی عادت چھوڑیں تو تعلیم یا سکھلائی
ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھا ویگا تو یہہ اوسکی تعلیم یا سکھلائی کو مضر نہیں کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
وبشرط جرحهما في اي موضع منه على الظاهر ملتقى اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی مقام مین بموجب ظاہر الروایہ کے اور یہی
پر فتوی ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ کہین خون نکلتا ہو وعن الثاني يحل بلا جرح وبه قال الشافعي
اور ابو یوسف سے ایک روایت یہہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی کا وبشرط ارسال مسلم او كتابي اور شکار حلال
ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال کے اور اوسکو پکڑکے قتل کرے تو حلال
نہوگا وبشرط التسمية عند الارسال ولو حكما فالشرط عدم تركها عمدا على حيوان ممتنع اي قادر على الامتناع بقوائمه او بجناحيه متوحش
فالذي وقع في الشبكة او سقط في البئر او استأنس لا يتحقق فيه الحكم المذكور ولذا قال يؤكل لان الكلام في صيد الاكل اذ
حل صيد غيره كما سيجيء او عمم لحل الانتفاع بالجلد مثلا كما يأتي فتأمل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہکر کتے یا باز کے چھوڑتے کیوقت
جانور ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو تو حلت کی شرط عدم ترک التسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہیں ممتنع سے مراد یہہ ہے
کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پانوون سے یا دونون پرون سے اور متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال مین پھنسا یا کنوئین مین گر پڑا یا وحشی مانوس
ہوگیا تو اوسمین حکم مذکور یعنے ارسال اور زخم سے اوسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے مصنف نے شکار مین ماکول ہونیکی قید
لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار مین ہے مگر چونکہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے ہو اسواسطے کہ مثلاً
کھال سے نفع حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرلے وبشرط ان لا يشركه الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلم وكلب
مجوسي عمدا او لم يرسل او لم يسم عليه اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کلب معلم یعنے تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہوگیا ہو جسکا شکار کرنا حلال
نہین چنانچہ بدون سکھایا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمدا بسم اللہ کہنا اوسپر ترک ہوا تو ان
صورتون مین شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا يطول وقفته بعد ارساله ليكون الاصطياد مضافا الى الارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے
یا باز نے چھوڑنیکے بعد شکار کرنے مین زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو یہہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف
ما اذا كمن واستخفى كالفهد كما يكمن الفهد على وجه الحيلة لا للاستراحة برخلاف اوس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا
چیتے کی مانند یعنی جیسے چیتا دبکتا ہے بطریق حیلہ اور گھات سے نہ بطریق استراحت اور آرام کے ہم یہہ بمنزلہ استثنا کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار
کی گھات مین مضر نہین کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات مین دبک رہے نہ بطریق استراحت کے پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ نقصان

نہین شکار حلال ہے اور اگر شکار کی بعد کچھ کہانے لگو یا پیشاب کرے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصرا و للفہد خصال حسنۃ ینبغی
لکل عاقل العمل بہا کما بسط المصنف اور چیتے کی چند عادات بہتر ہین ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف شرح مین اونکو مفصل بیان کیا ہے
ہم از انجملہ یہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہانتک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسیطرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے فرصت تک تاک رہے تا بلا مشقت
مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہے کہ اوسکا سیکہنا مار سے نہین ہوتا بلکہ کتا اوسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اوسکو دیکہکر سیکہ جاتا ہے اسیطرح عاقل کو
لائق ہے کہ غیر کا حال دیکہکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ از انجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہین کہاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسیطرح
عاقل کو لازم ہے کہ کہاوے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نپایا تو بیٹہہ رہتا ہے کہتا ہے مین اپنی جان کیون ہلاک
کرون غیر کیواسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک اکلہ یعنی اگر
شکار مین باز نے کچھ کہا لیا تو باقی حلال ہے کہایا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی تعلیم کہانا ترک کرنے سے نہین بلکہ اوسکی تعلیم آ بلانے کے بعد وان اکل الکلب
ونحوہ کالفہد لا یؤکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اوسکی نے شکار سے کچھ کہا لیا تو باقی نہ کہایا جائیگا ہمارے مذہب مین ہر طرح خواہ اوسکو کہانے کی عادت
ہو یا نہو کما لو اکل منہ ای کما لا یؤکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ للاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اوسکا کہانا اوس
شکار سے جیسے وہ شکار کہایا نہین جاتا جسمین کتے نے کہایا تین بار کہانا چہوڑ دینے کے بعد یعنی تین بار اوسنے شکار پکڑا اور نکہایا پہر چوتہی بار کہایا تو شکار اوسکا
حلال نہین اسواسطے کہ وہ علامت ہے اوسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یؤکل ما صادہ بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسیطرح وہ
شکار بہی نکہایا جائیگا جو اوسنے شکار کیا بعد کہا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جاوے تین بار کے چہوڑ دینے سے یعنی کہانے کے بعد جب تین بار شکار
کرے اور نکہاوے تب چوتہی بار کا شکار حلال ہوگا او ما صادہ قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلف من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوات المحل وفیہ
اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بہی شکار حلال نہین جو کتے نے کہانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملکیت مین باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ تلف
کر چکا یعنی مثلا کہا چکا تو اوسمین باتفاق امام اور صاحبین کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمین اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ہم حاصل
مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود ہے اگر غیر موجود ہے تو اوسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اوسمین حرمت ظاہر نہین بسبب عدم بقای محل کے اور اگر موجود ہے
تو جنگل مین موجود ہے یا صیاد کے ملک مین موجود ہے اگر جنگل مین ہے تو اوسمین بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اوسکی ملک مین ہے تو اوسمین اختلاف ہے سو امام
کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہین خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہین کیا تو نہین دیکہتا
کہ ہم مردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہین دعوی دار کے نزدیک انہوں نے محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہین ہے اور لائق یہ ہے
کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بک گیا ہو تو مشتری بائع سے ثمن پہیر لیگا کیونکہ صحیح مردار تہا اور اثر ظاہر ہوتا ہے توبہ مین اوسکے کہانے کے بعد اور اگر یہ
کہیئے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کہا جاوے تو چاہیئے حرمت ساقط ہو جاوے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کلہم بتغیر فلو نہش من
صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یؤکل لترکہ ما صار بہ عالما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرخ جو بہاگ گیا یعنی اوڑ گیا
اپنے مالک کے پاس سے چند مدت چہوڑ رہا پہر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اوسنے شکار پر چہوڑا اسو اوسنے شکار پکڑا تو وہ کہایا نجاوے گا اسلئے کہ چرخ نے وہ فعل چہوڑ
دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تہا یعنی اوسنے ترک اجابت کی تو وہ اوس کتے کی مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کہا لیتا ہے ولو اخذ الصیاد الصید من الکلب
وقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب واکلہا اکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ اور اگر
صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اوسمین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کیطرف ڈالدیا سو اوسنے اوسکو کہا لیا یا کتا شکار مین سے صیاد کے ہاتہہ سے جہپٹا مار کر لیگیا اور کہا گیا تو باقی شکار
حلال کہایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اوسکی نہایت علم اور دانستگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اوسنے وہ چیز لی کہ جو
مالک کے لائق نہ تہی یعنی خون اور باقی رکہی وہ چیز جو مالک کو لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ

ولم یأکل منه لایحل لانه حالة الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتون سے نوچا سو اوسمین سے نصف کاٹا اور کھایا یا پہر شکار کو پکڑا اور
قتل کیا اور کھایا تو وہ حلال نہین کیا یا شکار کرنے کی تعلیم کیا جانیکے سبب سے ھم تو یہہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نہشه واتبع
الصید فقتله ولم یأکل منه حتی اخذه صاحبه ثم اکل ما القی حل لانه حینئذ لو اکل من نفس الصید لم یضر کما مرّ اور اگر کتے نے وہ
ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچھا کئے گیا شکار کا سو اوسکو قتل کیا اور اوسمین سے نکھایا یہانتک کہ اسکے مالک نے شکار لیا پہر کتے نے کھایا جو ڈالا تہا
تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت مین ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا و
اذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوة فوق ما فی المذبوح ذکاه وجوبا اور جبکہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار
کو زندہ پاوے ایسی زندگی کے ساتھہ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اوسکو ذبح کرے بنابر وجوب کے ھم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پاوے تو
وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہین بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اوسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود
قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہین اسطرحپر کہ شکار کا پیٹ پہٹ گیا اور انتڑیان نکل پڑین پہر وہ
مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہین اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال
نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی مین ہے وشرط لحله بالرمی التسمیة ولو حکما کما مرّ اور شکار کے حلال ہونے مین تیر مارنے سے بسم اللہ
کہنا تیر لگانیکے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر حلت نہین وشرط الجرح لتحقیق معنی الذکوۃ
اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلجانے سے ثابت ہو وشرط ان لا یقعد عن طلبه لو غاب الصید متحاملا سہمه
فما دام فی طلبه یحل وان قعد عن طلبه ثم اصابه میتا لا یوکل لاحتمال موته بسبب اٰخر اور یہہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹہہ نرہے شکار کی تلاش سے اگر
شکار غائب ہو گیا ہو اوسکی تیر کو اوٹہاتے ہوئے تو جبتک تیر انداز اوسکی طلب مین ہے وہ حلال ہے اور اگر اوسکی تلاش اور طلب سے بیٹہہ رہا پہر اوسنے شکار
کو مردہ پایا تو اوسکا کہانا حلال نہین اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کی سوا اسواسطے کہ محرمات مین موہوم متحقق
کی مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیة لحله ان لا یتواری عن بصره وفیه کلام مبسوط فی الزیلعی وغیره اور فتاوی قاضی خان مین حلت
شکار کی یہہ شرط مذکور ہے کہ شکار چھپ نگیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ مین مذکور ہے ھم وجہ شرط یہہ ہے
کہ جب شکار نظر سے غائب ہوا تو شاید اور کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اس شرط کیطرف اشارہ کیا ہے
اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کے ہین مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تونے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجہسے تین دن تو نے اوسکو پایا سو کہا جبتک وہ گندہ نہین ہوگیا یہہ حدیث
اباحت غائب پر دلالت کرتی تو جیت سے اوس شخص پر جو اسکا مانع ہو انتہی ملخص کلام یہہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی
فان ادرکه الرامی او المرسل حیا ذکاه وجوبا فلو ترکها حرم و سیجیٔ پہر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے
کہ اوسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا ھم یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا والحیوة المعتبرة هنا ما یکون فوق حیاة
المذبوح بان یعیش یوما وقیل اکثره مجمع اور جو حیات کہ یہان یعنی ذبح شکار مین معتبر ہے وہ ذکات مذبوح سے زائد ہے اسطرح کہ شکار ایکدن زندہ
رہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع اما مقدارها وهو ما لا یتوهم بقاءه کما فی الملتقی فلا یعتبر ههنا حتی لو وقع
فی ماء لم یحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اوسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی یہان معتبر نہین یہانتک
کہ اگر اوسقدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اوسکو ذبح نکرے ہو اور وہ پانی مین گرپڑے تو وہ حرام نہوگا ھم صدر شہید نے ذکر کیا کہ یہہ قول باجماع امام
اور صاحبین کا ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات مخفیہ مین بھی ذبح کرنا ضروری ہے متردیہ وغیرہا کی مانند کذا

فی المحیط والمعتبر فی المتردیة واخواتها کالنطیحة والموقوذة وما اکل السبع والمریضة مطلق الحیوة وان قلت کما اشرنا الیه وعلیه الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردیہ اور اوسکی مانند جیسے نطیحہ اور موقوذہ میں اور جسکو درندے نے کہایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہمنے اوسکی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مسئلہ ہم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں ہم متردیہ وہ جانور جو اونچے پر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگہ سے مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے حلال نہیں اور اسیطرح شکار میں بھی حیات قلیلہ حنفیہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کہا شکار مذکور کا حلال نہیں بدون ذبح کے خواہ اوسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل اس آیہ کے (وَمَا اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ) اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اوسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اوسکو کذا فی الطحطاوی فان ترکہا ای الذکوة عمدا مع القدرة علیہا فماتت حرمت پہر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنیکو ترک کیا عمدا با وجود قادر ہونیکے اوسپر پہر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا حرمت لو عجز عن التذکیة فی ظاہر الروایة وعن ابی حنیفة وابی یوسف تحل وہو قول الشافعی قال المصنف فی منحة ومتن الوقایة اشارة الی الحل والظاہر ما سمعتہ انتہی قلت ووجہ الظاہر ان العجز عن التذکیة فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسیطرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایة میں کہ اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اوسکی پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام اور ابو یوسف سے غیر ظاہر الروایہ یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور میرے متن میں اور وقایہ کے متن میں اشارہ اسکی حلال ہو جانے کیطرف ہے یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایة کو تو سن چکا انتہی یا فی شرح المصنف میں کہتا ہون اور ظاہر الروایة کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتمین حرام کو حلال نہیں کر دیتا ہم برخلاف اوس صورت کے کہ پانی اور کہانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا او ارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر بزجرہ مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور ہڑکا یا شور کرکے سو وہ تیز ہو گیا اور اوسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم ہر چند زجر لغت میں بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور چونپ دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیئے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس ہے تو حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنیکا کیا جاویگا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود نہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پہر اگر زجر مسلم سے ہو تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہے او قتلہ معراض بعرضہ وہو سہم لا ریش لہ سمی بہ لاصابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمین پر نہین معراض اوسکو اسلئے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے نہ طول کیطرف سے ہم معراض بوزن محراب تیر ہے بدون پر کا دونون کنارے اوس کے باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کیجانب سے لگتا ہے نہ تیزی کیطرف سے کذا فی القاموس ولو اصابہ بحدہ فاصابہ حل اور اگر معراض کی کنارہ پر حدت اور تیزی ہو پہر وہ شکار کو تیزی کیطرف سے لگے تو وہ حلال ہے او بندقة ثقیلة ذات حدة حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ باڑہ دار نے تو شکار حرام ہے بسبب اوسکو قتل کرنیکے بوجہ بوجہ سے اور گرانی سے نہ باڑہ اور تیزی سے ہم بندقہ بضم با و موحدہ وسکون نون و در مثی ہے اوس سے مارتے ہین اور اوسکو جلاہق بہی کہتے ہین کذا فی المغرب ہندی میں اوسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت خفیفة لہا حدة حل لقتلہا بالجرح حینئذ ولو لم یجرح لا یوکل مطلقا شرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہو گا اسلئے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اوسکا کہانا مطلقا درست نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہے اور بعضون کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان ملتقی کی حاشیہ شرح میں ہے ہم فتاوی قاضی خان مین ہے کہ غلیلہ اور پتہر اور معراض اور لاٹھی اور اوسکی مانند کا شکار حلال نہین اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلئے کہ یہ اشیا توڑ کر

چیرتی پہاڑتی نہین ہین ہان اگر اوسکو دراز نوکدار تیر کی مانند کرلے اور اوسکا پہینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پہاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کہانا اوسکا حلال
ہوگا اور اگر اندر زخم ہوگیا بسبب کوفت کے اور ظاہر مین نہ پہٹا تو حلال نہین اسلئے کہ اوس سے خون کا بہنا حاصل نہین ہوتا انتہی خلاصہ یہہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی
سے حاصل ہے تو حلال نہین اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکہا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اون سے یہہ استفتا ہوا کہ
جو شخص چڑیون کا شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے اوسکا کہانا درست ہے یا نہین تو جواب لکہا کہ اوسکا کہانا حلال نہین زیلعی مین ہے کہ اس قسم کے مسائل مین
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوتی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہو
اسمین کہ زخم سے موت ہوتی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہین انتہی مین کہتا ہون کہ سیسے کے گولی کی شکار مین احتیاط یہہ ہے کہ اوسکا کہانا حلال نہین اسواسطے کہ
گولی تو اندفاع عنیف کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی او رمی صیداً فوقع فی ماء لاحتمال
قتله بالماء فيحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی مین اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اوسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیاً فوقع فیه
فان انغمس جرحه فيه حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو پہر تیر لگنے کے بعد پانی مین گر پڑی سو اگر اوسکا زخم پانی مین ڈوب گیا تو وہ
حرام ہوگئی اور اگر پانی مین زخم نہین ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی صورت مین احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری مین احتمال نہین یہہ سب
اوسوقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمین زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہان احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریۃ
او وقع على سطح او جبل فتردى منه الى الارض حرم فی المسائل كلها لان الاحتراز عن مثل هذا ممكن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چہت پر یا
پہاڑ پر گری پہر وہان سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل مین اسواسطے کہ ایسی صورتون سے بچنا ممکن ہے هم یعنی یہہ ضرور نہین کہ جب زخمی چڑیا گرے
تو پانی یا چہت یا پہاڑ ہی پر گرے اور یہی حکم ہے درخت یا دیوار یا کہڑی برچہی یا پتہر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چہت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی
رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتہر کی مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الحموی فان وقع على الارض ابتداء اذ الاحتراز
عنه غير ممكن فيحل سو اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اوس سے بچاؤ ممکن نہین هم یعنی زمین پر
گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہہ احتمال کہ شاید زمین پر گرنے سے چڑیا مر گئی ہو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا او ارسل
مسلم كلبه فزجره اى اغراه بالصياح مجوسي فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل يرفع بما هو فوقه او مثله كنسخ الحديث
یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چہوڑا سو مجوسی نے اوسکو زجر کیا یعنی شور کرکے اوسکو بہڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے
اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہو جاتا ہے اوس فعل سے جو اوس سے فوق ہو یا برابر اوسکے ہو نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث
منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے هم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اوسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت مین
ارسال معتبر ہے نہ زجر او لم يرسله احد فزجره مسلم فانزجر اذ الزجر ارسال حكما یا کتے کو کسی نے نہین چہوڑا پہر مسلمان نے اوسکو شکار پر
بہڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال
او اخذ غير ما ارسل اليه لان غرضه اخذ كل صيد يمكن حتى لو ارسله على صيود كثيرة بتسمية واحدة فقتل الكل اكل الكل
یا کتے نے اور شکار مارا سوا اوسکے جسپر چہوڑا گیا تہا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اوس شکار کا پکڑنا ہے جسپر کتا قادر ہوسکے
یہانتک کہ اگر صیاد نے کتا چہوڑا بہت سے شکار پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اوسنے سب شکار کو قتل کیا تو سبکا کہانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہہ ہے کہ تعیین
شکار کا اعتبار نہین اکل فی الوجوه المذكورة لما ذكرنا وجوہ مذکورہ مین ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا هم قوله اكل
خبر ہے فان وقع اور اوسکے معطوفات کی کلصيد رمي فقطع عضو منه فانه يؤكل لا العضو خلافاً للشافعي ولنا قوله عليه الصلوة والسلام
ما ابين من الحي فهو ميتة چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا اسواسطے اوسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کہانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی کے

اونکے نزدیک عضو منقطع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ھم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یون روایت ہی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنی جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃ ہو یا حکماً سو جس وقت اوسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃ زندہ تھی کیونکہ حیات اوسمین قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اوسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع ہو عضو کا مراد ہے یعنی اوسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پانون یا ران یا اقل نصف راس ہے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیام اکل العضو ایضاً والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کر دیا اور اوسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اوس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اوسکا نہین ہوسکتا تو عضو منقطع کا کھانا حلال نہین کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ الحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اوسکا اکثر بدن اوسکی دم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کیطرف رہی اور دو تہائیان دم کیطرف باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتون مین اوسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اوسکو شامل نہی ھم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتون مین حیات حکمی بھی صادق نہین اسواسطے کہ اوسکی سلامتی اور بقا ایسی زخمون کے بعد متوہم نہین تو فی الحال اوسکی ذکوۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قدہ سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ للامکان المذکور برخلاف اوس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اوسکے سر کے ساتھ رہا تو اوسکا اکثر اکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دم کیطرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی النہر وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکوۃ بخلاف کتابی لان ذکوۃ الاضطرار کذکوۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کی مانند ہی وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اوسکو زخم کاری نہین لگا پھر دوسرے شخص نے اوسکو تیر مارا تو اوسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہی اور حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دوسرے نے اوسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکوۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اوسکو خارج کر دیا یعنی اب بھاگ نہین سکتا اور اوسمین اتنی حیات ہی جس سے جیتا رہی بعد اوس کے دوسرے نے اوسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہی اور اوسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکوۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اوسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا ھم زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اوسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اوسکو ذبح پر قادر ہوگیا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اوسنے اوسکو ذبح نکیا اور دوسرا شخص اوسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح عمداً قادر سے حرمت ثابت ہوتی ہی تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دیوے اوسکی پوری قیمت کا جو اوسکی قیمت ہو اوسکی تلف کر ڈالنے کے وقت سوا اوس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ھم وجہہ تاوان یہ ہی کہ ثانی نے غیر کی مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اوسکا مالک ہوگیا تھا تو وقت اتلاف کی اوسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کر کے توضیح اوسکی یون ہی کہ وہ شکار دس درم کا تھا مثلا سو شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پس

دوسرے نے تیر مارا تو درہم کا اور نقصان ہوا پہر شکار مرگیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا تاوان دیگا کذا فی السنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ وما لا یوکل
لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اوس جانور کا
جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اوسکی کہال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اوسکی ضرر اور اذیت کے دفع کرنے کیواسطے اور شکار ماکول
اور غیر ماکول شرع میں درست ہے نص قرآنی کی مطلق کی دلیل سے یعنے حق تعالی نے فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا یعنے جسوقت حج کا احرام باندہ چکو
تو شکار کرو اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفی القنیۃ یجوز ذبح الہرۃ
والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذتہ حرارۃ الموت اور قنیہ میں ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہے اور بہتر
یہہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اوسکو ذبح کر ڈالے ہم جبکہ بلی موذی ہو تو اوسکو نہ مارے نہ اوسکی کان ملے بلکہ اوسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ دجیز
میں ہے اور اگر کلب عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اوسکا قتل جائز ہے اور اوسکا مالک تاوان نہیں لے سکتا کذا فی المحیط ویطہر لحمہ وشعرہ وجس العین کالخنزیر
فلا یطہر اصلا وجلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ہنا وفی الطہارۃ اور ذبح کرنے سے پاک ہوجاتا ہے
گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ بالکل پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کہال پاک ہوجاتی ہے نہ گوشت اوسکا اور یہہ قول اقوال میں صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ
سے مواہب کے باب الصید میں منقول ہوا اور یہہ گذر گیا کتاب الطہارۃ میں اخذ الطیر لیلا مباح والاولی عدم فعلہ خانیہ رات کا پکڑنا مباح ہے اور بہتر یہہ ہے کہ ایسا نہ کرے
کذا فی الخانیہ یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبہ مکروہ ہے باز کو شکار سکہانا زندہ پرند پر سے کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس انسان او غیرہ من
الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اوسکے سوا پالو جانور چنانچہ گہوڑا اور بکری کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر
پہینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہم یہہ مسئلہ کتب فقہ میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات میں اسکو قول
مختار قرار دیا ہے قہستانی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اوسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا زیلعی نے اسکو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کیطرف
تیر مارنا اصطیاد نہیں ہو اگرچہ تیر شکار کو لگا ہو کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید
ماکول اللحم حل برخلاف اوس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر مارا یا کتا چہوڑا پہر ماکول اللحم نکلا تو وہ
حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل جوہرہ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی
یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہوتا ہے احتیاطا کی راہ سے رمی ظبیا
فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اوسکے سینگ یا کہر کو سو وہ مرگیا اگر اوسکو خون آلود کردیا
تو وہ ماکول ہے زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں والعبرۃ بحالۃ الرمی فحل الصید بردتہ اذا رمی مسلما لا
باسلامہ اور اعتبار اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو اسلام کیحالت میں اور
شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت میں ہم غایۃ البیان میں ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چہوڑنے کیوقت
اسلام شرط ہے تو اگر اوسنے تیر مارا یا کتا چہوڑا حالت اسلام میں پہر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اسکا بالعکس حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ ووجب
الجزاء بحلہ اذا رمی محرما لا باحرامہ وسیجیء قبیل کتاب الجنایات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر مارا
حالت احرام میں نہ اوسکے محرم ہوجانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پہر اوسنے احرام باندہا تو جزا واجب نہیں اور وہ شکار حلال ہے اور یہہ مسئلہ آویگا
کتاب الجنایات سے پہلے فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا قول ان اذا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان اولا لا یوکل لوقوع
الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا
پہر اوسکو قتل کیا اور یہہ معلوم نہیں کہ اوسکو کسی انسان نے چہوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اوسکا کہانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ

شکار کی اباحت نہین بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اوسکا کہانا درست نہین بدون مالک کے اذن کے
کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثة الفتوی وھی ان رجلا ذبح شاۃ مذبوحۃ ببستان ھل یحل اکلہ ام لا ومقتضی ما ذکرنا
انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وھل سمی اللہ تعالیٰ علیہا ام لا مین کہتا ہون البتہ ہمارے زمانہ مین یہ
حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہہ ہے کہ ایکمرد نے اپنی بکری کو باغ مین مذبوح پایا تو اوسکا کہانا حلال ہے یا نہین اور جو مسئلہ کہ جسنے زیلعی سے
ابھی ذکر کیا اوسکا مقتضا یہہ ہے کہ اوس بکری کا کہانا حلال نہین شک واقع ہونے سے اسمین کہ اوسکا ذبح کرنیوالا ان لوگون سے ہے جنکا ذبیح حلال ہے
یا ذبیح نہین ہے اور اگر ہے تو اوسنے ذبح کیوقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک لیا یا نہین لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا
فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا بأس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ
کالثابت بالتصریح انتہی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اھلا للذکوۃ لیس بشرط قال المصنف لیکن ملا
مین ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ مین اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اوسکے دلمین یہہ بات جم جاے کہ اوسکے مالک نے یہہ کیا ہے
لوگون پر مباح کرنیکے واسطے تو اوسکو لینے اور کہانے مین مضائقہ نہین اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اوسکی مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہوا
انتہی فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اوسکا کہانا بالشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل سے ذکوۃ کا شرط نہین ہے
الیٰ کہا ہی مصنف نے شرح مین ہم یہہ قول استدراک ہے عدم علت کو قول پر پانی کی قربت کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہہ محتمل ہے کہ پانی
مین گرکے مرگیا اور دریائی جانور نے اوسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اوسکو باہر ڈالدیا اور بعضون نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہو
قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاولی غیر المالک قطعا وفی الثانی محتمل مین کہتا ہون استفتاء مذکور اور مسئلہ
لقطہ مین یون فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اولمین غیر مالک ہے یقینا اور ثانی مین احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے
کچھہ حاصل نہین کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو بہہ تو معلوم نہین کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہین کذا فی الحلبی والطحطاوی وذکر بعض الفقہاء سرق
شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ھل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر ویحقق
دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پہر اوسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پہر بکری کے مالک نے اوسکو پایا تو اوسکا کہانا
حلال ہے یا نہین جواب اسکا یہہ ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اوسکا کہانا درست نہین بسبب کافر ہوجانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت
اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہئیے ہم یہہ صورت حادثہ فتوی طلب کو مغائر ہے کیونکہ یہان ذابح اور تسمیہ معلوم ہے
اور حادثہ مذکورہ مین نہ ذابح معلوم ہے نہ تسمیہ اور وجہہ سے لازم آئی اور وہان ذابح اور تسمیہ معلوم نہین اور یہہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہوگیا سو معتمد قول یہہ ہے کہ اسقدر سے
کافر نہین ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہین اور اسکا موید فقہا کا یہہ قول ہے کہ شاۃ غصب کی
قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی مین ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب ہی سے
وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ قال سہ وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر اور وھبانیہ مین کہا اور جو جانور
مرگیا وہ کتے کو نہ کہلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ہم یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہین لیکن کتے کو اوسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرنبلالی
مین ہے مگر ظاہر وھبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کی مانند قنیہ مین یون ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسیوجہہ پر جائز نہین اور
کتے کو بھی نہ کہلاوے اور شاید کہ یہان دو قول ہون کذا فی الطحطاوی وتملیک الصیود لواحد احترازا عن اجازت دیگئی تملیک کنجشک کی اوسکی پالنے
والیکو ہم یعنی ارسال کیوقت اوسکی تملیک بروجہ اباحت مراد ہے مجتبی اور مزید مین ہے کہ ایکمرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اوسکو لیا اور اوسکی
درستی اور خبرگیری کی پہر اوسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے چھوڑنے کیوقت یہہ کہا کہ جو اسکو پکڑلے جسنے اسکو اوسکا کردیا یا یہہ کہا تو پہلے

صورتمین مالک اوسکو نہین لے سکتا اسواسطے کہ اوسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورتمین اوسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب یہی قول ہمارے مشائخ کے پہوڑ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصراً و اعتاقہ بعض الائمۃ ینکرہ اور اوسکے اعتاق کو یعنی گنجشک کے چہوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہین یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان یلقہ مع غیرہ جاز اخذہ اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے ھم یہہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کیوقت لینیوالے پر مباح نکر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی کقشر الرمان ونوی التمر جیسے لینا جائز ہے چہلکا اوس انار کا جسکو چہیلنے والے نے پہینک دیا ھم بزازیہ مین ہے شئ حقیر نے قیمت کا زمین سے اوٹھا لینا سب نہین کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اوسکا اوسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وفي معاياتها واي حلال لا يحل اصطياد صيوداد وما صيدات ذلك الا تنفر اور وہبانیہ کی پہیلیون مین یہہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض حرم مین ہے جسکا شکار کرنا حلال نہین اون شکارونکا جنکو غیر اوسکے کوئی شکار نہین کیا اور نہ وہ اوس سے متنفر ہوتی نہ بہاگی ھم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا ہو صيد دخل دار رجل فغلق عليه بابه ملكه فلا تملكه غيره ولو بعد خروجه یعنی مراد وہ شکار ہے جو اکسیکے گہر مین گہس گیا سواوسنے اوسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اسطرح سے بند کر لیا کہ اوسکے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اوسکا کوئی مالک نہو گا سواے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اوسکے خروج کے ھم یعنی شکار گہر مین گہسا پہر جب صاحب خانہ نے دیکہا تو دروازہ بند کر لیا اسطرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اوسکے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنیکے تو صاحب خانہ اوسکا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اوسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اوسکو معلوم نہین تو اوسکا آخذ اور مالک نہو گا تو اگر پہلی صورتمین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اوسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہو گا اور دوسری صورتمین مالک ہو گا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے قولہ ما صیدت مین نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنیکے احکام مین مناسبتہ ان کلا من الرهن والصيد سبب لتحصيل المال مناسبت کتاب الرہن کتاب الصید سے یہہ ہے کہ رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین هو لغة حبس الشئ وہ یعنی رہن لغت مین عبارت ہے حبس شئے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعاً حبس شئ مالي اي جعل الشئ محبوسا لان الحابس هو المرتهن اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنیوالا مرتہن ہے نہ راہن ھم شارح نے حبس شئے کی تفسیر جعل الشئ محبوسا اسواسطے کی تا راہن حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شئ کا محبوس کر دینیوالا ہے اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطے معتبر ہوا کہ کلام ہے اوس رہن مین جو راہن کا فعل ہے نہ اوس رہن مین جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سو درم لیئے اور اپنا باغ اوسکے پاس گرو رکہدیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق يمكن استيفاءه اي اخذه منه كلا او بعضا كان كان قيمة المرهون اقل من الدين رہن عبارت ہے حبس شئ سے بعوض اوس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شئ مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اوس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہو گا نہ کل کا ھم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہین ٹہرتی چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی كالدين كاف الاستقصاء لان العين لا يمكن استيفاءه من الرهن الا اذا صار دينا حكما كما سيجئ چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جسوقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین مین تو دین کل حق ہے نہ بعض ھم استیفاء عین مرہون سے اسواسطے ممکن نہین کہ عین مین تو صورت مطلوب ہے سو اوسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شئ سے ممکن نہین برخلاف دین کے کہ اوسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اوسکو سمجہہ کذا فی شرح الوقایہ حقيقة وهو دين واجب ظاهرا وباطنا او ظاهرا فقط ككثمن عبد او خل وجد حرا او خمرا خواہ دین حقیقۃً ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن

مین واجب ہو یا فقط ظاہر مین واجب ہو جیسے اُس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا اوس سرکہ جو خمر ثابت ہوا ھم تو بظاہر الجواب رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اوسکے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد نے مبسوط اور جامع مین تصریح کی کہ مضمون ہن بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما سیجئ خواہ دین حکماً ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھم مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہین تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف ہو جانے کیوقت مثل واجب ہو اگر اوسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اوسکا مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہین ہے اور چنانچہ مقبوض علے سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اوسکا تاوان یعنی درصورت تلف ہو جانیکے ثمن مسمی ہے نہ قیمت سو کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ مین کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اوسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ مین ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن مین اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض اُن اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہین سو جائز نہین ہے اور اسیطرح رہن بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہین چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کی پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہان مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کی بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیہ مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ درحکم دین ہے تو رہن کی تعریف صادق آئی کہ رہن نہین ہوتا مگر دین مین خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الھبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت مین تو راہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ مین جائز ہے ھم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہین ہے رہن کہتے ہین فاذا سلمہ وقبضہ المرتھن حال کونہ محوزاً لا متفرقاً کثمر علی شجر متفرغاً لا مشغولاً بحق الراھن کشجر بدون الثمر ممیزاً لا مشاعاً ولو حکماً بان اتصل المرھون بغیر المرھون خلقۃ کالشجر والثمر لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کر لیا اس حالتین کہ مرہون مجتمع اور مقسوم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی ہے نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین سے مرہونہ ہے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ ھم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا افاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الھبۃ وصحح فی المجتبی انہ شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانیکی شرط ہے جیسے ہبہ مین قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی مین اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ھم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہین اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہین بدون قبض کے والتخلیۃ بین الراھن والمرتھن قبض حکماً علی الظاھر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ مین یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ مین تو اگر بعد تخلیہ کے مرتہن اوسکو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اوسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن الاسبیجابی ھم تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کو ایسے موضع مین رکھدے کہ مرتہن اوسکی لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانھا فیہ ایضاً قبض تخلیہ رہن مین قبض ہے مانند بیع کی اسواسطے کہ تخلیہ بیع مین بھی قبض ہے وھو مضمون

اذا ھلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اوسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا
ھ یہہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اوسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون
سے تو اوسقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو قصداً ہی
سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اوسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہہ بات مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا ہالک اور موجود پر
مثلاً اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اوسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط
ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی المحیط وعند الشافعی امانۃ اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہی تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ
یوم القبض لا یوم الھلاک کما توھمہ فی الاشباہ لمخالفتہ للمنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اوسکی قیمت یوم القبض
ہو نہ یوم الہلاک کی قیمت جیسا وہم ہوکا کہا یا ہی صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی
سوم الرھن اذا لم یبین المقدار ای مقدار ما یرید من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہوا بطریق گفتگوی
رہن کے جبکہ مقدار اوس دین کی مذکور نہو تی جسکو راہن طلب کرتا ہے تو اوسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے ھ یعنی
راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہہ چیز میری تیری پاس گرو رکھی کچھ قرض میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نکی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اوسپر تاوان نہیں
اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ھلک وفی ساوت قیمتہ الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور
اوسکی قیمت دین کی برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اوتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہو گیا گویا دین بھر پایا او ذا
کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زائد ہے وہ امانت ہی تو اوسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت
ٹھہری تو اوسکو ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اوسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط بقدرہ ورجع المرتھن بالفضل لان الاستیفاء
بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بھر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے
ہوتا ہے ھ خلاصہ یہہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اسصورت میں گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور
اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہیں اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لیگا وضمن المرتھن بدعوی
الھلاک بلا برھان مطلقا سواء کان من اموال ظاھرۃ او باطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک
نے تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے ولہ طلب دینہ من راھنہ ولہ حبسہ وان کان الرھن فی یدہ لان الحبس جزاء مطلہ اور مرتہن
کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اوسکے راہن سے اور اوسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اوا دین کی تاخیر کا بدلا ہی یعنی
باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادای دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہی ولہ حبس رھنہ بعد الفسخ للعقد
حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرھن لا یبطل بمجرد الفسخ بل یبقی رھنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدھما لم یبق رھنا
زیلعی ودرر وغیرھما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانیکے بعد یہانتک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف
کردے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جبتک کہ قبضہ اور دین ساتھ باقی رہیں پھر جب ان دونوں سے ایک فوت ہوا
یعنی قبضہ نرہا یا دین کو معاف کردیا تو رہن باقی نرہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرھما لا الانتفاع بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس
ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتھن او راھن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت

لیئے سے نہ مکان کی سکونت سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہہ انتفاع مرتہن لے یا راہن کسیکو درست نہین مگر باذن ہر ایک
کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے ھ غرض یہہ ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ مین مذکور
ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان مین اقطع سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہین مگر مرتہن
کے اذن سے اور اسیطرح اوسمین بیعت کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضون نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز
نہین اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہہ تو بیاج ہے ھ جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے کہ جسکے لیئے
بعض علما اسبات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہین مصنف نے شرح مین اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ
مین حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اوسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضون نے کہا کہ
اگر عقد رہن مین استیفاء منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہین تو بیاج نہین وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او
سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن اور اشباہ
اور جواہر مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختون کا پہل کہانا اور گہر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودہ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کہایا تو اوسپر ان منافع کا تاوان
نہین اور راہن کو اباحت کی بعد منع کر دینا بہی جائز ہے پہر اشباہ مین یہہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر
مین آویگا ھ غالب حال لوگون کا یہی ہے کہ رہن رکہنے سے انتفاع کا قصد رکہتے ہین اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہین تو یہہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف
کالمشروط ہے سو یہہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ
یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکے دودہ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا
بکری اور اوس دودہ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودہ کا حصہ مرتہن لیگا ھ ایکمرد نے بکری گرو رکہی اور مرتہن کو اوسکا
دودہ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اوسپر ضمان نہین پہر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی بکری اور دودہ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ
ساقط ہوگا دین سے اور دودہ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پہر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے
یہہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اوسکی عبارت مین کچہہ زیادہ ہوگیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ
پہر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اوسکی اس تعدی سے واذا طلب المرتہن دینہ
امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار مستوفی
نہ ٹہہر جاوے ھ اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام یہ استیفا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہے اوس
صورتمین جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یأتمنہ بشئ ھ
مگر اوس صورتمین احضار رہن ضرور نہین جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کیواسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کو پاس رکہا ہوا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن
کو معتمد نہ سمجہا تب دوسرے کے پاس رکہا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پہر اگر مرتہن نے
مرہون کو حاضر کر دیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پہر مرتہن اوسکی مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعیین حق مین برابری ثابت ہو جاوے ھ یعنی حق
مرتہن دین مین متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق مرہون مین متعین ہے یہہ علت ہے احضار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء
دین کیواسطے تو جبتک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع مرہون کا مامور نہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن حمل ومؤنۃ
وان کان لہ حمل ومؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا
عقد رہن کے غیر شہر مین تو اسیطرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے مین بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اوسکے لانے مین مشقت ہو تو دین اوسکو دیا جاویگا

اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف
ونقل القهستاني عن الذخيرة انه لو لم يقدر على احضاره اصلا مع قيامه لم يؤمر به انتهى فليحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا
کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ
مرتہن عقد رہن کے شہر مین ہو ولكن للراهن ان يحلفه بالله ما هلك ولیکن راہن کو اختیار ہی کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہی
تلف نہین ہوا ہی یعنے درصورت عدم احضار وهذا كله اذا ادعى الراهن هلاكه اما اذا لم يدع فلا فائدة في احضاره وكذا الحكم عند كل
نجم حل اور یہہ سب مذکور اوسوقت ہی جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانیکا دعوی کرتا ہوا اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے مین
کچھہ فائدہ نہین ہے اور یہی حکم ہے ہرایک اوس قسط کے نزدیک جسکی مدت پونہچ گئی ھم یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہوا اور قسط کی مدت
آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا كما حرره ابن الشحنة وقال ـه ولا دفع ماله يعني الراهن
او يكون ه بغير مكان العقد وللحمل كلفة چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یون کہا ہی اور تمام دین کا دینا
راہن کو لازم نہین جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر مین اور حالانکہ اوسکی باربرداری مین دشواری ہی یعنی
درصورت عدم دشواری غیر شہر مین بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو ـه كذا النجم ولا دون دعوى قد نبينه وهلاكا
وهذا في النهاية يذكر اسیطرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہین یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہین بدون
دعوی ہلاک راہن کے اور یہہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے ھم یہہ توفیق قول اشارہ ہی ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ مین یون ہے
کہ جیسی استیفاء کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسیہی استیفاء ہر قسط کیواسطے احضار لازم ہی بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات
مین ہی کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہی تو احضار ضرور ہی تا اوسکی خاطر جمع ہوجاے ورنہ احضار مین کچھہ فائدہ نہین كذا في الطحطاوي مختصرا ولا يكلف مرتهن
قد طلب دينه احضار رهن قد وضع عند العدل بامر الراهن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اوس مرہون کے حاضر کرنیکا
جو اوسنے رکھا ہی معتبر شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہین کیا تب اوسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن
رهن باعه المرتهن بامره اي بامر الراهن حتى يقبضه لانه يتملك اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اوس مرہون کے ثمن حاضر کرنیکا جسکو مرتہن نے بیچڈالا
تھا راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہہ اذن ہی راہن کا بیع کیواسطے وحينئذ فاذا قبضه اي الثمن يكلف
احضاره لقيام البدل مقام المبدل اور اسوقت مین جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کرلیگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام
مبدل کے ھم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسی مرہون کا حاضر کرنا درصورت طلب دین لازم ہے اوسیطرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم
ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا يكلف مرتهن معه رهنه تمكين الراهن من بيعه ليقضي دينه بثمنه لان حكم الرهن الحبس الدائم
حتى يقبض دينه اور جس مرتہن کے ساتھہ مرہون ہی وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اوسکی ثمن سے ادا کرے
اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے تا قبض دین ولا يكلف من قبض بعض دينه او ابرأ بعضه تسليم بعض رهنه حتى يقبض البقية من
الدين او يبرئها اعتبارا بحبس المبيع اور جس مرتہن کا کچھہ دین ادا کیا گیا یا اوسنے کچھہ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا
جبتک وہ قبضہ کرلیگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ھم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہین تسلیم
مبیع کا اسیطرح بعض دین کے قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہین ويجب على المرتهن ان يحفظه بنفسه وعياله كالوديعة
اور مرتہن پر یہہ واجب ہی کہ مرہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہی ھم حفظ عیال مین
معتبر ہے نفقہ اور اگر زوجہ مرہون اپنے زوج کے حفظ مین دے تو اوسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہین كذا في الحموي وضمن ان حفظ

بتغییرھم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اوسکی حفاظت کرا دیگا چنانچہ کتاب الودیعۃ مین گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان
مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ واستخدامہ وتعدیہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور
مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اوسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط
ہو جاویگا بقدر اوسکی قیمت کے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وکذا تضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل فصہ لباطن کفہ اولا ہفقہ
برجندی الیسری او الیمنی علی ما اختارہ القہستانی اور اسیطرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے بائین یا داہنی چھنگلی مین
بنا بر اوس قول کے جسکو قہستانی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف مین کرے یا نکرے اسیکا فتوی ہے کذا فی البرجندی ھ ضمان اسواسطے
لازم آیا کہ یہہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی فیہا انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت لکن جریان
العادۃ فی زماننا بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی مسئلۃ السیف الاتیۃ فلیحرر لیکن ہمنے کتاب الحظر مین مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے
کہ داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا مین کہتا ہون لیکن ہمارے زمانے مین تو داہنی چھنگلی مین انگوٹھی
پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعلہ فی
اصبع اخری الا اذا کان المرتہن امرأۃ فتضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن کمال معزیا للزیلعی
ضمان لازم نہوگا سواے چھنگلی کے دوسری اونگلی مین پہننے سے مگر جس صورت مین مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ
عورتین اسیطرح چھنگلی کے سوا اور اونگلیون مین بھی پہنتی ہین تو اونکے حق مین یہہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہہ ذکر کیا ہے زیلعی کیطرف نسبت کرکے
ھ یہہ جو کہا کہ اور اونگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہہ نہین کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اسقدر تعین نقصان ہو
سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اوسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ومثلہ تقلد سیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان یتقلدون فی
العادۃ بسیفین لا الثلاثۃ اور انگوٹھی کی مانند دو تلوار دونگا باندھنا ہے نہ تین تلوار دونگا اسواسطے کہ بہادر عادت مین دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین
یعنی اگر رہن کی دو تلوارین باندھین تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندھین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہہ حفاظت ہے نہ استعمال
وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرہن فوق اخر یرجع الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن
اور رہن کی انگوٹھی پہننے مین دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگون مین سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہین دو انگوٹھیان
پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر اون لوگون مین نہین ہے تو محافظ ٹھیریگا تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضاہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین
یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمہ فضل پھر اگر مرتہن نے
قیمت مذکورہ ادا کی دین کی جنس سے تو ادائی ضمان اور دین دونون ملکر برابر ہو جاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن بچے ہوے
سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے ھ دراہم اور دنانیر دو جنسین مختلف ہین چنانچہ مصدان مین مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی وان کان الدین مؤجلا تضمن المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اوسکی
قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہن رہیگی پھر جب وقت دین کی ادائیگی تو مرتہن اوسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضاہ بالقیمۃ من خلاف
جنسہ کان الضمان رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن
رہیگا مرتہن کے پاس اوسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا ہے رہنے مین واجرۃ بیت حفظہ ای حافظہ
ومأوی الغنم علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کی گھر کا کرایہ اور اوسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ
راعیہ لو حیوانا ونفقۃ الرہن والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کو چرانے والیکی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور عشر

زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی
المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہو کہ جو چیز ذات مرہون اور اوسکی باقی رکہنے کی مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب
ہو اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہی اور جو چیز مرہون کی محافظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہی اسواسطے کہ اوسکا محبوس رہنا اوسیکے حق کیواسطے ہی ھ
نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والیکی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من المصالح والاصل
انہ لا یلزم شیء منہ لو اشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہہ جان رکہہ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہی اوسمین سے کچہہ لازم نہوگا اگر
مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ھ چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن پاس زخم
لگا ہو تو شرط کرنے سے یہہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنۃ ردہ کجعل آبق اورد جزء منہ کمداواۃ جراحۃ الی
یدہ ای الی المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین اور مرتہن کی اپر
مرہون کے پہیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانیوالیکا اجر یا اوسکی کسی جزو کے پہیر لانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہی مضمون اور امانت
پر سو جسقدر مضمون ہی اوسقدر کا خرچ مرتہن پر ہی اور امانت کا خرچ راہن پر ہی بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ھ مثلا دین سو درم ہے اور
غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہی تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہی سو اگر غلام گریختہ کے پہیر لانے مین دس درم صرف ہوئے
تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کی برابر ہی یا کم ہی تو اوسکا
خرچ پہیر لانیکا مرتہن پر ہوگا نہ راہن پر وکذا معالجۃ امراضہ وقروحہ وفداء جنایتہ اور اسیطرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا
وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر کان متبرعا الا ان یامرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فحینئذ یرجع وبمجرد امر القاضی
بلا تنصیص بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پہر دوسرا اوسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اوسکا دعوی
نہین کرسکتا مگر یہہ کہ قاضی اسکو اسکا حکم کرے اور اوسکو دین ٹہراوے دوسرے پر تو اسوقت مین وہ دوسرے سے اپنا خرچ پہیر لیگا اور بمجرد امر قاضی کے بدون اسکی
تصریح کے کہ اوسکو دوسرے پر دین ٹہراوے رجوع نہین کرسکتا چنانچہ یہہ ملتقط مین مصرح ہی وعن الامام لا یرجع لو صاحبہ حاضرا مطلقا خلافا للثانی
وھی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام سے ایک روایت یون ہی کہ خرچ کرنیوالا رجوع نکریگا اگر اوسکا ساتھی موجود ہی مطلقا رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے یا نکرے
برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہی اور یہہ حجر کا مسئلہ ہی کذا فی الزیلعی ھ یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر
نہین کرسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہی فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہی کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پہیر لیگا کذا فی الطحطاوی وقال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ
القابض راہن نے کہا کہ یہہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہہ وہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکہا تہا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے
کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہین مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر برخلاف
اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اوسکی پہیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنیکے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی یعنی رد عارض
مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فللراہن ایضا لیسقط الدین لاثباتہ الزیادۃ پہر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانین تو بہی راہن ہی
کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا ولو قبل قبضہ فالقول للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف
ہوا اوسکی مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو کہ تیرے قبضہ کرنیکے بعد تلف
ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دخول فی الضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فللراہن لاثباتہ الضمان بزازیہ
اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اوسکی ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ یجوز لہ السفر بہ بالرہن

اِذَا کَانَ الطَّرِیْقُ آمِنًا کَمَا فِی الْوَدِیْعَۃِ وَاِنْ کَانَ لَہٗ حَمْلٌ وَمُؤْنَۃٌ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر مین لیجانا جبکہ راہ بخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر مین لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لیجانیکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو وَکَذَا الْاِنْتِقَالُ مِنَ الْبَلَدِ وَکَذَا الْعَدْلُ الَّذِیْ کی الرَّھْنُ فِیْ یَدِہٖ کَمَا فِی الْعِمَادِیَّۃِ مَعْزِیًّا لِلْعُدَّۃِ عَلٰی خِلَافِ مَا فِیْ فَتَاوَی الْقَاضِیَیْنِ وَلَعَلَّ مَا فِی الْعُدَّۃِ قَوْلُ الْاِمَامِ وَمَا فِی الْفَتَاوٰی قَوْلُھُمَا کَمَا یُفِیْدُ کَلَامُ الْقُنْیَۃِ اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر مین لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسیطرح امین معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضہ مین مرہون ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیون کے فتاوی یعنی قاضیخان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کی اور شاید کہ جو روایت عدہ مین ہو وہ امام کا قول ہے اور جو دونون فتاوی مین ہو وہ صاحبین کا قول ہو چنانچہ یہہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے م شاید انکو کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ فتاوی قاضیخان مین قول صاحبین کا صریحا مذکور ہے کذا فی الطحطاوی فَائِدَۃٌ فِی الْحَدِیْثِ اِذَا عُمِّیَ الرَّھْنُ فَھُوَ بِمَا فِیْہِ قَالُوْا مَعْنَاہُ اِذَا اشْتَبَھَتْ قِیْمَتُہٗ بَعْدَ ھَلَاکِہٖ بِاَنْ قَالَ کُلٌّ لَا اَدْرِیْ کَمْ کَانَتْ قِیْمَتُہٗ یَضْمَنُ بِمَا قَبَرَ مِنَ الدَّیْنِ کَمَا ذَکَرَہُ الْمُصَنِّفُ اَوَّلَ الْبَابِ فائدہ حدیث مین ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اوس دین کے ہے جسمین وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہوا اوسکے ہلاک ہو جانیکے بعد اسطرح کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ اوسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دیگا اوسقدر دین کا جسقدر مین وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہو گیا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین م یہہ حدیث مسند اور مرسل ہر دونون طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنی مراسیل مین روایت کی ہے مین کہتا ہون مرسل ابوداؤد کی صحیح ہے بقول ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

بَابُ مَا یَجُوْزُ ارْتِھَانُہٗ وَمَا لَا یَجُوْزُ

یہہ باب ان مسائل مین ہے کہ کون چیز کا رہن رکہنا جائز ہے اور کسکا جائز نہین لَا یَصِحُّ رَھْنُ مُشَاعٍ لِعَدَمِ کَوْنِہٖ مُمَیَّزًا کَمَا مَرَّ صحیح نہین رہن رکہنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اوسکے ممتاز اور جدا نہونیکے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مُطْلَقًا مُقَارِنًا اَوْ طَارِیًا مِنْ شَرِیْکِہٖ اَوْ غَیْرِہٖ یُقْسَمُ اَوْ لَا مشاع کا رہن مطلقا صحیح نہین خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اوسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو فَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ فَاسِدٌ یُضْمَنُ بِالْقَبْضِ وَجَوَّزَہُ الشَّافِعِیُّ پہر یہہ دریافت کرنا چاہئیے کہ مذہب صحیح یہہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہے مرتہن پر اوسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز کہا ہے م انعقاد رہن کی شرط یہہ ہے کہ مال ہو اور اوسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہو گئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اوسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا اوسکا رہن باطل ہے وَفِی الْاَشْبَاہِ مَا قَبِلَ الْبَیْعَ قَبِلَ الرَّھْنَ اِلَّا فِیْ اَرْبَعَۃٍ الْمُشَاعِ وَالْمَشْغُوْلِ وَالْمُتَّصِلِ بِغَیْرِہٖ وَالْمُعَلَّقِ عِتْقُہٗ بِشَرْطٍ قَبْلَ وُجُوْدِہٖ عَلَی الْمَذْھَبِ فَیَجُوْزُ بَیْعُھَا لَا رَھْنُھَا اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے اوسکا رہن رکہنا بھی صحیح ہے سوا چار چیزون کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط پر قبل اوسکے وجود کے سوا مذہب کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہے رہن رکہنا انکا جائز نہین م مشغول کو مطلق کیا حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع نہین ہو اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کیصورت یہہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گہر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہین ان مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وَفِیْھَا الْحِیْلَۃُ فِیْ جَوَازِ رَھْنِ الْمُشَاعِ اَنْ یَبِیْعَہٗ النِّصْفَ بِالْخِیَارِ ثُمَّ یَرْھَنَہُ النِّصْفَ ثُمَّ یَفْسَخَ الْبَیْعَ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَفِیْہِ نَظَرٌ وَلَعَلَّہٗ مُفَرَّعٌ عَلَی الضَّعِیْفِ فِی الشُّیُوْعِ الطَّارِی اور اشباہ مین جواز رہن مشاع کا حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پہر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پہر بایع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہے اور شاید کہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری مین ضعیف قول پر م برہان نے ابو یوسف کا ضعیف قول یون مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہین کذا فی الطحطاوی

قلت بل ولا على الصحيح لانه بالخيار لا يخلو اما ان يبقى فى ملكه او يعود لملكه وعلى كل يكون رهن المشاع ابتداء كما بسطه
فى تنوير البصائر قنيه۔ مین کہتا ہون بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہین
کہ یا تو باقی رہیگا اوسکی ملک مین یا اوسکی ملک کیطرف عود کریگا اور ہر حالمین مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر مین تو خبردار
رہنا ھم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ یہہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہین بلکہ ظاہر الروایہ
بھی متفرع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نگیا پھر جب اوسکی ملک سے باہر نگیا تو
اوسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکی
نزدیک وہ مشتری کی ملک مین داخل ہوگیا تو رہن رکھنا مشاع کا اپنی شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیار مین ملک
مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع کے ملک مین عود کریگا اور ہر حال مین رہن مشاع کا ابتدا سے
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت وللحيلة الصحيحة ما فى حيل منية المفتى اراد رهن نصف داره مشاعا يبيع نصفها من طالب الرهن
ويقبض منه الثمن على ان المشترى بالخيار ويقبض الدار ثم ينقض البيع بحكم الخيار فيبقى فى يده بمنزلة الرهن بالثمن واعتمده
ابن المصنف فى زواهر الجواهر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع کا وہی ہے جو منیۃ المفتی کے حیلون مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر مین سے
نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اوسکی نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اوس سے ثمن اوسکا اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے
اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح
ابن مصنف نے زواہر الجواہر مین اعتماد کیا ہے ھم اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکھا منح الغفار مین ہے کہ اگر مشتری کے
پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیبدار ہو جاویگا تو اوسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفيها الشيوع الثابت ضرورة
لا يضر كما فى الولوالجية ولو جاء بثوبين وقال خذ احدهما رهنا والآخر بضاعة عندك فان نصف كل منهما يصير رهنا بالدين
لان احدهما ليس باولى من الآخر فيشيع الرهن فيهما بالضرورة فلا يضر ھ اور زواہر الجواہر مین ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ
رہن کیواسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکھو اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھو
اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کیواسطے اولے اور مقدم نہین تو رہن شائع
ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رهن ثمرة على نخل دونه ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونها اور جائز نہین رہن رکھنا اوس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت
کا بدون زمین کے وكذا عكسها كرهن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرحکا حکم ہے اوسکی عکس مین چنانچہ رہن رکھنا درخت
کا بدون پھل کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون درخت کے ھم اور اگر اخراج شجر کی تصریح نکی تو درخت بھی رہن مین بالتبع داخل ہوگا والاصل
ان المرهون متى اتصل بغير المرهون خلقة لا يجوز لامتناع قبض المرهون وحده درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہہ ہے کہ جب
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز
رهن الارض بلا الشجر اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رهن الشجر بمواضعها او الدار بما
فيها جاز ملتقى لانه متصل اتصال مجاورة ھ اور اگر رہن کیا درختونکو اونکے مواضع کے ساتھہ یا گھر رہن کیا اوسکے ساتھہ جو اوسکے اندر ہے تو
جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفى القنية رهن دارا او الحيطان مشتركة بينه وبين الجيران
تجوز فى الوهبانية ولا يمنع اتصال السقف بالحيطان المشتركة لكونه تبعا اور قنیہ مین ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اسکی دیواریں

مشترک ہین فیما بین راہنین اور پڑوسیون کے تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی مین اور چہت کا متصل ہونا مشترک دیوارون سے مضر رہن کا نہین اسلیے
کہ وہ تابع ہے نہ اصل ھم تنبیہ مین پوری روایت یون ہے کہ رہن صحیح ہی صحن اور چہت اور راہن کی خاص دیوارونمین کذا فی الطحطاوی ولا رہن
الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہین رہن رکہنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف
کا لما ذکرنا ان ما لا یجوز بیعه ذکر ما لا یجوز الرهن به فقال ولا بالامانات کودیعة وامانة پہر جبکہ مصنف نے وہ چیزین ذکر کین جنکا رہن کرنا
درست نہین اب اوسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکہنا درست نہین تو مصنف نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے امانتون کے جیسا ودیعت
اور امانت ھم اور اسیطرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکہنا جائز نہین اسواسطے کہ رہن کا موجب استیفا ہی مرتہن کو واسطے تو
راہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہی تاکہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفا دین اوس سے ہو سکے اور امانت کے قبض مین ضمان
نہین کہ رہن اوسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرهن به باطل بخلاف الکفالة کما مر اور رہن
بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا ھم رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ
رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہین ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن سپرد دینے کا حکم ہو اور
رہن بالدرک کی تفسیر یہہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اوسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوکہ نکلے اور ثمن
کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکہہ لے قبل از استحقاق کے تو یہہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اوسکا
لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کی اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہہ ہی کہ رہن تو ہوتا ہی استیفا کیواسطے اور استیفا
نہین وجوب سے پہلے اور ضمانت وجوب کی زمان مستقبل کیطرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح
ہے ولا بالاعیان مضمونة بغیرها ای بغیر مثل او قیمة مثل المبیع فی ید البائع فانه مضمون بالثمن اذا هلك ذهب بالثمن اور رہن جائز نہین
عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اوسکا ضمان ثمن ہی ہے پہر اگر مبیع بائع کے
پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا ھم بائع نے مشتری کے ہاتہہ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے
رہن رکہی تو یہہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہی دین کے مقابلہ مین اور مبیع بائع کے پاس دین نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے
ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اوسمین ضمان نہین کذا فی الدرر ولا بالکفالة بالنفس اور رہن جائز نہین بعوض نفس مکفول یعنی
بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہوا اور اگر بالضامن ہوا اور اصیل اوسکے پاس مال کے بدلے کچہہ رہن رکہی تو یہہ رہن
درست ہی کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونها اور رہن جائز نہین بدلے قصاص کے خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا
کا اسواسطے کہ استیفا قصاص رہن سے متعذر ہی اور یہہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ مرہون یعنی قصاص مال نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت کا مال
ضایع ہوگا بخلاف الجنایة خطاء لامکان استیفاء الارش من الرهن برخلاف جنایت خطا کے کہ اوسکے بدلے رہن جائز ہے سبب
ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہان تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا ولا بالشفعة اور رہن جائز نہین بدلے شفعہ کے یعنی رہن
لینا جائز نہین اور مشتری سے جبر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہین ولا باجرة النائحة والمغنیة
اور رہن جائز نہین نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اوسکی مقابلہ مین کوئی چیز لازم الضمان نہین کذا فی الدرر ولا بالعبد
الجانی او المدیون المستغرق اور رہن جائز نہین غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اوسکا ضمان نہین واذا لم یصح
الرهن فی هذه الصور فللراهن اخذه فلو هلك عند المرتهن قبل الطلب هلك مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض
باذن المالك صدر الشریعة وابن کمال اور جبکہ رہن صحیح نہوا ان سب صورتون مین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پہر اگر

مرہون تلف ہوگیا یا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو منفعت تلف ہوگیا اسواسطے کہ رہن باطل کیا اسواسطے کہ یہ حکم ضمان کا نہین تو باقی رہا قبضہ
مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا من مسلم او ذمی للمسلم اے لا یجوز للمسلم
ان یرہن خمرا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہین مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی
مسلمانکو یہ جائز نہین کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لیوے ھ اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق مسلم سے متعذر ہی اسواسطے کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمنہا اے للمسلم مرتہنہا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہوکر تاوان
نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو ذمی پر تاوان اوسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہین
جو اوسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان
کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہی نہ ہمارے نزدیک
وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا اے بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمدا اور صحیح
ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اوسکی مثل سے یا اوسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسے غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور
بدل صلح کا عمد آخون سے ھ اسکی تفصیل کتاب الرہن کی شروع مین مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا
کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر
دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اوسکا ضمان نہین جیسے امانتین دوسری عین
غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہی جیسے وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہی جیسے مغصوب اور
مانند اوسکی اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ھ تفصیل اسکی درر مین یون ہی کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنی اوسکا
تاوان نہین جیسے امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سے یعنی جو چیز تلف ہوگئی اوسکی مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اوسکی
قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جاے بدون تعدی کے تو اوسکی مقابلہ مین کچھ ضمان نہین یا امانت قصدا کسی نے تلف کی ہو تو وہ
امانت نرہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسے مغصوب ومانند اوسکی اور فقہا اوسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہین اور مراد یہ
رکھتے ہین کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہی اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سے یا اوسکی رد قیمت سے جیسے معلوم ہو چکا
اور شیے مثلی یا قیمی کی ہلاکت مین اوسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہی جسکا
ضمان نہین لیکن وہ مشابہ مضمون ہی جیسے مبیع بائع کے قبضہ مین اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اوسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہین لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ مشتری کی اور ثمن مثل اور قیمت کے مغایر ہی تو بمجرد اس اعتبار کے اوسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر
وصح بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا یجبر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ
دین موعود کی اسطرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکھی تا مرتہن اوسکو قرض دے اسقدر جیسے مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اوسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے
اور باقی نہ دے تو اوسپر جبر نہین کذا فی الاشباہ ھ دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسقدر
پر مرہون محبوس رہیگا اور دین موعود کا ایفا لازم نہین اسلئے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے نہی تو جبر نہین حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر
جبر نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا فاذا ہلک ہذا الرہن فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن
جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اوسپر
تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی اوسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کی برابر

ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا ھذا اذا سمّی قدر الدین
فان لم یسمّہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما مرّ فی المقبوض علی سوم الرھن بان رھنہ علی ان یعطیہ شیئا فھلک فی یدہ ھل
یضمن خلاف بین الائمۃ مذکور فی البزازیۃ وغیرھا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرھن اذا لم یبین
المقدار غیر مضمون فی الاصح یہہ یعنی دین موعود مین ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو
پہر اگر اوسنے معین نکیا ہو تو اوسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح مین چنانچہ یہہ گذر گیا اوس مرہون کے بیان مین جسپر قبضہ ہوا طلب رہن پر اسطرح کہ
رہن رکہا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچہہ دین دیگا سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمین لازم ہوگا یا نہین اسمین خلاف ہے دو امامون مین
جو بزازیہ وغیرہا مین مذکور ہے اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ اوسمین تاوان نہین ہے اور مقرر یہہ مین مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی
مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول مین وصحّ برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کے رأس المال
کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ھم ہرچند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت مین داخل تہی لیکن اسکو علیحدہ اسواسطے مصنف
نے ذکر کیا تا مسائل آیندہ اسپر مترتب ہون فان ھلک الرھن فی المجلس تمّ الصرف والسلم وصار المرتھن مستوفیا حکما خلافا
للثلثۃ پہر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس مین تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پانیوالا ٹہر گیا حکما برخلاف ائمہ
ثلثہ کے ھم یعنی مرتہن نے گویا رأس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون رأس المال کی برابر تہا اور زیادہ تہا تو فاضل اوسکے پاس امانت ہے
اور اگر اقل تہا تو بقدر اوسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقد وھلاک بطلا ای السلم والصرف اور اگر
عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے رأس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ھم
وجہہ بطلان یہہ ہے کہ رأس المال اور بدل صرف مین قبض شرط ہے سو یہان قبضہ حقیقی اور حکمی دونو فوت ہوگئے واما المسلم فیہ فیصحّ مطلقا
اور مسلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس مین تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس مین واجب نہین فان ھلک الرھن
تمّ العقد وصار عوضا للمسلم فیہ پہر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یھلک ولکن تفاسخا السلم وبالمسلم
فیہ رھن فھو رھن برأس المال استحسانا لانہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم
فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روے استحسان کے رأس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ رأس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو رأس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم
ہوگیا وان ھلک الرھن بعد الفسخ المذکور ھلک بہ ای بالمسلم فیہ فعلی رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرھن حکما الی
ان یھلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما
اوسکے ہلاک ہونے تک ھم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور رأس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اوسکے بدلے اور البتہ
رہن کا حکم اوسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وللاب ان یرھن بدین کان علیہ عبدا
لطفلہ لان لہ ایداعہ فھذا اولی لھذا لانہ مضمون والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکہنا بدلے اوس دین کے
جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اوسکی غلام کا ودیعت رکہنا درست ہے تو رہن رکہنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان
واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسیطرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکہنا جائز
ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہین یعنی اوسکے غلام کے رہن رکہنے کے ثم اذا ھلک
ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پہر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہوجاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دینگے نہ زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت مین تاوان نہین وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمۃ لا الاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف

الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپکو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اوسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونیکا یقین کیا ہے وللاب ان یرھن مالہ عندہ وان یرتہن لہ الصغیر بدین لہ علیہ ای علی الاب اور باپکو جائز ہے اپنا مال رہن رکہنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اوس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے ہم فرزند صغیر کا دین جیسے اوسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہے ویحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانہ لا یملک ذلک سراجیہ اور باپ اوس مرہون کو فرزند صغیر کیواسطے محبوس رکہے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیہ وکذا عکسہ فللاب رھن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لوفور شفقتہ جعل کشخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور اسیطرح اسکا حکم ہے اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکہنا اپنی ذات سے درست ہے اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کی مانند قرار دیا گیا اور اوسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دیگئی چنانچہ باپکو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع و مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولے طرفی العقد فی رھن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں نہ بیع میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے ہم اصل یہہ ہے کہ ایک شخص بیع اور رہن کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہہ قاعدہ باپ میں اوسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کی مانند نہیں کیونکہ اوسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح بثمن عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا والخل خمرا والذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ یہہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے ہم فائدہ صحت رہن کا یہہ ہے کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضایع ہوتا امانت ہوکر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ما مران وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرھن والکفیل اور رہن صحیح ہے اوس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اوسپر دین نہ تہا واقع میں اور قاعدہ کلیہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکہدی پہر دونوں نے باہم ایکدوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تہا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہہ ہے کہ ظاہر میں وجوب دین صحت رہن کیواسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدر وصح رھن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہے رہن رکہنا چاندی اور سونے اور کیلے اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدر فان رھن المذکور بخلاف جنسہ فھلک بقیمتہ وھو ظاہر پہر اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکہا اوسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا اثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسہ فھلک ھلک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدرر اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئی اپنی جنس کے ساتہہ اور ہلاک ہوگئی تو ہلاک ہوئی بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین کے ہم درصورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلا بقدر دس درہم کے وزن چاندی رہن رکہی دس درہم کے دین میں اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درہم تہی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر قیمت دس درہم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین کے نزدیک مرتہن پر اوسکی قیمت کا ضمان واجب ہے اوسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح ملا مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس فان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراھن وان الرھن ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کہرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پہر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنی دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ ہو مرہون سے تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے اور اگر تلف ہوگیا یعنی مرتہن پر اسکا

نقصان نہیں کذا فی الدرر و صدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرھن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک بعینہ صح غلام بیچا
اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسیطرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ھ اگر معین رہن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعین باہم
او مشتری کے متفق ہو گئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نکیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی ولا یجبر المشتری
علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا
نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں ہے حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع فسخہ لفوات الوصف
المرغوب فیہ اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدون اوسکے راضی نہوگا
پھر جب اوسکی رضا تمام نہوئی تو اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہو جائے الا ان یدفع المشتری الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرھن المشروط
رھنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا
بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے ھ یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اوسکے خلاف ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ
استیفا تو معنی سے ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو اتفاقی ہے تو مقصود رہن سے اوسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتری للبائع وقد اعطاہ
شیئا غیر مبیع امسکہ ھذا حتی اعطیک الثمن فھو رھن لتلفظہ بما یفید الرھن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے
سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اوس سے کہا کہ اسکو رکھہ یہانتک کہ میں تجھکو ثمن دے دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب تلفظ مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ
دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ھ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اوسکا ادا شرط نہیں ولو
کان ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ ھو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رھنا بثمنہ
اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکھہ وہی مبیع ہو جسکو اوسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہہ کہا ہو اسواسطے کہ
اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ھ یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اوسکی ملکیت اوسمین
متعین ہو گئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبلہ لا یکون رھنا لانہ محبوس
بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھہ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا
ھ تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطا المشتری
وخاف البائع تلفہ جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے
بائع کے پاس رہن رکھا اوس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اوس کے
تلف ہو جانے سے تو اوسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اوسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اوسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کر دے اسواسطے کہ اسمین شبہہ
ہے غیر کے مال ہونیکا یعنی مشتری کا ھ طحطاوی نے کہا یہہ بھی احتمال ہے کہ یہہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہوا ہو یا نہو رھن وجعل عینا عند رجلین
بدین لکل منھما صح وکلہ رھن من کل منھما ولو غیر شریکین اور اگر ایکشخص نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اوس دین کے جو
دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ھ یہہ نہیں ہے کہ اوسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن
ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے تمام عین کیطرف بعقد واحد اور اسمین شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ
متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اسمین کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کر دے دو شخصوں کو تو امام کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ
ہبہ سے مقصود استیجاب ملک ہے اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان تھایا فکل واحد منھما فی نوبتہ کالعدل فی حق
الآخر ھذا لو مما لا یتجزی وان مما یتجزی فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافا لھما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ

پھر اگر وہ دونو مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باندہ لی تو ہر مرتہن اپنی باری مین شخص عادل کی مانند ہو دوسرے مرتہن کے حق مین کیہ او سصورتمین ہو جبکہ مرہون اوس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا چنانچہ گہوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایکدوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام کے نزدیک دوسرے تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ھم دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ جو شی قابل قسمت دو شخصون کے پاس ودیعت رکہی سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو ھلک ضمن کل حصته لتجزی الاستیفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدھما فکلہ رھن للآخر لما مر ان کل العین رھن فی ید کل منھما بلا تفرق پھر اگر راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھہ مین رہن ہو بلا تفرق یعنی بلا تجزی وان رھنا رجلا رھنا واحدا بدین علیھما صح بکل الدین وتمسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصون نے ایکمرد کے پاس ایک چیز رہن رکہی عوض اوس دین کے جو دونو پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکہیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اسصورتمین شیوع نہین ہے ھم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حاصل ہی کذا فی الدرر ولو رھن عبدین بالف لا یاخذ احدھما بقضاء حصته لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکہی تو راہن ایک غلام کو اوسکا حصہ ادا کر کے نہ لیگا بسبب محبوس ہونے دونو غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادای کل ثمن فان سمی لکل واحد منھما شیئا من الدین لہ ان یقبض احدھما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرھن لا البیع ھو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کیواسطے کچہ دین مقرر کر دیا یعنی مثلا یون کہا کہ یہہ غلام بعوض ۲۰۰ درم کے رہن رکہتا ہون اور وہ غلام بعوض ۸۰۰ کے رکہتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اوسقدر دین جو اوسکیواسطے معین کر دیا تہا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین نہ بیع مین یہی قول صحیح تر ہی ھم وجہ اسکی یہہ ہی کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسری عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہین ہوتا و لہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہو جاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہی تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہہ جاری ہی کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھہ ملاکر بیچتی ہین اور رہن مین ایسا نہین ہی اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچہہ فرق نہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح بجای تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہی نہ رہن مین وبطل بینۃ کل منھما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان کل واحد رھنہ ھذا الشیء کعبد مثلا عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رھنا لھذا وکلہ رھنا لذلک فی آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتھاترتا وحینئذ فیھلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردون کے گواہ ایکمرد پر باطل ہین اسمقدمہ مین کہ اس مرد نے اوسکے پاس یہہ چیز چنانچہ مثلا غلام کو رہن رکہا اور اوسنے اوسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اوسکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہی اور اوسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونو گواہیان ساقط ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچہہ حکم نہین ہوتا ھم حق یون ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہی نہ کل واحد اور رھنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راھن ہی اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہی اسلئے کہ مرتہن دو مرد ہین اور راہن ایکمرد ہی کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع ھذا اذا لم

یؤرخا فان ارّخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولیٰ وکذا اذا کان الرہن فی ید احدہما کان ذوالید احق لقرینۃ
سبقۃ یعنی بطلان شہادتین کا اوسوقت ہی جبکہ دونون نے تاریخ بیان کی ہو سو دونون نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق ترجیح
اور اسیطرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اوسکی سبقت کی قرینہ سو یعنی اوسکا قادر ہونا قبض پر دلیل ہے اوسکے
سبقت کی ولو مات راہنہ ای راہن العبد مثلاً والحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما اولا اولیس العبد معہما فان
الحکم واحد زیلعی فبرہن کل کذلک کما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا
لانقلابہ بالموت استیفاء والشائع یقبلہ اور اگر مثلاً غلام کا راہن مرگیا اور حالانکہ مرہون ان دونون کے ساتھ ہے یعنی انکے قبضے مین ہے یا
قبضے مین دونونکے نہین دونو صورتون مین ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پہر ہر مرتہن اسیطرح گواہ لایا جیسا کہ ہمنے اوسکو بیان کیا ہی یعنی ہر مرتہن
کے گواہ نے یہہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکہا اور اوسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبض مین نصف نصف غلام رہن رہیگا
اوسکے حق یعنی اوسکے دین کے بدلے اندروی استحسان کے اسلئے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے
اور قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفاء دین کیواسطے اور حبس یہان نہین ہو سکتا شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہہ
ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہین ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہی اور حکم رہن کا زندگی راہن مین حبس تہا اور شائع اوسکو قبول نہین کرتا اور راہن کی
موت کے بعد دین حاصل کرنا ہی مرہون کو بیچکر اوسکی ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہی کذا فی المنح اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ
لم تکن رہنا واذا ہلکت تہلک ہلاک المرہون قال وہذا ظاہر اذا رضی المطلوب بترکہ رہنا عمادیہ ومفادہ انہ ان رضی
بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ یحمل اطلاق السراجیۃ وغیرہا کما افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اوسکے پاس رہن رہے
تو وہ پگڑی رہن نہ ٹہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہہ حکم یعنی
اوسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اوسکی رہن رہنے پر راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر مالک
اوسکی رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہین غصب ہی اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہی
چنانچہ مصنف نے اسکو شرح مین بیان کیا ہی ہم سراجیہ مین یون ہے کہ جب مدیون کی پگڑی لی بدون اوسکی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکہنے کیواسطے تو وہ رہن نہین ہی بلکہ
غصب ہے انتہی خلاصہ مطالب شامیہ کا یہ ہے کہ اگر بدون رضا مدیون پگڑی لی پہر وہ راضی ہوگیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور
غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکی عالمگیری مین جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال مسک مال المدیون رہنا بلا اذنہ
وقیل اذا ایس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف اور مجتبی مین ہے کہ مالک مال کو جائز ہی کہ مدیون کے مال کو بدون اوسکی اجازت کے
رہن کے طور پر روک لے اور بعضون نے کہا ہی کہ جب مالک کے پاس ہو تو اوسکو اپنے دین کی جگہہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنیکو درست ہے اور اسکو مصنف
ثابت رکہا ہی دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن واحد منہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ مدیون
نے دائن کو دو کپڑے دیے پہر کہا کہ ان دونو مین سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکہہ بعوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونو کپڑے لئے تو انمین سے ایک کپڑا بہی رہن نہوگا ایک کے اختیار
کرنیسے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جبتک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا فروع مسائل متفرقہ شارح کے غصب الرہن کہلاکہ الا اذا غصب فی
حال استعمال مرتہن باذن الراہن رہن کا غصب کیا اوسکی تلف ہوجانیکی مانند ہوتا ہی تاوان لازم ہونے مین مگر جبکہ غاصب نے غصب کیا اوس حالت مین جبکہ مرتہن رہن کو اپنے استعمال مین لاتا
ہو راہن کی اجازت کیساتہہ تو مرتہن پر تاوان لازم نہوگا ہم اگر مصحف رہن کہا اور راہن نے مرتہن کو پڑہنے کی اجازت دی تو اگر پڑہنے کی حالت مین تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اسلئے کہ [illegible] مرتہن
[illegible] رہن کا حکم حبس ہے جبتک اسکو استعمال مین لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر تلف ہوا پڑہنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الوجیز امرہ بدفعہ
للدلال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دیدے یعنی بیچنے کو سو اوسنے اسکو دیا پہر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا [illegible] وضع المصحف

الرهن فی صندوق فیه وقد وضع علیه قصعة ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فهلك ضمن ضمان الرهن لا الزیادة ایک حمامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق مین رکہا اور اوسپر پانی پینے کا کٹورا رکہدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بہیکر تلف ہوگیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اوسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہین والمودع لا یضمن شیئا فتیہ اور امانت دار کچہہ تاوان نہین یعنے بدون تعدی کے کذا فی القنیہ الاجل فی الرهن یفسده مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے لزوم ضمان مین برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی مسئلہ بیعه وما ت للمرتهن بیعه بلا محضر وارثه راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اوسکی بیع کا اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ہم تو وارث نقض بیع نہین کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اوس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل نہین ہوسکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی الطحطاوی غاب الراهن غیبة منقطعة فرفع المرتهن امره للقاضی لیبیعه بدینه ینبغی ان یجوز لو ابن مات ولا یعلم له وارث فباع القاضی داره جاز کذا فی متفرقات بیوع النهر راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہن نے اوسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچدے اوسکے دین کے سبب سے تو لائق لقواعد فقہ یہہ ہے کہ یہہ جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اوسکا کوئی وارث معلوم نہین سو قاضی نے اوسکا گہر بیچڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات مین وفی الذخیرة لیس للمرتهن بیع ثمرة الرهن وان خاف تلفها لان له ولایة الحبس لا البیع ویرفعها الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنه الرفع الی القاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز له ان یبیعه اور ذخیرہ مین ہے کہ مرتہن کو جائز نہین مرہون کا پہل بیچنا اگرچہ اوسکے تلف ہوجانیکا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کیطرف تو اگر ایسے مکان مین کہ اوسکو قاضی کیطرف مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پہل ایسا نازک ہو کہ سڑجاتا ہو مرافعہ کرنیسے پہلے تو مرتہن کو اوسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم ❊

باب الرهن یوضع علی ید عدل

یہہ باب ہے اوس رہن کے احکام مین جو رکہا جاے عدل یعنی معتمد کے ہاتہہ مین جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب اونکی نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہان وہ شخص مراد ہے جسکے پاس مرتہن کہتے ہین راہن اور مرتہن دونون راضی ہوگئے اور اوسکی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع مین لیکن وکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل مین چنانچہ بعض مسائل مذکور عنقریب مذکور ہونگے سمی به لعدالته فی زعم الراهن والمرتهن نائب کا نام عدل اسواسطے رکہا گیا کہ اوسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان مین ثابت ہے اذا وضعا الرهن علی ید عدل صح ویتم بقبضه جسکہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتہہ مین رکہدیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اوس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذه احدهما منه اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونون کے حق مرہون سے متعلق ہین راہن کا حق ہے حفظ اور امانت مین اور مرتہن کا حق ہے استیفا دین مین تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الی احدهما لتعلق حقهما به اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون دیدے راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونونکا حق اوس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق مین اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق مین اور ہر شخص دوسرے کا اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفعه فهلك ضمن لتعدیه واخذ منه قیمته وجعلاها عنده او عند غیره ولیس للعدل جعلها رهنا فی یده لئلا یصیر قابضا ومقتضیا پہر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دیگا اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لینگے اور اوس قیمت کو رہن رکہدینگے اوس معتمد کے پاس یا اوسکے سوا اور شخص کے پاس اور

معتمد کو اوس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنیوالا نہو جاوے ھ اسواسطے کہ قیمت مرہون
کی معتمد پر واجب ہے تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنیوالا ٹھہر گیا اور حالانکہ وہ دونوں مخالف ہیں کذا فی المنح وھل
للعدل الرجوع مبسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اسکا مفصل مذکور ہے بڑی کتابوں میں ھ زیلعی میں ہے کہ جب مرہون
کی قیمت رہن ہوئی معتمد اوس کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہوا سو جسے کہ اوسنے مرہون راہن کو دیا تھا
تو قیمت معتمد کیواسطے سالم رہی اوسکو لے جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہوا سو جسے کہ اوسنے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت پھیر لینا جائز ہے یا نہیں جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا
اور وہ تلف ہو گیا ہوا اوسکی پاس تو مرتہن سے اوسکا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اوسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے پھیر لیگا اور اسیطرح
رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دینے کیوقت مرتہن سے یوں کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصراً
واذا ھلک یھلک من ضمان المرتھن اور جبکہ مرہون تلف ہوگا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اوسکا لازم ہوگا
فان وکل الراھن المرتھن او وکل العدل او غیرھما ببیعہ عند حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اھلاً لذلک ای البیع عند التوکیل
پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اونکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ توکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل
بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنیکے وقت یعنی عاقل بالغ ہو وان لم یکن اھلاً لذلک عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل
ببیعہ صبیاً لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافاً لھما اور اگر وکیل اوسکی لیاقت نرکھتا ہو توکیل کیوقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت
مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اوسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین
کے اونکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرھن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت الراھن ولا المرتھن للزومھا
بلزوم العقد فھی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدھا ھذا پھر اگر وکالت مشروط ہوتی عقد رہن میں تو وکیل معزول نہوگا راہن
کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو یہ وکالت مخالف ہے
وکالت مفردہ سے چند وجہ اوس میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہو جاتا ہے ھ شرط
وکالت کی یہہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکی بیع کرنیکا کذا فی الحموی والثانی
ان الوکیل ھنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہاں یعنی بیع رہن کی وکالت میں جبر کیا جائیگا بیع پر انکار
کے نزدیک ھ وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے
کذا فی الدرر وکذا لو شرطت بعد الرھن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاھر الروایۃ وان صححھا قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ
القھستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ اور اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اگر وکالت مشروط ہو گئی ہو بعد رہن کے صحیح تر قول میں
کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے تو خبردار رہو
برخلاف وکالت مفردہ کے ھ عالمگیریہ میں ہے کہ اگر مشتبہ بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوتی ہو تو ابو یوسف سے روایت ہے اور اسی قول کو
بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اوسپر جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز میں ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیع الولد
والارش اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ھ بیع دیت کی یہہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے
قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اوسکی دیت میں اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہے والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ
ان یصرفہ الی جنسہ ای جنس الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہہ ہے کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اوسکو

جنس دین کیطرف پہیرنا درست ہی برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ بحسب تصرف کا مالک نہین والخامس اذا کان عبدا وقتلہ عبد خطأ فدفع بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچوین وجہ یہہ ہی کہ جب مرہون غلام ہوا اور اوسکو دوسرے غلام ازراہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل مقتول کے بدلے دیاگیا تو وکیل کو اوسکی بیع کا اختیار ہی برخلاف وکالت مفردہ کے یہہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سے متعلق ہی ولہ بیعہ فی غیبۃ ورثتہ ای ورثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ ای حضرۃ الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثون کے پیچھے درست ہی جیسے اوسکو اوسکی بیع کا اختیار تہا راہن کی زندگی مین بغیر موجود ہونے راہن کے ولا تبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہرطرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر اونکا اسواسطے کہ وکالت مین میراث جاری نہین ہوتا اور موکل وکیل کی رای پر راضی ہوا تہا اوسکے غیر کی رای پر وعن الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ خلاف جواب الاصل اور ابی یوسف سے ایک روایت یہہ ہی کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہی امور مذکورہ مین لیکن یہہ روایت اصل یعنے امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی اسن یبیعہ لم تصح الا اذا کان مشروطا لہ ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہین مگر جبکہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت مین مشروط ہوگیا ہو تو درست ہی صورت اوسکی یہہ ہی کہ راہن نے اصل وکالت مین یون کہا ہو کہ مین نے تجکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور ہو تو اوسمین کرے جسے تجکو اوسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا یملک راہن ولا مرتہن بیعہ بغیر رضی الاخر اور مالک نہین راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضای راہن بیع نہین کرسکتا اسواسطے کہ مرہون سے دونو کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اوسکے اذن کے باطل نہین کرسکتا فان حل الاجل وغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہو الحکم فی الوکیل بالخصومۃ اذا غاب موکلہ او اباہما فانہ یجبر علیہا بالحبس اباہما للبیع فان لم یبع بعد ذلک باع القاضی فما للقضی ہو اگر دین کی مدت آپہنچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اوسکی بیع کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل مین جبکہ اوسکا موکل غائب ہو یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اوسپر خصومت یا بیع مرہون کیو اسطے جبر کیا جائیگا اسطرح کہ قاضی اوسکو قید رکہی چند روز پہر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اوسکو بیچڈالے لیکن ضرر کیواسطے طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی درالمختار کے اکثر نسخون مین مذکور نہین وان باعہ العدل فالثمن رہن کالمثمن فیہلک کہلاکہ اور اگر مقتدر نے مرہون بیچڈالا تو اوسکا ثمن رہن رہیگا مبیع کی مانند تو ثمن تلف ہوگا مبیع کے تلف ہونیکی مانند یعنی مرتہن کا مال تلف ہوگا اسبب باقی ہے یعنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اودی ثمنہ بعد بیع المرتہن فاستحق الرہن وضمن فان کان المبیع ہالکا فی ید المشتری ضمن المستحق الراہن قیمتہ لانہ غاصب پہراگر معتمد نے مرہون بیچا اور اوسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پہر مرہون غیر راہن کی ملک ٹہرا اور اوسکا تاوان دیا گیا سو اگر مبیع تلف ہوگیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہی راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکہا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکہ بضمانہ اور اسوقت مین بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن معتمد کے ہاتہہ سے صحیح ہوگیا بسبب مالک ہوجانے راہن کے اوسکی تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل یضمن الراہن وصحا ایضا یا چاہے مالک مستحق معتمد سے تاوان لے بسبب اوسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پہر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اسوقت مین بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بہی صحیح ٹہریگا او ضمن المرتہن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اوس ثمن کا جو معتمد نے اوسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہی اسواسطے کہ اوسکی ملک کا بدلا ہی جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اوسکی ملک ہوگیا اور ثمن اوسکا بدلا ہی تو ثمن بہی معتمد کا مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ویرجع المرتہن علی راہنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین پہیرلیگا بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا

ولو باعه الراهن من رجل ثم باعه الراهن ايضا من رجل آخر قبل ان يجيز المرتهن البيع فالثاني موقوف ايضا على اجازته
اذ الموقوف لا يمنع توقف الثاني اور اگر مرہون راہن نے ایکمرد کے ہاتھ بیچا پھر اوسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے
پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہو اول بیع کی مانند اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہین ہوتی فايهما اجاز لزم ذلك
وبطل الآخر پہر دونون مین سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہوجاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعه الراهن ثم آجره او رهنه
او وهبه من غيره فاجاز المرتهن الاجارة او الرهن او الهبة جاز البيع الاول لحصول النفع بتحول حقه الى الثمن على ما تقرر وفي محل آخر دون
غيره من هذه العقود المذكورة اذ لا منفعة للمرتهن فيها فكانت اجازته اسقاطا لحقه فزال المانع فينفذ البيع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا
پہر اوسکو اجارہ مین دیا یا کہین رہن رکھا یا ہبہ کردیا غیر مشتری کو پہر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل
ہونے نفع مشتری کے بیع مین بسبب پہر جانے حق مرتہن کے ثمن کیطرف بنابر اوس دلیلکے جو ثابت اور اپنے مقام مین مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اوسکے سوا عقود
مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کیواسطے اجارہ وغیرہ مین فائدہ نہین تو اوسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے حق کا پہر جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی ھ مسئلہ
اولی مین بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ مین بعد بیع کے اجارہ وغیرہ تصرف جائز نہوا سوا بیع اولی کے باوجود اجازت کے تو دونون فرق
یہہ ہے کہ مرتہن کو بیع مین تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حق بدل مبیع یعنی ثمن سے متعلق ہوگیا برخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن مین بدل نہین اور
اجارہ مین منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت مین ہے نہ منفعت مین تو اوسکی اجازت مین حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع
کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی کذا في الدرر وفي الاشباه باع الراهن الرهن من زيد ثم باعه من المرتهن انفسخ الاول اور اشباہ
مین ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پہر اوسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ھ یہہ گویا استدراک ہے مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کی مانند یعنی محل توقف ثانی اول کی مانند وہی ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہوا اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ
نافذ ہوجاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا في الطحطاوي وصح اعتاقه وتدبيره واستيلاده اي نفذ اعتاق الراهن هذا اور صحیح یعنی
نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کردے یا اوسکو
مدبر کرے تو یہہ تصرف نافذ ہوگا فان كان غنيا وكان دينه اي المرتهن حالا اخذ المرتهن دينه من الراهن سو اگر راہن مالدار ہوا اور مرتہن کا
دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قيمته للرهن بدله الى زمان حلوله فاذا حل اقتضى حقه لو من جنسه
ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے رہن رکھنے کیواسطے عوض غلام کے دین کے مدت پونچنے تک پہر جب
مدت آپونچے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لیلے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پہیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پہیر دے اور اگر
کم ہو تو راہن سے مطالبہ کرے وان كان الراهن معسرا ففي العتق سعى العبد لاقل من قيمته ومن الدين اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد
کرنے مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر اوسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین
کو ادا کرے ورجع على سيده اذا ايسر اور جسقدر غلام ادا کرے اوتنا اپنے مالک سے پہیرلے جبکہ اوسکو مقدور ہو وفي التدبير والاستيلاد
سعيا في كل الدين بلا رجوع لان كسب المدبر وام الولد ملك المولى اور تدبیر اور استیلاد مین سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد
نے تمام دین کے ادا کرنے مین بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراهن
الرهن فحكمه حكم ما اذا اعتقه غنيا كما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف کردیا تو اوسکا حکم مانند ہے اوس حکم کے جبکہ مالدار مالک غلام مرہون
کو آزاد کردے چنانچہ مذکور ہو چکا ھ یعنی اتلاف راہن اعتاق کی مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اوسکی
قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا في الدرر والرهن ان اتلفه اجنبي اي غير الراهن فالمرتهن يضمنه اي

المتلف قیمته یوم هلك فتكون القیمة رهنا عنده كما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنیوالے
سے اوسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اوسکی تھی سو قیمت اوسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس جیسا کہ گذر گیا و اما ضمانه على المرتهن
فتعتبر قیمته یوم القبض لانه مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اوسکا تاوان بحساب یوم القبض کی قیمت
معتبر ہوگی اسلئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آیا ہے کذا فی الزیلعی و باعارته ای المرتهن الرهن من راهنه یخرج من ضمانه
تسمیتها عاریة مجاز اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اوسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو
مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ھم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازا استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع
ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اوسکی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو هلك الرهن فی ید الراهن هلك
مجانا حتی لو كان اعطاه به كفيلا لم یلزم الكفیل شئ لخروجه من الرهن نعم لو كان الراهن اخذه بغیر رضی المرتهن جاز ضمان
الكفیل تاتارخانیة سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان
مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن سے
ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون
مرتہن کو دلا دے کذا فی الطحطاوی فان عاد قبضه عاد ضمانه سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اوسکا ضمان بھی مرتہن پر ثابت ہوگا و
للمرتهن استرداده الی یده اور مرتہن کو جائز ہے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضے کیطرف فلو مات الراهن
قبل ذلك ای قبل الاسترداد فالمرتهن احق به من سائر الغرماء لبقاء حكم الرهن پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن باقی
حقدار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ھم رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعاره
او اودعه احدهما اجنبیا باذن الاخر سقط ضمانه اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان
اوسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سے سو باقی نرہا ولكل منهما ان یعیده رهنا كما كان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو
یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اوسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارة والبیع
والهبة والرهن من المرتهن او من اجنبی اذا باشرها احدهما باذن الاخر حیث یخرج عن الرهن ثم لا یعود الا بعقد مبتدا
لانها عقود لازمة برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ
راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید
اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ھم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعد
انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اوسکو جائز کہا تو رہن
باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے اوسکو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریة وبخلاف
بیع المرهون من الراهن لعدم لزومها برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اوسکی عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع
مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہوجاوے ویبقی لو مات الراهن قبل رهنه ثانیا فالمرتهن اسوة للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا
دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہو باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اوسکو
مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کی برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نرہا بالکل
ولو اذن الراهن للمرتهن فی استعماله او اعارته للعمل فهلك الرهن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منه هلك بالدین

لبقاء عقد الرهن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اوسکو عاریت دینے کا کسیکام کیواسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے
پہلے یا بعد فارغ ہونیکے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ھ مراد یہہ ہے کہ راہن مرتہن کو
استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اوسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف
ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو هلك في حالة العمل والاستعمال هلك امانة لثبوت يد العارية حينئذ اور اگر مرہون
تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالتمین تو امانت ہوکر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت مین یعنی اور قبض عاریت مخالف ہے
قبض رھن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا في وقته اى وقت هلاكه فقال المرتهن هلك في وقت العمل وقال الراهن في غيره فالقول
للمرتهن لانه منكر والبينة للراهن لانهما اتفقا على زوال يد الرهن فلا يصدق الراهن في عوده الا بحجة بزازيه اور اگر راہن اور مرتہن نے
اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کیوقت مین سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کیوقت مین اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول
ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہین تو راہن کی تصدیق قبض
رہن کے عود کرنے مین نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفيها اذن للمرتهن في لبس ثوب الرهن يوما فجاء به المرتهن متخرقا وقال تخرق
في لبس ذلك اليوم وقال الراهن ما لبسته فيه ولا تخرق فيه فالقول للراهن وان اقر الراهن باللبس فيه ولكن قال تخرق قبل لبسه
او بعده فالقول للمرتهن في قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایکدن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا
اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اوسیدن کے پہننے مین اور راہن نے کہا کہ تو نے اوسدن نہین پہنا اور نہ اوس دن نہین پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے
اوس دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اوسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے عود ضمان کی مقدار مین ھ
جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جائیگا پردہ تو نکا اتفاق ہوا تو در صورت تلف ہونے ثوب متخرق کے قیمت لزوم ضمان مین معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل متفرقه شارح کے رهن الاب من مال طفله شيئا بدين على نفسه جاز فلو الرهن قيمته اكثر من الدين فهلك ضمن الاب
قدر الدين دون الزيادة بخلاف الوصي فانه يضمن قيمته والفرق ان للاب ان ينتفع بمال الصغير عند الحاجة ولا كذلك الوصي
باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اوس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تہی دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ
تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اوسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونون مین فرق یہہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل
کرنا صغیر کے مال سے حاجت کیوقت اور وصی ایسا نہین کہ اوسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرك الابن ومات الاب ليس للابن اخذه قبل
قضاء الدين ويرجع الابن في مال الاب ان كان رهنه لنفسه لانه مضطر كمعير الرهن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا
بدون ادا کرنے دین کے جائز نہین اور فرزند باپ کے مال سے ادا کیا ہے اگر اوسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کیواسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر
ہے مرہون کی عاریت دینے والیکی مانند ھ یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے مین مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے
رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رهن شيئا ثم اقر بالرهن لغيره لا يصدق في حق
المرتهن ويؤمر بقضاء الدين ورده الى المقر له اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تہی تو مرتہن کے
حق مین اوسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اوس چیز کے پھیر دینے کا مقرلہ کیطرف امر ہوگا ولو رهن دار غيره فاجاز صاحبها
جاز اور اگر ایک نے دوسریکا گہر رہن رکھہ لیا پھر اوسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہہ درست ہے وبينة الراهن على قيمة الرهن اولى
اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہین مرتہن کے گواہ سے یعنی مرہون کے تلف ہونیکے بعد اختلاف پڑا اوسکی قیمت مین راہن کہتا ہے کہ اوسکی قیمت سو
درم تہی مثلا اور مرتہن کہتا ہے کہ پچاس درم قیمت تہی اور دونون نے گواہ گذرانے تو راہن کی گواہ مقدم ٹھہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادت ضمان کی مثبت ہین

وَزَوَائِدُ الرَّهْنِ كَالْوَلَدِ وَالثَّمَرِ رَهْنٌ لَا غَلَّةُ دَارٍ وَأَرْضٍ وَعَبْدٍ فَلَا يَصِيرُ رَهْنًا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑہوتیان چنانچہ مرہون کا بچہ اور پہل رہن مین داخل ہے نہ کرایہ گہر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن مین داخل نہوگا ھ عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہین ایک قسم تو رہن مین داخل نہین یعنی جو زیادت کہ متولد نہوا اور نہ بدلا ہو کسی جز کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکی اور ایک قسم رہن مین داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پہل اور اون اور دودہ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن مین داخل ہونیکے یہ معنی ہین کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن یا اونکے تلف ہو جانے مین تاوان نہین تو اونکے تلف ہو جانے سے رہن سے کچھ دین ساقط نہوگا کذا فی الطحاوی مختصرا الرَّهْنُ الْفَاسِدُ كَالصَّحِيحِ فِي ضَمَانِهِ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے اوسکی ضمان مین ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گہر نصف شائع رہن رکہا یا نصف غلام رہن رکہا ہزار درم قرض لیکر اور درمونکو خرچ کر ڈالا پہر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کیوجہ سے تو مرتہن کو حبس کا تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کی مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصا وَصَحَّ اسْتِعَارَةُ شَيْءٍ لِيَرْهَنَهُ فَيَرْهَنُ بِمَا شَاءَ إِذَا أَطْلَقَ وَلَمْ يُقَيِّدْ بِشَيْءٍ اور صحیح ہے عاریۃ لینا کسی چیز کا تا مستعیر اوسکو رہن کہدے تو مستعیر رہن رکہے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علے الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وَإِنْ قَيَّدَهُ بِقَدْرٍ أَوْ جِنْسٍ أَوْ مُرْتَهِنٍ أَوْ بَلَدٍ تَقَيَّدَ بِهِ وَحِينَئِذٍ فَإِنْ خَالَفَ مَا قَيَّدَهُ بِهِ الْمُعِيرُ ضَمِنَ الْمُعِيرُ الْمُسْتَعِيرَ أَوِ الْمُرْتَهِنَ لِتَعَدِّي كُلٍّ مِنْهُمَا اور اگر معیر نے رہن مین مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکہنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر مین رہن رکہنا تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اسوقت مین تو اگر مستعیر نے معیر کی قید لگائی سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اوسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کی سبب سے ھ مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہہ ہے کہ اوسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اوسکی اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹہرا الا اذا خالف الی خیر بان عین اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک لم یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر مین اسطرح کہ معیر نے مستعیر کے لئے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا سو مستعیر نے اوسکو اوس سے کمتر پر رہن رکہا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اوسنے بہتری مین مخالفت کی یعنی اس مخالفت مین مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فَإِنْ ضَمِنَ الْمُعِيرُ الْمُسْتَعِيرَ تَمَّ عَقْدُ الرَّهْنِ لِتَمَلُّكِهِ بِالضَّمَانِ پہر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہوگیا اسلئے کہ مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وَإِنْ ضَمِنَ الْمُرْتَهِنَ يَرْجِعُ بِمَا ضَمِنَ وَبِالدَّيْنِ عَلَى الرَّاهِنِ كَمَا فِي الِاسْتِحْقَاقِ اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پہیر لے جسقدر کہ اوسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق مین یعنی جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونیکے بعد تاوان دیا ہو تو راہن سے دین اور تاوان پہیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فَإِنْ وَافَقَ وَهَلَكَ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ پہر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکہا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانیوالا ٹہر گیا بشرطیکہ قیمت اوسکی دین کی برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی وَوَجَبَ مِثْلُهُ أَيْ مِثْلُ الدَّيْنِ لِلْمُعِيرِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ وَهُوَ الرَّاهِنُ لِقَضَاءِ دَيْنِهِ بِهِ اور دین کی برابر معیر کیواسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا اسلئے ادا ہو گئے دین راہن کے مرہون کے سبب سے إِنْ كَانَ كُلُّهُ مَضْمُونًا وَإِلَّا يَكُنْ كُلُّهُ مَضْمُونًا ضَمِنَ قَدْرَ الْمَضْمُونِ وَالْبَاقِي أَمَانَةٌ وجوب بقدر دین اوس صورت مین ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہوا اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وَكَذَا لَوْ تَعَيَّبَ فَيَذْهَبُ مِنَ الدَّيْنِ بِحِسَابِهِ وَيَجِبُ مِثْلُهُ لِلْمُعِيرِ اور اسیطرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اوسکی مانند معیر کیواسطے مستعیر پر واجب ہوگا وَلَوِ افْتَكَّهُ أَيِ الرَّهْنَ الْمُعِيرُ أُجْبِرَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الْقَبُولِ ثُمَّ يَرْجِعُ الْمُعِيرُ عَلَى الرَّاهِنِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَبَرِّعٍ لِتَخْلِيصِ مِلْكِهِ بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ بِمَا أَدَّى إِنْ سَاوَى الدَّيْنُ لِلْقِيمَةِ وَإِنِ الدَّيْنُ أَزْيَدَ فَالزَّائِدُ مُتَبَرِّعٌ

معیر عاریۃ دینے والا
المستعیر عاریۃ لینے والا

دَيْنٌ اَقَلَّ فَلَا جَبْرَ دُرَر لٰكِن اسْتَشْكَلَه الزَّيْلَعِيُّ وَغَيْرُه وَاَقَرَّه المُصَنِّفُ فَلِذَا لَمْ يُصَرِّحْ عَلَيْهِ فِي مَتْنِه مَعَ كَمَالِ مُتَابَعَتِه لِلدُّرَر فَتَنَبَّهْ اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اوسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر معیر نے جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے رجوع معیر اوس شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اوسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اسقدر کا رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اوس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسیواسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اوسکو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر سو اوسکو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اونکو متن کے اندر داخل نہیں کیا ھم تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یون بیان کیا ہے کہ یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہہ ہے کہ اوس سے منتفع ہو اور یہہ حاصل نہیں ہو سکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فی الحلبی والطحطاوی نے حموی سے شرح تنویر سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اوسکی تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ وَلَوْ هَلَكَ الرَّهْنُ المُسْتَعَارُ مَعَ الرَّاهِنِ قَبْلَ رَهْنِهِ اَوْ بَعْدَ فَكِّهِ لَمْ يَضْمَنْ وَاِنِ اسْتَخْدَمَه اَوْ رَكِبَه وَنَحْوُ ذٰلِكَ مِنْ قَبْلُ لِاَنَّه اَمِيْنٌ خَالَفَ ثُمَّ عَادَ اِلَى الوِفَاقِ فَلَا يَضْمَنُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکہنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر اوسکا تاوان نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے اوس نے خدمت لی ہو یا اوس پر سواری کی ہو اور مانند اوسکی اور استعمال کیا ہو اسواسطے کہ راہن امین ہے جس نے مالک کی مخالفت کے بعد اوسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفت سے اوس پر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی کے لٰكِنْ فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنِ العِمَادِيَّةِ المُسْتَأْجِرُ وَالمُسْتَعِيْرُ اِذَا خَالَفَ ثُمَّ عَادَ اِلَى الوِفَاقِ لَا يَبْرَأُ عَنِ الضَّمَانِ عَلٰى مَا عَلَيْهِ الفَتْوٰى انتھی لیکن شرنبلالیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونون مالک کی مخالفت کریں بعد اسکے پھر موافقت کریں تو ہر واحد تاوان سے بری الذمہ نہوگا موجب اوس قول کے جس پر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیہ فَتَنَبَّهْ وَلَوِ اخْتَلَفَا فَالقَوْلُ لِلرَّاهِنِ لِاَنَّه يُنْكِرُ الاِيْفَاءَ بِمَالِه بَاقِيْ رہا یہہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کیوقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہو ھم صورت اختلاف یہہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہہ ہے کہ مجہپر ضمان واجب نہو وَلَوِ اخْتَلَفَا فِي قَدْرِ مَا اَمَرَ بِالرَّهْنِ بِه فَالقَوْلُ لِلْمُعِيْرِ هِدَايَه اور اگر دونون نے اختلاف کیا اوس مقدار میں جسقدر پر رہن رکہنے کا معیر نے امر کیا تہا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایۃ ھم یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کیوقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی کرتا ہو اِخْتَلَفَا فِي الدَّيْنِ وَالقِيْمَةِ بَعْدَ الهَلَاكِ فَالقَوْلُ لِلْمُرْتَهِنِ فِي قَدْرِ الدَّيْنِ وَقِيْمَةِ الرَّهْنِ شَرْحُ تَكْمِلَه اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ وَلَوْ مَاتَ مُسْتَعِيْرُه مُفْلِسًا مَدْيُوْنًا فَالرَّهْنُ بَاقٍ عَلٰى حَالِه فَلَا يُبَاعُ اِلَّا بِرِضَى المُعِيْرِ لِاَنَّه مِلْكُه اور اگر رہن کا مستعیر مفلس یون ہوکر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو مرہون بیچا نجاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے وَلَوْ اَرَادَ المُعِيْرُ بَيْعَه وَاَبَى المُرْتَهِنُ البَيْعَ بِيْعَ بِغَيْرِ رِضَاهُ اِنْ كَانَ بِه اَيْ بِالرَّهْنِ وَفَاءٌ وَاِلَّا لَا يُبَاعُ اِلَّا بِرِضَاهُ اور اگر معیر نے بیع مرہون کا ارادہ کیا اور مرتہن بیع پر راضی نہوا تو وہ بیچا جاویگا بدون اوسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہو جاوے اور اگر دین ادا نہو تو اوسکی بیع نہوگی بدون رضامندی مرتہن کے وَلَوْ مَاتَ المُعِيْرُ مُفْلِسًا وَعَلَيْهِ دُيُوْنٌ اُمِرَ الرَّاهِنُ بِقَضَاءِ دَيْنِ نَفْسِه وَيَرُدُّ الرَّهْنَ لِيَصِلَ كُلُّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّه

اور اگر معیر مرگیا مفلس ہوکر اور اسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاوے اپنے ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار پھیر دیا جاوے تاکہ ہر حقدار اپنے حق کو پہنچے
وان عجز لفقره فالرهن على حاله كما لو كان المعير حيا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہوا اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی رہیگا اپنی حالت
پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہوا اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا وليورثته اى ورثة المعير اخذه اى الرهن بعد قضاء دينه كمورثه اور معیر کے
وارثوں کو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث کی مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کریں تو مرہون پر قبضہ کریں فان
طلب غرماء المعير من ورثته بيعه فان به وفاء بيع والا فلا يباع الا برضى المرتهن كما مر ملخص پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثوں سے
مرہون مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاوے تو وہ بیچا جاویگا اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاوے مگر مرتہن کی رضامندی سے
چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ هم منح الغفار مین ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہوں کو کفایت نکرے تو بدون اونکی رضامندی کے
بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون اونکی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے اونکے حق کے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مرجاوے
کذا فی الطحطاوی واعلم ان جناية الراهن على الرهن كلا او بعضا مضمونة اور معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر
مضمون ہے یعنی تاوان اوسکا راہن پر واجب ہے هم یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا
اسلئے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اوسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق مین كجناية المرتهن عليه یعنی جنایت
مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا ويسقط من دينه اى دين المرتهن بقدرها
اى الجناية لانه اتلف ملك غيره فلزمه ضمانه واذا لزمه وقد حل الدين سقط بقدره ولزمه الباقى بالاتلاف لا بالرهن
اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگیا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور
دین موجل نہیں ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اوسکے اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے هم مرتہن
کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے اور مرتہن پر اوسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے
تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اوسکو تلف کر دے اور اوسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وهذا لو الدين من جنس الضمان والا لم يسقط
منه شئ والجناية على المرتهن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اوسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے یعنی درہم اور دنانیر ہوا اور اگر اوسکی جنس
سے نہو چنانچہ مکیل ہو تو دین کچھہ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی وللمرتهن ان يستوفى دينه اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا لیوے
لكن لو اعور عينه يسقط نصف دينه قهستانى عن البرجندى لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکہہ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین
ساقط ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی هم یہ اوس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کی برابر ہو اسواسطے کہ آنکہہ بمقدار نصف دیت ہے اور غلام کی
دیت اوسکی قیمت ہے اور اگر مرہون جانور ہو تو اوسکی آنکہہ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط
نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجناية الرهن عليهما اى الراهن والمرتهن وعلى مالهما
هدر باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور ان دونون کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذا
كانت الجناية غير موجبة للقصاص فى النفس دون الاطراف اذ لا قود بين طرفى عبد وحر جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ
جنایت قصاص نفس کی موجب نہو سوا ہے اطراف کے اسواسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھہ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہیں هم یعنی غلام کا قتل
باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہیں ہے وان كانت موجبة للقصاص فمعتبرة فيقتص منه ويبطل الدين خانية وعبارة القهستانى
وشرح المجمع يبطل الرهن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد مین غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ
اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہہ ہو کہ رہن باطل ہو جاویگا هم بطلان دین کی وجہ یہہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نرہا انتہی

بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی المحیط و کجنایته ای الراهن علی ابن الراهن او علی ابن المرتهن فانها معتبرة فی
الصحیح حتی یدفع بها او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ هو اجنبی لتباین الاملاک فی الزیلعی جیسی
جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اوسکا فدیہ دیا جاوے
اور اگر جنایت مرہون کی مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اوسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت
اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے تباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رهن عبدا یساوی الفا بالف مؤجل فرجعت قیمته
الی مائة فقتله رجل وغرم مائة وحل الاجل فالمرتهن یقبضها ای المائة قضاء لحقه ولا یرجع علی الراهن بشیء لکونه بلا قتل
ولما امکن ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا ویدُ المرتهن ید الاستیفاء فیصیر
مستوفیا للکل من الابتداء اھ اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کی برابر ہے ہزار درم مؤجل پر رہن رکھا پھر اوسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اوسکو
ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنا ادا حق کے سبب سے یعنی اداے بعض حق
سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب
نہیں بر خلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہر گیا ابتداے رہن سے ولو باعہ
اے العبد المذکور بمائة بامر الراهن قبض المائة قضاء لحقه ورجع بتسعمائة لانه لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعه
بمائة کان الباقی فی ذمته کانه استرده وباعه بنفسه اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن
قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اوسکو سو درم کے ساتھ
بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہینگے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اوسکو بذات خود
بیچا الاول ولو قتله عبد قیمته مائة فدفع به افتکه الراهن وجوبا بکل الدین وهو الاول لقیام الثانی مقام الاول لحما ودما وقال
محمد ان شاء افتکه بکل دینه او ترکه علی المرتهن بدینه وهو المختار کما فی الشرنبلالیة عن المواهب لکن عامة المتون
والشروح علی الاول لے اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اوس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام مقتول کے بدلے
دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں
یعنے آدمی ہونے میں دونو برابر ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اوسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اوسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اوسکے دین کے
بدلے اور یہی قول محمد کا مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر ائمہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی
ترک التفریع اولی ای الرهن خطأ فداه المرتهن لانه ملکه ولم یرجع علی الراهن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اوسکا
فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اوسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ
سے متفرع نہیں ھم تعلیل ملکہ مرتہن غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایة حصلت فی ضمانه تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے
ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اوسکی ضمان میں ہے اور اوسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر
ولا یملک ان یدفعه الی ولی الجنایة لانه لا یملک التملیک اور مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا
وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتهن من الفداء دفعه الراهن ان شاء او فداه وسقط الدین بکل
منهما لو اقل من قیمته الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمة العبد فقط ولا یسقط الباقی پھر اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار
کیا تو راہن دیدے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اوسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونو صورت میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون کی

قیمت سے برابر ہوا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استھلک مالا یستغرق رقبتہ
فداہ المرتھن فان ابی باعہ الراھن او فداہ اور اگر مملوک مرہون تلف کرے ایسے قدر کو جو اوسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دیگا پھر اگر
وہ فدیہ نہ دے تو راہن اوسکو بیچ ڈالے یا اوسکا فدیہ دے پھر اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اوسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور درصورت انکار مرتہن اگر راہن اوسکو
بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اوسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل جوہرہ اور عالمگیریہ میں ہے ولو قتل
ولد الرھن انسانا او استھلک مالا دفعہ الراھن وخرج عن الرھن او فداہ ویبقی رھنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے
کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اوسکو دیدے اور وہ رہن سے خارج ہوگیا یا راہن اوسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے
ساتھ واما جنایۃ الدابۃ فھدر وتصیر کانہ ھلک بآفۃ سماویۃ ومثالہ فی الخانیۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر
جانور جانور کو مار ڈالے یا مال تلف کرے تو اوسکا ضمان نہیں اور اوسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت سماوی سے وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان
فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراھن باع وصیہ رھنہ باذن مرتھنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو اوسکا وصی
اوسکے مرہون کو بیع کرے اوسکے مرتہن کے اذن سے اور اوسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی
لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اوسکو بیع مرہون اور ادای دین راہن کا امر
کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر ناظر ہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں وھذا لو ورثتہ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اوسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ
بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو اونپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے رھن الوصی
بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم من غرمائہ توقف علی رضا البقیۃ وللورثۃ فان قضی دینہم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغریم
جاز ویبیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اوس دین کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا
باقیوں کی رضامندی پر اور اونکو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا کر دیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر
صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا اوسکے دین کیواسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرھن بموت الراھن
ولا بموت المرتھن ولا بموتھما ویبقی الرھن رھنا عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے
اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرنے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ہمم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم مقام
ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی **فصل فی مسائل متفرقۃ** یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل
متفرقہ میں رھن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وھو یساوی العشرۃ فھو رھن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس
درم ہو رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کی برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے
پہلے رہن تھا ہمم لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہوجانے کی صلاحیت سے لہذا اگر
شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل ہوگیا ثابت ہوئی پہلی
تو گویا اوسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ فی الزیادۃ والانتقاص القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اس میں
یعنی اوس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اوسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اوسکو بیان کیا ہے
ہمم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہونا قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا
نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ فان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا دینا برابر

کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اوسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا و لو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ
بعشرۃ وہذا قید لا بد منہ لانہ لو کانت قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ بحسابہ فتنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ
جلدہا بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغۃ وہل یبطل قولان وہو ای الجلد یساوی درہما
فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہے دس درم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنیکے مرگئی سو اوسکے کہال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا
آفتاب کی دہوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کہال ایک درم کی ہے تو وہ ایکدرم پر رہن ٹہہریگی شارح نے کہا کہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہے
اسواسطے کہ اگر اوسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کہال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹہہریگی اوسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس
درم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کہال ایکدرم کی ہے تو کہال نصف درم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت
سے اوسکی قیمت زیادہ ہو جاویگی اوسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں تو اسمیں دو قول ہیں بعضون کے نزدیک رہن
باطل ہے اور بعضون کے نزدیک صحیح ہے ھم بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مرگئی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا
ماتت الشاۃ المبیعۃ قبل القبض فدبغ جلدہا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک
والبیع قبل القبض ینفسخ بہ برخلاف اوس صورت کے کہ بکی بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پھر اوسکے کہال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر
کہال کے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوجاتا ہے بہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے مبیع کے تلف ہوجانے
سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرہن خلافا لزفر اور اگر مرہون غلام بہاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام
مذکور دین کے بدلے ٹہہرایا گیا بعد اوسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماء الرہن کالولد والثمر واللبن والصوف
والوبر والارباح وغیرہا للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑہوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسے بچہ اور پہل اور دودہ
اور اون اور رویین اور خونبہا اور مانند اوسکی وہ راہن کی ملک ہے بسبب اوسکے پیدا ہونیکے راہن کی مملوک چیز سے وہو رہن مع الاصل تبعا لہ اور وہ اصل
مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر
داخلۃ فی الرہن وتکون للراہن والاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا بحر الفتاوی برخلاف
اوس بڑہوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا ہے جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت
نہیں کرتا واذا ہلک النماء المذکور ہلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو
رائگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اوسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقی النماء ای ولو
حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصتہ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد الاکل فانہ یقسم
الدین علی قیمتہما قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ حکما باقی رہے اسطرح کہ کہا یا جاوے راہن کے
اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اوسکو پہر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہوجاوے کہانیکے بعد تو
دین تقسیم کیا جائیگا دونون یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اوسکو اپنے قول آیندہ میں ذکر کیا ہے ھم زیلعی میں ہے کہ
اگر راہن نے مرتہن کو اولاد بکری کے کہانیکا اذن دیا سو اوسنے کہا لیا تو اوسپر ضمان نہیں اور اوسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین
منقسم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر زیادت ماکولہ کو پہنچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف
زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اوسکو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصا بعد ہلاک الاصل

فَكَّ بِحِصَّتِهِ مِنَ الدَّيْنِ لِاَنَّهُ صَارَ مَقْصُوْدًا بِالْفِكَاكِ وَالتَّبَعُ يُقَابِلُهُ شَيْءٌ اِذَا كَانَ مَقْصُوْدًا یعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہو جانا اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصے کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنیکے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہو جاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہو جاوے وَحِیْنَئِذٍ تُقَسَّمُ الدَّیْنُ عَلٰی قِیْمَتِهِ یَوْمَ الْفِکَاكِ وَقِیْمَةِ الْاَصْلِ یَوْمَ الْقَبْضِ فَیَسْقُطُ مِنَ الدَّیْنِ حِصَّةُ الْاَصْلِ وَفَكَّ النَّمَاءُ بِحِصَّتِهِ کَمَا لَوْ کَانَ الدَّیْنُ عَشَرَةً وَقِیْمَةُ الْاَصْلِ یَوْمَ الْقَبْضِ عَشَرَةً وَقِیْمَةُ النَّمَاءِ یَوْمَ الْفِکَاكِ خَمْسَةً قُسِّمَتَا الْعَشَرَةُ حِصَّةُ الْاَصْلِ فَیَسْقُطُ وَتَثْبُتُ الْعَشَرَةُ حِصَّةُ النَّمَاءِ فَیُفَكُّ بِهِ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص ہونے کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصے کے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دو تہائیان یعنی چہہ کے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کے کسر زائد حصے زیادت کا تو تین درم سے زیادت مذکور فک رہن کیا جائیگا وَلَوْ اَذِنَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ فِیْ اَکْلِ الزَّوَائِدِ اَیْ اَکْلِ زَوَائِدِ الرَّهْنِ بِاَنْ قَالَ لَهُ مَهْمَا زَادَ فَکُلْهُ فَاَکَلَهَا فَاِنْ هُوَ بَعْضُهُ اَکَلَ ثَمَنَهَا وَبِهِ اَفْتٰی الْمُصَنِّفُ قَالَ اِلَّا اَنْ یُوْجَدَ نَقْلٌ مُخَصِّصٌ یَخُصُّ حَقِیْقَةَ الْاَکْلِ فَیُتَّبَعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَیْهِ اَیْ عَلَی الْمُرْتَهِنِ لِاَنَّهُ اَتْلَفَهُ بِاِذْنِ الْمَالِكِ اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کہانے مین اسطرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پہل یا حیوان کا دودہ تو اوسکو کہا سو مرتہن نے اوسکو کہایا تو مرتہن پر اوسکا تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پہل یا دودہ کہایا ہو یا اوسکو بیچکر اوسکا ثمن کہایا ہو اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا مگر یہہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کرے ہے تو اوسکو اتباع کیا جاوے یعنی تو درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا وَالْاِطْلَاقُ یَجُوْزُ تَعْلِیْقُهُ بِالشَّرْطِ وَالْخَطَرِ بِخِلَافِ التَّمْلِیْكِ اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے ھم یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہہ اباحت ہے تملیک نہین ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پہل یا دودہ اوسکو تو کہا درست اور جائز ہے وَلَا یَسْقُطُ شَیْءٌ مِنَ الدَّیْنِ اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچھہ باباحت اکل کے قَالَ فِی الْجَوَاهِرِ رَجُلٌ رَهَنَ دَارًا وَاَبَاحَ السُّکْنٰی لِلْمُرْتَهِنِ فَوَقَعَ بِسُکْنَاهُ خَلَلٌ وَخَرِبَ الْبَعْضُ لَا یَسْقُطُ شَیْءٌ مِنَ الدَّیْنِ لِاَنَّهُ لَمَّا اَبَاحَ لَهُ السُّکْنٰی اَخَذَ حُکْمَ الْعَارِیَةِ حَتّٰی لَوْ اَرَادَ مَنْعَهُ کَانَ لَهُ ذٰلِكَ جواہر اخلاطی مین کہا کہ ایکمرد نے گہر رہن رکہا اور مرتہن کو اوسکے اندر رہنا مباح کر دیا سو اوسکے رہنے سے خلل پڑ گیا اور کچہہ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچہہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اوسکا اختیار ہے ھم اسمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود ہے اور سود حرام ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الشرح عن ابی السعود وَفِی الْمُضْمَرَاتِ وَلَوْ رَهَنَ شَاةً فَقَالَ لَهُ الرَّاهِنُ کُلْ وَلَدَهَا وَاشْرَبْ لَبَنَهَا فَلَا ضَمَانَ عَلَیْهِ وَکَذَا لَوْ اَذِنَ لَهُ فِیْ ثَمَرَةِ الْبُسْتَانِ فَصَارَ اَکَلَهُ کَاَکْلِ الرَّاهِنِ نَقَلَ عَنِ التَّهْذِیْبِ اَنَّهُ یُکْرَهُ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ یَنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ وَاِنْ اَذِنَ لَهُ الرَّاهِنُ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَعَلَیْهِ یُحْمَلُ مَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمٍ مِنْ اَنَّهُ لَا یَحِلُّ لِلْمُرْتَهِنِ ذٰلِكَ وَلَوْ بِالْاِذْنِ لِاَنَّهُ رِبًوا قُلْتُ وَتَعْلِیْلُهُ یُفِیْدُ اَنَّهَا تَحْرِیْمِیَّةٌ فَتَاَمَّلْ اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکہی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کہا اور اسکا دودہ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پہلوں مین اذن دیا تو مرتہن کا کہانا راہن کے کہانے کی مانند ہوا اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اوسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن سلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو یہہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہہ بیاج ہے مین کہتا ہون اور تعلیل اوسکی

اسکے مفید ہو کہ متقرر کراہت تحریمی سے سوا اسمین تامل کرو وان لم یفتک الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علی حالہ حتی ہلک الرہن
فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب
الزیادۃ اخذہ المرتہن من الراہن کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون نچھوڑایا بلکہ مرہون بحال سابق
مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھہ مین تو دین باٹا جاویگا اوس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی
قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پونہچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پونہچیگا اوسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین
مذکور ہے ہم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلا راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہے توجیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہین ہوتا
ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیہ وفی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کاتلاف الراہن بنفسہ لتسلیطہ
اور جواہر مین ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنیکی برابر ہے بسبب تسلیط کردینے راہن کے وفیہا اباح للمرتہن نفعہ
ہل للمرتہن ان یوجرہ قال لا قیل فلو اجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لمن قال للراہن قال لہ ان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک
وبطل الرہن اور اوسی کتاب مین ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کردیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہے
پہر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اوسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہو اگر
اوسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اوسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہو اور اسصورت مین رہن باطل ہوگا وفیہا رہن کرما وسلمہ
المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرہن اور اوسی کتاب مین ہے کہ باغ رہن رکہا اور مرتہن کو تسلیم کیا پہر مرتہن نے راہن کو
باغ دیا تا اوسکو سینچے اور اوسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتہن الثمن ان
ثم حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضی دین المرتہن ولا یکون رہنا لجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا
تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکہا اور اوسکا پہل مباح کردیا مرتہن کو پہر راہن نے باغ بیچڈالا اور مرتہن نے اوسکو ثمن پر قبضہ کیا اگر اوسکا پہل بیع کے بعد
حاصل ہوا تو مشتری کا پہل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کردیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پہل رہن رہیگا
یعنی ثمن مقبوضہ کے ساتھہ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم برخلاف اوس صورت کے
کہ مرتہن پہل کہا گیا اسواسطے کہ اوسنے مباح کو کہایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانیکے بعد کذا فی الملتقط عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض
الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب شیء وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ ملتقط اور اوسی کتاب مین
ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اوسکو واسطے انتفاع مباح ہے تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان
اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اوسکو یاد رکہنا چاہئیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقی رہنا
ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور
رہن باطل نہوجاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین مگر در حکم ضمان باطل ہے یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الملتقط و
عن شرح الوہبانیۃ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجای اوسکے اور چیز کو
طلب کرے جو رہن رکہنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا بطل الرہن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلک حصتہ
بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر منقسم ہے تو باقی مین بہی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی مین رہن
باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اوسکا تلف ہوجانا بقدر اوسکے حصہ کے ہوگا اجر دارہ لغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت
الاجارۃ اپنا گہر غیر شخص کو اجارہ دیا پہر اوسکو اوسی مستاجر کے پاس رہن رکہا تو رہن صحیح ہوا اور اجارہ باطل ہوگا ولو ارتہن ثم اجرہ من راہنہ

فاجارة باطلة اور اگر رہن کیا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے اَبِقَ الرهنُ سقط الدينُ كهلاكه فان عاد سقط بحسابه نقصان لان الاباق
عيبٌ حدث فيه مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اوسکی ہلاک ہو جانے کی مانند پھر بعد اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اوسکی نقصان کے اسلئے کہ بھاگنا
عیب ہے جو اوسمیں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزيادة الضمنية ذكر الزيادة القصدية فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے
فارغ ہوا تو اوسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزيادة في الرهن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون میں صحیح ہے ھ مثلا دس درہم کا کپڑا
دس درہم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درہم پر رہن ہو گئے وتعتبر قيمتها يوم القبض ايضا اور زیادت کی
بھی قیمت یوم القبض معتبر ہو گی جیسی مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفي الدين لا تصح خلافا للثاني اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں
برخلاف ابو یوسف کے ھ زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن کہا
تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع
جائز ہے کذا فی المحیط والاصل ان الالحاق باصل العقد انما يتصور اذا كانت الزيادة في معقود به او عليه والزيادة في
الدين ليست منهما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اوسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ میں مثلا ثمن میں یا
معقود علیہ مثلا مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کر دینا دونوں قسم سے نہیں ہے ھ دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اوسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے
کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہی بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی المحیط فان ذكر في نسخ المتن والشرح بالفاء مع انه
في شرحه على انه انما عطفها بالواو لا بالفاء ليفيد انها مسألة مستقلة لا فرع للاولى فتنبه عبدا بالف فدفع عبدا آخر رهنا
مكان الاول وقيمة كل من العبدين الف فالاول رهن حتى يرده الى الراهن والمرتهن في الآخر امين حتى يجعله مكان الاول
بان يرد الاول الى الراهن فحينئذ يصير الثاني مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے
اور حالانکہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہی جبتک مرتہن راہن کو دوسرا غلام سپرد ہو اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے نہ
ضمین یہانتک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام راہن کو سپرد ہو تو اسوقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہو گا شارح نے کہا کہ متن
شرح کے نسخے متعدد تھا میں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا
ہے مسئلہ اولے پر متفرع نہیں ہوا گر ولو ابرأ المرتهن الراهن عن الدين او وهبه منه ثم هلك الرهن في يد المرتهن هلك بغير شيء
استحسانا لسقوط الدين الا اذا استوفى من صاحبه فيصير ضامنا اور مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اوسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن
کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا اور یہ استحسان کے سبب ساقط ہو جانے دین کے ہے مگر جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا پھر وکسی صورت میں
اگر تلف ہوا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی ھ در صورت ابراء اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ دین مرہون ہوتا ہو دین کے سبب سے پھر جب دین نہ
باقی رہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولو قبض المرتهن دينه كله او بعضه من راهنه او غيره تطوعا او شرى المرتهن بالدين عينا او
صالحه عنه اي عن دينه على شيء لانه استيفاء او احال الراهن مرتهنه بدينه على آخر ثم هلك رهنه معه اى في يد المرتهن هلك بالدين
اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اوسکے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنیوالے سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی
یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہی نہ اسقاط یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے قرضدار پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا
مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ھ وجہ فرق ابراء اور استیفا میں یہ ہے کہ ابراء سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہی اور استیفا سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ قضاء دیون بامثالہا ہی لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول یعنی استیفاء بالقبض مرہون ثابت ہو گیا اور
استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منتقض ہو گیا کذا فی الہدایہ والزیلعی والدرر ملخصا وترکہ ما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفاء راہن او فی

مُشاعاً او شراءً او صُلحاً اور مرتہن پھیر دیوے وہ مال جو اوسنے لیا اوسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت مین یا خرید یا صلح کی صورت مین یعنی
اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اوسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اوسکو پھیر دے اسیطرح خرید اور صلح مین پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفاء مکرر
نہو جاے و تبطل الحوالۃ وھلک الرھن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطریق الاداء ھدایہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے
مطالبہ نہین کرسکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہی کذا فی الہدایہ ھم یہہ جواب ہے
اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ مین دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ ہے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ
بمعنی ابرا کے ہی تو لائق یون تہا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے
راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا و مفادہ عدم بطلان الصلح و ان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرھن ولا
فینبغی ان لا تبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہہ کہ دین مرتہن کا قیمت
مرہون سے زیادہ نہین ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہے کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار مین کذا فی القہستانی و کذا اذا ای کما یھلک
الرھن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یھلک بہ ایضا لو تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ھلک الرھن بالدین لتوھم وجوب الدین
لتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے
تلف ہوتا ہی استیفا کی صورت مذکورہ مین اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہی بمقابلہ دین اس صورت مین بھی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہین ہے پہر
مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے بسبب دونون عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہی کہ
دونون یاد کرین اور قیام دین پر اتفاق کرین تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہی یعنی اوسمین وجوب دین کا توہم
بھی باقی نہین رہتا ھم تصادق نفی دین کی صورت مین توہم وجوب دین متصور ہی اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہی برخلاف ابرا کہ اوسمین توہم وجوب
بھی متصور نہین کذا فی الہدایہ و شروحہا کل حکم عرف فی الرھن الصحیح فھو الحکم فی الرھن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح مین معروف اور
معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد مین ثابت ہی کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی ان المقبوض بحکم الرھن الفاسد یتعلق بہ الضمان
عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اوس سے تاوان متعلق ہے ھم طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق
یہہ ہے کہ تاوان اوس سے اصلا متعلق نہین واللہ اعلم موفقا بینہما و فی کل موضع کان الرھن مالا والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد
بعض شرائط الجواز کرھن المشاع ینعقد الرھن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہہ بھی
عمادیہ مین ہے اور جس مکان مین مرہون مال ہو اور اوسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد
رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کی مانند و فی کل موضع لم یکن الرھن کذلک ای
لم یکن مالا او لم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرھن اصلا اور جس مقام مین مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو چنانچہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور اوسکا
مقابل بھی مال مضمون نہو چنانچہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ھم اسکو رہن باطل کہتے ہین وحینئذ فاذا ھلک بغیر
شیٔ بخلاف الفاسد فانہ یھلک بالاقل من قیمتہ و من الدین اور اسوقت مین یعنی جب رہن منعقد اصلا نہو یا باطل ٹھیرا تو جب کہ
مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد مین جبکہ مرہون تلف
ہوگا مرتہن کے پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین
کمتر ہے قیمت سے تو دین لازم ہوگا و من مات ولہ غرماء فالمرتہن احق بہ کما فی الرھن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مریگا اور اوسکی
چند قرضخواہ ہون تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہی مرہون کا جیسے رہن صحیح مین مرتہن احق ہے فس ٦ مسئلہ ملحقہ شارح کا یرھن الرھن

بالمِلکِ کما حررناہ فی العاریۃ معیرًا للوہبانیۃ ایک مرہون کا بلا ملک رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہمنے اسکی کتاب العاریۃ میں تحریر
کی ہے وہبانیہ سے منقول کرکے ہے ۔ رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا فی
الطحطاوی وفی معایاتہا قال ـه وای رہین لا یرام انفکاکہ ۔ وتحبیسہ لوجات بالموت تبطل ۔ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور
کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہیں یعنی اوسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جسکا مقتول اگر مرجاے تو موت سے اوسکی دیت نصف ہوجاتی
ہے ۔ سوال اول کا جواب یہہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا ۔ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِينَةٌ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے
سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ مراد ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کرڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اوسپر
نصف دیت واجب ہو اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

کتاب الجنایات

یہہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہ ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایات
لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے
واسطے اور جنایات کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا
جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر ۔ مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل
خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اوسکی خوبیان وہی ہیں جو حدود کی خوبیان ہیں اور سبب بھی اوسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہہ ہے
کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ۔ ثم الجنایۃ لغۃً اسم لما یکتسب من الشر میرد یافت کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں بُری کام کرنیکا نام ہے ۔
جنایت مصدر ہے جمع اوسکی جنایات ہے حالانکہ مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اوسکا درست ہوا و شرعًا اسم لفعل
محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اوس فعل حرام کا نام
ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے
اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہے اوس فعل حرام کے ساتھہ جو مال میں واقع ہوا اور جنایت خاص کرلی ہے اوس فعل ممنوع کے ساتھہ جو جان اور
اطراف یعنے ہاتھہ پانوں ناک کان آنکھہ میں واقع ہو ۔ جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت
ہے اوس فعل سے جو عبد کیطرف مضاف ہو اور زندگی اوسکے سبب سے زائل ہوجاے اور زوال حیات بلا فعل عبد سے موت ہے کذا فی الزیلعی والشمنی القتل الذی
یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود ودیۃ وکفارۃ واثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی
وہ قتل جس سے احکام آیندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہیں پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ
سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا ۔ یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آیندہ کے ہے
تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہیں اقسام خمسہ یہہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وهو ان
یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء کسلاح ومثقل من حدید وحدہ ومحدد من
خشب وحجر وابرۃ فی مقتل برہان ولیطۃ وقولہ ونار عطف علی محدد لانہا تشق الجلد وتعمل عمل الذکوۃ حتی لو وضعت
فی المذبح فاحرقت العروق اکل لیسے ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ ۔ قسم اول قتل عمد ۔ وہ یہہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا
قصد کیا جاے کسی مقام میں اوسکو بدن سے بواسطہ اوس ہتہیار کے جو اوسکے اجزا ریزہ کرکے پہاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بہاری وزنی چیز لوہے کی
کذا فی الجوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوکدار یا دھار والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتہر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا
نرقل کا تیز چہلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کہال کو پہاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگون کو جلادے

کتاب الجنایات

تو زخم پکاوے ہو گا یعنی اگر آگ کی جلانے سے خون نکلے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اوسکا درست نہیں کذا فی الکفایہ هم خلاصہ تحقیق قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمین بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا مین کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہے جسمین قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کی مانند ہو خواہ اوسمین حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن کچلڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ یا قتل نیزے یا سوئی سے کہ جگر پر پڑا بلکہ لوہے کا نام اوسپر واقع ہو خواہ غالباً اوس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ بڑا آحاد مین منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبرہ ہے اوسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہین تو عمد نہین چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح جس چیز مین حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرسل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ دے یا بدن مین گھس جائے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزین تلوار کی مانند عمل کرتی ہین تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ لوہے مین اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ مین یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے مین زخم ہونا شرط نہین اور طحطاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی تو موجب ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی سے قتل کرنے مین بلا شک قصاص واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت پر بھی وجوب قصاص ثابت ہو کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل مین دو قول ہین ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہین اسلیے کہ عادت مین اوس سے قتل کرنا مقصود نہین ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصراً هم فتاوی قاضی خان مین اسمین عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت وفی شرح الوھبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتھی مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اوس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہین تو قصاص نہین انتہی وفی البرھان وفی حدید غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظھرھما انہ عمد اور برہان مین ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اوسمین دو روایتین ہین دونون مین ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبی باحماء التنور یکفی للقود وان لم یکن فیہ نار کذا فی المجتبی مین ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اوسمین آگ موجود نہووے هم منح الغفار مین ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اوسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگ مین ڈالدیا کہ اوسمین سے نکل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ مین ہے خواہ وہ شخص اوسیدن مرجاوے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہین وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب مین ہے کہ سوئی جب محل قتل مین لگجاوے تو اوسمین قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وقالا والثالثۃ ضربہ قصداً بما لا تطیقہ البنیۃ کخشب عظیم عملاً اور صاحبین اور تینون اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اوس چیز سے جسکے ضرب اوٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہین چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے هم امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہو گا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر لجوازہ بالاکراہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا اکراہ کی صورت مین جائز ہے اور قتل کرنا اکراہ کو بھی درست نہین هم حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اوسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق مین نصیحت کیواسطے کافی ہے اور احادیث تو اسمین بہت ثابت ہین از انجملہ ترمذی اور نسائی مین عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی مین ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون مین شریک ہون تو اللہ تعالی انکو منہ کے بل آگمین ڈالدے اور نسائی مین مرفوع ہے کہ ہر گناہ مین مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدہی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اوسکی دونون آنکھون کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عز وجل کی رحمت سے مایوس ہے نعوذ اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ آعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا لزوم مال ھم امام شافعی کے نزدیک قتل عمد مین قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خونبہا لینے مین مختار ہے اور ہماری دلیل یہہ آیت ہے (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى) یعنے تمپر قصاص لکھا گیا مقتولین مین اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت مین قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا مین دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً الآیۃ) وبدلیل حدیث عبد اللہ بن عباس کے جو مسند ابن ابی شیبہ مین مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہی ہے مگر یہہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علما نے تصریح کی ہے کہ یہہ حدیث مشہور ہے پہر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہوسکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر مین مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولی مجمل قران کا بیان ہوسکیگی خلاصہ یہہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص مین قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہین لیکن حدیث مشہور اوسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نرہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کا شف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد مین قصاص متعین ٹہیرا تو وہ مال نہوجاویگا مگر باہمی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ھم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تہوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الكفارة لانہ كبيرة محضة وفي الكفارة معنى العبادة فلا تناط بہا موجب اوسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ مین عبادت کو معنی ہین تو عمد پر کفارہ نہوگا قلت لكن في الخانية لو قتل عمدا مكاتبه او عبده او المملوك لغيره كان عليه الكفارة مین کہتا ہون لیکن خانیہ مین ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہو عمدا قتل کریگا تو اوسپر کفارہ واجب ہے والثاني شبهه وهو ان يقصد ضربه بغير ما ذكر اي بما لا يفرق الاجزاء والحجر وخشب كبيرين عنده خلافا لغيره اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہہ ہے کہ مقتول کے مارنیکا قصد کیا جاوے سواے اوس چیز کے جو قتل عمد مین مذکور ہوچکا یعنی اوس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نکرے اگرچہ بڑا پتہر اور بڑا لکڑا ہو یہہ امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہہ عمد مین داخل ہے ھم شبہ عمد وہ ہے جسمین تعمد ضرب ہو ایسی چیز سے جو سلاح نہین اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اوس سے غالبا ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصاء کبیر اور مگرا ہو یا ہلاکت غالب نہو چنانچہ عصاء صغیر اسکو شبہ عمد اسلئے کہا کہ یہہ خطا مشابہ عمد کی ہے کیونکہ یہہ معنی عمد کی ہے اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنیکا قصد کیا اور یہہ خطا کی بہی معنی مین اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہین ہوتا اسنظر سے کہ ادنیٰ آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اوسکے آلہ خاص سے تو یہہ خطا مشابہ عمد ہوگئی کذا فی العینی وموجبه الاثم والكفارة ودية مغلظة على العاقلة سيجئ تفسيرها ثمة اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات مین آویگی ھم شبہ عمد مین قتل کا گناہ ہے بسبب قصد ضرب کے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ تقصیر کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ سے کہ دینے ہون جنمین ۲۵ یکسالہ اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چارسالہ لا القود لشبہہ بالخطا نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ عمد مین قصاص واجب نہین بسبب مشابہ ہونیکے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہوتو حاکم مسلمین کو اوسکا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وهو اي شبه العمد فيما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فليس فيما دون النفس شبه عمد اور شبہ عمد جان کے سوا آدمی کی اطراف یعنی عضوون مین عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سوا مین شبہ عمد نہین بلکہ عمد ہے ھم یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ماوراے نفس مختلف نہین ہوتا مثلا عصاے کبیر قتل نفس کا آلہ نہین اور ماتھہ یا پانون کے

توڑنے کا البتہ آلہ ہے جیسے عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ یا پاؤں تلف ہوگا تو اوسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ
یا پاؤں توڑا جاویگا والثالث خطأ وهو نوعان لانه اما خطأ في ظن الفاعل كان يرمي شخصا ظنه صيدا او حربيا او مرتدا فاذا
هو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اوسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک
شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا او خطأ في نفس الفعل كان يرمي غرضا او صيدا فاصاب آدميا
او يرمي غرضا فاصابه ثم رجع عنه او تجاوز عنه الى ما وراءه فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غيره او اراد يد رجل فاصاب عنق
غيره ولو عنقه فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السهم فاصاب الرجل فهو خطأ لانه اخطأ في اصابة
الحائط ورجوعه سبب آخر والحكم يضاف الى آخر سببيه ابن كمال عن المحيط یا خطا واقع ہو نفس فعل میں چنانچہ تیر مارا نشانہ
یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اوس پر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے مارنیکا
قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اوسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ
قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کو لگ گیا تو یہہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے
کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کیطرف چنانچہ ابن کمال
نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وكذا لو سقط من يده خشبة او لبنة فقتل رجلا يتحقق الخطأ في الفعل ولا قصد فيه فكلام
صدر الشريعة فيه ما فيه ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اوسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اسصورت
میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام میں وہ خلل ہے جو اوسمیں ہے ھ صدر الشریعۃ نے
شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سوا اوس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کر کے اور شخص کے لگجاوے
انتہی حاصل کلامہ اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ لکڑی اور اینٹ کی چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا
فی الفعل ثابت ہے اور اوسمیں مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آویگا کہ یہہ جاری مجرای خطا کی صورت ہے نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی
الوهبانية وقاصد شخص ان اصاب خلافه فذا الخطأ والقتل فيه معذر اور وہبانیہ میں ہے اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا اگر
اوسکا تیر خلاف اوسکے دوسرے شخص کو لگجاوے تو یہہ قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل از روے قصاص کے متعذر ہے ھ وقاصد شخص حالة النوم ان
يمت فيقتص ان لم ينقطع دما منه يتقطر اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اوسکا
خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ والرابع ما اجري مجرى الخطأ
كنائم انقلب على رجل فقتله لانه معذور كالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کی ہے یعنی خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہے جیسے
سونیوالا منقلب ہو جاوے کسی مرد پر سو اوسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونیوالا معذور ہے خطا کرنیوالے کی برابر ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ کوئی شخص بلند
چھپر یا بلند تخت یا چھت کے کنارہ پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کچلکر تو نائم معذور ہے خاطی کی مانند تو یہہ
قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا
یا اوسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اوپر دوسرے آدمی کے اور اوسکے صدمہ سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تہا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا
اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا ہے اسواسطے کہ یہہ حقیقت میں خطا نہیں اسواسطے کہ نائم کا کچھہ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے
تو یہہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرا کیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی ما فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کیطرف صریح خطا ہے في
موجبه اي موجب هذا النوع من الفعل وهو الخطأ وما جرى مجراه الكفارة والدية على العاقلة ولا اثم دون اثم القتل اذ

شَرَعَ الکفارۃ یجوز ان لا تجب لِذٰلک الحرمیۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا و قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کی مددگار اور گناہ کبیر گناہ قتل ہے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اسمین قتل کا گناہ نہین بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ السبی نے احتیاط نہ کی کہ دوسرا ہلاک ہوگیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہین مگر بشرط عدم ایذا یہہ جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ وہی پوشیدہ ہو اور پوشش نہین بدون گناہ ہے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب کحافر بئر و واضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان لابن کمال اور پانچوین قسم قتل بالسبب ہے جیسے کنوان کہودنیوالا اور پتہر رکہنے والا غیر کے ملک مین بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دونون کی قید چنانچہ درر مین ہے تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودے یا پتہر رکہے گا تو اوسکی طرف سے تعدی ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بہی نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا او اضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ بعد علمہ بالحفر فسقط درر اور اسیطرح قاتل بسبب ہے رکہنے والا لکڑی کا شارع عام مین اور مانند اسکی جو تلف ہو جانیکا سبب ہو چنانچہ اینٹو نکا ڈہیر کر دینا راہ مین مگر جبکہ کوئی شخص کوئین وغیرہ پر چلا کہودنا وغیرہ جان بوجہکر کذا فے الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجہ کرنا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگار پر ہم کنوان کہودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کہودنیوالا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کیواسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہین اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک مین کنوان کہودنے اور پتہر وغیرہ رکہنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث لو الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کی موجب ہین یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اوسکی میراث قاتل نپاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ مین مصرح ہے الا ہٰذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ حقیقۃ تمام قتل کی حرمان قاتل کی موجب ہین سوا اس قسم کے یعنی قتل بسبب مین قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکی عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب مین بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشر کے ساتھہ خلاف اصل اوسکو اسواسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھہ ملحق کیا ہے اوسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ

یہہ فصل ہے اوس قتل کے بیان مین جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہین یجب القود ای القصاص بقتل کل محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر وسیتضح عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی التابید عمدا واجب ہے قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدا قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اوسکے قاتل کے خون اوسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل مین ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ نظر بقاتل دائما محفوظ الدم ہے یعنی اوسکی خونریزی قاتل کو کبہی مباح نہین تو اوسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اوسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید مستامن سے احتراز ہوا یعنی اوسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے ہمیشہ قود یا تقریبہ قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس مین قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اوسنے مفعول کے ساتھہ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورت مین تفسیر قود کی قصاص کے ساتھہ تفسیر بالاعم ہے ہم المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو اونکو عمدا قتل کریگا وہ اونکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہین حالانکہ تعریف مذکورہ مین وہ داخل ہے جواب اوسکا یہہ ہے کہ یہہ عدم...

تو قواعد کے تحت مین داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تہا اصل مین پہر منتقل بمال ہوگیا اسواسطے کہ ابوہ شبہہ ہی قصاص کے حل ہونیکا
اور اسیطرح عبد وقف کے قتل عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی المحیط شرح
لا المستأمن والحربي نہ مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اوسکا دم دائماً محفوظ نہین اور
حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمدًا مقبول مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہو
بشرطیکہ قاتل اوسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ صغیر اور مجنون کیواسطے عمد نہین . فی البزازیۃ حکم علیہ بالقود فجن قبل دفعہ
للولی انقلب دیۃ بزازیہ مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پہر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تہا پہر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل من
یجن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کیا اوس قاتل نے جو کبہی دیوانہ ہوجاتا ہی اور کبہی اوسکو افاقہ ہوتا ہی تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا
فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پہر اگر مجنون ہوگیا بعد اوسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا
لیکن بطریق استحسان دیت اوسکے مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبدٌ مولاہ لا روایۃ فیہ
وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میان کو قتل کیا تو اسمین کچہ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابوجعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا
قتل عبد الوقف عمدًا لا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اوسکی قیمت لیجاوے
اور دوسرا غلام وقف کیواسطے خرید کیا جاوے قتل ختنہ عمدًا وبنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمدًا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی
بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی بزازیہ مین ہی کہ اگر مقتول کے وارثون مین
قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی المحیط وبشرط انتفاء الشبہۃ بینہما کالولاد والملک او اعم کقولہ اقتلنی
فقتلہ بینہما کما سیجیء اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص کا شبہہ نہو جیسا کہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی اور امر
ولادت اور ملک سے عام تر جیسا کہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجہکو قتل کر سو قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی
فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہی آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوای غلام وقف کے
جیسا کہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ اونکے اور
امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید
مین الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فرمایا ہی یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی
ہی کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے دیا وہ قولہ ولنا
اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الایۃ کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن
عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت
کی ناسخ ہی جیسا کہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے ابن عباس سے نقل کیا ہی منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہی اس آیت کا
کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی مقتولین مین تمپر قصاص کرنا مفروض ہی مقتول عام ہی آزاد ہو یا غلام اور ازانجملہ قولہ تعالی ومن قتل مظلوما
فقد جعلنا لولیہ سلطانا لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہی اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ کے یہ ہی کہ الحر بالحر والعبد بالعبد جو اسکو ذکر کیا
ہے اور تخصیص بالذکر ماسوای مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہی کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص

يَنْبَغِيْ اَنْ يُعَوَّلَ عَلَى الْاِسْتِحْسَانِ لِتَصْرِيْحِهِمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ اِلَّا فِيْ مَسَائِلَ مَضْبُوْطَةٍ لَيْسَتْ هٰذِهٖ مِنْهَا وَقَدِ اقْتَصَرَ مُنْلَا خُسْرُو فِيْ مَتْنِهٖ عَلَى الْقِيَاسِ انْتَهٰى يعنی فَتَبِعَهُ الْمُصَنِّفُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلٰى عَادَتِهٖ قُلْتُ وَيُعَضِّدُهٗ عَامَّةُ الْمُتُوْنِ حَتَّى الْمُلْتَقٰى مصنف نے شرح مین کہا اور سزاوار یون ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان پر عمل کرنیکا مگر چند مسائل مضبوطہ مین کہ یہ مسئلہ اونمین سے نہین ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنی متن یعنی درر مین قیاس پر انتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہین اکثر متون فقہ کی تمتی الامجرکہ وَيُقْتَلُ الْعَاقِلُ بِالْمَجْنُوْنِ وَالْبَالِغُ بِالصَّبِيِّ وَالصَّحِيْحُ بِالْاَعْمٰى وَالزَّمِنِ وَنَاقِصِ الْاَطْرَافِ وَالرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ بِالْاِجْمَاعِ اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت کے بالاتفاق ھم تو اگر تندرست مرد اوس مرد کو قتل کرے جسکے دونون ہاتھہ پانو اور دونون کان اور ذکر یعنی نارہ اور فوطے مقطوع ہین اور آنکھین اوسکی پھوٹی ہین تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم مین مساوی ہین اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے اور امور کی نہین تو قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی اللطحاوی وَالْفَرْعُ بِاَصْلِهٖ وَاِنْ عَلَا لَا عَكْسُهٗ خِلَافًا لِمَالِكٍ فِيْمَا اِذَا ذَبَحَ ابْنَهٗ ذَبْحًا اور شاخ بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک کے اوس خاص صورت مین جبکہ باپ اپنی فرزند کو ذبح کرکے ہلاک کا اگر ھم یعنی اگر والد اپنی ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھوری پھینک ماری اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص نہین اور جواہر مالکیہ مین ہے کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالمین مقتول نہین ہوتا اس شبہہ سے کہ حدیث مین ثابت ہے اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی العینی تو ظاہراً قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب مین معتمد نہین والاکتب مالکیہ مین نفی قصاص علی العموم مذکور ہوتی واللہ اعلم اِیْ لَا یُقْتَصُّ لِلْاُصُوْلِ وَاِنْ عَلَوْا مُطْلَقًا وَلَوْ اُنَاثًا مِنْ قِبَلِ الْاُمِّ فِيْ نَفْسٍ اَوْ اَطْرَافٍ بِفُرُوْعِهِمْ وَاِنْ سَفَلُوْا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ یعنی اصول کا قصاص نلیا جاویگا بدلے اونکے فروع کے نہ جان مین نہ اطراف مین اگرچہ اصول دور کی ہون مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتین ہون ماکی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہون بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ قصاص نہین لیا جاتا باپ کا اوسکے بیٹے کے بدلے ھم یعنی دادا دادی نانا نانی اصول کا قصاص نہین تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پروتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنے ناتی کو یا پرنانی پرناتی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمداً کریگا تو اوسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ کو ترمذی اور ابن ماجہ مین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وَهُوَ وَصْفٌ مُعَلَّلٌ بِالْجُزْئِيَّةِ فَيَتَعَدّٰى اِلٰى مَنْ عَلَا لِاَنَّهُمْ سَبَبُ اِحْيَائِهٖ فَلَا يَكُوْنُ سَبَبًا لِاِفْنَائِهِمْ اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اسواسطے کہ اصول اسباب ہین فرع کے زندہ کرنے مین تو فرع اونکے فنا کا سبب نہوگا ھم ولہذا ولد کو جائز نہین اپنے باپ کو قتل کرنا اگرچہ اوسکو صف کفار مین پاوے یا اوسکو زانی محصن پاوے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایۃ وَجَنَايَةٌ تَجِبُ الدِّيَةُ فِيْ مَالِ الْاَبِ فِيْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ لِاَنَّ هٰذَا عَمْدٌ وَالْعَاقِلَةُ لَا تَعْقِلُ الْعَمْدَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ تَجِبُ حَالَّةً كَبَدَلِ الصُّلْحِ زَيْلَعِيٌّ وَجَوْهَرَةٌ وَسَيَجِيْءُ فِي الْمَعَاقِلِ اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ اصول کے مال مین دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگار دیت عمد کی نہین دیتے ہین اور امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کی مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ مین ہے اور اسکی تفصیل کتاب المعاقل مین آویگی ھم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کرین تو دیت مددگارونپر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ وَفِي الْمُلْتَقٰى وَلَا قِصَاصَ عَلٰى شَرِيْكِ الْاَبِ اَوِ الْمَوْلٰى اَوِ الْمُخْطِئِ اَوِ الصَّبِيِّ اَوِ الْمَجْنُوْنِ وَكُلِّ مَنْ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ بِقَتْلِهٖ لِمَا تَقَرَّرَ مِنْ عَدَمِ تَجَزِّي الْقِصَاصِ قُلْتُ فَلَا يُقْتَلُ الْعَامِدُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ بُرْهَانٌ اور ملتقی مین ہے اور قصاص نہین باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہین اوسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اوسکے فرزند کے قتل مین یا مالک کا شریک ہوا اوسکے غلام کے قتل

ہین یا عمدا یہ شریک ہوا قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں ہے والد اور مجنون اور مخطی کی مانند ہوا اسلئے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے
تو قاتل بلا شبہ بھی مقتول ہوگا ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سیّدٌ بعبدہٖ ای بعبدہٖ نفسہٖ ومدبرہٖ ومکاتبہٖ وعبد ولدہٖ
لانہ اذا دخل تحت قولہم ومن ملک قصاصًا علی ابیہ سقط کما سیجیء اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے
فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہو فقہہ کے اس قول کی تحت مین اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ ابھی بیان
چند سطر کے بعد آویگا م مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اوسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے مین کچھ واجب نہیں ولیکن تاتارخانیہ مین ہے کہ حاکم
مالک کو تعزیر دیگا اور جوہرہ مین ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل مین کذا فی الطحطاوی ولا بعبدٍ یملک بعضہٗ
لان القصاص لا یتجزّٰی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہے م جب بعض قصاص ساقط ہوا بملک بعض کے سبب تو کل
قصاص ساقط ہوگا عدم تجزّی کی وجہ سے عینی نے کہا شرح ہدایہ مین تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اوسکے حصے کے قیمت ادا کرے ولا بعبد الرہن حتّٰی
یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں ہم یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونو موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے
قصاص نلیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہوا اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص مین اجتماع
عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہوجاوے وقال محمّد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرہ وعلیہ یحمل ما فی الدرر معزیا للکافی
کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرتہن دونو موجود ہون کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت
جو درر مین کافی سے منقول ہے کذا فی المنح م یعنی جو کافی سے درر مین مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو
بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انّہ اقرب
الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ مین ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے یعنی لو اختلفا فلہما القیمۃ تکون رہنًا مکانہٗ یعنی یہی صورت کہ
اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے مین اختلاف کیا تو دونون کیواسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل
عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعہ قبل
القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردّہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاوے قبضہ
مشتری کے سے پہلے تو اگر مشتری بیع کو جائز کردے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول
ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نلیوے اوسکی قیمت لیوے کذا فی الجوہرۃ ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا لا حاجۃ
لقید العمد لانّہ شرط فی کل قود عن وفاءٍ ووارثٍ وسیدٍ وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرًّا او رقیقًا فاشتبہ
الولی فاذ تفقد العقد اور قصاص واجب نہیں ہے اوس مکاتب کے جو عمدًا مقتول ہوا وفاء بدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑکر اگرچہ وارث اور
مولے ساتھ ہی موجود ہون بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی موت مین آزاد ہوکر یا غلام ہوکر تو اوسکے ولی مین اس اختلاف کے سبب سے شبہ
پڑا تو قصاص مرتفع ہوگیا ولی کے عدم تعین سے اور اسیطرح قصاص نہیں مکاتب کے بیٹے کو اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح
نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص مین شرط ہے م علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب
مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولے ولی ہے تو جیسا اس اختلاف سے
اشتباہ واقع ہوا ولی مین تو قصاص مرتفع ہوگیا فان لم یدع وفاءً وارثًا غیر سیدہٖ سواء ترک وفاءً او لا او ترک وارثًا ولا وفاء اقاد سیدہٗ
لتعین سببہٖ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نچھوڑا سوائے اپنے مولے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اوسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث
کو چھوڑا مگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اوسکا مولی قصاص لیگا بسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے مین وفی اوّل الشقوق لا اثم

جوان ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ وکلیہ یہ ہو کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اوسکا کامل سبب پایا جائے تو وہ چیز ہر ایک کیواسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے
جیسے نکاح کر دینے اور کافر کی پناہ دینے کی ولایت ھم یعنی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاوے جیسی قرابت سبب
کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں اختیار ہوگا واسطے ابن ملجم بعوض علی مرتضی رض کے
مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار تھی اونکے بالغ ہونیکا انتظار نہوا تہا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم
اسیر دار الحرب نکل گیا اسواسطے کہ اوسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی اِلَّا اِذَا کَانَ الْکَبِیْرُ اَجْنَبِیًّا عَنِ الصَّغِیْرِ فَلَا یَمْلِکُ الْقَوَدَ حَتّٰی یَبْلُغَ
الصغیر اجماعًا ذیلعی فلیحفظ مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الزیلعی
تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے ھم ابوالسعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن اسمین خلل
ہے کہ وہ کبیر مراد ہی یہاں جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اوسکی یون بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہون وجد اولی سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ
وَلَوْ قَتَلَ الْقَاتِلَ اَجْنَبِیٌّ وَجَبَ الْقِصَاصُ عَلَیْهِ فِی الْقَتْلِ الْعَمْدِ لِاَنَّهٗ مَحْقُوْنُ الدَّمِ بِالنَّظَرِ لِغَیْرِ قَاتِلِهٖ ھم اور اگر قاتل کو اوس شخص نے قتل کیا جو
اجنبی ہو مقتول سے یعنی اوسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہی اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہی بنظر اپنی قاتل کے چنانچہ اسی
فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہی مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اوسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اوسکے
بدلے مارا جائیگا وَالدِّیَةُ عَلٰی عَاقِلَتِهٖ اَیِ الْقَاتِلِ فِی الْخَطَاءِ اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگار وں پر واجب ہی قتل خطا میں وَلَوْ قَالَ
وَلِیُّ الْقَتِیْلِ بَعْدَ الْقَتْلِ اَیْ بَعْدَ قَتْلِ الْاَجْنَبِیِّ کُنْتُ اَمَرْتُهٗ بِقَتْلِهٖ وَلَا بَیِّنَةَ لَهٗ عَلٰی مَقَالَتِهٖ لَا یُصَدَّقُ وَیُقْتَلُ الْاَجْنَبِیُّ ھم اور اگر مقتول کے وارث نے
قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اوس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنیکا امر کیا تہا اور واسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل
کیا جاویگا ھم بزازیہ میں ہی کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے استیفاء قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل
اسپر ضمان لازم نہوگا اسصورتمین جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنیکا دعوی کیا اور وارث نے اوسکی تصدیق کی
تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بِخِلَافِ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِیْ دَارِ رَجُلٍ فَعَطِبَ فِیْهَا شَخْصٌ فَقَالَ رَبُّ الدَّارِ
کُنْتُ اَمَرْتُهٗ بِالْحَفْرِ صُدِّقَ صَاحِبُهَا یعنی لِاَنَّهٗ یَمْلِکُ اسْتِیْنَافَهٗ لِلْحَالِ فَیُصَدَّقُ بِخِلَافِ الْاَوَّلِ لِفَوَاتِ الْمَحَلِّ بِالْقَتْلِ کَمَا هُوَ الْقَاعِدَةُ
برخلاف اوس شخص کے جسنے کنوان کہودا دوسرے مرد کے گہر میں سو آدمی اوسمین گرکے مرگیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کہودنیکا اسکو امر کیا تہا تو صاحب
خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتداءِ حفر کا فی الحال مالک ہی یعنی بالفعل اپنے گہر میں کنوان کہدوا سکتا ہی وجود محل
سبب ہے لہذا اوسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تہا اسواسطے کہ وہان ابتداءِ امر بالقتل
فی الحال بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہی تصدیق اور عدم تصدیق کا ھم قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت
کرے مثلا یون اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کرلی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداءِ رجعت کا مالک ہی اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق
کی باقی ہے تو اوسکی تصدیق بلاشہادت ہوگی اور اگر ابتداءِ رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اوسکی تصدیق
بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وَظَاهِرُهٗ اَنَّ حَقَّ الْوَلِیِّ یَسْقُطُ رَأْسًا کَمَا لَوْ مَاتَ الْقَاتِلُ حَتْفَ اَنْفِهٖ اور ظاہر متن یا ظاہر تعلیل فوت
محل سے دلالت کرتا ہی کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہوگیا جیسے اس صورتمین ساقط ہو جاتا ہی جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مرجاوے بدون قتل کرنیکے
وَلَوِ اسْتَوْفٰی بَعْضُ الْاَوْلِیَاءِ لَمْ یَضْمَنْ شَیْئًا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اوسپر کچھ ضمان لازم نہوگا یعنی نہ قاتل کیواسطے
اور نہ باقی وارثون کیواسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وفی الدرر وَالْمُجْتَبٰی دَمٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَعَفَا اَحَدُهُمَا وَقَتَلَهُ الْاٰخَرُ عَالِمًا اَنَّ الْعَفْوَ
یُسْقِطُ ... وَاِلَّا فَلَا وَالدِّیَةُ ... بِخِلَافِ مُمْسِکٍ رَجُلٍ لِیَقْتُلَ عَمْدًا فَقَتَلَ وَالْقَتِیْلُ الْمُمْسِکُ فَعَلَیْهِ الْقَوَدُ لِاَنَّهُمَا ...

علی الناس اور دررا اور محیط مین ہے کہ خون کے دو وارث ہین سو ایک وارث نے قصاص معاف کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہہ
جانتا ہو کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اوسکو یہہ معلوم نہین تو اوسپر قصاص
نہین اور اوسکے مال مین دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمدا قتل کیا جاتا سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو
قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہہ صورت اوس قسم کی نہین ہے جسکا بوجھنا لوگون پر مشکل ہو مترجم برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ
سے باقی وارثونکا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اوسمین در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہین تو دیت ہے اور اسکی صورتمین فقط قصاص ہے نہ دیت ٭
جرح انسانا ومات المجروح فاقام اولیاء المقتول بینة انه مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انه برئ من الجراحة ثم
مات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام معزیا للحاوی ٭ ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثون نے
گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہون سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہوگیا تہا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولے بالقبول ہین
کذا فی معین الحکام عن الحاوی ٭ اقام اولیاء المقتول البینة علی انه جرحه زید وقتله واقام زید البینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی
ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لمجمع الفتاوی ٭ ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کئے کہ مقتول کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ
قائم کئے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تہا کہ زید نے مجکو زخمی نہین کیا اور نہ مجکو مارا تو زید کے گواہ اولے بالقبول ہین کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی مترجم اسواسطے کہ زید کے
گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہین نہ نفی پر ٭ قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات المجروح لیس لورثته الدعوی علی الجارح بهذا السبب
مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی او الناس قبلت والا فلا ٭ مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی نہین کیا پہر زخمی مرگیا تو اوسکے وارثون کو
زخم لگانیوالے پر اس سبب سے دعوی نہین پہونچتا مطلقا خواہ اوسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثون کا
مقبول ہوگا کذا فی القنیہ ٭ وفی الذخیرة عن المنتقی دیة لو عفا المجروح والاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا ٭ اور ذخیرہ مین منتقی سے
منقول ہے کہ اگر مجروح یا اوسکے وارثون نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے مترجم یہہ مسئلہ اس فصل مین مکرر ہوگیا
وفی الوهبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرهن وارثه علی اخر انه قتله لم تسمع لانه حق المورث وقد اکذبهم ٭ اور وہبانیہ مین ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کئے کہ وہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہہ
حق ہے مورث کا اور مورث تو گواہونکو یا وارثونکو یا دونونکو جہوٹا کر گیا ٭ ولو قال جرحنی فلان ومات فبرهن ابنه علی ابن اخر انه جرحه خطاء
قبلت لقیامها علی حرمانه الارث ٭ اور اگر مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کئے کہ اوسنے اوسکو
خطا زخمی کیا تہا تو یہہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اوسکی میراث کے محروم ہونے پر ٭ سقاه سما حتی مات ان دفعه الیه حتی اکله
ولم یعلم به فمات لا قصاص ولا دیة لکنه یحبس ویعزر ٭ ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اوسنے اوسکے ہاتھ مین دیدیا یہانتک کہ اوسنے
خود کہالیا اور وہ زہر کو سمجہتا نہ تہا سو مرگیا تو زہر دینیوالے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی ٭ ولو اوجره السم اکراها
یجب الدیة علی عاقلته ٭ اور اگر زہر اوسکے حلق مین بزبردستی ڈالدیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے مددگارون پر ٭ وان دفعه فی شربة
فشربه ومات منه فکالاول لانه شرب باختیاره الا ان الدفع خدعه فلا یلزمه الا التعزیر والاستغفار خانیه ٭ اور اگر اوسکو شربت
کے اندر ملاکر دیا سو اوسنے پیا اور مرگیا اوسکے پینے سے سو اوسکا حکم اول صورت کی مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول یا ثالث دونو صورتونمین مقتول
نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا ہے مگر یہہ کہ اسطرح دینا دغا و فریب ہے تو کچہہ لازم نہین مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیہ ٭ وان قتله بمر تعتبر المسحاة
لا یعمل به فی الطین یقتص ان رفع ادما یه حتی الحدید او ظهره وجرحه اجماعا لما نقله المصنف عن المجتبی ٭ اور اگر مقتول کو قتل کیا پہاوڑے
اور تیشہ سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اوسکو دہار کی باڑھ لگی یا اوسکی پیٹھ لگی اور اوسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا

جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مراد بقول مصنف وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ ہے اور اگر پھاوڑے کے دستہ چوبی سے
قتل کیا تو قاتل پر دیت ہوگی نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بمنزلہ شہتیر کے ہو تو تلوار کی مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوٹھی کی مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن
الاتقانی و ان لم یصبہ حدہ بل قتلہ بظہرہ و لم یجرحہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی و ظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید و نحاس
و ذہب و نحوہا و عزاہ فی الدر الی القاضیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لو ضرب القوم و علیہ
جرے ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ یا لوہے کی پشت سے اوسکو نہیں لگا بلکہ اوسکو اوسکی پیٹھ کیطرف سے قتل کیا اور اوسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا
طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند اونکی چیزوں سے کا ہم کیا ہو
اور اسی قول کو در میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب
قصاص کیواسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے و فی المجتبی ضرب بسیف فی غمدہ فخرق السیف الغمد و قتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ
اور مجتبی میں ہے اوسنے تلوار سے مارا جو اپنی میان کے اندر ہے سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اوسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک ہے لیکن
قاتل پر دیت ہو جیسی کہ لوالجیہ سے نقل کیا ہے قصاص اسواسطے نہیں ہے کہ قاتل نے زخم کرنیوالے ہتھیار سے اوسکو نہیں مارا کالخنق والتغریق خلافا لہما و الشافعی
جیسے گلا دبا کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں ہے بر خلاف صاحبین اور شافعی کے ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے
غالبًا نہیں مرتا اور مقتول تیرنا جانتا ہو تو قصاص نہیں لیکن اگر ہاتھ پانوں بندھے ہوئے تھے یا تیرنا نہیں جانتا تھا اور وہ مر گیا تو یہ خطا اور عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو سطرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ
اوسکے ہاتھ پانوں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیرا کی ہو تو یہ بھی خطا اور عمد ہے اور اگر اسطرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہو تو امام کے قول پر یہ قتل خطا اور عمد ہے اور قصاص
نہیں اور صاحبین کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط و لو ادخلہ بیتا فمات فیہ جوعا لم یضمن شیئا و قالا یجب
الدیۃ اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ بھوک سے مر گیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد سے
منقول ہے کہ اوسپر عقاب بھی کرنا چاہیے و لو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد بہ جنیۃ خلاف قتلہ علی الا تحت الاتقانی اور اگر ایک شخص
زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد سے روایت ہے کہ اوسمیں قصاص لینا چاہیے بر خلاف قتل کرنے مقتول کے ملا الاتصال کو ڈال دینے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آویگا ظاہر
ہی ہے کہ قصاص نہیں ہے کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ و فیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاسۃ و لا تقبل توبتہ لو بعد مسکہ کالساحر اور مجتبی میں
ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اوسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتار ہونے کے بعد وہ توبہ کرے جیسے
جادوگر کی توبہ گرفتار ہونیکے بعد مقبول نہیں ہے معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ اونکو پھانسی مارنے کی عادت ہے یہی اونکا
پیشہ ہے و فیہ قمط رجلا و طرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ و لا دیۃ و یعزر و یحبس الی ان یموت زاد فی البزازیۃ و
عن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پانوں باندھے اور اوسکو شیر یا درندہ جانور کے آگے ڈالدیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص اور دیت
نہیں اور باندھنے والیکو تعزیر دیجاویگی اور وہ یہانتک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اوسکو دایم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے یہ اسیطرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندہ یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کرکے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اوسنے قتل کیا
خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو عاقلہ پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ و لو قمط
صبیا و القاہ فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پانوں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہانتک کہ وہ مر گیا
تو قاتل کے برادری پر دیت ہے اور جوان مرد صغیر کی مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ و فی الخانیۃ قمط رجلا فالقاہ فی البحر فرسب و غرق
ثم القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ و لو سبح ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ و قالا ان غرق بطرحہ فالقود اور خانیہ
میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پانوں باندھے اور اوسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادری پر

دیت ہو امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور ان صورتوں میں اوسکو پانی میں گرا دینیوالا ڈوبا
قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے
میں سے کچھ باقی رہگیا اور اوسمیں روح ہے سو دوسرے آدمی نے اوسکو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول درحکم میت کے ہے ھ تو اگر
مقتول مذکور کا بیٹا اپنے باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ
ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع
میں تھا تو قاتل اوسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ ھ خلاصہ میں ہے کہ اگر کسی
نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی
نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی درصورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا
واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہوا اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه بيده وقطع آخر عنقه ان توهم بقاؤه حيا بعد الشق قتل
قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اوسکی گردن کاٹی اگر اوسکا زندہ
باقی رہنا متوہم ہے پھاڑنیکے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اوسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنیوالا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے
ھ قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمدا ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنیوالے پر ثلث دیت ہے اور اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی
تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنیوالے کا قصاص بھی درصورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار
ذا فراش ومات يقتص الا اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة والبرء منه اور جس نے مرد کو عمدا زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر
سے چپکا ہوگیا اور مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہوجانا
یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انه لو
عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے بیان کیا ہے کہ مجروح نے یا اوسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا
تو یہہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمدا
والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر
زید کا قتل عمدا ہوا اور اگر عمدا نہو تو اوسکے برادری پر دیت ہے ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے نے بھی اوسکے سر میں زخم لگایا اور
شیر اور سانپ نے بھی اوسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریہ عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل
زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حتى يأثم بالاجماع فصار ثلثة اجناس یہ ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ
کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اوسپر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہاں میں معتبر ہے اور اوسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں
نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل ہوے دو فعل غیر معتبر ہوے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب
ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد القاتل لان فعل
الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے
شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اوسکا بھی فعل باطل ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کی مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلئے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی
باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ويجب قتل من شهر سيفا على المسلمين يعني في الحال كما نص عليه ابن الكمال حيث عبر عبارة

الوقاية فقال ويجب دفع من شهر سيفا على المسلمين ولو بقتله إن لم يمكن دفع ضرره إلا به صرح به في الكفاية اى لانه من باب
دفع الضرر اول صرح به الشمني وغيره وبأن لا يؤيده اور جسنے تلوار مسلمانون پر نکالی تو اوسکا قتل واجب ہو یعنی فی الحال بلا توقف اوسکا قتل واجب ہے
چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اونسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یون کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اوس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ
دفع اوسکا اوسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اوسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ مین یعنی اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم
سے ہے ... دفع کی مانند ہی تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا هم ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال ...
اشارہ ... تسلیم اسکی نہین اسواسطے کہ دفع مین توقف نہین تو شارح کو یون کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی ولا شيء بقتل الجمل
الجمل الصائل اور تلوار نکالنے کے قتل مین کچھہ نہین اوسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر برخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے
اور وہ اوسکو مار ڈالے تو ہرچند اوسکے قتل مین گناہ نہین لیکن اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا يقتل من شهر سلاحا على رجل ليلا او
نهارا في مصر او غيره او شهر عليه عصا ليلا في مصر او نهارا في غيره فقتله المشهور عليه عمدا اور کچھہ نہین اوسکے مار ڈالنے سے جسنے
خود کا ہتھیار نکالا اور اوٹھایا ایک مرد پر رات مین یا دنمین خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اوسکے جنگل مین یا اوسپر لاٹھی اوٹھائی رات کو شہر مین یا لاٹھی اوٹھائی
دنکو شہر کے سوا جنگل وغیرہ مین سو اوسکو مار ڈالا اوسنے جسپر ہتھیار یا لاٹھی اوٹھائی هم یہہ مسئلہ غیر مسئلہ سابق کے ہے اسواسطے کہ وہان جماعت مسلمین پر تلوار
کھینچی اور یہان ایک مرد پر ہتھیار کھینچنے والیکے قتل مین کچھہ نہین مطلقا خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدنمین نہین ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور
لاٹھی اوٹھانے والیکے قتل مین راتکو شہر مین یا دنکو جنگل مین کچھہ نہین اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدنمین گھس نہین جاتی لیکن شہر مین راتکو اور جنگل مین دن کو
مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہین ہوسکتی ہان اگر دنکو شہر مین لاٹھی اوٹھانیوالیکو قتل کریگا تو اوسکے بدلے قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن مین نہین
گھستی اور شہر مین دنکو فریاد رسی اور مددگاری منقطع نہین کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شهر المجنون على غيره سلاحا فقتله المشهور
عليه عمدا تجب الدية في ماله اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اوس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہے یعنی اوسپر قصاص
نہین ومثله الصبي والدابة الصائلة وقال الشافعي لا ضمان في الكل لانه لدفع الشر اور مجنون کی مانند صغیر اور جانور حملہ کرنے والا ہے اور شافعی
نے کہا کہ ضمان نہین سب صورتون مین یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل مین اسواسطے کہ یہہ قتل دفع شر کیواسطے ہے هم اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ
مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بحرمت نہین تو لہذا وقت نہ ثابت ہوئی تو اونکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونیکے سبب سے ولہذا اگر مجنون یا صغیر
کسیکو قتل کریں تو قصاص نہین یا جانور کسیکا کچھہ نقصان کرے تو اوسپر تاوان نہین پھر جب اونکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا وجود
مبیح کے سبب سے یعنی دفع شر نے اونکا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربه الشاهر فانصرف
وكف عنه على وجه لا يريد ضربه ثانيا فقتل الآخر اى المشهور عليه او غيره كذا عممه ابن الكمال تبعا للكافي والكفاية قتل القاتل لانه
بالانصراف عادت عصمته قلت فيه ان ما دام شاهرا السيف لضربه ... والا فلا ... اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ...
اور پھر ... باز رہا اسطرح پر کہ دوسری بار مارنیکا ارادہ نہین رکھتا سو دوسرے نے اوسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اوسنے مارا یا اوسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسیطرح
کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اوسکا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والیکی خون کی عصمت پھر ثابت ہوگئی پلٹ جانیکے سبب سے مین کہتا
ہون تو یہہ امر مشتبہ ہوگیا کہ جبتک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اوسکو اوسکا مارنا درست ہے اور نہین تو مارنا درست نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے هم طحطاوی نے
کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہین اسواسطے کہ ظاہر السیاق برہنہ شمشیر ... ہو جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہین رکھتا یعنی تو مطلقا ... شمشیر کی اباحت
شرع کی دلیل نہین ہوسکتی ومن دخل عليه غيره ليلا فاخرج السرقة من بيته فاتبعه رب البيت فقتله فلا شيء عليه لقوله عليه الصلاة
والسلام قاتل دون مالك اور جو ایک شخص کے گہر مین غیر شخص راتکو داخل ہو سو چوری کا مال اوسکے گہر سے نکالے اور صاحب خانہ اوسکا پیچھا کر کے مار ڈالے اوسکو

مار ڈالے تو اوسپر کچھ نہین نہ قصاص نہ دیت نہ کفارہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کر اپنے مال کے آس پاس ہم نسائی مین مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لیجاوے فرمایا کہ یاد دلا اوسکو اللہ کو یعنی خدا کے غضب سے اوسکو ڈرا سو اوسنے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانون سے مدد مانگ اوسنے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے مدد مانگ وہ بولا کہ حاکم بھی دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بچارکھے کذا فی التیسیر وکذا لو قتلہ قبل الاخذ اذا قصد اخذ مالہ ولم یتمکن من دفعہ الا بالقتل هکذا فی الشرعیۃ اور اسطرح کا حکم ہے اگر اوسکو قتل کرے مال لینے سے پہلے جبکہ وہ اوسکے مال کے لینے کا ارادہ رکہتا ہو اور اوسکے ہٹانے پر سواے مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی صدر الشریعۃ وفی الصغری قصد مالہ ان عشرۃ او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ ولا یقتلہ اور فتاوی صغرے مین ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اوس سے مقاتلہ کرے لیکن اوسکو قتل نکر ڈالے هم لیکن نہر الفائق مین آخر باب قطع طریق مین یون ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اوسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے من قتل دون مالہ فهو شہید یعنی جو اپنے مال کے درپے مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی علی الدر وهل یقبل قولہ انہ کابرلا ببینۃ نعم والا فان المقتول معروفا بالسرقۃ والشر لم یقتص استحسانا والدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اوسنے اوس سے مکابرہ کیا تہا یعنی پہر بہی چوری سے وہ باز نرہا اگر یہہ قول گواہی سے ثابت ہو تو ہان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہین تو اگر مقتول چوری اور بدکاری مین مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ استحسان قصاص نلیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال مین مقتول کے وارثون کیواسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ هذا اذا لم یعلم انہ لو صاح علیہ طرح مالہ وان علم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یہہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اوس وقت ہے جبکہ صاحب مال کو یہہ معلوم نہو کہ اگر وہ اوسپر شور کریگا اور للکاریگا تو سارق اوسکی مال کو ڈالدیگا اور اگر یہہ جانے کہ للکارنے سے مال کو چہوڑ بہاگیگا پہر باوجود اوسکی اوسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اوسکے ناحق قتل کرنیکے سبب سے کالمغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کی مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اوسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دفع پر قادر ہے مسلمانون اور حاکم سے فریاد کرکے هم اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہون چنانچہ اس زمانے مین ہے تو ظاہرا قتل غاصب جائز ہے عموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی ومباح الدم التجأ الی الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی ولم یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فیقتل خارجہ مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جائیگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کیواسطے لیکن اوسکا کہانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گہبرا جاوے بہوک پیاس کے مارے سو آپ نکلے حرم سے تب اوسکو حرم سے باہر قتل کیا جاوے برخلاف امام شافعیؒ کے یعنی اونکے نزدیک حرم کے اندر قتل اوسکا جائز ہے واما فیما دون النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف مین تو قصاص لیا جائیگا اوس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف مین اموال کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشأ القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا سراجیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اوسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہہ کتاب الحج کی شرح مین ذکر کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیف فلا قصاص وتجب الدیۃ فی الصحیح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود لشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے کہا کہ مجکو قتل کر سو اوسنے اوسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہین اور دیت واجب ہے قاتل کے مال مین قول صحیح پر اسواسطے کہ اباحت جان مین جاری نہین ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے هم ہرچند حقیقت مین اذن مقتول کا صحیح نہین لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص مین شبہہ حکم حقیقت کا ہے وکذا لو قال اقتل اخی او ابنی او ابی فقتلہ الدیۃ استحسانا کما فی البزازیہ عن الکفایہ اور اسیطرح قصاص نہین اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بہائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ مین ہے کفایہ سے هم طحطاوی نے کہا

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنہ صغیر القتص اور بزازیہ مین ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا
جاویگا ھم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منح الغفار مین ہے کہ
یہہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فوثب فقتلہ یقتص اور خانیہ
مین ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا خون تیرے ہاتھہ ایک پیسہ یا ہزار کو بیچا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ بیع باطل ہے
اور قتل کا اذن نہین ہے تو یہہ قول اقتلنی کے قول کی مانند نہین کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول مین کہ قتل کر میرے
باپکو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے وفی اقطع یدہ فقطع یدہ لا یقتص اور اس قولمین کہ میرے باپ کا ہاتھہ کاٹ سو اوسنے اوسکا ہاتھہ کاٹا قصاص
لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابی فشجہ لا شیء علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول مین کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اوسنے اوسکا سر
پھوڑا تو اوسپر کچہہ نہین پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اوسپر خونبہا ہے وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ
الطرسوسی لکن رجح ابن وھبان اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل مین دیت بہی قصاص کی مانند واجب نہین اور اس قولکو رکن الاسلام نے
صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے اور طرسوسی نے بھی اسکی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے ھم شرح وہبانیہ مین ہے کہ اوتق یہہ ہے کہ قول اول یعنے
سقوط قصاص اور وجوب دیت ارجح ہو اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص تو ساقط ہوگیا ہے شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہین کما لو قال اقتل
عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اتفاقا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اوسکا ہاتھہ کاٹ سو اوسنے اوسکو قتل کیا اور اوسکا
ہاتھہ کاٹا تو اوسپر تاوان نہین بالاتفاق ھم اسواسطے کہ غلام مال مین داخل ہے اور مال مین اباحت اذن جاری ہے لیکن بس قتل اور قطع مین آمر اور مامور دونون گنہگار
ہین کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ ومات لان الاطراف کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول مین ضمان نہین کہ میرا
ہاتھہ یا میرا پانون کاٹ ڈال اگرچہ قطع اوسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مرجاوے اسواسطے کہ اطراف اموال کی مانند ہین تو امر کرنا اونمین صحیح ہوگا ھم سرایت الی النفس اور
موت نہ بزازیہ مین ہے نہ منح الغفار مین اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہے اوسمین بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال قطعہ
علی ان تعطینی ھذا الثوب او ھذہ الدراہم فقطعہ یجب الارش فی البدل لا القود وبطل الصلح بن ازیہ اور اگر بولا کہ ہاتھہ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجکو یہہ
کپڑا یا یہہ درہم دے سو اوسنے قطع کیا تو ہاتھہ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاء ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیہ فروع مسائل
متفرقہ شارح کے ھبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اوس شخص کو سواء قاتل کے جائز نہین اسواسطے کہ اوسمین
تملیک جاری نہین ھم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہین کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح
افضل من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ھم عفو وارث سے قاتل کی برائت ہو جاتی
ہے دنیا مین دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برائت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح
اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلا لینے سے ولا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہین توبہ
قاتل جبتک اپنے نفس کو قصاص کیواسطے تسلیم نکردے کذا فی الوہبانیۃ ھم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دلمین نادم ہونا کفایت نہین کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی
جان حاضر نکرے اور یہہ بہی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثون سے خبر کر دے کہ یہہ تصور مجہسے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ الامام
شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین دون الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم سلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے
بدلا لینے مین حدود کی مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک نہ فقہاء کے قصاص اور حدود مین فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ھم یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کیواسطے امام شرط ہے
نہ قصاص کیواسطے محیط مین ہے کہ ایک مرد مقتول ہوا عمدا اور اوسکا ایک وارث ہے تو اوسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور
اوسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر دیجاویگی مگر اوسپر تاوان نہین اور اسیطرح قتل کرے سے توفی قصاص ہوگا کذا

سے نعامۃ کبریٰ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تندرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص
دون الحد قذف ۱ اور اشباہ مین الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدے مین ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتون
مین پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص مین درست ہے نہ حدود مین ھ یہہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوای
حد قذف کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص
یورث والحد لا ۲ قصاص مین میراث جاری ہے اور حد مین نہین ھ دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بہی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص
لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ھ یہہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم
لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ق
یثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اوسکے لکھنے سے برخلاف حد کے ھ صورت
اوسکی یہہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اوسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کیطرف اشارہ کیا یعنی مین نے اوسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد
ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی تجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہے نہ حد مین السابعۃ لا بد فی القصاص
من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ۷ ساتوین صورت یہہ ہے کہ قصاص مین دعوی ضرور ہے نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہے انتہی
فی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ
مین ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر مین جہانکا دروازہ کے اندر سے سو اوس مرد نے اوسکی آنکھ پہوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جہانکنے والیکا ہٹانا بدون
آنکھ پہوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پہوڑنے
والے پر دونو صورتونمین تاوان نہین ھ ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایکمرد جہانکے بدون اذن تیرے
اون کے سو تو اوسکی آنکھ پہوڑ دے ٹہیکری مارکر تو کچھہ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ آنکھ مین نصف دیت ہے اور یہہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیے
کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر مین گہس کے کچھ لے تو بہی مستوجب قطع نہین اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اوس ناظر پر محمول
کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ پہوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جائیگی لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اوسمین کچھہ تفصیل نہین واللہ اعلم
کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو ادخل رأسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر
اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اوسکو پتہر سے مارا سو اوسکی آنکھ کو پہوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن البغیۃ یعنی گھر کے اندر سر ڈالنے مین باتفاق حنفی اور شافعی
اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اوسصورت مین ہے جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے سوای جان کے
قصاص مین یعنی الا جسم انسانی کے بدلا لینے مین ھ قصاص مادون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص حدیث
مین ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصاریہ کا دانت توڑ ڈالا تھا سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ
حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ماورای النفس ہر ایک اوس مقام مین جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہان برابری اعضاء ظالم اور مظلوم
کے نقصان کی ہوسکے وہان بدلا لینا جاری ہے اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت ہے یا کچھہ اور چنانچہ معلوم ہوگا ھ پہر جب رعایت مماثلت کی
بدلا لینے مین لازم ٹہری تو دہنا ہاتھہ بائین ہاتھہ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایان بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھہ لنجے ہاتھہ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھہ مرد کے
ہاتھہ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھہ عورت کے ہاتھہ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھہ غلام کے ہاتھہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھہ آزاد کے ہاتھہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھہ
دوسرے غلام کے ہاتھہ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھہ مین نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلامونکی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہین بال مین اور سر کی کہال مین اور چہاتی
اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہوگا الا بالمثل تو انگوٹہا بدلے انگوٹہے کے قطع ہوگا

اور شانہ کے بدلے شانہ کے اور ہتیلی کے بدلے ہتیلی کے اور خنصر کے بدلے خنصر کے اور بنصر کے بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتون مین برابری واجب ہے تو نیش توڑا جاے بدلے نیش کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے اونکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ فیقاد

قاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاوے گا ہاتھ کاٹنے والیکا عمدا جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمدا کلائی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہین سے کاٹا جاوے گا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة الانف لم یقد لامتناع حفظ المماثلۃ وھی الاصل فی جریان القصاص اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کی آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاوے گا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے مین ھ مبسوط مین ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اوسمین قصاص ہے اوسی موضع مین اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اوسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین انتہے یعنی اسواسطے کہ کبھی قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاوے یا اوسمین زیادہ خلل ہوجاوے تو برابری نرہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت یدہ اکبر منھا لاتحاد المنفعۃ قصاص مین جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاوے گا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص مین چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہین جراحت راس کے سوا کیونکہ دونون عضو منفعت مین یکسان ہین کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن اور اسیطرح کا حکم ہے پانو مین اور ناک کے نتہنون اور کان مین ھ مارن جسم نرم غضروفی ہے ناک مین بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع مین قصاص ہے اور بعض کے قطع مین قصاص نہین اسیطرح اگر پانون اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ نوک بینی کے قطع مین حکومت عدل ہے قول صحیح مین وکذا عین ضربت فزال ضوءھا وھی قائمۃ غیر منخسفۃ فیجعل علی وجھہ قطن رطب وتقابل عینہ بمراۃ محماۃ اور اسیطرح قصاص لیا جاوے اوس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اوسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہین گئی تو قصاص لینے کی صورت یہہ ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ھ یہہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق کے مصنف مین حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اوسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کے سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اوسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاوے تو اوسکا قصاص نہین بسبب متعذر ہونے مساوات کے وفی المجتبی فقا الیمنی وشیمۃ الفاقئ ذاھبۃ اقتص وترک اعمی اور مجتبی مین ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والیکی بائین آنکھ پھوٹی ہے موجود نہین تو اوس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندہا چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی فقئ عین حولاء اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بھینگی کے پھوڑنے مین قصاص نہین ھ مجتبی مین ہے کہ اگر احول کی آنکھ مین حول مضر لبصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا قصاص نہین انتہے تو ظاہرا قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نتھا کذا فی الطحطاوی وکذا ھو ایضا فی کل شجۃ یراعی ویتحقق فیھا المماثلۃ کموضحۃ اور اسیطرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اوس زخم سر مین بھی جسمین مماثلت اور مساوات کی مراعات ہوسکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ مین ھ موضحہ وہ جراحت ہے جسمین سر یا چہرے کی کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھلجاوے چنانچہ عنقریب تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکذا لو کسرت وسویت اور قصاص نہین ہڈی توڑنے مین سواے دانت کے یعنی دانت مین قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور کے دونون دانت طول اور جسامت مین متفاوت ہون بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ھ اور یہہ حدیث جو ہدایہ مین مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہین غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ کسر العظام مین قصاص نہین یعنی ہڈیون مین قصاص نہین اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور مین مروی ہے کذا فی العینی فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لھاتہ وبہ اخذ

صاحب الكافي قال المصنف في المجتبى وبه يفتي تو غلام کا دانت اوکھاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اوکھاڑ گیا ہوا ور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا
جاوے سوہان سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور باہر گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اوسکا قصاص لیا جاوے قصد مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ
دانت کے اکھاڑنے مین کبھی بلکہ اکثر کو افاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے
هم طحطاوی نے کہا کہ بخیال نیل یعنی ایک سطح تکفیۃ کہاتھا ہو اور مصنف اور شارح اوسکا تابع ہو گیا ہے اور حق یہ ہے کہ تفصیل ثابت ہے یعنی بجای یا رہونا مثلثہ ہے لثات
جمع لثۃ بکسر لام بمعنی مسوڑہ یعنی دانت اوکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہیئے بلکہ دانت کا ریتنا مسوڑون سے چاہیے اسواسطے کہ اوکھاڑنے سے مسوڑہون
مین اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تقدم الی ان یتساویا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر
مکسور کا دانت توڑا گیا ہو هم ریتنا اوسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو ورنہ قصاص نہین جو نہیا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ وفی المجتبی ویؤجل
حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل الصبی لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کیواسطے ایکسال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جمے تو قصاص
لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے هم منتقی مین ہے جب دانت سے کچھہ توڑا گیا تو ایک سال انتظار
کرنا چاہیئے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ بہرجاوے تو اوسپر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ مین ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہونے
تک انتظار چاہیئے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہین مگر مجرد کی تروات مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات
الصبی فی الحول پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مرگیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف
نے کہا کہ اوسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی یوسف تجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ
القلاع والطبیب وستحققہ اور اسیطرح دانت اوکھاڑنے کی مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو
ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنے دانت اوکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے هم محیط مین ہے کہ
جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیئے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھہ نہین اور اگر سال کے اندر اوسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تہی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تہی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا وہ قول ہے
جو شارح نے مذکور کیا وتؤخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یؤخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل
انہ لا یؤخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت سے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے
اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقصد یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اوسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرف رجل و
امرأۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہم
حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین اور دو غلامون کے اطراف مین بسبب نہونے مساوات کے اونکی دیت
اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت
کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات
لو قطعت امرأۃ ید رجل کان القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین
واقرہ القہستانی والبرجندی مین کہتا ہون یعنے مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب
مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھہ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفاء ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جبکہ صاحب حق
ناقص ہوا کتفا کرے اور راضی ہو جاوے تو اسطرح کچھہ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور سید
اعلی کا مالک عبد ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکہا ہے هم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول

مشہور ہے یہ قول ہے وَطَرَفُ المُسلِمِ وَالکَافِرِ سِیَّانِ فِی الاَرشِ اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہین خونبہا کی مساوات کے سبب ہے ہم کافر سے ذمی مراد ہے نہ کافر حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وَقَالَ الشَّافِعِیُّ کُلُّ مَن یُقتَلُ بِهِ یُقطَعُ بِهِ وَمَن لَا فَلَا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اوسکا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اوسکے بدلے اور جو قتل نہین ہوتا اوسکا عضو بھی قطع نہین ہوتا یعنی اونکے نزدیک مسلم کا قتل نہین ذمی کے بدلے تو اوسکے عضو کا بھی قطع نہین اوسکے عضو کے بدلے وَلَا فِی قَطعِ یَدٍ مِن نِصفِ سَاعِدٍ لِمَا مَرَّ اور قصاص نہین ہاتھ کے کاٹنے مین نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہین ہوسکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے وَلَا فِی جَائِفَةٍ بُرِئَت اور قصاص نہین اوس جائفہ مین جو چنگا ہوگیا ہم جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہونچگیا سینہ کیطرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کیطرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پانون مین جائفہ نہین ہوتا لیکن فوطون اور مقعد مین جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح القدوری فَاِن لَم تَبرَأ فَاِن سَرَت یُقتَصُّ وَلَا یُنتَظَرُ البُرءُ اَوِ السِّرَایَةُ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا اسواگر ساری ہوگیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مرگیا تو جارح سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال وَلِسَانٍ وَذَکَرٍ وَلَو مِن اَصلِهِمَا بِهِ یُفتٰی شرح وھبانیه وَاَقَرَّهُ المُصَنِّفُ لِاَنَّهُ یَنقَبِضُ وَیَنبَسِطُ قُلتُ لٰکِن جَزَمَ قَاضِیخَان بِلُزُومِ القِصَاصِ وَجَعَلَهُ فِی المُحِیطِ قَولَ الاِمَامِ وَنَصُّهُ قَالَ اَبُو حَنِیفَةَ اِن قَطَعَ ذَکَرَهُ مِن اَصلِهِ اَو مِنَ الحَشَفَةِ اُقتُصَّ مِنهُ اِذ لَهُ حَدٌّ مَعلُومٌ وَاَقَرَّهُ فِی الشُّرُنبُلَالِیَّةِ فَلیُحفَظ اور قصاص نہین زبان اور ذکر کے قطع مین اگرچہ دونو جڑ سے قطع ہو گئے ہون اس قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوھبانیہ اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اسواسطے کہ زبان سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع مین کمی بیشی محتمل ہے مین کہتا ہون لیکن قاضیخان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط مین اسکو امام کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر تمام جڑ سے قطع ہوا یا حشفہ ہی سے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور معین ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ ذکر کے قطع مین عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اوسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہین اور قطع زبان مین قصاص نہین انتہی اور ہدایہ و ذخیرہ مین مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضیخان مین ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع مین قصاص نہین اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنے امام محمد کی مبسوط مین ذکر یون ہے کہ اوسمین قصاص نہین اور ابو یوسف سے روایت یون ہے کہ اوسمین قصاص ہے مضمرات مین ہے کہ ظاہر الروایۃ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم اِلَّا اَن یُقطَعَ کُلُّ الحَشَفَةِ فَیُقتَصُّ وَلَو بَعضَهَا لَا مگر یہہ کہ بالکل سپاری قطع ہوجاے تو اوسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہین بعض قطع ہوئی تو قصاص نہین ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے نہ بعض کی کما یَجِیءُ کَالقَطعِ بَعضِ الاُذُنِ اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا وَیَجِبُ القِصَاصُ فِی الشَّفَةِ اِنِ استَقصَاهَا بِالقَطعِ لِاِمکَانِ المُمَاثَلَةِ وَاِلَّا یَستَقصِهَا لَا یُقتَصُّ مُجتَبٰی وَجَوهَرَةٌ اور قصاص واجب ہوتا ہے ہونٹھ مین اگر قاطع نے قطع کے سبب سے لب کو نہایت تک پونہچا دیا یعنی جڑ سے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہہ سے ہے اور اگر لب کو جڑ سے نہین کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا کذا فی المجتبی والجوہرۃ یعنی قصاص نہوگا بوجہ عدم مماثلت کے احتمال سے وَفِی لِسَانِ اَخرَسَ وَصَبِیٍّ لَا یَتَکَلَّمُ حُکُومَةُ عَدلٍ اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان مین حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات مین معلوم ہوگی کہ غیر معیوب اور معیوب کی قیمت ٹھہرائی جاے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہ دیت ہے یہی حکومت عدل ہے

وَاِن کَانَ القَاطِعُ اَشَلَّ اَو نَاقِصَ الاَطرَافِ اَو کَانَ رَاسُ الشَّاجِّ اَکبَرَ مِنَ المَشجُوجِ خُیِّرَ المَجنِیُّ عَلَیهِ بَینَ القَودِ وَاَخذِ الاَرشِ وَعَلٰی هٰذَا فِی السِّنِّ وَسَائِرِ الاَطرَافِ الَّتِی تُقَادُ اِذَا کَانَ طَرَفُ الضَّارِبِ وَالقَاطِعِ مَعِیبًا یُخَیَّرُ المَجنِیُّ عَلَیهِ بَینَ اَخذِ المَعِیبِ وَالاَرشِ کَامِلًا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنیوالے کا سر بڑا ہو اوسکے سر سے جسکے سر کو اوسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے مین و علے ہذا القیاس اور باقی اُن اطراف مین جنکا قصاص لیا جاتا ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور مقطوع عیبدار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے مین مختار ہے یا نہین عیبدار کو کٹوادے یا پورا خونبہا لے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ ان صورتون مین ایفاء کمال حق متعذر

حموی نے نوادر المجتبی سے نقل کیا کہ یہہ اوسوقت ہی جبکہ قاطع قطع کیوقت لنجا ہو اور اگر قطع کیوقت اسکا ہاتہہ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لنجا ہو گیا تو مقطوع
قصاص لے دیت نپاویگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتہہ میں ثابت تہا سو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحطاوی قال برهان الدین و هذا لو
الشلاء ینتفع بها فلو لم ینتفع بها لم تکن محلاً للقود فله دیة کاملة بلا خیار و علیه الفتوی مجتبی برہان الدین نے کہا یہہ اختیار
اوس شرط سے ہی کہ لنجے ہاتہہ سی نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اوس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کیواسطے پوری دیت متعین ہی بلا اختیار
قصاص اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی المجتبی وفیه لا تقطع الصحیحة بالشلاء اور مجتبی میں ہی کہ صحیح ہاتہہ لنجے ہاتہہ کے بدلے قطع نہوگا ویسقط
القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا و بعفو الاولیاء اور
قصاص ساقط ہو جاتا ہی ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے و بصلحهم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے
مال پر اگرچہ مال کم ہو هـ اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اوسمین عوض کی کچہہ تعیین نہیں کذا
نے الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر ہو یا کم و بیش و یجب حالاً عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین
مدت کیصورت میں و بصلح احدهم و عفوه و لمن بقی من الورثة حصته من الدیة فی ثلث سنین علی القاتل هو الصحیح وقیل علی
العاقلة ملتقی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہی ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچہہ نہیں کیا وہ اپنا حصہ
پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہی کذا فی الملتقی امر الحر القاتل و
سید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمهما الذی اشترکا فیه علی الف فصالح المامور الصلح عن دمهما فالالف علی الحر
و السید کان بینهما نصفان لانه مقابل بالقود وهو علیهما سویة فیقسم بدله کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایکمرد کو ہزار
درم پر صلح کرنیکا اوس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونو شریک تہے امر کیا سو مرد ماموریت دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں
امر کرنیوالوں یعنی آزاد اور مولے پر آدہوں آدہ ہین یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولی پر ہونگے اسلئے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہین اور قصاص
دونو پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بہی اسیطرح دونوں پر برابر ہوگا و یقتل جمع بفرد ان جرحه کل واحد جرحا مهلکا لان زهوق الروح یتحقق
بالمشارکة لانه غیر متجز بخلاف الاطراف کما سیجی اور قتل کیا جائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلئے
کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہی مشارکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل ہوتا قاتل ٹہریگا کذا فی
الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہین چنانچہ عنقریب آتا ہے هـ دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی
نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اوسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں اونکو قتل کرتا صنعا شہر ہے
یمن کا کذا فی العینی شرح الهدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہی جبکہ سب لوگ ساتہی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہوا اور مقتول مرجائے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم
کاری تہا اور کسکا کاری نہ تہا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہوا اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاوے اور
یہہ متصور نہین مگر موت سے پہلے تو اوسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی والا لا کما فی تصحیح العلامة قاسم
اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہی هـ خواہ کسیکا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو تو باقی
کا تو جسکا مہلک ہوگا اوسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی و فی المجتبی انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزهوق
الروح فاما اذا کانوا نظارة او مغرین او معینین بالامساک و اخذ فلا قود علیهم اور مجتبی میں ہی کہ جماعت کے لوگ تو اوسوقت میں
قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکہتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہوں یا قاتل کو ورغلانے
ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کرکے تو اون لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ اونپر خونبہا ہی کذا فی الطحطاوی والاولی ان یعرف

الجمع بلام العهد فانه لو قتل فرد جمعا احدهم ابوه او مجنون سقط القود قهستانی اور بہتر یہ تہا کہ مصنف لفظ جمع کو معرف بلام تعریف
کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ اونمین سے ایک باپ ہے مقتول کا یا کوئی اونمین دیوانہ ہے تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ھم یعنی
اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہوجاتا بلا تکلف ویقتل فرد بجمع اکتفاء للباقین خلافا للشافعی ان حضر ولیهم اور قتل کیا جاتا
ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرتے قصاص فرد کے باقیون کیواسطے برخلاف شافعی کے ھم امام
شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کیواسطے قتل ہوگا اور باقیون کیواسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سبکے واسطے قتل ہوگا اور دیات
اونکے فیما بینہم بٹ جائینگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سبکی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ ہر وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روی قصاص کے اور اسلیئے
کہ قتل اخراج روح کیواسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی احدهم
قتل له وسقط حق البقیة کموت القاتل حتف انفه لفوات المحل کاملا پہر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اوسیکے واسطے قتل ہوگا
اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے
چنانچہ گذر گیا قطع رجلان فاکثر ید رجل او رجله او قلعا سنه ونحو ذلك مما دون النفس جوهرة دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا
ہاتھ یا پانو کاٹا یا دونون نے اوسکا دانت اوکہاڑا اور مانند اسکی اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذ السکین فامراها علی یده
حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منهما ومنهم لانعدام المماثلة ہاتھ یا پانو اسطرح کاٹا کہ دونو شخصون نے چھری کو پکڑا
سو اوسکو چلایا اوس مرد کے ہاتھ یا پانو پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہین کسی پر ان دونون سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے
مماثلت اور مساوات کے ھم اسلیئے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد
کیطرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوگی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد
کیطرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الہدایة وشروحها لان الشرط فی الاطراف المساواة
فی المنفعة والقیمة بخلاف النفس فان الشرط فیها المساواة فی العصمة فقط درر کسی پر قصاص نہین انعدام مماثلت کے سبب سے
اسواسطے کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص
مین فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحد اور [illegible] نفس عصمت دم مین برابر مین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانونکا قصاص
ہوتا ہے وضمنا او ضمنا دیتها علی عددهم بالسویة اور دونون قاطع باستطاعتین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنی شمار کی برابر
وان قطع واحد یمینی رجلین فلهما قطع یمینه ودیة ید بینهما ان حضرا معا اور اگر ایک دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو
اوسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا جو نہا لینا آپسمین آدہون آدہ بانٹ کر لیں بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون وان حضر احدهما
وقطع له فللآخر علیه ای علی القاطع نصف الدیة لما مر ان الاطراف لیست کالنفوس اور اگر دونون سے ایک مرد حاضر ہوا اور
اوسکے بدلے اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کیواسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ ذکر ہوچکا اطراف کا حکم نفوس کی مانند نہین ہے ھم
ویتعین جان ہکی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانسو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص بینهما ثم عفا احدهما قبل
استیفاء الدیة فللآخر القود وعند محمد الارش اور اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص
معاف کیا یا دیت حاصل نہوئے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینیکا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہین بلکہ ارش کا اختیار ہے ویقاد عبد اقر بقتل عمد خلافا لزفر اور قصاص
لیا جاویگا اوس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک اقرار عبد غلام سے قصاص نہین ھم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے
کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمین اوسیکا ضرر ہے ولو اقر بخطا او بمال لم ینفذ اقراره علی مولاه بل یکون فی

رقبته الی ان یعتق کما نقل المصنف عن الجوهرة اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار اوسکے مالک پر نافذ نہوگا
بلکہ اوسکی گردن پر رہیگا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونیکے بعد اوسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاهر کلام
الزیلعی بطلان اقراره بالخطاء اصلا یعنی لا فی حقه ولا فی حق سیده ونحوه فی احکام العبید من الاشباه معللا بان
موجبه الدفع او الفداء انتهی فتامله مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی
نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اوسکے مالک کے حق میں اور اسیکی مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل
بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمیں تامل کرو م شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہہ تعلیل زیلعی
کیجانب سے ہے نہ اشباہ کیطرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب
اوسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھہ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہہ اقرار تجارت
سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علله القهستانی بانه اقرار بالدية على العاقلة انتهى فتدبره اذ قد اجمع العلماء على العمل
بمقتضى قوله عليه الصلوة والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا حتى لو اقر الحر بالقتل خطا لم يكن اقراره
اقرارا على العاقلة اى الا ان يصدقه قوله وكذا قرره القهستانی فی المعاقل فتنبه لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اوسکی تعلیل یوں بیان
کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے تم اس کلام میں تدبر اور غور کرو منظور فیہ ہے اسلئے کہ علما نے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنیکا کہ عواقل دیت
غلام کے متحمل نہیں ہوتے اور نہ عمد اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہہ اقرار عاقلہ یعنی مددگاروں پر نہوگا یعنی اس صورت میں کہ عاقلہ
پر دیت ہے جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو خبردار رہو م طحطاوی شارح کی اس اعتراض
کا جواب دیا ہے جسکو اوسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلا عمدا فنفذ السهم
الى اخر فماتا يقتص للاول لانه عمد وللثانی الدية على عاقلته لانه خطاء ایکمرد نے عمدا تیر مارا سو اوسکے بدن سے پار ہوکر دوسرے شخص کے
جا لگا سو دونوں مرگئے تو پہلے مرد کیواسطے قصاص لیا جاویگا اسلئے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کیواسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادروں پر اسلئے
کہ وہ قتل خطا ہے م ہر چند یہہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہوگیا کذا فی الزیلعی وقعت حية على رجل فدفعها عن نفسه فسقطت على اخر
فدفعها عن نفسه فوقعت على ثالث فلسعته اى الثالث فهلك فعلى من الدية هكذا سئل ابو حنيفة رحمة الله عليه بحضرة
جماعة فقال لا يضمن الاول لان الحية لم تضر الثانی وكذلك لا يضمن الثانی والثالث اولدغتا واما الاخير فان لسعته مع
سقوطها فورا من غير مهلة فعلى الدافع الدية لورثة الهالك والا تلسعه فورا لا يضمن دافعوا عليه الخ فاستحسنوه
جميعا وهذه من مناقبه رضی الله عنه مضمرات الفتاوى ہے سانپ گرپڑا ایک شخص پر پہر اوسنے اوسکو ہٹادیا [illegible] دوسرے
شخص پر جا پڑا پہر دوسرے شخص نے اوسکو ہٹادیا تو تیسرے شخص پر جا پڑا [illegible]
طرح سوال ہوا تہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین [illegible] فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا [illegible]
شخص کو ضرر نہیں پہنچایا اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا شخص ضامن نہوگا اگر تین آدمی ہوں [illegible] اور اوسکا یہہ حال ہے کہ اگر اوسکو
سانپ نے گرنے کے ساتہہ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ ہٹانے والے شخص پر [illegible]
لیکن کچھہ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بہی ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پہر سب عالموں نے ٹہیک جواب ہی کا اقرار کیا اور یہہ بات [illegible] مناقب امام
کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی [illegible] فیہ مجمع الفتاوی م فورا کاٹنے ہی وہ سبب ٹہرا موت کا [illegible] واجب ہوا اور اگر [illegible] کاٹا تو وہ
سبب نہ ہوا قال المصنف ولهذا التفصيل اجبت فی حادثة الفتوى وهی ان كلبا عقورا وقع على اخر فالقاه على الثانی والثانی

علی الثالث واللہ اعلم۔ مصنف نے شرح مین کہاکہ بموجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تھا اور صورتین جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سگ گزیدہ
ایک شخص پر گر پڑا سو اوسنے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اوسکو فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر
ٹھہر کے اوسنے کاٹا تو اوسپر بھی دیت نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی اَلْقٰی حَیَّةً اَوْ عَقْرَبًا فِی الطَّرِیْقِ فَلَدَغَتْ رَجُلًا ضَمِنَ اِلَّا اِذَا تَحَوَّلَتْ
ثُمَّ لَدَغَتْهُ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ مین ڈالا سو اوسنے ایکمرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنیوالے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنی
کی جگہہ سے ہٹگیا پھر اوسنے کاٹا تو اوسپر کچھہ ضمان لازم نہوگا اور طحطاوی نے کہاکہ مسئلہ سابقہ کا مقتضا جوابِ امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے
اور اگر ڈالنے کے بعد ایکساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وَضَعَ سَیْفًا فِی الطَّرِیْقِ فَعَثَرَ بِهٖ اِنْسَانٌ وَمَاتَ وَکُسِرَ السَّیْفُ فَدِیَتُهٗ عَلٰی
مُرِیْدِ السَّیْفِ وَقِیْمَتُهٗ عَلَی الْعَاثِرِ ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھاکے گر پڑا اور مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی اوس
گرنے سے تو اوسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنیوالے پر ہے ثَوْرٌ نَطَحَهٗ سَیَّبَهٗ لِلْمَرْعٰی فَنَطَحَ ثَوْرَ غَیْرِهٖ فَمَاتَ اِنْ اَشْهَدَ عَلَیْهِ
ضَمِنَ وَاِلَّا لَا وَقَالَ فِی الْبَدَائِعِ لَا ضَمَانَ لِاَنَّ الْاِشْهَادَ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِی الْحَائِطِ لَا فِی الْحَیَوَانِ تَاجِیَّه ایک بیل چھوڑا چراگاہ مین
سو اوسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گاؤ مقتول کے مالک نے اوسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اوسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاؤ
قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہاکہ مطلقاً تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل مین جانور
مین کذا فی التاجیة وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اشْتَرَکَ قَاتِلُ الْعَمْدِ مَعَ مَنْ لَا یَجِبُ عَلَیْهِ الْقَوَدُ کَاَجْنَبِیٍّ شَارَکَ الْاَبَ فِیْ قَتْلِ ابْنِهٖ کَاَجْنَبِیٍّ
شَارَکَ الزَّوْجَ فِیْ قَتْلِ زَوْجَتِهٖ وَلَهٗ مِنْهَا وَلَدٌ وَکَعَامِدٍ مَعَ مُخْطِیٍٔ وَعَاقِلٍ مَعَ مَجْنُوْنٍ وَبَالِغٍ مَعَ صَبِیٍّ وَشَرِیْکِ حَیَّةٍ وَسَبُعٍ کَمَا فِی الْخَانِیَّةِ
فَلَا قَوَدَ عَلٰی اَحَدِهِمَا اَیْ لَا قِصَاصَ عَلٰی وَاحِدٍ مِنْهُمَا تمام کر اور یہ معلوم کرکہ جب شریک ہو قاتل عمداً اوس شخص کے ساتھہ جسپر قصاص واجب نہین
چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اوسکو فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے بیگانہ شریک ہوگیا زوج کا اوسکی اوس زوجہ کے قتل مین جسکا بیٹا ہے زوج کا لڑکا
موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھہ اور عاقل مجنون کے ساتھہ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھہ اور سانپ اور درندہ کا ساتھی تو دونون
مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین کسی پر قصاص نہین ہم پہلی صورتمین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اوسکے ساتھی سے بھی ساقط
ہوگیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہواکہ زوجہ کا وارث فرزند ہے فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پھر جب اوسپر واجب
نہوا تو اسیطرح اوسکے شریک پر بھی واجب نہوا طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتھہ دیت واجب ہوگی دونون کے مال مین اسلیے
کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادری پر اور اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے
برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندہ کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دَخَلَ
بَیْتَهٗ فَرَاٰی رَجُلًا مَعَ امْرَاَتِهٖ اَوْ جَارِیَتِهٖ فَقَتَلَهٗ حَلَّ لَهٗ ذٰلِکَ وَلَا قِصَاصَ عَلَیْهِ هٰذَا سَاقِطٌ مِنْ نُسَخِ الْمَتْنِ ثَابِتٌ فِیْ نُسَخِ الشَّرْحِ
مَعْزُوًّا لِشَرْحِ الْوَهْبَانِیَّةِ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ فِیْ بَابِ التَّعْزِیْرِ داخل ہوا اپنے گھر مین سو ایکمرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھہ سو اوسکو
اوسنے مار ڈالا تو اوسکو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اوسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخون سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے
منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب مین ہم حلت قتل مین ظاہراً احصان شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہہ بیان کی ہے
کہ قتل بیان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکھا ہے اور صدر شہید نے کہاکہ احصان کا شرط حلت قتل ہے چنانچہ
قاضی خان نے اسکو صراحۃً بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین ہے اسواسطے کہ زنا موجب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور حموی مین
زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اوسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس غرض سے کہ اوسکو حاکم قید
سے پابند رکھیگا اسمین کہ اوسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اوسوقت ہے جبکہ شور کرنے سے زانی نہ بھاگے

اور زنا سے باز رہے کذا فی المحیط۔ **فروع** منہا فی المحیط شار ہو کے صبیٌّ محجورٌ قال لہ رجلٌ شُدَّ فرسی فاراد شدَّھا فرفسہ فمات فدیتہ علی عاقلۃ الآمرِ نفیر غیر ماذون بچہ ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اوسنے او سکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اوسکو لاتوں سے کچلا سو وہ مر گیا تو اوسکا خونبہا امر کرنیوالے کے برادری پر ہے وکذا لو اعطی صبیًّا عصًا او سلاحًا او امرہ بحمل شیءٍ او کسر حطبٍ ونحو ذٰلک بلا اذن ولیّہ فمات۔ اور اسیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اوسکو کسی چیز کے اوٹھانیکا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اوسکے ولی کے سو وہ لڑکا مر گیا تو دیت واجب ہوگی ھم یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا سنے کیواسطے اور اوسی کیوجہ سے اور سکے سبب سے وہ مر گیا اسطرح کہ اوسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چوٹ پڑا اور یہہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی المحیط وہی عن التتارخانیہ والخلاصۃ و لو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ لی فعطب اور اگر اسکو ہتھیار دیا اور یہہ نکہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب ھم قول مختار یہہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبیٌّ علی حائطٍ صاح بہ رجلٌ فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن یہ یعنی وقیل لا یضمن مطلقًا نجیہ طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اوسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مر گیا اگر یوں شور کر کے کہا اوسی کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اوسپر خونبہا نہیں اور اگر یوں چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہیں کذا فی التاجیۃ

فصل فی الفعلین

یہہ فصل ہے دو فعل کے مسائل ہیں مثلاً قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہوں یا دو شخصوں سے قطع یدَ رجلٍ ثم قتلہ اُخِذَ بالامرین بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطائین او کانا مختلفین ای احدھما عمدًا والآخر خطأً تخلّل بینھما برءٌ او لا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اوسکو مار ڈالا تو دونوں امر یعنی قطع اور قتل جو دو فعل ہیں پکڑا جاویگا یعنی دونوں فعل کا بدلا اوس سے لیا جاویگا اگرچہ دونوں فعل عمد ہوں یا دونوں خطا ہوں یا دونوں مختلف ہوں یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونوں فعل میں صحت واقع ہو گئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فیؤخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل الا فی خطائین لم یتخلّل بینھما برءٌ فانھما یتداخلان فتجب فیھما دیۃٌ واحدۃٌ وان تخلّل برءٌ لم یتداخلا کما علمت تو تمام مذکورہ میں بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤں میں جنکے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اسواسطے کہ وہ دونوں فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل دوسرے فعل میں داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد جزا اسکے تو دونوں میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہو گئی تو دونوں متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کر چکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمدٌ او خطأٌ والقتل کذٰلک صار اربعۃً ثم امّا ان یکون بینھما برءٌ او لا صار ثمانیۃً وقد علم حکم کلٍّ منھا تو خلاصہ یہہ ہے کہ قطع یا عمد سے یا خطا سے ہوا اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہہ چار قسمیں ہو گئیں پھر دونوں کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ قسمیں ہو گئیں اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہو گیا ھم تو اگر قطع اور قتل دونوں عمد ہوں اور قطع کے بعد صحت ہو گئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع دیت کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جز اقطع قتل کی جزا میں داخل ہو گئی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ کمن ضرب بہ مائۃ سوطٍ فبرأ من تسعین ولم یبق اثرھا ای اثر الجراحۃ ومات من عشرۃٍ ففیہ دیۃٌ واحدۃٌ لان التسعین لم یبق معتبرۃً الا فی حق التعزیر مانند اوس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہو گیا نوے کوڑوں سے اور اونکی جراحت کا اثر کچھہ باقی نرہا اور وہ مر گیا دس کوڑوں کے صدمہ سے تو اسمیں ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہو گیا نوے کوڑوں سے تو اونکا اعتبار باقی نرہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ

معتبر ہے وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف فی مثلہ حکومۃ عدل وعن محمد یجب
اجرۃ الطبیب وثمن الادویۃ درر وصدر الشریعۃ وھدایہ وغیرھا اور یہ طریق غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نرا
ہوا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکی مانند مین حکومت عدل ہی اور محمد سے روایت ہو کہ طبیب کی اجرت اور دوائیو نکا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر
اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا مین ہے وتجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی مائۃ سوط جرحتہ وبقی اثرھا یا لاجماع لبقاء الاثر ووجوب
الارش باعتبار الاثر ھدایہ وغیرھا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑونمین جنہون نے زخمی کر دیا اور اونکا نشان باقی
رہگیا یہہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہی اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہی ھم یعنی ۹۰ کوڑے کا
زخم چنگا ہو گیا لیکن اوسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ
دیت ادانقس کی واجب ہوتی ہے عیب کی اور بد نمائی سے اور عیب کی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواھر الفتاوی رجل جرح رجلا
فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایکمرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے
عاجز ہو گیا تو زخم لگانیوالے پر اوسکا نان نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقاء زخم کذا فی الطحطاوی وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان
فعجز عن الکسب فمداواۃ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتہی قال المصنف والظاہر انہ متفرع علی قول محمد
رحمہ اللہ قلت وقدمنا معزیا للمجتبی عن ابی یوسف مثلہ وسنحققہ فی الشجاج اور اوسی جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایکمرد حاکم کے
ظالم سپاہی کو لایا ایکمرد کے پاس سو اوس ظالم نے اوسکو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنے کسب کار سے تو مضروب کی دوا علاج اور اوسکا کہانا پینا اوسپر واجب ہے
جو ظالم کو لایا انتہی یانی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر یہہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے مین کہتا ہون اور مانند اسکی ہم مقدم ذکر کرچکے ابو یوسف
سے نسبت بہ مجتبی اور آگے شجاج کی فصل مین اسکو ہم تحقیق بیان کرینگے ھم باب القود فیما دون النفس کے شروع مین شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ
ابو یوسف کے نزدیک بھی کہ دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطأ بدلیل ما یأتی وبہ صرح فی البرھان
کما فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطأ ومن ظن انہا علی القاطع
فی الخطأ فقد اخطأ وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجتہ او جراحتہ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی
اور جسکا ہاتھ یا پانون کاٹا گیا سو دوسرے اوس قطع یا سر کہلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنیوالا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اوسکا قطع کرنیوالا
اپنے مال مین سے اوسکی دیت کا ضامن ہوگا شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہی خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اوس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کی تصریح
کی ہی برہان مین چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے لیکن قہستانی مین شرح طحاوی سے یون منقول ہی کہ قطع خطا مین قاطع کی برادری پر دیت ہی نہ قاطع پر اور جسنے یہہ گمان کیا
کہ قاطع پر دیت ہی خطا مین سو اوسنے سہو کی اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکا سر کہلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لہما قلنا انہ عفا عن القطع وھو
غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بہی ثابت ہوتا ہے ہم امام کیطرف سے جواب مین کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہی
اور قطع قتل کا مغائر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہوسکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدث منہ فہو عفو عن النفس
فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اوس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو قاتل کچھ ضمان نہ دیگا ھم اسواسطے کہ
جنایت اسم جنس ہے شامل ہی قتل کو اور اوس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہی عفو نفس مین
تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وحینئذ فالخطاء یعتبر من ثلث مالہ فان خرج من الثلث فیہا والا
فیسقط عن العاقلۃ ثلث الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت مین یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت اندر خطا ہی تو مقتول
کی تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اوسکی تہائی مال سے نکلا نہو المقصود اور اگر اوسکی ثلث مال مین دیت کی گنجائش نہو تو عاقلہ یعنی قاتل

یعنے اطلاق یا اختلاط ہم کے ہونا غریب ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وإن نكحها على اليد وما يحدث منها او على الجناية ثم مات منه وجب لها
في العمد مهر المثل ولا شيء عليها لرضاها بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قطع پر جو پیدا ہو قطع
ید سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مر گیا اوسکے سبب سے تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کیواسطے بسبب راضی ہو جانے
مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلة
مهر مثلها والباقي وصية لهم اي للعاقلة اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مددگاروں سے اوسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے
مددگاروں کیواسطے هم جنایت خطا میں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کی برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوا دیت
کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں
اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مددگاروں کیواسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ
قاتل نہیں کذا في شرح الوقاية فإن خرج من الثلث سقط وإلا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں پر سے ساقط ہو
ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا هم یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگاروں پر سے ساقط ہو گیا
کیونکہ وہ وصیت ہے اونکے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر
ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کیواسطے مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا في المنح
ولو قطعت يده فاقتص له فمات المقطوع الاول قبل الثاني قتل الثاني به لسرايته وعن ابي يوسف لا قود لانه لما اقدم
على القطع فقد ابرأه عما وراءه وظاهر اشكال ابن الكمال يفيد تقوية قول ابي يوسف قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا
سو اوسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اوسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت
یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اوسکو بری الذمہ کر دیا ماوراء قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال
تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں هم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کر دے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہے
اسوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہ ہے تو وہاں اوسکی برات معتبر کی اور یہاں معتبر نکی طحطاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور
شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت مذہب نہیں ولو مات المقتص منه فديته على عاقلة المقتص له خلافا لهما
قلت هذا اذا استوفى بنفسه بلا حكم حاكم واما الحاكم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا يتقيد فعلهم بشرط السلامة
كالاجير فيما هو في الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اوسکی دیت اوسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین
کے کہ اونکے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اوسوقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم
کے اور حاکم اور پچھنے لگانیوالا اور ختنہ کرنیوالا اور فصد کھولنیوالا اور نشتر زن سو اونکا فعل تو مقید بشرط سلامتی نہیں ہے مزدور کی مانند اور اسکا پورا بیان درر
میں ہے والاصل ان الواجب لا يتقيد بوصف السلامة والمباح يتقيد به اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہہ ہے کہ فعل واجب مقید
بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت سے مقید ہوتا ہے هم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے
سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے اونپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کہ اوسمیں عدم ضرر شرط ہے ومنه ضرب الاب ابنه تاديبا
او الام او الوصي اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کیواسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب
او الوصي او المعلم باذن الاب تعليما فمات لا ضمان فضرب التاديب مقيد لانه مباح وضرب التعليم لا لانه واجب اور قسم اول
سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پھر صغیر مر گیا تو ضمان نہیں تو تادیب کیواسطے مارنا سلامت رہنے کے

سا تھہ شبہ وطی ہی سو اسطی کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کیواسطی مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامتی نہین ہی اسواسطی کہ تعلیم دین کی واجب ہی ومحلہ فی
الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے
سوای مارنا تو ضمان کا موجب ہی سب صور تون مین اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی ھ یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کمیت اور کیفیت
اور محل کے سو اسمین ضمان نہین تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہو اور صغیر تلف ہو جاوی تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی کا
مارے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبیر وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیة الید لانہ
استوفی غیر حقہ لکن لا یقتص للشبہۃ وقالا لا شیء علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع
کرنیوالا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دیگا اسواسطیکہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اسکا حق قاتل کا قتل تہا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلا نہ لیا جاویگا
شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھہ لازم نہین قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا لا
للتادیب علیہما ای علی الاب والوصی لان التادیب یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ
الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جاوی اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کیواسطی ان دونو پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اسواسطیکہ ادب سکہانا تو
جھڑکنی اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہین ہی اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد مین تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب
معلم صبیا وعبدا بغیر اذن ابیہ ومولاہ لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے مین صغیر اور غلام کو بدون اذن اوسکے
باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر در صورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ مین لف ونشر مرتب ہی وان
الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا قیل ہذا رجوع من ابی حنیفة الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہی تو معلم پر باتفاق
امام اور صاحبین کے ضمان نہین بعضون نے کہا کہ یہہ یعنی امام کا یہہ قول کہ معلم پر ضمان نہین باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول
کیطرف ھ تمہ اور کفایۃ المجیب مین مذکور ہی کہ اصح یہہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی لیکن اسمین خلل یہہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب
تادیب مین ہی اور یہان ذکر ہی ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہی مقید بسلامت نہین اور اسمین کچھہ خلاف نہین کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن زوج امراتہ ضربہا
تادیبا لان تادیبہا للولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی قلت وہو فی الاشباہ وغیرہا کما قدمنا اور اسیطرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے
اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطی سو وہ مر گئی اسواسطیکہ اوسکی تادیب ولی کا حق ہی مصنف نے یہہ قول منسوب کیا ہی عینی کی شرح مجمع کیطرف مین کہتا ہون اور یہی قول اشباہ
وغیرہ مین بہی مذکور ہی چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین وفی دیات المجتبی الزوج والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیہم الدیة والکفارة
وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ ثمہ اور مجتبی کی باب الدیات مین ہی کہ شوہر اور وصی باپ کی مانند ہی تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین مین تو امام کے
نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول کی طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کی ضرب امراۃ فافضاہا ان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیة والا فکل الدیة کسی نے ایک عورت کو مارا
اور اوسکے صدمہ سے مسلک بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پہٹکر ایک ہوگیا تو اگر اوسکا پیشاب تہم سکتا ہو تو اسمین تہائی دیت ہی اور اگر نہ تہم سکتا ہو تو
اوسمین پوری دیت ہی وان افتض بکرا بالزنا فافضاہا فان مطاوعة حدا ولا غرم وان مکرہة فعلیہ الحد وارش الافضاء
لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اوسکا مسلک بول اور غائط کا پہٹکر ایک ہوگیا تو اگر عورت کی رضامندی
سے جو اسکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونو پر حد ماری جاویگی اور مرد پر مہر نہین ہی اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خونبہا
چیرنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیة شبابا کہ حجام نے ایک
شخص کی آنکہہ سے گوشت کی گھنڈی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تہا سو آنکہہ اوسکی اندہی ہوگئی تو حجام پر آنکہہ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ

وفی القنیة سئل نجم الدین عن صبیة سقطت من سطح فانتفخ رأسها فقال کثیر من الجراحین ان شققتم رأسها تموت وقال واحد
منهم ان لم تشقوه الیوم تموت وانا اشقه وابرأها فشقه فماتت بعد یوم او یومین هل یضمن فتأمل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق
باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارجا عن الرسم قیل له فلو قال ان ماتت فانا ضامن هل یضمن قال لا انتهی قلت انما لم یعتبر
شرط الضمان لما تقرر ان شرطه علی الامین باطل علی ما علیه الفتوی انتهی اور قنیہ میں ہی کہ نجم الدین سی سؤال ہوا اوس صغیرہ کے مسئلہ کا جو
چھت پرسی گر پڑی سو اوسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اوسکے سر کو چیروگے تو وہ مرجاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اوسکو نہ چیروگے آج تو
وہ مرجاویگی اور میں سر کو چیر دونگا اور اوسکو اچھا کر دونگا سو اوسنی اوسکو چیرا تو وہ مرگئی ایکدن یا دو دن کے بعد کیا اوسپر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو نجم الدین نے
دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اوسپر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سی ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنے رسم اور عادت سی خارج نہو پھر نجم الدین سی کہا گیا کہ
اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مرجاوے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اوسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اوسپر لازم ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی
السؤال والجواب من القنیة میں کہتا ہوں شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے بموجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف
نے شرحہ کذا فی الطحطاوی

باب الشهادة فی القتل

واعتبار حالته ای حالة القتل یہ باب ہو قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے
میں القود یثبت للورثة ابتداء بطریق الخلافة من غیر سبق ملک المورث لان شرعیة القود لتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس
باهل له قصاص وارثوں کیواسطے ثابت ہوتا ہی سیدھے بطریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون
کے حاصل ہونیکے واسطے ہی اور میت اسکا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا یہ امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کیواسطے ابتداءً ہوتا ہی بطریق خلافت
کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونو میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہی پھر مورث سی وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہی
اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سی مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اوسکے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول
پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اوسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سی عاجز ہی تو اوسکے وارث اوسکے قائم مقام ہوگئے بدون اس امر
کہ مقتول قصاص کا مالک ہوا پھر مالک ہونے کے اوس سے وارثوں کیطرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا
مطالبہ قصاص کیواسطے عقلا غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہی یعنی مقابل وراثت و قوله تعالی فقد جعلنا لولیه سلطانا نص فیه اور حق تعالے کا
یہ قول فقد جعلنا لولیه سلطانا صریح ہے اسمیں یعنی ورثہ کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہی نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہہ ہے
اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہے اوسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا وقالا بطریق الارث کمالو انقلب مالا اور صاحبین نے
کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثونکو بطریق ارث کے ہی جیسے اوس صورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاوے یعنی قتل خطا میں وثمرة الخلاف ما افاده بقوله
فلا یصیر احدهم ای احد الورثة خصما عن البقیة فی استیفاء القصاص خلافا لهما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہی جسکو مصنف
نے بیان کیا اپنے آیندہ قول سے یعنی جب وارثونکو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جاویگا باقی وارثوں کیطرفسی استیفاء قصاص
میں برخلاف صاحبین کے والاصل ان کل ما یملکه الورثة بطریق الوراثة فاحدهم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومة وما یملکه
الورثة لا بطریق الوراثة لا یصیر احدهم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث
مخاصم ہوتا ہی باقی وارثوں کیطرفسی اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہی خصومت میں اور جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم
نہیں ہوتا باقی وارثونکی جانب سے خصومت میں یعنی انکا قائم مقام نہیں ہوتا ہم جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو
سب وارثونکا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثونکو تجدید دعوی کے اور گواہ لانے کی حاجت نہیں اور اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں
سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثوں پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی مدعیکو حاجت نہیں ثم فرع علیه بقوله فلو اقام

باب الشهادة فی القتل

ترجمہ بقتل ابیہ عمدًا مع غیبۃ اخیہ بین یدی القوم لا یقیدا اجماعًا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متهما پھر مسئلے تا مقد
مذکورہ پر تقریر کی بقول خود یہ اگر ایک بہائی نے گواہ قائم کئے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بہائی کی غیبت میں قصاص لینے کیواسطے تو حاکم قصاص نہ لیگا تا آنکہ
غائب حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس کہا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہو گیا ھ امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہو گا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب یعیدھا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعیدہ پہر اگر
غائب بہائی حاضر ہو تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونون بہائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق
میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین مین
اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث
باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برھن القاتل علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب
کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ھ حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اوسپر حق کا دعوی
کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہو گیا اور قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کیطرف
سے مخاصم ٹھہرا پہر جب اوسپر حکم ہو گیا تو غائب پر تبعًا حکم ہو گیا پہر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مرگئے ہون تو نصف دیت اوسکا
حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبد لھما عمدًا او خطاء والحال ان السیدین احدھما غائب فھو علی التفصیل السابق اور
اسیطرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمدًا یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے تو اوسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ھ یعنی اگر مالک
حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط
ہو جاویگا ولو اخبر ولیا قود بعفو اخیھما ای الثالث فھو ای اخبارھما عفو للقصاص منھما عملا بزعمھما اور اگر قصاص کے دو وارثون
نے تیسرے بہائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اونکا خبر دینا عفو قصاص ہوا نہین دونون کیطرف سے اونکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ھ اسواسطے کہ ایک وارث کے
بھی عفو کر دینے سے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وھی مرتبۃ فالاول ان صدقھما ای المخبرین القاتل والاخ الشریک
فلا شیء لہ ای للشریک عملا بتصدیقہ ولھما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایکصورت یہہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بہائی نے
دو نو مخبر وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچہہ حصہ نہین اوسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دو نو مخبر بہائیون کیواسطے دیت کی دو
تہائیان ہین ھ اسواسطے کہ دونونکا حصہ مال ہو گیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباھما فلا شیء للمخبرین وللاخ ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہہ ہے
کہ اگر قاتل اور تیسرے بہائی نے دونونکی تکذیب کی تو دو نو مخبر بہائیونکا کچہہ حصہ نہین اور تیسرے بہائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقھما القاتل
وحدہ فلکل منھم ثلثھا اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونون بہائیونکی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بہائی نے تکذیب کی تو تینون بہائیونکا
کیواسطے تہائی دیت ہے والرابع ان صدقھما الاخ فقط فلہ ثلثھا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی
صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونو بہائیونکی فقط تیسرے بہائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے اونکی تکذیب کی تو تیسرے بہائی کو تہائی دیت ملیگی ہے اسواسطے کہ اقرار اوسکا مردود ہو
قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے مصدق بہائی کی تکذیب کی تو اوسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اوس کیواسطے واجب ہوئی ھ شارح نے یہہ جواب ایسے
سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ جب تیسرے بہائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اوسکا اقرار کیا کہ اوسکا حق قاتل پر ترا معاف کر دینے کے سبب سے پہر ثلث دیت
اسکیواسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نرہا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین
استحسانا وھو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لھما باقرار القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبرین کی طرف پہیرا جاویگا استحسان کیوجہہ سے اور یہی قول اصح ہے
کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بہائی دونون مخبر بہائیون کیواسطے اوس مال کا مقر ہو گیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ھ یہہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے

مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بہائی کیواسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین جب قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعوی عفو سے تو تیسرے بہائی
کا حصہ منقلب بمال ہوگیا پہر جب تیسرے بہائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہوگیا تو اوسکا مقر ٹھہرا جس کا
قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ مجہہ پر خالد کے سو درم ہین پہر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں
ہین بلکہ عمرو کے ہین تو یہہ مال عمرو کیواسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بہائی کیواسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بہائیونکا ٹھہریگا فان شہدا انہ
ضربہ بشیء جارح فلم یزل صاحب فراش حتی مات یقتص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاہدان
یقولا انہ مات من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو زخمی کرنیوالی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک
کہ مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ اوسکی مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے اور اسکی حاجت نہین شاہد کہوکہ یون کہے
کہ مقتول مرگیا اوسکے زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب ظاہر کیطرف نہ سبب متوہم کیطرف وان اختلف شاہدا قتل فی
الزمان او فی المکان او فی الآلۃ او قال احدہما قتلہ بعصا وقال الآخر لم ادر بماذا قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل
والآخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتہیار مین
مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اوسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا ہون کہ کس ہتہیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا شاہد
قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبارہ نہین ہوسکتا ہے تو ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی
دیت مددگار و نپر نہین ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما لتیقن القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ
اور اسیطرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق
کیواسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل لعدم المعارض اور اگر
ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہوگئی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہوا اور ایکطرف
دو شاہد ہین اور دوسریطرف ایک شاہد تو دو شاہدونکی گواہی مقبول ہوگی ولو شہدا بقتلہ وقالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین
شرنبلالیہ استحساناً حملاً علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کسیکے قتل کی اور انہون
نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتہیار معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنیکے سبب سے اور موجبات قتل
مین کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نہ خطا اور قیاس یہان یہہ تہا کہ شہادت مقبول نہوتی
بسبب جہالت قتل کے ہتہیار کے مجہول ہونیسے لیکن بدلیل استحسان ادنا موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار
حسن ظن کے کہ اونہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعاً
لہ قتلہما عملاً باقرارہما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے یہہ اقرار کیا کہ مین نے اوسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون
نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونونکا قتل کرنا جائز ہے اونکے اقرار پر عمل کرنیکے سبب سے ولو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بحالہا شہادۃ
لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجای
اقرار کے شہادت ہو تو دونو گواہیان لغو ہوجاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہونکے تکذیب فاسق کہنا ہے گواہونکا اور گواہ کا فاسق ہونا اوسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن
مقر کا فسق اوسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹہرا ولو قال الولی فی صورۃ الاقرار السابقۃ صدقتما لیس لہ
ان یقتل واحداً منہما لان تصدیقہ باقرار کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعوی القتل بلا تصدیق
فیقتلہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ مین کہا کہ تم دونون صادق ہو اقرار قتل مین تو وارث کو دونو مقرون مین سے ایک مقر کا

بھی قتل کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وارث کی تصدیق غیر معتبر ہے تنہا قتل کرنیکی اقرار سے اسکا کہ دوسرے نے اوسکو قتل نہیں کیا یعنی تو حقیقت میں دونوں کی تکذیب
ٹھہرا برخلاف اوس قول کے جو وارث نے کہا تہا کہ تم دونوں نے اوسکو قتل کیا ہی اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق اسکے اقرار میں صورت مین
وارث دونوں کو قتل کریگا اونکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی آخر انہ قتلہ وقال الولی
قتلتماہ کلاھما کان لہ للولی قتل المقر دون المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجبہ کما مر اگر ایکمرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول
کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اوسکو قتل کیا ہی اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اوسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا
قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذر گیا ھم موجب مشہود بہ انفراد ہی یعنی شہادت
اسپر قائم ہوئی ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اوسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدونکی ہوئی انفراد مین اور
تکذیب تفسیق ہے شاہدونکی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلتہ وحدک کان لہ قتلہ
لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنیوالونمین سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہی تو ہی نے اوسکو تنہا قتل
کیا ہے تو وارث کو اوس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہی باہم کے تصادق سے
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ مشہودہ علیہ وانما کذب الاخرین چنانچہ اگر ولی نے اسیطرح
دو مین سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اوس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اوس مشہود علیہ کی گواہونکی تکذیب نہیں کی اوسنے تو اور گواہون
کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطاء فی کل ما ذکرکرہ الزیلعی اور اسیطرح یعنی قتل عمد کی مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہی
زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوتا تہا اور خطا مین دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود
بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ علی الولی لتملکہم المضمون الذی
فی ید الولی دو گواہون نے ایکمرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگارونپر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دیگئی تہی
زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لین اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لین اور گواہ وارث سے
پھر لین اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اوس مال مضمون کی جو وارث کے ہاتھ مین ہی والشہادۃ علی القتل العمد فی ھذا الحکم کالخطاء
فاذا جاء حیا تخیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود لا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجبوا لہ القود
وھو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اسحکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کی مانند ہے پھر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود
علیہ کے وارث مختار ہین اسمین کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لین یا گواہون سے تاوان لین مگر رجوع مین عمد اور خطا برابر نہین تو مقتول مفروض
کے وارث سے گواہونکو دیت کا پھیر لینا جائز نہین اسلئے کہ گواہونے وارث مذکور کے لئے قصاص لینا واجب کر دیا تہا اور حالانکہ قصاص مال نہین اور صاحبین نے
کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کی مانند ھم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص [illegible]
ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہی کذا فی الطحطاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء والعمد فجاء حیا او شہدا علی شہادۃ
غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما ضمن الولی الدیۃ فی
الصورتین للعاقلۃ اذ ظہر انہ اخذہا بغیر حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا
یا گواہون نے اور شاہدونکی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارونپر دیت دینیکا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین اور قصاص کا حکم دیا قتل
عمد مین کذا فی الطحطاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہین آئیگا اسواسطے کہ گواہی مین انکا جھوٹ ظاہر نہین ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون
صورتون مین قاتل کے مددگارونکو دیت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اوسکے زندہ ہونے سے کہ اوسکے وارث نے مددگارونسے ناحق خونبہا لیا والمعتاد

حَالةُ الرَّمْيِ فِي حَقِّ الحِلِّ وَالضَّمَانِ لَا الوُصُولُ اور حلال ہونے اور ضمان کے لازم ہونے میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ھ
اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا
کچھ اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہریگا تیر اندازی کی حالت سے فقط کذا فی الطحطاوی وَحِينَئِذٍ فَتَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ وَتَسْقُطُ القَوَدُ بِالشُّبْهَةِ
بِرِدَّةِ المَرْمِيِّ إِلَيْهِ قَبْلَ الوُصُولِ وَقَالَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ اور جبکہ تیر اندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیر انداز کے مال میں اور قصاص
ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اوس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ تیر انداز پر دیت اور قصاص کچھہ لازم نہیں ھ
صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا زید نے خالد کیطرف تیر پھینکا اور تیر اندازی کیوقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر
دیت اوسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے
کہ تلف واقع ہوا اوس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھہ لازم نہیں آتا وَلَا تَجِبُ دِيَةُ المَرْمِيِّ إِلَيْهِ بِإِسْلَامِهِ بِالإِجْمَاعِ اور دیت
مرمی الیہ کی اوسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں ھ یعنی کافر کیطرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اوسکی دیت
واجب نہیں اسواسطے کہ تیر اندازی کیحالت کا اعتبار ہے اور اوس حالت میں اوسکا خون مباح تھا نہ معصوم وَتَجِبُ القِيمَةُ بِعِتْقِهِ بَعْدَ الرَّمْيِ قَبْلَ الإِصَابَةِ
اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے ھ یعنی تیر مارنے کیوقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے
تو تیر انداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانیکا فَيَجِبُ الجَزَاءُ عَلَى مُحْرِمٍ رَمَى صَيْدًا
فَحَلَّ فَوَصَلَ لَا عَلَى حَلَالٍ رَمَاهُ فَأَحْرَمَ فَوَصَلَ اور بدلا واجب ہے اوس محرم پر جسنے حالت احرام میں شکار کیطرف تیر چھوڑا پھر اوسنے احرام ترک کیا
پھر اوسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اوس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جسنے شکار کو تیر مارا پھر اوسنے احرام باندہا پھر شکار کو تیر لگا وَلَا يَضْمَنُ مَنْ رَمَى
مَقْضِيًّا عَلَيْهِ بِرَجْمٍ فَرَجَعَ شَاهِدُهُ فَوَصَلَ اور اوس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اوس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر
اوسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اوسکو تیر لگا ھ ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی
رجوع کرنا حد کو ٹالدیتا ہے کذا فی الطحطاوی وَحَلَّ صَيْدٌ رَمَاهُ مُسْلِمٌ فَتَمَجَّسَ فَوَصَلَ اور حلال ہو وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہو گیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لَا يَحِلُّ مَا رَمَاهُ مَجُوسِيٌّ فَأَسْلَمَ فَوَصَلَ لِمَا عَرَفْتَ أَنَّ المُعْتَبَرَ حَالَةُ الرَّمْيِ حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا
پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ھ یہہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی لُغْزٌ
مسائل حیرت انگیز میں بطور پہیلی کے أَيُّ جَانٍ لَوْ مَاتَ مَجْنِيُّهُ فَعَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَلَوْ عَاشَ فَالدِّيَةُ فَقُلْ خَتَّانٌ قَطَعَ الحَشَفَةَ بِإِذْنِ
أَبِيهِ کون جنایت گر ہے کہ اگر جنایت کردہ مر گیا تو اوسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ ہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کی
سپاری قطع کر ڈالی اوسکے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اوسنے خطا سے سپاری قطع کر ڈالی یہہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا أَيُّ
إِنْسَانٍ بِقَطْعِ أُذُنِهِ تَجِبُ نِصْفُ الدِّيَةِ وَبِقَطْعِ رَأْسِهِ نِصْفُ عُشْرِهَا فَقُلْ جَنِينٌ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَطَعَهُ فَفِيهِ الغُرَّةُ کون آدمی ہے جسکے
کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اوسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اوسکو قطع کیا تو اوسمین
غرہ ہے یعنی پانسو دینار ھ دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اوسکا بیسوان حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اوسوقت
ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی أَيُّ شَيْءٍ يَجِبُ بِإِتْلَافِهِ دِيَةٌ وَثَلَاثَةُ أَخْمَاسِهَا فَقُلْ دِيَةُ الأَسْنَانِ أَشْبَاهٌ
کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ھ اسکا
بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم ۰

کِتَابُ الدِّيَاتِ

یہہ کتاب ہے دیتوں کے مسائل میں الدِّيَةُ فِي الشَّرْعِ اسْمٌ لِلْمَالِ الَّذِي هُوَ بَدَلُ النَّفْسِ

لا تسمية للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعية دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع مین اوس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہو اور یہ نہین ہو کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک ھم لغت مین دیت مصدر ہے مانند عدت کی وزن اور تعلیل مین عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فیما دون النفس اور ارش اوس مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو ھم اور گاہے دیت نفس کو بھی ارش بولتے ہین لیکن استعمال اکثر یہی ہے جو شارح نے بیان کی دية شبه العمد مائة من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقة والجذعة يا دخال الهاء اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیان ہین چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیان اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وهي الدية المغلظة لا غير اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوای اسکے ھم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہین شرنبلالیہ مین ہے کہ اگر اونٹون کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نرہتا وفي الدية في الخطأ اخماسا منها ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ مین پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ھم یعنی ۲۰ اونٹنیان یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسالہ کے او الف دينار من الذهب او عشرة الاف درهم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینارین ہین سونے کی یا دسہزار درہم ہین چاندی کے ھم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمد مین اختیار نہین وقال الشافعي اثنا عشر الفا اور امام شافعی نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقالا منها ومن البقر مائتا بقرة ومن الغنم الفا شاة ومن الحلل مائتا حلة كل حلة ثوبان ازار ورداء هو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے ہے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ بکری سے دو ہزار بکریان اور اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے مین دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے مین اور بعضون نے کہا کہ ہمارے زمانے مین جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور پاجامہ ھم برہان مین ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہین اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہے وكفارتهما اي الخطأ وشبه العمد عتق رقبة مؤمنة فان عجز عنه صام شهرين ولاء ولا اطعام فيهما اذ لم يرد به النص والمقادير توقيفية اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پہر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھے اور ان دونون کے کفارہ مین ساٹھ مسکین کا کہانا دینا جائز نہین اسواسطے کہ نص قرآنی اسمین وارد نہین ہے اور مقدارات مذکورہ توقیفی ہین یعنی نص شارع سے اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمین قیاس مجتہد کو دخل نہین وصح اعتاق رضيع احد ابويه مسلم لانه مسلم تبعا لا الجنين اور صحیح ہے آزاد کرنا اوس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا مان مسلمان ہو اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا مان کا ساتھ دیکر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ مین صحیح نہین ودية المرأة على النصف من دية الرجل في دية النفس وما دونها روي ذلك عن علي رضي الله عنه موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصف نصف ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت مین بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت مین بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ھم روایت موقوف سنن بیہقی مین ہے عن ابراهيم النخعي عن علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه قال عقل المرأة على النصف من عقل الرجل في النفس وفيما دونها اور روایت مرفوع بھی بیہقی مین ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دية المرأة على النصف من دية الرجل كذا في شرح الهداية للعيني والذمي والمستامن والمسلم في الدية سواء خلافا للشافعي وصحح في الجوهرة انه لا دية في المستامن واقره في الشرنبلالية لكن بالتسوية جزم في الاختيار وصححه الزيلعي اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام مین آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت مین برابر ہین بخلاف شافعی کے اور جوہرہ مین اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن مین دیت نہین ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار مین ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے وفي النفس خبر المبتدأ وهو قوله الآتي الدية اور جان مین یعنی جان کے قتل خطا مین دیت ہے شارح نے کہا کہ في النفس اور اسیطرح اوسکے جمیع معطوفات خبر ہین آگلی مبتدا کی یعنی دیت کی والانف ومارنه وهو ما لان منه

وقیل فی ارنبۃ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک مین ارنبہ کے نرم نتھنون مین اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے مین پوری دیت ہی اور بعضون نے کہا کہ
سرینی کے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہو بنا بر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے مین پوری دیت واجب ہے ھ
قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت مین حدیث ثابت ہی اور باقی اعضا کا اونپر قیاس ہے مبسوط مین ہو کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا مین سے اگر عضو
منفرد ہو تو اوسمین کامل دیت ہی اور اگر دو عضو ہین تو دونو کے قطع مین پوری دیت ہے اور ایک کے قطع مین نصف دیت ہی اور اگر چار عضو ہین تو چارونکی قطع
مین پوری دیت ہی اور ایک کے قطع مین چوتہائی دیت ہی اور اگر آدمی مین دش عضو ہین چنانچہ ہاتھہ کی دش انگلیان تو سبکی قطع مین پوری دیت ہی اور ایک
کے قطع مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشعر والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق ا فاذا ئی فی
لسان الاخرس حکومۃ عدل جوھرۃ وھذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور ازالہ عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور سننے اور دیکھنے مین اور قطع
زبان مین دیت ہو بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے مین دیت نہین حکومت
عدل ہو کذا فی الجوہرۃ اور یہہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہو تو آگاہ رہیو ھ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جاے
یا آدمی کا حسن جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جاوے تو پوری دیت واجب ہوتی ہو منفعت اور جمال مین کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے مین چنانچہ گونگے
کی قطع زبان مین پوری دیت واجب نہین اسلیے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہین ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل مین اور شل ہاتھہ اور لنگڑے
پانون کے قطع مین اور چشم کور اور دندان سیاہ مین قصاص واجب ہے عمدًا مین نہ خونبہا خطا مین بلکہ اوسمین حکومت عدل ہو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین روایت کی کہ ایک مرد
نے دوسرے مرد کے سر مین پتہر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مین تو اوسکا سمع اور عقل اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھہ قربت نہین کر سکتا
تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتونکا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف ولا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ
والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ فیہا یا پوری دیت
قطع زبان مین اوسوقت ہی جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنیکا مانع ہوا اور اگر حرف ادا ہوتے ہون اور بعض نہ ادا ہوتے ہون تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حرف
کی شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی اسمین دونو قولونکی تصحیح ثابت ہی سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانیوالی حرف کو پونہچے گی اوسقدر جانی کو لازم
ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ مین مذکور ہے ھ منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہی قول اصح یہہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو
تو نصف دیت واجب ہی اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہی اور اصل اسمین یہہ ہو کہ علی مرتضی کے زمانہ مین ایک شخص نے دوسرے کی قدرے
زبان کاٹ ڈالی تھی سو اوس سے حروف پڑہائے گئے جو حرف اوس سے نہ نکلا بقدر اوسکی دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہہ ہین ت
ث ج ح د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی واللحیۃ حلقت فلم تنبت اور اوس داڑہی مین جو مونڈی گئی پہر اوسکے بال
نہ جمے پوری دیت ہے ھ اسواسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہی اور عورت کی داڑہی مونڈنے مین کچھہ دیت نہین اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد
ہے ویؤجل سنۃ فان مات فیہا فلا شیٔ اور وجوب دیت مین سال بہر کی مدت مقرر ہوتی ہے پہر اگر وہ شخص سال بہر مین مرگیا تو مونڈنیوالا داڑہی کا بری
الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وفی نصفہا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑہی مونڈنے مین
آدھی دیت ہی اور آدھی سے کم مونڈنے مین حکومت عدل ہے جیسے موچہہ مین اور غلام کی داڑہی مونڈنے مین حکومت عدل واجب ہے قول صحیح مین ولا شیٔ فی
لحیۃ کوسج علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا فکل الدیۃ اور کچھہ لازم نہین اوس
کوسنے کی داڑہی مونڈنے مین جسکی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہین اور اگر اوسکے رخسارہ پر بھی بال ہون ولیکن متصل نہون تو اوسمین حکومت عدل ہی اور اگر رخسارہ
اور ذقن کے بال متصل ہون تو پوری دیت واجب ہو وشعر الرأس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ
وعند الشافعی فیہا حکومۃ عدل اور سر کے بالون کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ سر کے بال بردہ زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جمین تو پوری

دیت واجب ہی جیسا کہ مروی ہی علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اوسمین حکومت عدل ہی وَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا قِصَاصَ فِی الشَّعْرِ مُطْلَقًا وَلَوْ مَاتَ قَبْلَ تَمَامِ السَّنَةِ وَلَمْ يَنْبُتْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَشَعْرِ صَدْرٍ وَسَاعِدٍ وَسَاقٍ اور معلوم کر کہ بالون مین مطلقا قصاص نہین اگرچہ جنایت عمدا ہوا اور اگر وہ شخص مر گیا سال پوری ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سوا تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین وَالْعَيْنَيْنِ وَالشَّفَتَيْنِ وَالْحَاجِبَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَالْاُذُنَيْنِ وَالْاُنْثَيَيْنِ اَىِ الْخُصْيَتَيْنِ وَثَدْيَيِ الْمَرْأَةِ وَحَلَمَتَيْهَا وَلَا لِحْيَتَيْنِ اِذَا اسْتَأْصَلَهُمَا وَاِلَّا فَحُكُومَةُ عَدْلٍ اور دونوں آنکھون اور دونوں ہونٹون اور دونوں بھوون اور دونوں پانو اور دونوں کانون اور دونوں فوطون اور عورت کی دونوں چھاتیون اور چھاتیون کی دونوں گھنڈیون مین اور دونوں جوڑون مین پوری دیت واجب ہی بشرطیکہ جوڑون کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اوسمین حکومت عدل واجب ہی وَكَذَا فَرْجُ الْمَرْأَةِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ اَلدِّيَةُ وَفِي ثَدْيِ الرَّجُلِ حُكُومَةُ عَدْلٍ اور اسیطرح عورت کی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہی اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہی ھم قطع شرمگاہ عورت مین استیصال شرط ہی کہ ہڈی تک پونہچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ الْمُزْدَوِجَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ اور ان دو دو چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک اونٹھ یا ایک بھون یا ایک پانون یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک جوڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہی وَفِي اَشْفَارِ الْعَيْنِ الْاَرْبَعَةِ جمع شُفْرَةٍ بِضَمِّ الشِّينِ وَتُفْتَحُ لِلْجَفْنِ اَوِ الْهُدْبِ اَلدِّيَةُ اِذَا قَلَعَهَا وَلَمْ تَنْبُتْ اور آنکھ کے چارون پلکون یا پلکون کے بالون مین پوری بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھڑین اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع ہی شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اوسکا جائز ہی شفرہ عبارت ہی پلک سے یا پلک کے بالون سے ھم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہی اور پلک کے بالون پر مجاز ہی اور دونون سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکون اور اونکے بالون مین پوری دیت ہی کیونکہ دونون آنکھ کی منفعت اور جمال عطے الکمال ہے وَفِي اَحَدِهَا رُبْعُهَا اور ایک پلک مین چوتہائی دیت واجب ہی ھم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھون مین چار پلک ہین وَلَوْ قَطَعَ جُفُونَ اَشْفَارِهَا فَدِيَةٌ وَاحِدَةٌ لِاَنَّهُمَا كَشَيْءٍ وَاحِدٍ اور اگر قطع ہون پلک اونکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہی اسواسطے کہ پلک اور اونکے بال ایک چیز کی مانند ہین ھم شارح کو یون کہنا واضح تر تھا اَلْجُفُونُ بِاَشْفَارِهَا كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ وَفِي جَفْنٍ لَا شَعْرَ عَلَيْهِ حُكُومَةُ عَدْلٍ لٰكِنَّ الْمُعْتَمَدَ اَنَّ فِي كُلِّ دِيَةً كَامِلَةً جَفْنًا اَوْ شَعْرَةً اور اوس پلک مین جسپر بال نہین حکومت عدل ہی لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہی خواہ پلک ہو یا اوسکی بال ھم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان مین یون ہی کہ جس پلک مین بال نہین اوسمین حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ سوا ہی شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ مین بجای شعرۃ کے شفرۃ بالفاء ہے وَفِي كُلِّ اِصْبَعٍ مِنْ اَصَابِعِ الْيَدَيْنِ اَوِ الرِّجْلَيْنِ عُشْرُهَا اور دونون ہاتھون اور دونو پانوون کی اونگلیون مین سے ہر اونگلی مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہی یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ ھم ابو داؤد اور نسائی مین ابو موسی اشعری رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونگلیان برابر ہین ہر اونگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وَمَا فِيهَا مَفَاصِلُ فَفِي اَحَدِهَا ثُلُثُ دِيَةِ الْاِصْبَعِ وَنِصْفُهَا اَيْ نِصْفُ دِيَةِ الْاِصْبَعِ لَوْ فِيهَا مَفْصِلَانِ كَالْاِبْهَامِ اور جس اونگلی مین مفاصل اور جوڑ بند ہین تو ایک مفصل کے قطع مین اونگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور اونگلی کی نصف دیت ہی اگر اونگلی مین دو جوڑ ہین جیسے انگوٹھے مین وَفِي كُلِّ سِنٍّ يَعْنِي مِنَ الرَّجُلِ اِذْ دِيَةُ سِنِّ الْمَرْأَةِ نِصْفُ دِيَةِ الرَّجُلِ وَهِيَ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ اَوْ خَمْسُونَ دِينَارًا اَوْ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درہم دیت ہی شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہی اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدہی ہی لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ يَعْنِي نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ لَوْ حُرًّا وَنِصْفُ عُشْرِ قِيمَتِهِ لَوْ عَبْدًا دیت مذکور ثابت ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہی تو اوسکی دیت کے دسوین حصہ

کا نصف یعنی دیت کا بیسوان حصہ اور اگر غلام ہو تو اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ ہم دیت اوسوقت ہی جبکہ جنایت خطا سے ہوا اور اگر عمد ہو تو اوسمین قصاص جاری ہے
اور دیت مین سب دانت برابر ہین بدلیل اوس حدیث مرفوع کے جو ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت
تزید حینئذ دیۃ الاسنان کلہا علی دیۃ النفس بثلثۃ اخماسہا قلت نعم ولا باس فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف
القیاس کما فی الغایۃ وغیرہا وفی العنایۃ ولیس فی البدن ما یجب بتفویتہ اکثر من قدر الدیۃ سوی الاسنان ہم اگر تو کہے
کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتونکی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تین پنجم حصے دیت کے مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی
ہے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہی نص حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا مین مذکور ہی اور عنایہ مین ہی اور بدن مین
وہ عضو نہین ہی جسکے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوای دانتون کے ہم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہین ۲۰ اضراس یعنی داڑہین اور چار
انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسنے کیوقت ظاہر ہو جاتے ہین پہر جب ایک دانت مین دیت کا
نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتونمین پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو
ساٹھ اونٹ وقد توجد نواجذ اربعۃ فتکون اسنانہ ستۃ وثلثین ذکرہ القہستانی قلت وحینئذ فالکوسج دیۃ وخمسا
دیۃ ولغیرہ ثلث دیۃ ونصف او ثلثۃ اخماس او اربعۃ اخماس اور کاہی ہوتے ہین چار نواجذ یعنی دندان خرد جنکو بعض اہل ہند عقل داڑہ کہتے
ہین تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہین یہہ ذکر کیا ہی قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت کوسج کے دانتونمین ایک دیت واجب ہی اور دو خمس
کے اور کوسج کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہی یا تین خمس یا چار خمس دیت کی واجب ہین ہم معرب مین ہی کوسج یعنی کوسا معرب ہی جسکی ذقن پر بال
ہوں نہ رخسار پر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہی جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہی امام ابو حنیفہ سے قہستانی مین ہی کہ کوسج کے دانت ۲۸ ہوتے ہین
اور یہی شناخت ہی اوسکی تو کوسج کے دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی مین ہی کہ اگر ۳۲ دانت اکھاڑ ڈالے خطا سے
تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑ ڈالے تو دیت اور نصف دیت ہی یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۳۶ دانت اکھاڑ ڈالے
جاوین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی وقد علمت ان المرأۃ علی النصف فتنبہ در چند بار تو معلوم کر چکا
ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار ہو وتجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بضرب ضارب کید شلت وعین
ذہب ضوؤہا وصلب انقطع ماؤہ اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اوس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنیوالیکے مارنے سے چنانچہ ضرب سے
ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمہ سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی وکذا لو سلس بولہ او حدث
ولو نزل الیہ الحمل ونبت فلا شیء علیہ ولو بقی اثر الضرب فحکومۃ عدل اور اسیطرح پوری دیت واجب ہی اگر ضرب سے پیشاب اوسکا جاری ہو گیا
بند نہین ہوتا یا اوسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہو گیا تو جانی پر کچہہ نہین اور کوبڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اوسمین حکومت
عدل ہی وتجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہی اوس عضو کے
تلف کر ڈالنے مین جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اوس عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو چنانچہ لنجا ہاتھہ یعنی نہ اوسمین منفعت ہے نہ
خوشنمائی تو اوسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی وارشہ کاملا ان کان فیہ جمال کالاذن الشاخصۃ ہو المرتفعۃ یا عضو
مذکور کی پوری دیت واجب ہی اگر عضو مفقود النفع کے ہونے مین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے مین ہم طحطاوی نے
کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص بمعنی طرش ذکر نہین کیا انتہی مین کہتا ہون وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے
یون کہا ہوگا وہو الاطرش یعنی در حالیکہ اونچا کان والا بہرا ہی سماعت نہین رکہتا اطرش بروزن افعل بمعنی گران گوش لغت مین ثابت ہی عجب نہین
کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت مین رہگیا ہو والا ہو الطرش کا محصل مفہوم نہین ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش مخصوص یعنی ارتفاع

کی تفسیر نہیں بیان کی واللہ اعلم وسیجئ الواضحۃ فالتحق فی اواخر ہذا الفصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ ذکر کیا کہ اگر
عضو کو چھیلا یا پھر گوشت جم گیا **فصل فی الشجاج** یہ فصل شجاج کے مسائل میں ہے شجاج جمع شجہ کی ہے وتختص الشجۃ بما یکون
بالوجہ والرأس لغۃً اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اوس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو ہم شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے حتی کہ ذقن تک اور تحت ذقن
موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریۃ حموی نے کہا حکم شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت اگر شجہ
نہیں اعضاء کہ وجہ اور راس اکثر کشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرہما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ
وفیہا حکومۃ عدل مجتبی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہو وہ مسمی بجراحت ہے اور اوسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا
فی المجتبی ومسکین وہی ای الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص
الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحا مہملہ و را مہملہ و صاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمیں کھال مخدوش ہو جاوے یعنی چھل جاوے ہندی
میں اوسکو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ و عین مہملہ دامعہ وہ
زخم ہے جسمیں آنسو کی مانند خون ظاہر ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعۃ
التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کرے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو
گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الرأس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک
پہنچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو
ظاہر کر دے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے
والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اوسکے ٹوٹنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کیطرف کر دے
کذا فی [illegible] والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہنچ جاوے
ام الدماغ اوس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا وبعدہا الدامغۃ بغین معجمۃ وہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد لموت بعدہا
عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم بالاستقراء بحسب الآثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارہویں جراحت دامغہ ہے
بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکال دے اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ اوسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو وہ قتل
ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتی ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو عمدا فلم
والا ففیہا حکومۃ عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا
پانسو درم واجب ہیں بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اوسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اوسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ
اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرہ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشرہا
اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب
ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زیلعی میں
ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جائفہ نہیں ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو
پیٹ کے اندر تک پہنچے پیٹ کیطرف سے یا پیٹھ یا سینہ کیطرف سے یا گردن کیجانب سے اوس موضع تک پہنچ جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹجاتا ہے تو یہہ
سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور گردن اور
سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہنچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاہا لانہما جائفتان

نفذت صارت جائفتين فيجب في كل منهما ثلثها پہر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنے پیٹ کا زخم پشت کیطرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کیجانب سے دوسرا پیٹھ کیطرف سے تو ہر جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہوگی وفي الحارصة والدامعة والدامية والباضعة والمتلاحمة والسمحاق حكومة عدل اذ ليس فيها ارش مقدر من جهة السمع ولا يمكن اهدارها فوجب فيها حكومة عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین دیت نہین حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخمون مین کچھ دیت مقرر نہین ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کیجانب سے اور رائگان چھوڑنا بھی ممکن نہین ہے تو انمین حکومت عدل واجب ہوئی ہے مصنف عبدالرزاق مین ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ما دون موضحہ مین حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وهي اي حكومة العدل ان ينظر كم مقدار هذه الشجة من الموضحة فيجب بقدر ذلك من نصف عشر الدية قاله الكرخي وصححه شيخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اوسکی دیت کے بیسوین حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہے چونکہ موضحہ کی دیت شرعا اقل ثابت ہے اور شجاج سے لہذا اوسیکو مقیس علیہ ٹھہرایا تخمینہ کی مقدار کی توضیح یہ ہے کہ مثلا باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اوسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع دیت واجب ہوگی وعلے ہذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اسمین رجوع ہے منصوص علیہ کیطرف کذا فی العینی وقيل قائله الطحاوي يقوم المشجوج عبدا بلا هذا الاثر ثم معه فقدر التفاوت بين القيمتين في الحر من الدية وفي العبد من القيمة فان نقص الحر عشر قيمته اخذ عشر ديته وكذا في النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر مین دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اوسکی قیمت مقرر کیجائے پہر اس زخم کے ساتھہ اوسکی قیمت معین کیجائے پہر جسقدر تفاوت ہو دو نو قیمتون مین اوسیقدر آزاد مین اوسکی دیت سے لیا جاوے اور غلام مین قیمت سے تو اگر قیمت سے دسوان حصہ کم ہے تو آزاد کی دیت سے دسوان حصہ لیا جاوے اور اسیطرح نصف اور ثلث مین یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے هو اي هذا التفاوت هي اي حكومة العدل به يفتى كما في الوقاية والنقاية والملتقى والدرر والخانية وغيرها وجزم به في المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا مین ہے اور مجمع مین اسی قول پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفي الخلاصة انما يستقيم قول الكرخي لو الجناية في وجه وراس فحينئذ يفتى به ولو في غيرهما او تعسر على المفتي يفتى بقول الطحاوي مطلقا لانه ايسر انتهى ومثله في الجوهرة بزيادة اور خلاصہ مین ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اوسصورت مین مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر مین ہو تو اسوقت مین کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو بس طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقا اگرچہ جراحت چہرہ اور سر مین ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی کی مانند جوہرہ مین ہے زیادت بیان کے ساتھہ وقيل تفسير الحكومة هو ما يحتاج اليه من النفقة واجرة الطبيب والادوية الى ان يبرء اور بعضون نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کی زخمی کے صحیح ہوجانے تک ہے طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہین ہے ولا قصاص في جميع الشجاج الا في الموضحة عمدا اور قصاص نہین جمیع شجاج مین مگر موضحہ عمدا مین ہے شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ مین بالاتفاق قصاص نہین اور ما دون موضحہ یعنے حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین قصاص ہے یا نہین اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا وما لا قود فيه يستوي العمد والخطأ فيه اور جن شجاج مین قصاص نہین ہے اونمین عمد اور خطا دونو برابر ہین یعنی تاوان عمد مین وہ واجب ہے جو خطا مین واجب ہے کذا

فی المحیط وہی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضاً ذکرہ محمد فی الاصل وھو الاصح درر
ومجتبی وابن الکمال وغیرھا لامکان المساواۃ بان یسبر غورھا بمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدر ذلک فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب
قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں یہہ ذکر کیا ہے محمد
بن حسن نے اصل یعنی مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ما قبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ
میں برابری کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ زخمونکا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جاوے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لیجاوے بقدر اوسکے پھر اوتنا
قطع کیا جاوے ھم کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قران والجروح قصاص یعنے زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی
واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا یقاد اجماعاً کما لا قود فیما بعدھا کالھاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوھرۃ فلیحفظ
اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنے کیا ہے تو اسمیں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ جیسا کہ ہاشمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شرنبلالی نے یہہ قول
جوہرہ کیطرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبی ولا قود فی جلدۃ الراس والبدن ولحم الخد والبطن والظہر پھر زاہدی نے
مجتبی میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں ھم شاید کہ یہہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط
سمحاق مراد ہے عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں اونمیں حکومت عدل ہے جبکہ اچھی ہو جاوے
تو شجاج میں بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اوسمیں کچھہ نہیں اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم
ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی اللطمۃ والوکزۃ والوجاءۃ ط اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب شدید میں ھم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم
نہیں وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اوکھاڑنے میں پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحد نصف دیۃ ولو
مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھہ کی سب اونگلیوں کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچون انگلیاں ہتھیلی کے ساتھہ کٹ گئی ہوں اسواسطے کہ
ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے ھم نصف دیت پچاس اونٹ یا پانسو دینار یا پانچہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل ل
لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھہ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھہ نصف دیت واجب ہے ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب
ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پانوں کی انگلیاں آدھی پنڈلی کے ساتھہ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی
کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرھا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع
میں جسمیں ایک اونگلی یا دو انگلیاں ہیں دسواں حصہ دیت کا یا پانچواں دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک اونگلی میں دسواں
حصہ ہے اور دو اونگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شیء فی الکف عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع
فانہ لا شیء فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھہ واجب نہیں قطع کف میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جیسا کہ اگر کف میں
تین اونگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھہ واجب نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے ھم یعنی جسطرح کف میں کچھہ واجب نہیں
جبکہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسیطرح تین اونگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھہ نہیں ہے اور یہہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھہ کی پوری دیت
واجب ہے اسواسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر اونگلی میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبری
الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وھکذا وافتی المصنف
اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھہ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہہ کہ اوسکا ہاتھہ گردن کے پیچھے نہیں پہونچتا تو بقدر نقصان کے سوالی دیت
دیت سے لیا جائیگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسیطرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کیا چاہیے اور مصنف نے شرح
میں اس قولکو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا ہے ولو قطع مفصلاً من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل الکف لزم دیۃ

المقطوع فقط وسقط القصاص فافهمه وان خالف الدرر كذا ذكره الشرنبلالية وسيجي متنا اور اگر اونگلی کی ایک پور مفصل سے
کاٹی سو باقی اونگلی خشک ہوگئی یا اونگلیاں قطع کین سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو تم سکو سمجھ لے اگرچہ یہہ قول درر کے
مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن مین اویگا ھم نہایہ مین شرح طحاوی سے اجماعی مسئلہ یون مذکور ہے کہ جو عضو شل ہوگیا اوسکی دیت واجب ہے
اگر وہ اونگلی ہے تو اونگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی مین ہے کہ جب تمام اونگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق
انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی مین حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدة وعين
الصبي وذكره ولسانه ان لم يعلم صحته بنظر في العين وحركة في الذكر وكلام في اللسان حكومة عدل اور پانچ سے زیادہ اونگلی
مین اور صغیر کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اوسکی زبان مین حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اوسکی معلوم نہو آنکھہ مین تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل مین جنبش کرنے
سے اور زبان مین بولنے سے ھم زائد اونگلی مین خوشنمائی نہین جو دیت واجب ہو اور آنکھہ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہین پہر جب وجود منافع معلوم نہین تو
شک سے پوری دیت واجب نہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحة فكالبالغ في خطأ وعمد اذا ثبت ببينة او باقرار الجاني
وان انكر او قال لا اعرف صحته فحكومة العدل جوهرة پہر اگر صغیر کی آنکھہ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اوسکا حکم جوان کی مانند ہے خطا یا عمد مین جبکہ
گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے مین اوسکی صحت کو نہین جانتا ہون تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحة
اذهبت عقله او شعر رأسه في الدية لدخول الجزء في الكل كمن قطع اصبعا فشلت اليد اور اوس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے
عقل اوسکی یا اوسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت مین داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جز کے کل مین مانند اوس شخص کی جسنے اونگلی دوسرے کی قطع کی
سو اوسکا ہاتھہ خشک ہوگیا تو اونگلی کی دیت ہاتھہ کی دیت مین داخل ہو جاویگی ھم عقل کے فوت ہو جانے سے سب عضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ
انتفاع بدون عقل کے متصور نہین تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذهب سمعه او بصره او نطقه لا تدخل لانها كاعضاء مختلفة
بخلاف العقل لعود نفعه للكل اور اگر جراحت موضحہ سے اوسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت مین داخل نہوگی
اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کی مانند ہین برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کیطرف رجوع کرتا ہے ھم جب سمع اور
اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کی مانند ہوگئی تو ایکدوسرے مین داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا
واجب ہوگی ولا قود ان ذهبت عيناه بل الدية فيهما خلافا لهما اور قصاص نہین اگر موضحہ سے دونون آنکھین جاتی رہین بلکہ دونون
یعنی موضحہ اور آنکھون مین دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ھم صاحبین کے نزدیک موضحہ مین قصاص اور آنکھون مین دیت ہے ولا بقطع اصبع شل
جارتها خلافا لهما اور قصاص نہین اوس اونگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری اونگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف
صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک اول مین قصاص ہے اور دوسرے مین دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا اصبع قطع مفصله الاعلى فشل ما بقي
من الاصبع بل دية المفصل والحكومة فيما بقي اور قصاص واجب نہین اوس اونگلی مین جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی اونگلیان خشک ہوگئین
بلکہ مفصل کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہے ھم یہہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تہا کہ متن مین آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود
او اصفر او احمر باقيها بعد كسرها بل كل دية السن اذا فات منفعة المضغ والا بان لم يفت جماله حالة التكلم فالدية ايضا
والا فحكومة عدل زيلعي فقول الدرر والا فلا شئ فيه فيه ما فيه اور قصاص نہین نصف دانت توڑنے مین جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد
سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت مین اگر ٹوٹا دانت
نظر آتا ہو بولنے کیوقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو درر کے یون کہنے مین کہ اگر چبانا فوت نہین ہے تو اوسمین
کچھ واجب نہین اعتراض اور خلل ہے ھم خلل یہہ ہے کہ اوسمین نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ باوجود عدم فوت مضغ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے

بدنمائی کے سبب سے ارش نہیں تو حکومت عدل ہو کما صرح به الزیلعی قوله الاصل ان الجنایة متی وقعت علی محلین متباینین حقیقة فارش احدهما
لا یمنع قود الاٰخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدهما یمنع القود یہ دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب
جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقہ جداگانہ ہیں جیسا کہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت
ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کر دے جیسا کہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ہم زیلعی میں ہے کہ امام
کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں
باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنه بعد مضی حول ثم
نبتت بعد ذالک لتبین الخطا حینئذ وسقط القود للشبهة اور دیت واجب ہے اوس شخص پر جس نے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے
کے بعد پھر بعد اوسکے اوسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اوسوقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے
شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے جو دانت جمنے سے پہلے و فی الملتقی ویستأنی فی اقتصاص العین والموضحة حولا وکذا لو ضرب سنه
فتحرکت لکن فی الخلاصة الکبیر الذی لا یرجی نباته لا یؤجل به یفتی قلت وقد یوفق بما نقله المصنف وغیره عن النهایة الصحیح
تاجیل البالغ ایضا الی السنة لان نباته نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا
چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی جس سے وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اوسمیں تاجیل اور انتظار
نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور کا سے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اوس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ
کی اوسکے چنگے ہو جانیکے واسطے تا تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے ہم وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال خلاصہ
کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اوس سے تاجیل الی الصحة ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکو مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں
کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہے اور
ندرت نبات کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعها فردت ای ردها صاحبها
الی مکانها ونبت علیها اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اوکھاڑا اسواسطے والے نے دانت کی مکانپر پھر اوسکو رکھدیا
اور پھر اوسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں و فی النهایة قال شیخ الاسلام ان عادت
الی حالتها الاولی فی المنفعة والجمال لا شیء علیه کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے
منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اوس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اوٹھے وکذا الاذن اذا الصقها فالتحمت یجب الارش
لانها لا تعود الی ما کانت علیه درر اور اسیطرح کان جبکہ اوسکو قطع کے بعد چپکا لیعنی ٹانکے دیکر سو گوشت سے جمگیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر
ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تہا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانه یسقط الارش عنده کسن الصغیر خلافا لهما
مگر یہ کہ دانت اوکھاڑ گیا پہر دوسرا دانت جم اوٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے
برخلاف صاحبین ہم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اوکھاڑنے اور پہر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جمنا
اوٹھنا یہ نعمت جدید ہے حق تعالی کیطرف سے ولو نبتت ملتویة فحکومة عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اوسمیں حکومت عدل ہے ولو نبتت الی
النصف فعلیه نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اوسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی ظفر نبت کما کان اور ناخن
میں کچھ دیت نہیں جو جم اوٹھا جسطرح کہ پہلے تھا ہم اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ اوگا تو اوسمیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں
کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او التحم شجة او جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق له اثر فانه لا شیء فیه یا سر کا زخم بہر گیا جسکا

ہوگیا یا بدن کا نشان جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کے ضرب سے چنگا ہوگیا اور اوسکا نشان باقی نرہا تو اوسمین کچھ دیت نہیں ہے اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور زوال نفع ہے سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہیں جیسے ضرب درد ناک غیر فاحش مین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہیں ہان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وھی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الادویۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہو یعنی حکومت عدل ہو اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لاحق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لا خلاف بینھما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقدمنا نحوہ عن المجتبیٰ ذکر ھنا عنہ روایتین فتنبہ اور طحاوی کی شرح مین ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہا درد کی تفسیر اجرت طبیب و مداوات واقع ہوئی ہے بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول مین مخالفت باقی نرہی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کرچکے ہین مجتبیٰ سے صاحب مجتبیٰ نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین سو خبردار رہیو ہم دو روایتون سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجائے پھر اوسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجائے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہوسکتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہیں لیا جاتا زخم کا مگر اوسکے چنگے ہو جانیکے بعد برخلاف شافعی کے ہم سند احمد اور دارقطنی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہو جاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات مین انجام اونکا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہیں معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطأ بخلاف السکران والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بد فہم اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے اونکا عمد خطا نہیں وعلی عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اوسکی مددگار برادری پر دیت ہے اگر دیت کے بیسوین حصہ تک پونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ دیت سے کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسلیے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہیں ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاوےگا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح مین ہے ضرب صبی سن صبی فانتزعھا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان لم تنبت فعلی عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا اسواوسکو اوکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اوسکے مددگارون پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب عجم کا ہو ورنہ تو خود اوسکی مال مین دیت ہے اور ہم عنقریب دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین ثم اعلم فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملہا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتتارخانیہ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانی کے مددگار متحمل نہیں ہوتی بنا بر قول صحیح کی طرح یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر مین ہے منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین

یہ فصل ہے بچہ شکم کے مسائل مین جنین اوس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہے ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل خرج الامۃ والبھیمۃ وسیجئ حکمھا قلت بل الشرط حریۃ الجنین دون امہ کامۃ حملت من سیدھا او من المغرور فمنہ الغرۃ علی العاقلۃ درر عن المجتبیٰ فالعجب من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا اور عنقریب اونکا حکم آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ شکم کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اوسکی ماں کا سیانچہ وہ لونڈی جو اپنی مالک سے حاملہ ہوئی یا فریب دینے والے سے حاملہ ہوئی تو اوسکی بچہ مرجانے

مین غرہ یعنی دیت ہو قاتل کی عاقلہ پر کذا فے الدرر عن الزیلعی تو مصنف سی تعجب ہے کہ اونسے حریت جنین کی شرط کو کیونکر بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا ہی یہان اوسکے مخالف بیان کیون کیا ہم قرب شکم نشان ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اولہ ھذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب یعنی یہودی یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہو شارح کہتا ہے غرہ شہر عبارت ہو اول شہر سے اور یہہ دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہو ہم شارح نے یہہ وجہ تسمیہ بیان کی غرۃ بضم غین معجمہ و تشدید راء عبارت ہو عمدہ مال سے جیسا کہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط مین ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منھما خمسمائۃ درھم غرہ عبارت ہو دیت کی بیسوین حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ہم مرد کی دیت دسہزار درم تو اوسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہی تو اوسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ ولنا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور امام شافعی نے کہا تین سال کے اندر دیت کی مانند واجب ہین اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم معجم طبرانی مین حدیث طویل سی مروی ہو غرۃ عبد او امۃ او خمسمائۃ اور صحیحین مین ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کی جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اوسمین سنہ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن مسیب سی روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس جنین مین جو اپنی ماں کے پیٹ مین مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سی روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی

فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ یعنی اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہو ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اوسکی مرگئی تو ماں مین دیت واجب ہے اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ فعل متعدد ہوجاتا ہی اپنے اثر کے تعدد سی ہم چنانچہ ایک شخص کے تیر اسواسطے مارا کہ پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا تو ہر ایک پر دو دیتین واجب ہین اگر دونون فعل از راہ خطا ہین اور اگر اول عمد ہے تو قصاص اور دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الذخیرۃ یتعدد الغرۃ لو میتین فاکثر انتھی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لو ادرکہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچہ مردہ ہوکر ساقط ہون یا زیادہ انتہی ما فی الذخیرہ مین کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اوسکو مصرح نہین دیکھا تو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہئے ہم جوہرہ مین ہی کہ اگر حاملہ دو جنین گراوے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک تو زندہ نکل کے مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہو ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچہ مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہو اور اگر ماں کے مرنیکے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اوسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہو اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہو ہم امام اعظم کی دلیل یہہ ہے کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اوسکا جینا اوسکے جینے سی ہو اور اوسکا دم لینا اوسکے دم لینے سی تو جنین کی موت اوسکی ماں کی موت سی ثابت ہوتی ہو اور یہہ احتمال بھی ہو کہ صدمہ ضرب سی جنین مرا ہو تو شک سی ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا پھر مرجانیکے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین جیسا کہ اوس صورت مین دو دیتین واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون مرگئے وما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ لانہ بدل نفسہ اور جنین مین جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ موروث ہے یعنی جنین کے وارث اوسکو بطریق میراث کے پاوینگے اور اوسکی ماں اوسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منھا

فلو ضربت بطن امرأته فالقت ابنه ميتا فعلى عاقلة الاب غرة ولا يرث منها لانه قاتل اور جنین کا مارنے والا غیر جنین کی میراث پا دیگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا اسو ضارب کا بیٹا اوسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اوسکا غرہ سے میراث نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہے یعنی قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کیواسطے میراث مقتول کی نہیں نص سے وفي جنين الامة الرقيق الذكر نصف عشر قيمته لو كان حيا و عشر قيمته لو انثى لما قررنا ان ديتها قيمتها اور لونڈی کی جنین مملوک ذکر میں اوسکی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اوسکی قیمت ہے ہم تعیین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اوسکی رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اوسکی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اوسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ ہو مذکر کے واجب سے اسواسطے کہ وہ اکثر ہے لیکن اسکا جواب شارح نے انہیں لفظوں میں دیا ولا يلزم زيادة الانثى لزيادة قيمة الذكر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زیادہ ہونے قیمت مذکر کے غالبا ہم یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اوسکی ہمصورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہوگا کذا فی صدر الشريعة وفيه اشارة الى انه اذا لم يمكن الوقوف على كونه ذكرا او انثى فلا شيء عليه اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اسطرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین شارح تابع ہو گیا ہے قہستانی کا اور شمنی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثی مشکل کی مانند انتہی عینی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہے خنثی مشکل کی مانند چنانچہ کسی نے خنثی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسیطرح یہاں یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی كما لو القى بلا رأس لانه انما يجب القيمة اذا نفخ فيه الروح ولا نفخ من غير رأس ذخيرة چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اوسمیں کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ قیمت تو اوسصورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخيرة في مال الضارب للامة حالا جنین مملوک میں اوسکی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اوس شخص کے مال میں واجب ہے جسنے بالحال لونڈی کو مارا ہم ضارب کے مال میں اسواسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہیں اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے لونڈی ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القته حيا وقد نقصتها الولادة فعليه قيمة الجنين لا نقصانها لو بقيمته وفاء به والا فعليه تمام ذلك مجتبى اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اوسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبى ہم مثلا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۷۵ درم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۲۵ درم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۲۰ درم ہو تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہیں وقال ابو يوسف فيه نقصانها كما في البهيمة اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کی جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعي فيه عشر قيمة الام صدر الشريعة ولا يخفى انها للمولى اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اوسکے ماں کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشريعة اور پوشیدہ نہیں ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے فان حرره اي الجنين سيده بعد ضربه ضرب بطن الامة فالقته حيا فمات ففيه قيمته حيا للمولى لا ديته وان مات بعد العتق لتقوم الملك حالة الضرب پھر اگر جنین کو اوسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو اوسمیں بچہ زندہ کی قیمت مالک کیواسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہو یعنی قتل اسکا ضرب سابق سے ہوا اور وقت ضرب حالت رق میں ہوا تھا کذا فی صدر الشريعة وعند الثلاثة يجب دية وهو رواية عنا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہی قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا

أحد الولدين حيا مجروحا بالسيف والآخر ميتا وبه جراحة السيف وماتت أيضا يقتص لأجل الزوجة لأنه عمد وعلى عاقلته دية الولد الحي إذا مات ويجب غرة الولد الميت لأنه لما ضرب ولم يعلم بالولد في بطنها كان الضرب خطأ ترجمہ میں ہے

ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اوسکے پیٹ کو کاٹا اور اوسکے پیٹ سے دو بچے نکلے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہوکر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اوسکو تلوار کا زخم ہو رہا ہے اور عورت بھی مرگئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہہ عمد ہی اور مرد کی عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہی جبکہ وہ مرگیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اوسکے پیٹ کو دو بچوں کو نہیں جانتا تو یہہ ضرب ابتدا خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره

یہہ باب ہی اون مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بناوے لما ذكر القتل مباشرة شرع فيه تسبيبا فقال جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اوس قتل میں جو بطریق تسبیب کے ہو سو ارشاد کیا قول کہا مترجم قتل بطریق مباشرت کر یہہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہہ ہے کہ مثلا دیوار بنادی اور اوسکے نیچے دبکر کوئی مرگیا ومن أخرج إلى الطريق العامة كنيفا هو بيت الخلاء أو ميزابا أو جرصنا كبرج وجذع وممر علو وحوض طاقة ونحوها عيني أو دكانا جاز إحداثه إن لم يضر بالعامة ولم يمنع منه فإن ضرَّ لم يحل كما سيجيء شارع عام میں پاخانہ اور پرنالہ نکالا یا مجرصن بنایا چنانچہ برج اور چھجا اور چبوترا اور پیش طاق کا حوض اور مانند اسکی اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بھی نکرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں چنانچہ آگے آویگا مترجم جرصن بضم جیم و صاد و سکون را مہملہ و تخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اوسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا جرصن برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں گو تفسیر میں ہے کذا فی الطحطاوی ولكل واحد من أهل الخصومة ولو ذميا منعه ابتداء ومطالبته بنقضه ورفعه بعده أي بعد البناء سواء كان فيه ضرر أو لا وقيل إنما ينقض بخصومته إذا لم يكن له مثل ذلك وإلا كان متعنتا زيلعي اور اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اوسکا روک دینا ابتدا سے اور اوسکی توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اوسمیں ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف یہہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اسوقت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی مترجم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگرچہ کسیکو ضرر نہو بشرطیکہ اوسنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں اونکو چلنے کا اور اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقض کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت سے نہیں کذا فی الطحطاوی هذا كله إذا بني لنفسه بغير إذن الإمام یہہ تمام مذکور اسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کیواسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے مترجم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسیکو مزاحمت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور اگر باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہوا اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین و قہستانی میں یوں ہے کہ صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نکرے کذا فی الطحطاوی زاد الصفار ولم يكن للمطالب مثله صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنیوالیکا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے مترجم یہہ وہی قول ضعیف ہی جو مذکور ہوچکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی وإن بنى للمسلمين كمسجد ونحوه أو بنى بإذن الإمام لا ينقض اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کیواسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اوسکی یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجاویگا مترجم فقہا کے کلام سے صریحا معلوم

باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره

ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ مین درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقص کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا ہو تو منع اور رفع اوسپر بھی وارد
ہوگا کما لایخفی اور اوسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو کسیکو ضرر کرے اوسکا احداث جائز نہین اور جو جائز نہین وہ قائم نرکھا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین
کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی وَإِنْ كَانَ يَضُرُّ بِالْعَامَّةِ لَا يَجُوزُ إِحْدَاثُهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ اور
اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو اوسکا احداث اور اوسکا بنانا جائز نہین بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوٰة والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پونہچانا اور ضرر کا بدلا
دینا اسلام کا طریقہ نہین ہے ھم یہہ حدیث جابر سے طبرانی مین اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ مین اور ابن عباس سے ابن ماجہ مین اور ابو سعید خدری سے مستدرک
حاکم مین اور ابو ہریرہ سے دارقطنی مین اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی مین مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہہ ہے
کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پونہچائے یعنی اوسکی حق تلفی نکرے اور نہ ضرر کی جزا دے اوسکو ضرر پونہچاکر اور بعضون نے کہا کہ ضرر یہہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہوا اور تجکو اوسمین
نفع ہوا اور ضرار یہہ ہے کہ دوسرے کو تو منفعت پونہچا دے اور تجکو اوسمین کچہہ نفع نہین اور بعضون نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہوتا ہے اور ضرار دونون طرف سے اور بعضون نے کہا ضرر
اور ضرار متحد المعنی ہین بغرض تکرار ہے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ مین اکمل نے کہا ضرر ابتداء اور ضرار جزاء یعنی بدلا لینے مین اپنی مقدار حق سے تعدی کرنا
چاہیئے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنی تو اوسکو ضرر پونہچاوے جسنے تجکو ضرر پونہچایا واللہ اعلم وَالْقُعُودُ فِي الطَّرِيقِ لِبَيْعٍ وَشِرَاءٍ يَجُوزُ إِنْ لَمْ يَضُرَّ بِأَحَدٍ
وَإِلَّا لَا عَلَى هَذَا التَّفْصِيلِ السَّابِقِ اور راہ مین بیٹہنا بیچنے اور خرید کرنے کیواسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہین تو جائز نہین بموجب اسی تفصیل
سابق کے ھم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین درخت لگانے کا وَهَذَا فِي النَّافِذِ وَفِي غَيْرِ النَّافِذِ لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَصَرَّفَ بِإِحْدَاثٍ مُطْلَقًا
أَضَرَّ بِهِمْ أَوْ لَا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ لِأَنَّهُ كَالْمِلْكِ الْخَاصِّ بِهِمْ اور یہہ حکم حدث کا شارع عام نافذ کا تہا جو دوسری طرف سے بند نہین ہے اور کوچہ غیر نافذہ مین تو
کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہین خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ
اونکی ملک خاص کی مانند ہے ھم شارح اس تعبیر مین صاحب درر کا تابع ہو گیا اور ہدایہ مین مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثُمَّ الْأَصْلُ فِيمَا جُهِلَ حَالُهُ
أَنْ يُجْعَلَ حَدِيثًا لَوْ فِي طَرِيقِ الْعَامَّةِ وَقَدِيمًا لَوْ فِي طَرِيقِ الْخَاصَّةِ رحمتی پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ قاعدہ کلیہ اوس احداث مین جسکا قدیم اور
جدید ہونا معلوم نہین یہہ ہے کہ اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ھم تو اگر احداث جدید ہو تو امام
کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فَإِنْ مَاتَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بِسُقُوطِهَا عَلَيْهِ
فَدِيَتُهُ عَلَى عَاقِلَتِهِ أَيْ عَاقِلَةِ الْمُخْرِجِ لِتَسَبُّبِهِ پہر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اوسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اوسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے
عاقلہ پر واجب ہے اسلئے کہ وہ اوسکی سبب بنا ہے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اوسکے مددگارون پر دیت لازم ہوئی كَمَا تَدِي الْعَاقِلَةُ لَوْ حَفَرَ بِئْرًا فِي طَرِيقٍ
أَوْ وَضَعَ حَجَرًا أَوْ تُرَابًا أَوْ طِينًا مُلْتَقًى فَتَلِفَ بِهِ إِنْسَانٌ لِأَنَّهُ سَبَبٌ جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنوان کہودا راہ مین یا پتہر رکہا یا
خاک یا مٹی راہ مین پہیرکی کذا فی الملتقی سو اوسکی سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فَإِنْ تَلِفَ بِهِ أَيْ بِوَاحِدٍ مِنَ
الْمَذْكُورَاتِ بَهِيمَةٌ ضَمِنَ فِي مَالِهِ إِنْ لَمْ يَأْذَنْ لَهُ الْإِمَامُ پہر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ مین سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دکان یا راہ کے
کنوئین یا پتہر سے کوئی جانور تلف ہو گیا تو محدث کے مال مین اوسکا تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اوسکا اذن نہ دیا ہو ھم وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ
پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم
تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ مین کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا اور اوسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنی ملک مین چنانچہ قہستانی
مین ہے اور اذن سلطان کی مانند اذن اہل محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ مین تو عدم اذن امام راجع ہے اول کلام تک یعنی فَإِنْ مَاتَ أَحَدٌ تک کذا فی الطحطاوی
فَإِنْ أَذِنَ لَهُ الْإِمَامُ فِي ذَلِكَ أَوْ مَاتَ وَاقِعٌ فِي بِئْرِ طَرِيقٍ جُوعًا أَوْ عَطَشًا أَوْ غَمًّا لَا يَضْمَنُ بِهِ يُفْتَى خِلَافًا لِلثَّانِي پہر اگر سلطان نے
اوسمین یعنی کنیف وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئین کا گرنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہین

اسی قول پر فتوی ہے بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک سب صورتوں مین ضمان ہے ھ غم سے یہاں مراد وہ امر کار کنا ہے کنوئین کی ہوا سے ان اشیا مین ضمان
اسواسطے نہوا کہ کنوئین کا گڑھا سوا الا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اوسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے مر جاوے کذا فی الزیلعی —
ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا اور
پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اوسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک مین تھی تو مالک خانہ کی
تعدی نہوئی جو اوسپر تاوان آتا وان اصابه الخارج او وسطه برازیه فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا
اوسکا درمیان کسیکے لگا کذا فی البزازیه تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اوسکی تعدی کے سبب سے ھ تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا مین اوسنے پرنالہ نصب کیا کذا
فی الزیلعی اور لمبا پرنالہ لگانے مین ضرورت بھی نہین اسواسطے کہ دیوار مین چھوٹی پرنالہ ہوسکتا ہے کذا فی الهدایه طحطاوی نے کہا کہ ضمان اوسیصورت مین ہے جبکہ سلطان
یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانیکا اذن نہ دیا ہو جیسا کہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسیطرح مسائل
آئندہ مین انتہے ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع
لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہو جاتا اوس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع
کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھ خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے
ہے کہ فعل اوسکا منسوخ نہین ہوگیا اوسکی ملک زائل ہونیسے برخلاف دیوار مائل جبکہ اوسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری مین دیوار گر پڑی اور کوئی مر گیا تو
نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلئے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی
ولو اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منهما اصابه ضمن
النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونو طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور دونو یعنی دونو طرفونکا اوسپر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے
والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائگان ہے اور اگر معلوم نہین کہ دونو طرفون سے کون طرف اوسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان
بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی ھ قیاس یہ ہے کہ درصورت عدم علم کچھ واجب نہو کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان
نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال مین پورا ضمان ہوسکتا ہے اور دوسرے حال مین کچھ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن
نحی حجرا وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول انتسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اوس پتھر کو جو دوسرے شخص نے
راہ مین رکھا تھا پھر اوس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مر گیا تو کنارے پر کرنیوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ مین رکھنے والیکا منسوخ ہوگیا
دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول کمن حمل علی راسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی آخر وکمن
جعل حصیرا او قندیلا او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصا او بواری ابن کمال او جلس فیه لا للصلوة ولو لقرآن او تعلیم
فعطب به احد کا عطب نے ضمن خلافا لهما اوس شخص کی مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اوسمین سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا
یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد مین لگیا یعنی مسجد مین پتھریون یا چٹائیونکا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوا نماز اور فعل کیواسطے مسجد مین بیٹھا
اگرچہ قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اوسکے سبب سے تلف ہوگیا جیسا کہ اندھا چٹائی مین الجھکر یا پتھریون مین ٹھوکر کھا کر مر گیا تو عامل یا ملصق پر یا جالس
پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم نہوگا اوس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی
جسکو وہ اوڑھے تھا اور اوسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا ھ حامل اور لابس مین فرق یہ ہے کہ حامل شی اوسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامة
مین اوسپر کچھ حرج نہین اور لابس ملبوس کی محافظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامة مین اوسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی وادخل هذه الاشیاء
المذکورات فی مسجد حیه ای محلته لان تدبیر المسجد لاهله دون غیرهم ففعل الغیر مباح فتقید بالسلامة یعنی اشیاء مذکورہ

یعنے چٹائی یا قندیل یا پتہر یا ان اپنے محلہ کی مسجد مین لٹکایا اور کوئی شخص اوسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ اونکے سوا اور لوگونپر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا ھ ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونونکا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فيه للصلوة الحاصل ان الجالس للصلوة في مسجد حيه او غيره لا يضمن ولغير الصلوة يضمن مطلقا خلافا لهما والمستظهر في الشرنبلالية معزيا للزيلعي وغيره قولهما وقد حققته في شرح الملتقى یا بیٹھا مسجد مین نماز کے انتظار کیواسطے اور کوئی شخص اوسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہین خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کیواسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد مین بیٹھا تو اوسپر ضمان نہین اور نماز کے سوا اور فعل کیواسطے بیٹھا تو اوسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد مین ہو یا غیر محلہ کی مسجد مین برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہین خواہ نماز کیواسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ مین صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کیطرف نسبت کرکے اور مین نے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین ھ زیلعی مین حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اوسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلئے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی مین ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفيه و لو استأجره ليبني او ليحفر له في فناء حانوته او داره فتلف به شيء ان قبل فراغه فعلى الاجير وان بعده فعلى الآمر كما لو كان في غير فنائه ولم يعلم به الاجير فانه على فعليه كما لو امره بالبناء في وسط الطريق لفساد الامر ملتقی مین ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بناوے یا اوسکی واسطے کنواں کہودے اوسکی مکان یا گہر کے پیش دروازے مین سو اوسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اوسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنیوالے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہوا اور مزدور اوسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہو پہر اگر جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اوسنے تعمیر کیواسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ ملک مستاجر کی نتہی تو اوسکا امر کرنا باطل تہا پہر جب باوجود اسکی مزدور نے تعمیر پر جرأت کی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر هو فنائي وليس حق الحفر فعلى الاجير قياسا لعلمه بفساد الامر فيا غره وعلى المستأجر استحسانا انتهى قلت وقد قدم هو وغيره القياس هنا وظاهره ترجيحه سيما على ذات دراية الملتقى من تقديمه الاقوى فتأمل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش در ہے اور مجہکو کنواں کہودنے کا حق نہین ہے یعنی پہر باوجود اسکے مزدور نے وہان کہودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اوسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی مین کہتا ہون اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے بیان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور ظاہر تقدیم اوسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قویتر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سوا اسکے تامل کر ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کہودنیکا امر ظاہرا اپنی ملک مین کیا اسواسطے کہ پیش در مین آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکہنا اور کہوٹا باندہنا وغیر ذلک من التصرفات درست ہین تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حفر بالوعة في طريق بامر السلطان او في ملكه او وضع خشبة فيها اي الطريق او قنطرة بلا اذن الامام وكذا كل ما فعل في طريق العامة فتعمد رجل المرور عليها لم يضمن لان الاضافة الى المباشر اولى من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کہودا راہ مین سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک مین کہودا یا لکڑی رکہی راہ مین یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور یہی حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جو شارع عام مین بنائی گئی پہر کسی مرد نے اوسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہین اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کیطرف اولی ہے متسبب کیطرف سے ھ یہ تعلیل سے پہلے دو مسئلون کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آبریز باذن امام کہودنا یا اپنی ملک مین کہودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اوسپر عمدا چلنا نسبت الی الواضع کا قاطع ہے اور واضع متسبب ہے اور چلنیوالا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی وبهذا تبين ان المتسبب انما يضمن في حفر البئر ووضع الحجر اذا لم يتعمد الواقع المرور

کذا فی المجتبیٰ اور اس کلام یعنی عدم ضمان تعمد سے ظاہر یہہ ہوگیا کہ متسبب پر اوسی صورت مین ضمان لازم ہوتا ہے کنوان کہودنے اور پتہر راہ مین رکہنے مین جبکہ اوسکا کرنا بالقصد اوسپر مردود ہو کذا فی المجتبیٰ وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبھذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبیٰ مین ہے کہ مکہ معظمہ یا اوسکے سوا میدانونکی راہ مین کنوان کہودا اور اوسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کہودنیوالے پر ضمان نہین بر خلاف شہرون کے مین کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ مین شہر ونکی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلونکی اسواسطے کہ شہرونمین راہ مین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانونکی راہ مین

ولو استأجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرھم فمات احدھم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقع علیہم بفعلھم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعل جانیہ وغیرھا زاد فی الجوھرۃ وھذا اذا کان البئر فی الطریق فلو فی ملک المستأجر فینبغی ان لا یجب شیء لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتھی اور اگر کسی نے چار شخصونکو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کہودنے کو سو کنوان ان سب پر پہٹ کر گر پڑا اونکے کہودنیکے سبب سے سو اونمین سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چوتہائی دیت واجب ہے اور چوتہائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان اونپر گرا اونکے فعل کے سبب سے تو مرنیوالا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتہیونکی جنایت سے تو اوسقدر دیت ساقط ہوگی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگئی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہہ حکم اوسی شرط پر ہے جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر مستاجر کی ملک مین ہوگا تو لائق یون ہے کہ کچہہ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اوسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرہ قلت وکیف حکم جواب حادثۃ ھی ان رجلا لہ کرم دار ضہ تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کاراضی بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ مدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بھا بغرس الاشجار وغیرہ فیستأجر ھذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئر البغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فتسقط علی احدھم ھل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شیء علی المستأجر وکذا علی الاجراء کما یفیدہ کلام الجوھرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم مین کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین کا ہے مملوک ہوتی ہے اور اوسپر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبہی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے مین مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اوسکا خراج دیا کرتا ہے اور اوس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگاکر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کہودنے کیواسطے تاکہ اوس مین انگور وغیرہ کے درخت جماوے سو کنوان پہٹ پڑا ایک مزدور پر تو اوسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہین مصنف نے شرح مین کہا اس حادثہ اور اسکی مانند مین عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اور اسیطرح اور مزدور پر کچہہ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی جو کتب فتاوی مین مذکور ہے بلا قید کہ جو کہودنے مین تلف ہوا اوسکا ضمان ہے سو مراد حفر نے الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم ھ یہہ جو کہا کہ زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر مین ہے مدت طویل سو مراد اوس سے یہہ ہے کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہہ مراد نہین کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا مین یہہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہا دین سے منصوص نہین تو حکم متعدد نہین ہو سکتا اور حادثہ بہی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک حفر فی الطریق کی مغائر ہے واللہ اعلم کذا فی الملتقط اور **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے لو استأجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قبل فراغھم من عملھم فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن مسلما الی رب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چہجا یا چہتا نکالنے کیواسطے سو چہجا یا چہتا گر پڑا اسواسطے کسی آدمی کو قتل کیا اونکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کاریگرون پر ہے نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کیواسطے وہ مسلم نہین ہوا وضع ملو فرش الماء بحیث یزلق وھو مستعمل الطریق اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چہڑکا اسطرح پر کہ اوس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور چہڑکا تمام راہ مین ھ اور اگر چہڑکا تہوڑا خصوصیا

تمام راہ مین جبر کا وہین ہے تو ضمان نہین ولو ربی فناء حانوت باذن صاحبه فالضمان علی الامر استحسانا وتمامه فی الملتقی اور اگر
اپنی جبرا دوکان کے سامنے بغیر اجازت دوکاندار کے اوسکے مالک کی اجازت سے بنوایا تو امر کرنیوالے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے

فصل

فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی ہوئی دیوار کے مسائل مین مال حائط الی طریق العامة ضمن ربه ای صاحبه ما تلف به
من نفس انسان او حیوان او مال جہاں جھک گئی دیوار شارع عام کیطرف تو دیوار کا مالک یعنی اوسکا صاحب ضمان دیگا اوس چیز کا جو تلف
ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ھ شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک
مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اوسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح
بیان کریگا ان طالب ربه حقیقة او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلة الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ
دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقة مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنیوالا اور ناظر واقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر
ضمان لازم آویگا وکالقیم الولی والراهن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کی مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے
ھ ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسا وسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہین کہ اوس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے
اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبضہ مین کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہو گی حال کتابت مین
تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اوسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اوسکی ادا قیمت مین سعی مکاتب پر
واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اوسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اوسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی
وکذا احد الشرکاء ولو الورثة استحسانا اور اسیطرح ناظر وقف کی مانند شریکون مین سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہون اونکی وارث ہون
باعتبار استحسان کے ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکون سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہوکر دیوار کو ڈھا دین تو ایک شریک
بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہو کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہین نعم فی الظہیریة لو مات وترکه
عن ابن فقط ودین مستغرق فصح الاشهاد علی الابن وان لم یملك الدار بحث البرجندی وغیره بان ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک مر گیا
فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑکر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ھ تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی الشرح بنقضه مکلف مسلما او ذمیا یعنی من اهل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد
اذن ولیه ومولاه بالخصومة زیلعی حرا او مکاتبا ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اوسکی توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان
ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل طلب ہے کاتہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اوسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اوسکے مالک کا اذن بخصومت
کیواسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشهد ای وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ھ تو وجوب ضمان مین طلب شرط ہے
نہ اشہاد اور یہ اشہاد جو کتب فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اوسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اوسکی اثبات پر قدرت حاصل
رہے تو اشہاد واسطے احتیاط کے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اوس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم
ہو چنانچہ یون کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اوسکو گرا دے تا ساقط ہوکر کسی چیز کو تلف نکرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھکی ہوئی
ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب کرنیوالا شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تمکو دیوار کا ڈھانا
مناسب ہے تو یہ طلب نہین ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب کرنا صحیح نہین دیوار کے
جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انه لو ینقضه وهو یملك نقضه فی مدة یقدر علی نقضه فیها صاحب دیوار مائل پر ضمان جب
ہے کہ طلب کے بعد استحکام کرے اوسنے دیوار کو نگرایا اور حالانکہ وہ اوسکے گرانے کا مالک ہے اوسقدر مدت مین جسمین اوسکے ڈھانے پر قادر ہے ھ یعنی طلب

بیت ... تو اس سے ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے ڈھانے کی فرصت نہ پائی کہ گر کر کسی پر پڑی اور ہلاک ہوا تو ضمان تلف اوس پر
لازم نہوگا بعلت عدم قدرت کے علی النقض لان دفع الضرر العام وجب صاحب دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب
ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریع ممتنع ہو تو راہ بند ہو جاوے گی کیونکہ خوف سے لوگ راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب
ہے اور یہ امر اکثر ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ
ہلاک جان کے خوف سے اوس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑ جاتا ہو كذا في الطحطاوى ثم ما تلف به من النفوس فعلى العاقلة وما من الاموال فعليه
لان العاقلة لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار جھکنے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اوسکی دیت صاحب دیوار کے مددگار پر
ہے اور جو مال تلف ہوا ہو تو اوسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے ولا ضمان الا بالاشهاد على ثلثة
اشياء على التقدم اليه وعلى الهلاك بالسقوط عليه وعلى كون الجدار ملكا له اى من وقت الاشهاد الى وقت السقوط
ولذا قال اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کیطرف طلب ہدم متقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت ہوئی اوسپر گر پڑنے کے
سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اوسکی ملک ہے یعنی اشہاد کیوقت سے سقوط کیوقت تک اوسکی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول آئندہ کو ذکر کیا
ولو تقدم الى من لا يملك نقضه ممن يسكنها باجارة او اعارة او الى المرتهن او الى المودع لا يعتد به لعدم قدرتهم على
النقض اور اگر طلب ہدم اوس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اون لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہو اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا
امانت دار کیطرف طلب ہوئی تو اوس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں
وحينئذ فلو سقط بعد التقدم لمن ذكر و اتلف شيئا فلا ضمان اصلا لا على ساكن ولا على مالك اور اسصورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی
اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے
ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اوسپر اشہاد نہوا نہ طلب كما لو خرج الحائط عن ملكه ببيع او غيره كهبة حاوى
القدسى وكذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحكم بلحاقه ثم عاد او افاق خانيه چنانچہ اوسصورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہوگئی
اسکی ملک سے بسبب بیع یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے كذا في الحاوى القدسى اور اسیطرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا جنون مطبق
یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اوسکی لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہوشیار ہوگیا كذا في الخانيه ہم ظاہر یہ ہے
میں تسلیم ضرور ہے بطلان اشہاد کیواسطے اسواسطے کہ ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح نے اگلے قول میں کہیگا لزوال ولايته بالبيع ونحوه غیر ظاہر
ہے كذا في الطحطاوى بعد الاشهاد ولو قبل القبض لزوال ولايته بالبيع ونحوه فان عاد ملكه بعده حاوى وخانيه خروج
ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اوسکی ولایت کی بیع اور اوسکی مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پھر عود کر آئی بعد اوسکی كذا في الحاوى والخانيه ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک
ہوگا تو بھی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعله كما مر برخلاف مانند جناح کے کہ بسبب باقی
رہنے فعل اوسکے کے چنانچہ فصل سابق میں پہلی سطر میں مذکور ہو چکا ہم اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے کڑیاں راہ کیطرف
باہر نکالنا اور اوسپر عمارت بنانا كذا في صدر الشريعه اہل ہند اوسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کیطرف
اخراج جناح کیا یا مانند اوسکی کچھ بنایا پھر اوسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت
ہو تو زوال ملک اوس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مایل جنایت ہے سو مایل ہونے کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان
مال الى دار انسان من مال الحيطه ساكن باجارة او غيرها فالاضافة لادنى ملابسة قهستانى فالطلب اليه لان الحق له اور

اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کیطرف خواہ وہ مالک ہو یا بسنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اسی آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہی اسواسطے کہ خاص حق
اوسیکا ہی قہستانی نے کہا دار نقصان کی اضافت کر تعلق اور ارتباط کیوجہ سے ہی یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونو کو مطالبہ جائز کہا صحیح ہے فصح تاجیل
واذا الحائط منہا ابرء من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہی یعنی اگر ایک شخص کے گھر کیطرف دیوار مائل ہے اور اوسنے مالک
دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت میں گرا دینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہیں تو یہہ جائز ہے پھر اگر کچھ مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم ہوگا
کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یبرء لانہ
حق العامۃ وتصرف القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرۃ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل
ہوگئی راہ کیطرف سو اوسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اوسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تہی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان
تلف سے اسواسطے کہ شارع عام میں سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہی اوسمیں جو انکو نفع کرے نہ اوسمیں جو انکو ضرر کرے کذا فی
الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کے وہاں اوسیکا خاص حق ہے ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح
الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کیطرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گھر کیطرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا
اسواسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اوسقدر دیوار میں جو
اونکی مالک کیطرف مائل ہوا اور اوسقدر میں بھی جو راہ کیطرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہیں اور اگر صاحب اشہاد اہلخانہ کا غیر ہی تو اوسقدر
دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کیطرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم
ہوگیا جو شارح کے کلام میں ہی یعنی اجمال مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح وغیرہ کمیزاب لتعدیہ بہ
پھر اگر دیوار مائل بنائی سرے سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا جیسا کہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب میں ضمان لازم ہی بلا طلب بسبب
اوسکی تعدی کے مائل بنانے سے حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ
من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ الی الحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی
ایکمرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اوسکی پانچویں حصہ کا ضمان لازم
ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی اوسکی حاکم سے نالش کر کے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اوسپر
اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اگر چہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اوسکی اصلاح پر قادر ہی حاکم سے اطلاع کر کے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح سے
کہ ہو ہدم سے خواہ غیر سے دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین و
قد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہی ایک نے اوسمیں کنواں کہودا یا دیوار بنائی سو اوسکے صدمہ سے ایکمرد مر گیا
تو کہودنے والا اور بانی دیت کی دو تہائی کا ضامن ہوگا بسبب اوسکی تعدی کے دو تہائی میں یعنی دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت
سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحد وہ فعل مہلک ہی تو اوسکی نسبت ہوگی مالکوں پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایہ وشرحہا للعینی وقالا نصفہا
لان التلف قسمان معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصفا نصف ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہے
اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اوسکے حصہ میں تلف معتبر ہو اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اوسکے حصہ میں تلف باطل اور رائگان
ہے اور کنواں کہودنے میں باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہیں ہی اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہی تو دو قسمیں ہوگئیں اور انہیں دونوں پر انقسام ہوگیا
کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان ولا اشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما ینقض
من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہی یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہی دونوں کے ضمان تلف میں شارح نے کہا کہ

مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤن کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤن کے روندنے کا
والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مرّ اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور
نہیں ہو چکا لا علیہما ای لا علی السائق وقائد لان دونو پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں ہم سائق اور قائد مسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور
کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسیطرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنح ولو کان
سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کما
ای اذا کان متسببا لا یعمل بانفرادہ اتلافا کما ھنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن
راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اوسپر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار
پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے برخلاف اوس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اوسپر یقین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کیطرف مقدم ہے متسبب کی اضافت
سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی تسبب سے اوسوقت ہے جبکہ ایسا سبب کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نکرتا ہو چنانچہ یہاں ہے یعنی کھینچنے میں لیکن اوس
سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کونچنے کے مسئلہ میں آویگا اوسکے
راکب کی اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے کہ لکڑی سے اس جانور کو کونچ اور وہ کونچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون ضمان
میں ہم آئینگے اسواسطے کہ فقط کونچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الآخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا
حرین لیسا من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون نے باہم ٹکر کھائی
اور مر گئے ہون اوس صدمہ سے سو دونون چت گر پڑے ہون بشرطیکہ دونو آزاد ہون عجمی نہون اور ٹکر لگانیکے قاصد نہون اور نہ دونون منہ کے بل پٹ
گر پڑے ہون ہم وجہ ضمان یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی قوت سے مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار میں ہے کہ
اگر کسی نے سفر کیا جانور پر پیچھے دوسرا سوار پیچھے سے آیا اور اوس نے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی
حکم ہے دو کشتیون کے ٹکر کھانیکا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عبدین او وقعا علی الوجوہ ابن کمال ھدر دمہما فی العمد والخطاء
نقلہ بلا نسبۃ وغیرہا اور اگر دونون سوار یا پیدل غلام ہون یا ٹکر کھا کر پٹ گرے منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو انکا خون رائگان ہے عمدا اور خطا میں کذا
فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہما کما مر لا اور اگر دونون عجمی ہون یعنی عرب نہون تو دیت انکے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ
چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونون نے عمدا ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہون تو ہر شخص پر نصف
دیت ہے ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنی فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہے کہ نصف دیت عمد میں [illegible]
عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ھدر دمہ فقط اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اسکا
خون رائگان ہے یعنی اوسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی
العمد اور اگر دونون سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں ہم یہ مسئلہ
مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عبد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع
الحبل فسقطا وماتا علی القفا ھدر دمہما لموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مرد نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون
گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رائگان ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجبت دیۃ
کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ ہر اگر دونون گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کی عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرنے
ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ

صاحبه وهذا ثم من وقع علی القفا لموته بقوة نفسه پھر اگر وہ دونوں مر گئے یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے
بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے مرنیکے اپنے ہاتھ کی قوت سے اور رائیگان ہوا اوسکا خون جو چت گرا بسبب کھینچنے اپنی قوت
کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینهما فوقع کل منهما علی القفا فماتا فدیتهما علی عاقلة القاطع للتسبب بالقطع اور اگر ایک انسان
نے رسی کاٹ دی جسکو دو شخص تانے کھینچے ہوئے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مر گئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنیسے دونوں کی موت
کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابة وقع اداتها ای آلتها کسرج ونحوه علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وهو یقوده
رجلا الدیة اور اوس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسے زین اور مانند اوسکی کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مر گیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار
کے ہانکنے والے پر جسمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مر گیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے جو لنگانے
معه سائق ضمنا لاستوائهما فی التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلة وضمان المال فی ماله هذا لو السائق من جانب من الابل
فلو توسطها او اخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمنا ما قدامه وراکب وسطها یضمنه فقط لو یأخذ بزمام ما خلفه اور اگر اونٹ کی قطار
ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مر جائیگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق
دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان تو اوسکے مال میں ہے یہ اوس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایکجانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے
والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوتی تو قائد بمنزلہ خلف سائق کا قائد تھا
اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اوسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل
نہ پکڑے ہو ھم زیلعی میں ہے کہ اگر ایکمرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو آگے اونٹوں کی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ
اونکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسیطرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اوسپر نہیں کیونکہ وہ اونکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اوسپر
لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اوسکی جنایت کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور پچھلوں کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص
سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی ملخصا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط علی قطار سائر بلا علم قائده رجلا
مفعول قتل ضمن عاقلة القائد الدیة ورجعوا بها علی عاقلة الرابط لانه دیة لا خسران کما توهمه صدر الشریعة پھر اگر اوس اونٹ نے مرد کو قتل
کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اور اسکو کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ
سے دیت کو پھیر لیگی اسلئے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعة نے وہم کیا ہے ھم صدر الشریعة نے کہا لائق یون ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت
لازم ہو اسواسطے کہ جسنے اونکو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اوسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اوسنے حفاظت
ترک کی تو متعدی ٹھہرا التقصیر سے اور یہ سبب ہے اور سبب میں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اونکو اس بلا میں ڈالا فلو ربطه والقطار
واقف ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لقوده بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے
یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اونکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ھم برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے
کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بهیمة او کلبا ملتقی وکان خلفها سائقا فاصابت فی فورها ضمن لانه الحامل لها وان لم
یمش خلفها فما دامت فی فورها فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفها والمراد بالبهیمة
الکلب فی ملتقی اور جسنے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اوسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا
اسلئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق حکما ہے
اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہو گیا تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ھم واد المشتقی میں ابو یوسف سے روایت

ہو کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہی ہر حالمین یعنی اوسکے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہی فتاوی عالمگیری
میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا ہی یہی قول مختار ہی اور اگر گدہا چھوڑا اسوقت کیلئے کھیت مین گیا اوسکو فاسد کیا اگر اوسنے چھوڑا
اوسکو اور ہانکنے یا کھیت کیطرف اسطرح کہ وہ اوسکو پیچھے تھا تو اوسپر ضمان ہی اور اگر وہ اوسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدہا فی الفور کھیت مین جا پڑا اور داہنے
بائین نہین جھکا جسطرف اوسنے چھوڑا تھا اوسیطرف گیا سو کھیت کو اوسنے خراب کیا تو بھی ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر داہنے بائین گیا پھر کھیت مین جا پڑا تو اگر
وہان کوئی راہ نہین سوا اوسکے ہو گی تو وہ ضامن نہین اور ایک ہی راہ ہو تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اوسنے چھوڑا اسوقت وہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کیطرف گیا اور
خراب کیا تو چھوڑنیوالے پر ضمان نہین ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہین تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہی حذف
کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصرا وان ارسل طیرا سائقه او لا او دابة او کلبا و لم یکن سائقا له او انفلتت دابة بنفسها فاصابت
مالا او ادمیا نهارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقوله علیه الصلوة والسلام العجماء جبار ای المنفلتة هدر اور اگر پرند
چھوڑا خواہ اوسکو ہانکتا ہو یا نہ ہانکتا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اوسکو نہین ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اوسنے تلف کیا
رات مین یا دن مین تو ضمان نہین سب صورتون مین بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رایگان ہی اوسپر ضمان نہین هم
ابو داؤد اور ابن ماجہ مین یہہ حدیث یون مروی ہی کہ العجماء جرحها جبار یعنی جانور کا زخم کرنا رایگان ہے اوسپر ضمان نہین امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد
گریختہ جانور ہی اوسکا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑ دیا گیا اسواسطے کہ افساد مرسلہ کا فورا رسول مین رایگان نہین اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر
فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن مین ضمان نہین رات مین ضمان ہی کذا فی العینی کما لو جمحت الدابة به ای بالراکب و لو سکران و لم یقدر
الراکب علی ردها فانه لا یضمن کالمنفلتة لانه حینئذ لیس بمسیر لها فلا یضاف سیرها الیه حتی لو اتلف انسانا فدمه هدر عمادیه چنانچہ
اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہو اوسکو پھیرنے پر تو ضمان لازم نہوگا خود بخود چھوٹے جانور کی مانند اسواسطے کہ اسوقت مین سوار
اوسکا چلانیوالا نہین ہی تو جانور کا چلنا سرکشی کیحالت مین سوار کیطرف منسوب نہوگا تو اگر اس حالتمین جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اوسکا خون باطل ہی اوسکا کچھہ
ضمان نہین کذا فی العمادیة ومن ضرب دابة علیها راکب او نخسها بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدها شخصا اخر غیر الطاعن
او نفرت فصدمته وقتلته ضمن هو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اوس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہی یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن
سوار کے سو جانور نے اپنی پاؤن یا ہاتھہ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اوسنے اوسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضامن ہی نہ سوار هم
راکب کی مانند سائق اور قائد ہی عدم ضمان مین کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھہ پر ہاتھہ رکھا اور جانور کسیکو تلف کرے تو ہاتھہ رکھنے والے پر
ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیة وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابة علی الطریق لتعدیه فی الایقاف
ایضا اور ابو یوسف نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونون نصفا نصف دیت کا ضمان دین چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ مین کھڑا کیا تھا تو دونو پر ضمان لازم
ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہی راہ مین ٹھہرا کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہے وکما لو کان باذنه ووطئت احدا فی فورها فدمه
علیهما ادب یہ اگر کونچنا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو کچلے کونچنے کے ساتھہ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونون شخصون سے هم دونو پر خون اوس
وقت ہوگا جبکہ جانور اپنی مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہین تو انقطاع پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن المنتقی ولو نفحت الناخس فدمه هدر اور اگر
کونچنے والیکو جانور نے تلف کیا تو اوسکا خون رایگان هو ولو القت الراکب فقتلته فدیته علی عاقلة الناخس ثم الناخس انما یضمن لو
الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیه اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اوسکو قتل کیا تو اوسکا
خون کونچنے والیکی عاقلہ پر ہی پھر دریافت کرنا چاہئے کہ کونچنے والے پر اوسیصورت مین ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہو اور نہین تو سوار پر ضمان
لازم ہوگا کونچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیه وضمن فی فقء عین دابة قصاب او شاة قصاب او غیرها بنقصها لانها للحم

يعنى باب بيچ مملوك يعنى لونڈى غلام كى جنايت مين اور مملوك پر جنايت كرنيكے احكام مين اعلم ان جنايات المملوك لا توجب الا دفعا واحدا
لو محلا مسلّم كركه مملوك كى جنايات موجب نهين هوتى مگر ايكبار دينے كى اگر مملوك دينے كا محل هو هم يعنى اگر ايك غلام كى جنايات كثيره هون متعدد اشخاص
مين تو سب مقتولون كے وارثون كو وه غلام ديا جائيگا دفعة واحدة تو سبكے وارث بقدر جنايات كے اوسمين اپنا اپنا حصه كرلينگے بشرطيكه غلام دينے كا
محل هو يعنى جب كه اوسكى واسطے حريت كے اسباب منعقد نهو گئى هون چنانچه تدبير اور استيلاد اور كتابت كذا في الطحطاوي والا فقيمة واحدة هم اور اگر مملوك
محل دفع نرها هو يعنى حريت كے اسباب ثلثه مذكوره مين سے كوئى سبب منعقد هو گيا تو ايك قيمت مولى كو دينا هوگى تو سب وارث بقدر اپنے حصون كے اوسكو بانٹ لينگے
ولو فدى المولى ثم جنى فكالاول ثم وثم اور اگر لونڈى غلام كا فديه ديا يعنى اوسكى قتل كرنيكے بدلے مال ديا پھر اوسنے فديه دينے كے بعد جنايت كى
كسيكو قتل كيا تو وه اول بار كى مانند هى پھر تيسرى جنايت پھر چوتھى جنايت مين الى غير النهاية اسيطرح كا حكم هى هم يعنى جب فديه دينے كے بعد دوسرى تيسرى بار جيسه
جنايت كريگا تو مولے اول بار كى مانند دفع اور فديه دينے مين مختار رهيگا اسواسطے كه جب پهلى جنايت سے پاك هو گيا فديه دينے سے تو گويا اوسنے جنايت هى نهين كى اور
دوسرى يا تيسرى جنايت گويا ابتدائى جنايت هى بخلاف المدبر وأخويه فانه لا يجب الا قيمة واحدة يستوفيها مر بخلاف مدبر اور ام ولد اور
مكاتب كے كه اونكى جنايات مين سوا ايك قيمت كے كچھ واجب نهين اور اس اجمال كى تفصيل آگے واضح هو گى جنى عبد خطأ التقييد بالخطأ هنا
في النفس لان بعمده يقتص واما في ما دونها فلا يفيد لاستواء خطائه وعمده فيما دونها ثم انما يثبت الخطأ بالبينة
واقرار مولاه وعلم القاضي لا باقراره كما في البرهان قلت لكن قوله وعلم القاضي على غير المفتى به فانه لا يعمل بعلم القاضي
في زماننا اشباه فالتقييد بالبينة عن الاشتباه وتقدم دفعه مولاه ان شاء او فداه اليهما ولياء ان شاء كما اتى بارشها حالا مملوك نے از
راه خطا جنايت كى يعنى كسيكو قتل كيا تو اوسكا مالك اگر چاهے بدلے جنايت قتل كے مملوك كو دے تو جنايت كا ولى يعنى مقتول كا وارث مالك هو جاويگا مملوك كا اور اگر
مالك چاهے في الحال فديه دے اور اوسكى ديت كا شارح نے كها خطا كى قيد يهان لگانا فقط جنايت نفس مين مفيد هى اسواسطے كه مملوك كے قتل عمد مين قصاص ليا جاتا هى اور
جان كے سوا اطراف كى جنايت مين تو خطا كى تقييد مفيد نهين هى اسلئى كه ما دون النفس مين مملوك كى خطا اور عمد برابر هين پھر خطا تو ثابت نهين هوتى مگر گواهون سے اور
اوسكے مالك كے اقرار سے اور قاضى كى دانست سے نه مملوك كے اقرار سے جيسا كذا في البرهان مين كهتا هون ليكن علم قاضى كا حجت هونا يه قول مفتى به نهين هى اسلئى كه
قاضى كے علم پر همارے زمانے مين عمل جائز نهين چنانچه شرنبلاليه مين منقول هى اشباه سے اور يه تو پهلے مذكور هو چكا هى هم في الحال دينا دفع اور فديه دونون سے متعلق
هے دفع مين تو وجه يه هى كه اعيان مين تاجيل جائز نهين اور فديه كى وجه يه هے كه وه بدلا هى عين يعنى مملوك كا تو اعيان كى مانند هوا عدم تاجيل مين لكن
الواجب الاصلي هو الدفع على الصحيح ولذا سقط الواجب بموته بخلاف موت الحر كما ذكره المصنف وغيره ليكن جنايت مملوك
مين واجب اصلى دفع هے نه فديه بر قول صحيح ولهذا واجب ساقط هو جاتا هى مملوك كے مر جانيسے بر خلاف آزاد قاتل كى موت كے كه وهان واجب ساقط نهين هوتا چنانچه
مصنف وغيره نے اسكو ذكر كيا هى هم عبد قاتل كى موت سے واجب اسواسطے ساقط هو جاتا هى كه محل باقى نرها اور اگر آزاد قاتل مر گيا يعنى قتل خطا مين تو واجب ساقط نه
هوگا اوسكى عاقله پر واجب هو گا كذا في الدرر لكن في الشرنبلالية عن السراج والجوهرة عن الزيلعي ان الصحيح هو الفداء حتى لو اختاره
ولم يقدر عليه اداه متى وجد ولا يبرأ بهلاك العبد ليكن شرنبلاليه مين سراج سے اور جوهره مين زيلعى سے يون هے كه صحيح قول يه هى كه واجب
اصلى جنايت مملوك مين فديه هى نه دفع تو اگر مولے نے فديه دينے كو اختيار كيا اور قادر نهوا اوسكے ادا كرنے پر تو جب پاوے اوسكو ادا كرے اور مولى برى الذمه نهوگا
غلام قاتل كے مر جانے سے وعلله الزيلعي وغيره بانه اختار اصل حقهم فبطل حقهم في العبد عند ابي حنيفة انتهى ومفاده ان الاصل
عنده الفداء لا الدفع اور زيلعى وغيره نے صحت اختيار كى علت يون بيان كى هى كه مولى نے ورثه مقتول كا اصل حق اختيار كيا تو اب وارثون كا حق باطل
هو گيا غلام مين ابو حنيفه كے نزديك انتهى زيلعى اور اس تعليل سے مستفاد هوتا هى كه امام كے نزديك فديه اصل هى نه دفع وافاد شارح المجمع في تعليل
الامام ان الواجب احدهما وانه متى اختار احدهما تعين اور شارح مجمع يعنى ابن ملك نے امام كى تعليل مين بيان كيا هى كه جنايت عبد مين

واقع ہوتی ہے اور بعد میں ہوتا ہے ایک چیز واجب ہو اور جبکہ ہو سکے دفع یا فدیہ کو اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکن قدم ان الدفع هو الاصل
لانه یتعین فی بعض الکتاب دلالۃ علیه لیکن شارح نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور بعد بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی
دلالت نہیں ہے م محیط میں ہے کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اوسکی سوائے کو اختیار ہے چاہے غلام دے
چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصلی دفع ہے انتہی تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اسکا فدیہ
باطل نہ ہو گیا کہ متعین تھا اختیار مولی کو ہے سو اوسنے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر ہے یعنی اختیار کر لیتی ہے اور زیلعی کا کلام تعلیل میں مفصل
ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداه ثم جنى كان كالاولى جنى سو اگر مولی نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے
غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کی مانند ہے حکم میں یعنی مولی دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنى جنايتين دفعه
بهما الى وليهما او فداه بارشهما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں کے بدلے غلام کو ان کے وارثوں کو دیدیا ولونکو دیت کا تاوان
دے وان وهبه المولى او باعه او اعتقه او دبره او استولدها غير عالم بها بالجناية ضمن الاقل من قيمته ومن
الارش وان علم بها غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولی نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد
بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولی ضامن ہے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت
دے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق كبيعه عالما بها جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت
جانکر م طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ قوله وان علم بها غرم الارش میں داخل ہے وكتعليق عتقه بقتل زيد او رميه او شجه فقتل
العبد ذلك كالتصريح فاذا بقوله ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اوسکو
تیر مارنے یا اوسکو سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار
یعنی تو عورت وارث ہوگی زوج کی م اگر مولی نے کہا اپنی غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اوسنے زید کو قتل کیا یا مولی نے کہا اگر تو
زید کو تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اوسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اوسکو سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اوسنے زخم لگایا تو مولی پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلئے کہ اوسنے
فدیہ اختیار کیا کیونکہ اوسکو آزاد کیا جو جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد يد حر عمدا ودفع اليه فاعتقه فمات من السراية
فالعبد صلح بها اي بالجناية لان عتقه دليل تصحيح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اوسکو دیا گیا سو اوسنے آزاد کر دیا
پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھیر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اوسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے م اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح
کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں ہے بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اوس سے حادث ہو صلح قرار دیا ہے پھر جب اوسنے آزاد کر دیا تو صلح صحیح
اعتاق صحیح ہو گئی ابتدا سے وان لم يعتقه وقد سرى يرد على سيده فيقتل او يعفى لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام کو
آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام اوسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کر دیا جاوے بسبب باطل ہو جانے
صلح کے فان جنى ماذون له مديون خطأ فاعتقه سيده بلا علم بها غرم لرب الدين الاقل من قيمته ومن دينه ولوليها
الاقل منها ومن القيمة ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے ازراہ خطا جنایت کی سو اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا جنایت و دین نہ جانکر
جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کے دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے
اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفه اي
العبد الجاني اجنبي فقيمته واحدة للمولى لا غير اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اوسپر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کیلئے اور
سوائے اسکے م یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہوگا اسواسطے کہ حق دونوں کا گردن ملک رقبہ ہے پھر جب مولی قیمت پادیگا تو اوسکو

صاحب دین لیگا اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالیت مین وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت ماذونۃ مدیونۃ بیعت مع
ولدہا فی الدین ان کانت الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا
پہر اگر ماذون مدیون لونڈی جنے تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاویگی دین مین بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونیکے بعد سو اگر وہ جنی پہر دین اوسکو لاحق ہوا
تو دین والونکا حق لونڈی کے بچہ سے متعلق نہوگا بخلاف اوسکی کمائیون کے یعنی کمائی مین اونکا حق متعلق ہے نہ اوسکی ولد مین ہم یہ مسئلہ اسباب مین مقصود
بالذکر نہین ہے کیونکہ اسمین جنایت مذکور نہین بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہے تاکہ اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہوجاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد الیہ
ای الی ولی الجنایۃ لتعلقہا بذمۃ المولی لا بذمتہا بخلاف الدین پہر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پہر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو
نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر بخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم
رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم خطأ فلا شئ لہ علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقر انہ لا یستحق
العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اوسکو مالک نے اوسکو آزاد کر دیا ہے سو اوس غلام آزاد
نے آزادی ظاہر کرنیوالے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اوس غلام پر کچھ لازم نہین کیونکہ اوسکی آزادی کے کہنے سے اوسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ
غلام کا مستحق نہین بلکہ دیت کا مستحق ہے لاکن اسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ہم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولی ہے فان قال معتق وہو معروف الرق لرجل
قتلت اخاک یخاطب مولاہ الذی اعتقہ خطأ قبل عتقی فقال الآخر الذی ہو المولی لا بل بعدہ صدق الاول لانہ منکر للضمان
پہر اگر اوس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایکمرد کا مشہور ہے یعنی کہا اپنے اوس مولے سے جسنے اوسکو آزاد کیا ہے کہ مین نے تیرے بہائی کو ازراہ خطا قتل کیا تہا اپنے آزاد ہونے سے
پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بہائی ہے کہا یون نہین ہے بلکہ تونے آزاد ہونیکے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم
ضمان کا منکر ہے ہم مطلقا وہی ہے کہ اکثر شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر مین حالانکہ یہ صحیح نہین بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہے چنانچہ اور کتابون
مین مصرح ہے وان قال لہا قطعت یدک وانت امتی وقالت ہی لا بل قطعتہا بعد العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی
ما یبریہ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تہا جبکہ تو میری لونڈی تہی اور اوسنے کہا نہین بلکہ تونے ہاتھ کاٹا تہا
آزاد کرنیکے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پہر اوس چیز کا دعوی کیا جو ضمان سے بری الذمہ اوسکو کر دیتی تو اوسکا
قول معتبر نہوگا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسیطرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اوس چیز مین جو
مولے نے لونڈی سے مال لیا اوس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ
للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا بسبب کسی منسوب ہونیکے اوس حالت مقررہ کیطرف جو تاوان کے
مخالف ہے ہم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیونہ ہو مال کا موجب نہین اور اسیطرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور وصبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطأ غلام محجور یا
صغیر نے دوسرے صغیر کو ایکمرد کے قتل کرنیکا امر کیا سو اوسنے اوسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارون پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کی برابر ہے
حکم مین ویرجعوا علی العبد بعد عتقہ وقیل لا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پہیر لینگے
آزاد ہونیکے بعد اور قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر بہی کبہی رجوع نہین یعنی بالغ ہونیکے بعد بہی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان
المامور عبدا مثلہ دفع السید القاتل او فداہ فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بہی غلام ہوا امر کی مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے
حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دیوے قتل خطا مین ولا رجوع لہ علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ مختار
فی دفع الزیادۃ لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل اور غلام آزاد ہونیکے بعد فدیہ اور قیمت غلام مین جو کمتر ہو وہ

اسواسطے کہ مالک نے بیع یا بہ دیت میں نحاسے سے مجبور ہے یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تہا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جبکہ اوسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار
کیا تو مقدار زائد کا تاوان لازم ہوگا وكذا الحكم في العمد ان كان العبد القاتل صغيرا لان عمده خطاء اور یہی حکم قتل عمد کا ہے اگر قاتل غلام
صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کی مانند ہے حکم میں فان كان كبيرا اقتص منه اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اوس سے قصاص لیا جاوے عبد حفر بئرا
فاعتقه مولاه ثم وقع فيها انسان او اكثر فهلك فلا شيء عليه لان جناية العبد لا توجب عليه شيئا غلام نے کنواں کہودا سو مالک نے
اوسکو آزاد کر دیا پہر اوسمیں چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اوسپر کچہہ لازم نہیں اسلئے کہ غلام کی جنایت اوسپر کچہہ واجب نہیں کر دیتی ہم اور بعد عتق کے
میں بہی یہی حکم ہے ويجب على المولى قيمة واحدة ولو الواقع الفا زيلعي اور کنواں کہودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا
اگرچہ ہزار آدمی کنوئیں میں گرکے مر گئے ہوں کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلين حرين لكل منهما وليان فعفا احد وليي كل منهما
دفع السيد نصفه الى الآخرين اللذين لم يعفوا او فداه بدية كاملة لانه بذلك العفو سقط القود وانقلب مالا وهو ديتان وقد
سقط دية نصيب العافيين وبقي دية نصيب الساكتين او يدفع نصفه لهما پہر اگر ایک غلام نے دو آزاد مرد کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول
کے دو وارث ہیں سو دونوں مقتولوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثوں کو دیدے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا
فدیہ دے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہو گیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنیوالوں کے حصے کی دیت
تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنیوالے دو وارثوں کے حصے کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام کا دونوں وارثوں کو دیدے فان قتل العبد احدهما عمدا
والآخر خطاء وعفا احد وليي العمد فدى بدية لولي الخطأ وبنصفها لاحد وليي العمد الذي لم يعف پہر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل
کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت کا
فدیہ دے قتل عمد کے اوس ایک وارث کو جسنے عفو نہیں کیا او دفع اليهما وقسم اثلاثا عولا عنده وارباعا منازعة عندهما یا مالک غلام کو
قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ہم وجہ اسکی یہہ ہے
کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دسہزار درم ہیں اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پہر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنی پانچہزار
درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دسہزار خطا کے وارثوں کو دے اور پانچہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی
کرے دو تہائیاں خطا کے وارثوں کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت میں بہی اسیطرح ہے یہہ مذہب ہوا امام کا اور
صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتہائیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتہائی اوسکو جسنے عفو نہیں کیا اسلئے کہ نصف غلام تو
خطا کے وارثوں کیواسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اوسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدهما
قريبهما وعفا احدهما بطل كله وقالا يدفع الذي عفا نصف نصيبه للآخر او يفديه بربع الدية وقيل محمد مع الامام ووجهه
انه انقلب بالعفو مالا والمولى لا يستوجب على عبده دينا فلا تخلفه فيه الورثة پہر اگر دو شخصوں کے غلام نے مالکوں کے قرابتدار کو قتل
کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدہا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اوسکا فدیہ دے چوتہائی دیت
دیکر اور بعضوں نے کہا کہ محمد امام کے ساتہہ ہیں اس مسئلہ میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منتقل بمال ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو اوسکے
وارث اوسمیں اوسکے خلیفہ نہونگے ہم مطلب یہ ہے کہ مالک تو وہ وقت زندہ موجود نہیں تو مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے

فصل في الجناية على العبد

یہہ فصل ہے اوس جنایت کے بیان میں جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے دية العبد قيمته
فان بلغت هي دية الحر وبلغت هي الا دية الحرة نقص من كل من دية عبد وامة عشرة دراهم اظهارا لانحطاط رتبة الرق عن الحر
وتعيين العشرة باثر ابن مسعود رضي الله عنه دیت مملوک کی اوسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی قیمت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہنچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دسہزار

عدد ہوا اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کی برابر پہنچی تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درم گہٹا دیجاوینگے تاکہ مرتبہ مملوک کا کمتر ہونا بہ نسبت آزاد کے
ظاہر ہوا اور دس درم کا تعین کرنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنه من الامة خمسة اور امام سے دوسری روایت یہہ ہے کہ لونڈی
کی دیت سے پانچ درم کم کیے جاوینگے ویکون حینئذ علی العاقلة فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل
کے مددگار برادری پر ادا کیا ہوگی تین برس کی مدت میں برخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک نقصان دس درم کا معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الغصب
تجب القيمة بالغة ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اوسکی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہانتک اسکی قیمت پہنچی یعنی اگرچہ آزاد کی دیت
سے زیادہ ہو وما قدر من دية الحر قدر من قيمته وحينئذ ففي يده نصف قيمته بالغة ما بلغت في الصحيح درر وقيل لا يزاد على خمسة
آلاف الا خمسة وجزم به في الملتقى اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں تو مملوک کے ہاتھ میں اسکی
نصف قیمت ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہہ ہے کہ پانچ درم کم پانچہزار درم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا
ہے ملتقی الابحر میں مترجم یہی قول اختیار ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور مختار اور فتاوی ولوالجی اور مستصفی اور مجتبی میں کذا فی
الطحطاوی وتجب حكومة عدل في لحيته في الصحيح وقيل كل قيمته اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف
میں تمام قیمت واجب ہے مترجم یہہ اوس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمی قطع يد عبد فحرره سيده فسرى فمات منه
وله اي للعبد ورثة غير المولى لا يقتص لاشتباه من له الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو زخم
سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اوس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ
کیوجہ سے مترجم یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت
مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی وان لم يكن له غير المولى اقتص منه خلافا لمحمد اور اگر اوسکا کوئی
وارث نہیں سوا ہی مولی کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد قال لعبديه احدكما حر فشجا فبين المولى العتق في احدهما
بعد الشج فارشهما للسيد لان البيان كالانشاء اگر کسی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر
مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا
انشا کی برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اوسنے آزاد کیا ولو قتلا ففدية حر وقيمة عبد لو القاتل واحدا معا وقيمتهما سواء اور اگر دونوں
غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو مترجم وجہ
فرق یہہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان اظہار
ٹھہرگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل كلا واحد معا او على
التعاقب ولم يدر الاول فقيمة العبدين لمولى اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں
تو فقط ہر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی مترجم قوله وان قتل كلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اوسکا یہہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی
قتل کیا اور یہہ پہلی صورت ہے چونکہ یہہ غلطی طحطاوی سے ہوئی شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلهما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا
فلا تعارض الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اوسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
فقأ رجل عيني عبد خير مولاه ان شاء دفع مولاه عبده المفقوء للفاقئ واخذ منه قيمته كاملة او امسكه ولا اخذ
منه النقصان وقالا له اخذ النقصان وقال الشافعي ضمنه القيمة وامسك الجثة العمياء ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکھیں
پھوڑ دیں تو اوسکے مالک کو اختیار ہو جاتا ہے اپنا اندھا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دیوے اور اوس سے پوری قیمت لے یا چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے

اور اس کو یہ نقصان بسبب اوس کے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ چھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے
اور غلام کا اندہا ڈہرا اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد لزم السید الاقل من القیمة ومن الارش لانه منع رقبتهما
بمنافعهما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت
کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہوا اونکے جسم مناسب تہا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں ذکر ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور
ام ولد قابل [illegible] مقتول فان دفع القیمة بقضاء فجنی المدبر او ام الولد جناية اخرى يشارك الثاني الاول اذ ليس
فی جنایاته کلها الا قیمة واحدة ولا شیء علی المولی لانه مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر
یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوا ایک قیمت
اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی ولو دفع القیمة الی الاول بغیر قضاء
اتبع السید بحصته من القیمة ورجع بها علی الاول لانه قبضه بغیر حق لان المولی لا یجب علیه الا قیمة واحدة اور اگر مالک
نے پہلے جنایت کی وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کو واسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک
اوس قدر پھیرلے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں
او اتبع ولی الجنایة الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اوس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حق ناحق
لیا وقالا لا شیء علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات
لم تلزمه ای المولی الا قیمة واحدة علم بالجناية قبل العتق اولا لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن متلفا بالاعتاق
اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اوس سے جنایات متعدد صادر ہو چکے تھے تو مالک پر سوا ایک قیمت کے کچھ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از
عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اوسکے حق کا ضائع کرنے والا
نہ ہوا وام الولد کالمدبر فیه ای فیما ذکرنا اور ام ولد مدبر کی مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایة توجب
المال لم یجز اقراره لانه اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانه یصح اقراره علی نفسه فیقتل به اور اگر
مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اوسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر بخلاف اوسکی جبکہ
اوسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطأ فمات لم تسقط
قیمته عن مولاه اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مر گیا تو اوسکی قیمت اوسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاه
خطأ سعی فی قیمته اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک
کے وارث کو دے ولو عمدا قتله الوارث او استسعاه فی قیمته ثم قتله اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدا قتل کیا تو وارث اسکو قتل کرڈالے
یا وارث چاہے اوس سے محنت مزدوری کراوے اوسکی قیمت حاصل کرے یعنی بعد حصول قیمت کے بعد اوسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل

فی غصب القن وغیره یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبده
فغصبه رجل ومات منه ضمن القاطع قیمته اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اوسکو غصب کیا ایک مرد نے اور مرگیا
اس سرایت کی سو وہ اوسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یده وهو فی ید غاصب فمات منه
برئ الغاصب لصیرورته متلفا فصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اوسی زخم
سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہوجانے مالک کے تلف کرنیوالا تو مالک پھیر لینے والا ٹہر جاویگا غصب کیا

محجور مثله فمات فی یده ضمن لان المحجور مواخذ بافعاله لا باقواله الا بعد عتقه غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے غلام غیر ماذون کو غصب کیا

سو وہ اسکی قبضہ مین مرگیا تو وہ تاوان دیگا اوسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال مین ماخوذ ہوتا ہے اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونیکے بعد اقوال مین بھی ماخوذ

ہوگا فمدبر جنی عند غاصبه فرده فجنی عند سیده اخری ضمن السید قیمته لهما نصفان مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر غاصب نے

اوسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دونوں مقتولون کے وارثونکو دیگا نصفا نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے

وارث کو دیگا اور نصف باقی دوسرے وارث کو ورجع المولی بنصف قیمته علی الغاصب فدفعه ای دفع المولی نصف قیمته الی ولی الجنایة

الاول لان حقه لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی نصف قیمت بدلے غاصب سے اور مولی وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دیگا کیونکہ

اوسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حالین کہ مزاحم موجود تہا طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق

تمام قیمت مین تہا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تہا تو کوئی مزاحم اور منازع اوسکا نہ تہا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا

بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اوسکو لیگا تاکہ اوسکا حق پورا ہوجاتا انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارتین خلل شارح کو یون کہنا

مناسب تہا لان حقه وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اوسوقت واجب ہوا تہا جبکہ اوسکا کوئی مزاحم نہتہا ثم رجع المولی به علی الغاصب

لانه اخذ منه بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیرلے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اوس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے

پاس ہوا وبعکسه بان جنی عند مولاه ثم عند غاصبه لا یرجع المولی علی الغاصب به ثانیا لان الجنایة الاولی کانت فی ید المالک اور

مسئله سابقه کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت پھر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت

اوسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العین نفسه هنا وثمه ای فی المدبر القیمة

کما مر اور غلام خالص دونون صورتون یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کی مانند ہے سوا اسبات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور

وہان یعنی جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہوچکا فمدبر جنی عند غاصبه فرده فغصب ثانیا فجنی عنده کان علی سیده قیمته لهما ورجع

بقیمته علی الغاصب لکونهما عنده ودفع المولی نصفها ای القیمة الماخوذة ثانیا الی ولی الجنایة الاولی ورجع المولی بذلك

النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اوسنے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اوسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو

اوسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولونکے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بدلے غاصب سے اسلیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور مولے نصف قیمت

ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے پھیر لے وام الولد فی کلها کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتون مین

کی مانند ہے غصب رجل صبیا حرا لا یعبر عن نفسه والمراد بغصبه الذهاب به بلا اذن ولیه فمات هذا الحر فی یده فجاءة او بحمی

لم یضمن ایک مرد نے ایک صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کرسکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین

غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اوسکے ولی کے هم یعنی غصب کے معنی مجازی ہین یہان مراد ہین کیونکہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت

نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن ہے مختلف باختلاف اماکن نہین ہے وان مات بصاعقة او نهش حیة فدیته علی عاقلة الغاصب

استحسانا لان التسبیب بنقله لمکان الصواعق او الحیات حتی لو نقله لموضع یغلب فیه الحمی والامراض ضمن فیجب الدیة علی العاقلة لکون

قتلا تسبیبا هدایه وغیرها اور اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اوسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہے

بجلیون یا سانپون کے مکان کیطرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو ایسی جگہ نہین لیگیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتی ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اوسمین بھی عاقلہ

پر دیت واجب ہوگی قتل تسبیب کا موجب یہی ہے کذا فی الهدایه وغیرها قلت بقی لو نقل الحر الکبیر لهذه الاماکن تعدیا ان مقیدا ولم یمکنه التحرز

عنه ضمن وان لم یمنعه من حفظ نفسه لا لانه متمکن بنقله صغیر کے مقید ہو میرا کہتا ہون باقی رہگئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی

شخص اون مکانات کیطرف لیگیا زبردستی اگر بقصد کرکے اسطرح لیگیا کہ اوسکو بچنا اوس سے ممکن نہین تو قاتل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اوسکو مانع ہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کی مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی الغایۃ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حبس الغاصب حتی یجیء بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امراۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردھا او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اوسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایکمرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین مین جدائی پڑ گئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہین کہ زوجہ کہان ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو پھیر لاوے یا عورت مرجاے یعنی اوسکی موت معلوم ہوجاے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایاۃ الوہبانیۃ ومن ذا الذی ان مات تجنیہ فما علیہ اذا ما مات بالموت یشطر ختنہ کرنیوالیکو حکم کیا کہ صغیر کا ختنہ کرے سو اوسنے ختنہ کیا لیکن سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالیکی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ مرا تو اوسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب مین سابق مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے کہ اگر اوسکا مجنی مری تو اوسپر وہ واجب ہے جسکا نصف اوسکا اوسکی موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے کمن حمل صبیا علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ومات منہ فدیتہ علی عاقلۃ من حملہ دیتہ ای دیۃ صبی کان الصبی ممن یرکب مثلہ او لا یرکب وتمامہ فی الخانیۃ مانند اوس شخص کی جسنے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھیو میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور جانور کو تھامنے والا تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانیوالیکی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے کصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ مانند اوس صغیر کی جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا لہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کہانا ودیعت رکھا گیا بدون اوسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہین ہے سو صغیر نے کہانا کہا لیا تو اوسپر ضمان نہین ہے اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسیطرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اوسنے اوسکو تلف کیا تو اوسکا تاوان دیگا آزاد ہونیکے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا الخلاف لو اعیرا او اقرضا اور اسیطرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا ہم یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہین بالغ ہونیکے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونیکے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مال الغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اوسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی وسکت عن ذلک فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ تمام مذکور اوس صورت مین ہے جبکہ صغیر عاقل اور فہیدہ ہوا اور اگر عاقل نہو تو اوسپر ضمان لازم نہین ہے بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ مین ہے شلبی اور مسکین سے منقول ہے برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے شرط عقل صغیر اور عدم شرط اوس مین اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل مین ہم قسامہ بالفتح مین اختلاف ہے اہل لغت کا بعضون نے کہا ہے کہ مانند قسم کے اور بعضون نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ بمعنی القسم وہو الیمین مطلقا

قسامہ لغت عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقاً یعنی خواہ ایک آدمی قسم کہاوے یا زیادہ ۔ وشرعًا الیمین باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص
عدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کی بسبب مخصوص اور بعدد مخصوص
کی جہت سے مخصوص شخص پر بنابر وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے ھم قسامہ عبارت ان قسموں سے ہی جو پچاس آدمیوں سے لیجاوین اور قسامہ کا سبب یہ ہے مقتول کا پایا
جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جسکا قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی
شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہوا اور رکن اوسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ واللہ میں نے اوسکو نہیں قتل کیا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہہ ہے کہ
کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی المحیط اور یہی مختصراً عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ
کی خوبی اور اوسکی مشروعیت میں حکمت یہہ ہے کہ خون ریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجہیں اور مفت ضائع ہونے سے خون کے بچیں اور جسپر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے رہائی
پاوے مَیِّتٌ حُرٌّ ولو ذمیًا او مجنونًا شمس بلالبینة بجرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وُجِدَ فی محلۃ او
وُجِدَ بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان او نصفہ مع رأسہ ۔ اور اذا مرد جسمین زخم ہو یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہو یا خون کا بہتا ہو اوسکے
کان یا آنکہ سے وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اوسکا بدن یا اکثر بدن کسیطرف سے یعنی سر کیطرف سے یا پانوں کیطرف سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھہ ملا اگرچہ میت مذکور
ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرنبلالیہ ھم اگر محلہ خالص غیر ملک مولی میں مقتول پایا جاوے تو اوسمیں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اوسکی واجب ہے تین سالمین چنانچہ شرنبلالیہ
میں ہے تو اگر شاید حر آزاد کی قیمت یہی لگانا تو بہتر تھا کذا فی المحیط والنصح وان وجد فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل
من نصفہ ولو مع رأسہ لا شئ لئلا یؤدی الی تکرار القسامۃ فی قتیل واحد وھو غیر مشروع اور نص اگرچہ بدن میں وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ
تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اوسکے ساتھہ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت نہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ
شرع میں ثابت نہیں یعنی اگر کمتر از نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں دوبار قسم کہانیکی نوبت پہنچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے
ملنے سے اور یہہ شرع میں درست نہیں ولم یعلم قاتلہ اذ لو علم کان ھو الخصم وسقط القسامۃ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم
ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جائیگا و ادعی ولیہ القتل علی اھلھا ای المحلۃ کلھم او ادعی علی بعضھم حلف خمسون
رجلا منھم اور وارث میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان شرطوں سے اونمیں سے پچاس مرد قسم کہاوین یتخیرھم
الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا بان یحلف کل منھم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا قسم کہاوین اہل محلہ میں سے
پچاس مرد کہ وارث مقتول کا اختیار کرے کہ خدا کی قسم ہم نے اوسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہیں اسطرح کہ ہر مرد اونمیں سے قسم کہاوے کہ واللہ میں نے
اوسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہوں ھم یہ شخص بصیغہ واحد قسم کہاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اوسکو قتل کیا ہو تو بصیغہ
جمع میں وہ سچا ٹہریگا یعنی سب لوگون نے اوسکو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی بصیغہ واحد کہنے سے قاتل ٹہریگا لا یحلف الولی وقال
الشافعی ان کان ثمۃ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اھل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود
لو الدعوی بالعمد نہ قسم کہاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنی لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثون سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے
پہر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ھم لوث یہہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال گواہی
دیتا ہو مدعی کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکہتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شہود غیر عدول گواہی دیتے ہوں کہ محلہ والون نے اوسکو قتل کیا ہے
اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکہا کہ یہہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بچاؤ کی کیا صورت ہے
سو یہودیون نے لکہا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تہا سو خدا نے موسے علیہ السلام پر کچہہ حکم اوتارا تہا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اوس حکم کو دریافت کرو تو
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو لکہا کہ خدا نے مجہکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کہاوین کہ ہم نے اوسکو قتل نہیں کیا ہے اور

نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اوسکا خونبہا ادا کرو تو یہود نے کہا کہ تمنے ہم لوگوں میں اسوس یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی عینی نے
شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہو ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہو لیکن صحت حدیث صحاح ستہ میں متفرق
موجود ہو صحیح مسلم میں تو یوں ہو ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ
مدعا علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہے ثم قضی علی اھلھا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت
الدعوی بقتل عمد وان وقعت الدعوی بخطأ فعلے ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلھم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ
ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاھر الروایۃ القسامۃ علی اھل المحلۃ والدیۃ علی عواقلھم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ
القن تؤخذ فی ثلث سنین شرنبلالیہ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد اونپر دیت کا حکم کیا جاویگا لیکن نہ ہر طرحکے دعوی میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو اونپر دیت کا
حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہو ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے
مبسوط سے نقل کیا ہو کہ ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہو اور اونکے مددگاروں پر دیت ہو یعنی تین سال کے اندر اور اسیطرح غلام مقتول کی قیمت تین سالمیں لیجاویگی کذا
فی الشرنبلالیۃ وان لم یتم العدد کرر الحلف علیھم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں ۵۰ مرد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاویگی تاکہ پچاس
قسمیں پوری ہو جاویں وان تم العدد واراد الولی تکرارھا لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہو گیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم لیجاویگی
ومن نکل منھم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور ھنا ھذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطأ فیقضی بالدیۃ علی عاقلتھم ولا یحبسون
ابن کمال معزیا للخانیہ اور جو شخص اونمیں سے قسم نکھاوے تو قید کیا جاویگا یہانتک کہ قسم کھاوے بطرح جو یہاں مذکور ہوئی یہ حکم ہو قتل عمد کے دعوے میں اور قتل
خطا میں تو اونکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہو ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ و
لو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اھل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر
شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اوسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأۃ وعبد اور قسامہ
نہیں صغیر اور دیوانی اور عورت اور غلام پر ھ اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم موقوف ہو مددگاروں پر ف
لا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ھو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف
انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہو نہ دیت اوس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلئے کہ وہ مقتول نہیں ہو کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہو
جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہو اور تاوان تابع ہوتا ہو عبد مکلف کے فعل سے او یسیل دم من فمہ او انفہ
او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منھا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو
قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہو ان مکانوں سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکھ کے او نصف منہ ای ولا قسامۃ
فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو مع الراس لما مر یا اوسکی نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اوس نصف بدن جو
طول میں پھاڑا گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ ھ یعنی مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی
رقبتہ ای المیت حیۃ ملتویۃ لان الظاھر انہ مات بھا بزازیہ یا میت کے گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر
حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہو کذا فی البزازیۃ وما تم خلقہ ککبیر او وجد سقط تام الخلق بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ
وفی الظہیریۃ ما یخالفہ اور جسکی پیدایش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کی برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو
قسامہ اور دیت واجب ہو اور ظہیریہ میں اسکی مخالفت ہو یعنی اسمیں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرھم کان ابراء منہ
لاھل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنھم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ہو ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اوسکی طرف سے ابراء محلہ والوں کی

واسطے اور قسامہ اونکے اوپر سے ساقط ہوگیا وان ادعى الولي على معين منهم لا تسقط وقيل تسقط اور اگر وارث نے محلہ والون مین سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو اونسے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہوجاتا ہے ھم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتيل على دابة معها سائق او قائد او راكب فديته على عاقلته دون اهل المحلة لانه في يده فصار كانه في داره ایک مقتول سے اوس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اوسکے قبض اور تصرف مین ہے تو گویا اوسکے گھر مین ہے ولو اجتمع فيها سائق وقائد وراكب فالدية عليهم جميعا وان لم تكن ملكا لهم عملا بيدهم وقيل القسامة والدية على مالك الدابة كالدار وقيل لا يجب على السائق الا اذا كان يسوقها مختفيا وبه جزم في الجوهرة اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور انکا مملوک نہو بنا بر اونکے قبض و تصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ مین وان لم تكن معها احد فالدية والقسامة على اهل المحلة التي فيها القتيل على الدابة اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ اُن محلے والون پر ہے جنکے محلہ مین مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابة عليها قتيل بين قريتين او قبيلتين فعلى اقربهما لما روي انه صلى الله عليه وسلم امر في قتيل وجد بين قريتين بان يذرع فوجد الى احدهما اقرب بشبر فقضى عليهم بالقسامة ولو استويا فعليهما وقيد الدابة اتفاقي قهستاني اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گانون یا دو قوم کے درمیان تو جو اونمین نزدیکتر ہوگا اوسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اوس مقتول مین جو دو گانون کے درمیان پایا گیا یہہ حکم کیا کہ دونونکی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانو کی طرف بالشت بھر نزدیک تھا تو اونہین لوگونپر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونو گانون برابر ہون یعنی کم و کاست تو دونوپر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القہستانی ھم قرب کا اعتبار اوسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ مین یون مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانو کی زمین مین لیکن وہ متصل ہے دوسرے گانون کے گھرون سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہین تو نزدیکتر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا اون اعتبار ہے جہان زمین کسیکی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر يشترط سماع الصوت منهم هكذا عبارة الزيلعي وعبارة الدرر وغيرها منه وعبارة البرجندي عن الكافي يسمعون صوته لانه حينئذ يلحقه الغوث فينسبون الى التقصير في النصرة نزدیکتر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ اونکی آواز سنی پڑتی ہو اسیطرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سنی پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یون منقول ہے کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہون اسواسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہوسکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ تقصیر ہونگے ھم طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پونہچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانون تک پہنچیگی والا بان كان في موضع لا يسمع منه الصوت لا تلزمهم نصرته فلا ينسبون الى التقصير فلا يجعلون قاتلين تقديرا اور نہین تو نہین یعنی اگر مقتول ایسے مکان مین کہ اوسکی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اوسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب بتقصیر نہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاوینگے ھم یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی اونہون نے مدد نکی تو گویا وہی اوسکے قاتل ٹھہرے لہذا اونپر دیت لازم ہوتی ہے جب وہ ایسے بعید مکان مین مقتول ہوا کہ اوسکی آواز کانون تک نہین پونہچ سکتی تو وہ عدم نصرت مین معذور ہین تو اونکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی اونپر لازم نہ آیا ويراعي حال المكان الذي وجد فيه القتيل فان كان مملوكا تجب القسامة على الملاك والدية على عاقلتهم وكذا الوصي وقفا على ارباب معلومين لان العبرة للملك والولاية كما افاده المصنف مستندا للولوالجية والبزازية قلت وسيجي التصريح به في المتن تبعا للدرر وغيرها وحينئذ فلا عبرة للقرب الا اذا وجد في مكان مباح لا مالك فيه لاحد ولا يدا

اور مراعات ہوگی اوس مکان کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامۃ واجب ہوگا اوسکے مالکونپر اور دیت واجب ہوگی انکے
مددگارونپر اور اسیطرح اگر وہ مکان معین لوگونپر وقف ہوگا تو مستحقونپر قسامہ ہے اور دیت انکے مددگارون پر ہے اسلیئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا
اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین اور درر وغیرہ کی پیروی جسسے تو
اسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اوس مکان مباح مین پایا جاوے جسمین کسیکی ملک ہو نہ قبضہ اور تصرف تو ہم محیط سرخسی مین ہے
کہ جب مقتول جنگل بیابان مین تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامہ اور دیت مالک اور اوسکی قوم پر ہے اور اگر کسیکی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی کہوی
تھی تو ونپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اوس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اوسکی بیت المال سے دیجاوے
اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اوسکا خون رایگان ہے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اوسکے قرب مین آبادی نہو
کذا فی المحیط اور یہی عن العالمگیریۃ والا فعلی ذی الملک او الید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے
والمراد بالولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ مخصوصین فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدایع اور ولایت اور قبض سے
جو اوپر مذکور ہوئی ہین ولایت اور قبض خاص مراد ہو اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اوس مکان کے مقتول کا کسی پر قسامہ ہے
نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجیئ وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر
بدائع کے معنی کو اہل قریہ پر محمول کیجئے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک
اخذہا وال ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ھدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہہ بھی ہے
کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی انکو چھین لیا ہو تو لائق یوں ہے کہ اوسکے
اندر مقتول کا خون رایگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے مذہب کی روایت سے
وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغوث
کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اوسی وجہ سے جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ
وہانسے آواز سنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ ہم محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان آواز مسموع
نہونی ہو تو شارح کی تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض ای من
اہل القریۃ فہی علیہ علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب
انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجیئ متنا فتنبہ اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاوے
ایکمرد کی اوس زمین مین جو ایک گانون کے متصل ہے اور مالک زمین اوس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اوسکی مالک ہی پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ
اعتبار ملک اور تصرف کا ہوا انتہی اور ولوالجیہ مین کہتا ہون تو یہہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اوسیصورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح
مین نہ مملوک وہ موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوفہ کی اوسکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان
فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اوسپر قسامہ ہے اور
اگر اوسکے مددگار جو حاضر ہون تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما
سیجیئ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اوس آدمی کے مددگارونپر اگر ثابت ہو تو بہ کہ وہ لوگ اوسکے مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر
مددگار نہین رکھتا تو اوسی آدمی پر دیت ہے جیسا کہ ہم بحث سے مراد گواہ ہین یا مددگارونکا اقرار وہی الدیۃ والقسامۃ علی اہل الخطۃ الذین
خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کھینچ کر ملکیت کا ابتدا

فتح اسلام مین اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو ھم خطہ بالکسر عمارت مکان محیط سے اہل خط سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہین جو مالک ہوئی زمین کے جبکہ
امام نے شہر فتح کیا اور اوسکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھدیا تا کہ اونکے حصے جدا جدا ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان و
المشترین وقال ابو یوسف کلھم مشترکون ـ وہانکے رہنے والے اور خریدار ونپر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور
قسامہ مین شریک ہین فان باع کلھم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہان کے سب لوگونے مکانات بیچڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارونپر واجب
ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فھی علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اوس گھر مین
جو مشترک ہو درمیان ایک قوم کے بعضونکا حصہ زیادہ ہو تو قسامہ اور دیت اونکی شمار پر ہے شفعہ کی مانند ھم مثلا ایک شخص کا حصہ آدہا ہو اور دوسرے کا
دسوان اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت اونکو عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہین کذا فی الطحطاوی
وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیھا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضہ مین نہین آیا کہ اوسمین مقتول
پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خلافا لھما اور بیع بشرط خیار مین صاحب قبض کی عاقلہ
پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے ھم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلۃ حتی تشھد الشھود انھا ای الدار
التی فیھا قتیل لذی الید ولو ھو القتیل کما سیجئ اور عاقلہ یعنی مددگارونپر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی ندین اسکی کہ جس گھر مین مقتول ہے
وہ قابض اور متصرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اوسکی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جبتک
گواہون سے ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بلا بینۃ عاقلتہ ولا نفسہ اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے نرا قبضہ
اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبضہ ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت ندیگا اور نہ قابض
مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللا بانہ لا یمکن لا یجاب علی الورثۃ للورثۃ لشیئ صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے
بعہ علت بیان کرکے کہ کچھہ دیت کا واجب کرنا وارثونپر وارثون کیواسطے ممکن نہین ہے ھم مقتول کا گھر ظہور قتل کیوقت وارثونکا ملک ہوگیا اور وارثون
کے مددگار اوسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثونپر واجب ہوتا ہے تا وارثونپر تخفیف ہو تو اگر مددگارونپر دیت واجب ہو اور وارثون کی ملی تو گویا وارثون کا
ضرر ہوا وارثون کے نفع کیواسطے اور یہ ممکن نہین صاحب درر نے یہہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہہ مذہب ہے کہ وارثونکی عاقلہ پر
دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کیطرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہہ مسئلہ متن اور شرح مین آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یخلفونہ فیکون الایجاب
علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہین تو ایجاب دیت کا وارثونپر ہوتا ہے میت کی نفع کیواسطے
نہ وارثون کی نفع کیواسطے چنانچہ بعضونے یہہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب مین قلت وقد یقال لما کان لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی
لقوۃ الشبھۃ فتأمل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی
عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی من فیھا من الرکاب والملاحین
اتفاقا لانہ فی ایدیھم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) اُن لوگونپر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہین اور ملاحونپر بالاتفاق
اسواسطے کہ کشتی اونکے قبضہ مین جانور کی مانند ہے ھم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہین وکذا العجلۃ
حکمھا کالفلک اور اسیطرح گاڑی کا حکم کشتی کی مانند ہے یعنی اوسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارونپر ہے وفی مسجد محلۃ و
شارعھا الخاص باھلھا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ منلا خسرو فاقرہ المصنف علی اھلھا اور اگر
مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچہ مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے
ہون چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے

کذلک

ھم لاخسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین جیساکہ شارح سمجھا ہی اسواسطے کہ ملاخسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمین بیان کی اسطرح کہ راہ دو قسم ہو
ایک تو شارع محلہ ہے جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام ہے جسمین جمیع
اہو الف برابر ہون جیسے بازارونکی راہین اور خارج شہر کی راہین لیکے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا جیسے ابن کمال کی مانند طحطاوی نے
لکہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر
دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہوگئی جسمین مسافر نماز پڑہتے ہون تو وہان قسامہ اور دیت مسجد کے بنانیوالے پر ہے اور اگر بانی معلوم
نہو تو متصل گھر کے مالک کی عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسُوقٍ مملوكٍ على الملّاكِ وعند أبي يوسفَ على السكّانِ ملتقى اور اگر مقتول پایا
گیا مملوک بازار مین تو اوسکے مالکون پر قسامہ اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون پر واجب ہی کذا فی الملتقی و فی غیرہ لے
غيرِ المملوكِ والشارعِ الأعظمِ هو النافذُ والسجنِ والجامعِ وكلِّ مكانٍ يكونُ التصرّفُ فيه لعامّةِ المسلمين لا لواحدٍ
منهم ولا لجماعةٍ يُحصَون لا قسامةَ ولا ديةَ على أحدٍ ابن كمال وإنما الديةُ في بيتِ المالِ لأنّ الغُرمَ بالغُنمِ اور اگر قتیل
پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع اعظم یعنی شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اوس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر
نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامہ نہین اور نہ کسی پر دیت ہی کذا صرح ابن کمال لہذا ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال
مین ہے اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے ھم یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی
اونپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانون کیواسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال
ہی تو سب مسلمان اوسمین شریک ہین پس خدا کی لعنت اُن ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اوسکے مستحقونکو محروم رکھتے ہین ثم إنما تجبُ
الديةُ فيما ذُكر على بيتِ المالِ إن كان نائيًا أي بعيدًا عن المحلّاتِ وإلا يكن نائيًا بل قريبًا منها فعلى أقربِ المحلّاتِ إليه الديةُ
والقسامةُ لأنه محفوظٌ بحفظِ أهلِ المحلّةِ فتكونُ القسامةُ والديةُ على أهلِ المحلّةِ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول
کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکور یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور دراز
ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون انسے تو جو وہانسے قریب تر محلہ ہوگا اوسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ
کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وكذا في السوقِ النائي إذا كان من يسكنُها في الليالي اور اسیطرح کا حکم ہی
بازار بعید مین جبکہ لوگ اوسمین رات کو رہتے ہون یعنی ونکی سکونت کا اعتبار نہین إذ كان لأحدٍ فيها دارٌ مملوكةٌ تكونُ القسامةُ والديةُ
عليه لأنه يلزمُه صيانةُ ذلك الموضعِ فيوصفُ بالتقصيرِ فيجبُ عليه موجَبُ التقصيرِ كما في العنايةِ معزيًا إلى النهايةِ قلتُ وبه
أفتى المرحومُ أبو السعودِ مفتي الرومِ واعتمده المصنّفُ وإن خلا عنه المتونُ لأنه مصرَّحٌ به في غالبِ الفتاوى والشروحِ فليُحفظ
یا کسیکا اوس بازار بعید مین گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اوسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اوسکو حفاظت اوس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر
ہوگا تو اوسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہے نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسیکا یعنی وجوب قسامہ اور دیت
کا اقرب محلات پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف فتوی دیا ہی مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون
فقہ کے وجوب قرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وكذا لو وُجِدَ في
بريّةٍ أو في وسطِ الفراتِ إذا كان يمرُّ به الماءُ لا محتبسًا كالسجنِ إذ لا يدَ لأحدٍ وقيل إذا كان موضعُ انتفاعٍ ما يُعطى
دارِ الإسلامِ تجبُ الديةُ في بيتِ المالِ لأنه في أيدي المسلمين ابن كمال اور بلا وجوب دیت خون رایگان ہی اگر مقتول پایا جاوے
جنگل مین اور دریای فرات کے درمیان بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہوا لاتا ہو اوسکی محبوس نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رایگان ہوا کہ

وہان کسیکا تصرف نہین اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اوسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلئے کہ دار الاسلام مسلمانون کے
قبضہ مین ہے کذا ذکرہ ابن کمال ھم فرات کا ذکر تخصیص کیواسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ
وفی نھر صغیر ھو ما یستحق بہ الشفعۃ علی اھلہ لاختصاصھم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اوسکے مقتول مین اوس
نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اونکی خصوصیت کیوجہ سے نہر کے ساتھ ھم استحقاق شفعہ اوس نہر صغیر مین ہوتا ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو
اور بعضون نے کہا جسکے لوگ شمار مین ہون کذا فی الطحطاوی ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کان مرویا وکانت قریبۃ من القریۃ
او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث تسمع منہ الصوت تجب علی المالک او ذی الید او علی اھل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی
اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہوگا نون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون
سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی
الزیلعی ھم عبارت مین لف ونشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل بوادی اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل مین کبھی اوس جنگل مین جیسے سندہ وغیرہ مین
کبھی قوم ولو حتبسا بالشط او بالجزیرۃ او حر میطا او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری ولا مصار والدار فی
الخانیۃ والاراضی والقری المصیت اذا کان یسمع صوت اہل الارضین والقری الیہ والا لا کما ھی اور اگر مقتول رکا ہو دریا
کے کنارے پایا یا پل کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون کے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت
واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والونکی وہان آواز
پہنچتی ہو اور اگر آواز وہانتک نہ پہنچتی ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا
عن قتیل فعلی اھل المحلۃ لان حفظھا علیھم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منھم فلم یکن علی اھل المحلۃ
شیئ ولا علی اولئک حتی یبرھن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ویبری اھل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ۔ اور اگر ایک قوم باہم
بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمہ ہے مگر یہہ کہ وارث مقتول کا
اوس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھہ واجب نہوگا اور نہ اوس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی
گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ وارث مدعیکا قول اوسکی
ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین و مستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا عرفت
قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اوسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہ یون قسم
کہا ہے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اوسکا قول مقبول نہوگا اوس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل
گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرھم او قتل واحد منھم
بعینہ انھم متھم بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل تہمت کے
سبب سے ھم یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلہ والون کے سوا اور قوم نے اوسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین
شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل
محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹالکر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ہوئے تو گواہی انکی
مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سے وہان سے زندہ اوٹھا لیا گیا اور بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو دیت اور قسامہ اوسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف

ہے کہ قسامہ اور دیت نہین اُسپر فلو مجروح بجرحۃ بہ رمق فحملہ آخر الی اھلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف وفی قیاس
قول ابی حنیفۃ یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اوسکو دوسرا شخص اپنے گہر اوٹھا لایا سو وہان ایک مدت پڑا رہا پھر
مرگیا تو اوٹھا نیوالا ضامن نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس مین ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اوسکے
پاس زخمی کا ہونا ایسا ہے جیسے محلہ مین موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدھما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان
الانسان لا یقتل نفسہ دیتہ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد بدون تیسرے شخص کے دو مردون مین ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اوسکی دیت کا
ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہین کرتا برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک ضمان نہین اس احتمال سے کہ
شاید اوسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ امرأۃ کرر الحلف علیہا ودیۃ علی عاقلتھا وعند ابی یوسف القسامۃ علی
العاقلۃ ایضا اور عورت کے گانون کے مقتول مین عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنی تکرار اور عورت کی مددگار دیت دینگی اور ابو یوسف کے نزدیک
مددگار پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہین صغیر کی مانند اور طرفین کی یہہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے
واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہوسکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فھذہ المسئلۃ کذا فی
الملتقی وھو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت مین اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول
صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت مین اسلئے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ مین
کہا اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت مین کسیصورت مین داخل نہین سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد قتیل فی دار نفسہ
فالدیۃ علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ وعندھما وزفر لاشیء فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ منلا خسرو
وصدر الشریعۃ وتبعھما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گہر مین تو اوسکے وارثون کی عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک
اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور مین کچھہ نہین ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر مین اوس قول کا تابع ہوکر
جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی ہے اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعۃ دونوکا تابع ہوا ہے وخالفھم ابن الکمال فقال لھما ان الدار فی ید الورثۃ
وقت ظہور القتل فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ھدرا ولہ ان القسامۃ انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار للورثۃ فیجب علی عاقلتھم
اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یون کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گہر مقتول کے قبضہ اور تصرف مین تہا جبکہ زخم حاصل ہوا
تو گویا قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اوسکا رائگان ہوگا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے
اور قتل ظاہر ہونے کیوقت گہر وارثون کا ہوگیا تو دیت مقتول کی وارثون کی عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ
تخفیفا لھم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ
ثم یخلفہ الوارث فیہ وھو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ فتنبہ یون نکہا جاویگا کہ عاقلہ تو اوسی مال کی
متحمل ہوتی ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہین وارثون پر واجب کرنا وارثون کے فائدہ کیواسطے کہ اس سوال کا یہ
جواب دیا جاویگا کہ یہان ایجاب مال کا وارثون کے لئے نہین ہے بلکہ مقتول کیواسطے ہے تاکہ اوسی مال سے مقتول کے دین ادا کئے جاوینگے اور اوسکی وصیتین
اوسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اوس مال مین اور وہ تو صغیر اور مدہوش کی مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل
کرے ہو تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او
دار کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابھا لان تدبیرہ الیھم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا
اسیطرح وقف کے گہر مین جو معین لوگون پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کے لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر اونہین لوگون سے وابستہ ہے

الارض او الدار موقوفة علی المسجد فهو کما لو وجد فیه ای فی المسجد زیلعی و درر و سراجیه و غیرها و قد قدمناه
اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہ میں ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول
ذکر کردیا ہے م اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اوسکا حکم مسجد محلہ کی مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اوسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیید
بکون الارباب الموقوف علیهم معلومین یخرج غیر المعلومین کما لو کان وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاهر ان الدیة تکون
فی بیت المال لانه حینئذ تکون من جملة ما اعد لمصالح المسلمین فاشبه الجامع قاله المصنف بحثا میں کہتا ہوں اور موقوف
علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہو نکلجاوے چنانچہ فقیروں اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر اسمیں یہ حکم
ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت میں ہوگا منجملہ ان اشیا کے جو مصالح مسلمین کیواسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد
کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اسکی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت
کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاة غیر مملوكة ففی الخیمة والفسطاط علی من یسکنها اور اگر مقتول پایا گیا اوس لشکرگاہ میں جو بیابان
غیر مملوک میں واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال میں مقتول ہے تو اوسکے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے وفی خارجهما ای الخیمة والفسطاط
ان نزلوا ای سکنوا فیها قبائل فعلی قبیلة وجد القتیل فیها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم قوم
ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اوسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین القبیلتین کان حکمه کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اوسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا درمیان دو گانوں کا حکم مذکور ہوچکا یعنی اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اوسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر
ہیں تو دونوں پر واجب ہے وان نزلوا جملة مختلطین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو
کانوا قد قاتلوا عدوا فلا قسامة ولا دیة ملتقی اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی
ولو کانت الارض التی نزل فیها العسکر مملوكة فعلی المالك فیها بالاجماع لانهم سکان ولا یزاحمون المالك فی القسامة والدیة درر لکن فی
الملتقی خلافا لابی یوسف فتنبه اور اگر وہ زمین جسمیں لشکر اترا مملوک ہو تو اوسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر تو اوسمیں ساکن ہیں
مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتقی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہیں
ولو وجد فی قریة لایتام لم یبلغ الایتام قسامة وهی علی عاقلتهم لانهم لیسوا من اهل الیمین ملتقی ہے کہ اگر مقتول
پایا گیا یتیموں کے گانوں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور دیت یعنی قسامہ ہوا اونکی عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں وان کان فیهم بالغ
[illegible] فعلیه لانه من اهل الیمین ولوالجیه اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اوسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کہانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی
الولوالجیة فروع مسائل بلحاظ اختصار کے لو وجد فی دار صبی او معتوه فعلی عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو
اونکے مددگاروں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف خمسین یمینا ودی من ماله ولو تعاقلوا فعلی عاقلتهما اور اگر مقتول
پایا گیا ذمی کے گھر میں تو ذمی پچاس قسمیں کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کی عاقلہ ہوتی ہوں تو دونوں یعنی یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت
واجب ہوگی قسم یہودی یوں قسم کھاوے کہ اوس خدا کی قسم جسنے توریت اتاری ہے میں نے اوسکو نہیں مارا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہوں اور
نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اتاری ہے کذا فی الطحطاوی ولو مر رجل فی محلة فاصابه سهم او حجر لم یدر من این ومات منه فعلی
اهل المحلة القسامة والدية سراجيه اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ میں سو اوسکو تیر لگا یا پتھر اور اوسکو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اوسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیه وفی الخانیه وجد بهیمة او دابة مقتولة فلا شیء فیها اور خانیہ میں ہے کہ چوپایہ
یا جانور مقتول پایا تو اوسمیں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلة فالقسامة والقیمة علی

عاقلتهم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگار و نپر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاه فهدر الا مدیونا فقیمته علی مولاه لغرمائه حالة والامکاتبا فقیمته علی مولاه منجمة اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گہر میں تو خون اوسکا رائیگان ہے مگر یہہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اوسکی قیمت اوسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اوسکے قرضخواہونکو لئے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گہر میں تو اوسکی قیمت اوسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ھھ مکاتب کی قیمت سو بدل کتابت ادا کیا جاوے اور اوسکی آزادی کا حکم کیا جاوے اور جو بدل کتابت وغیرہ باقی رہے وہ اوسکے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریہ ولو وجد المولی قتیلا فی دار ماذونه مدیونا اولا فعلی عاقلة المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گہر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امه او المرأة فی دار زوجها فالقسامة والدیة علی العاقلة ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گہر میں یا عورت اپنے زوج کے گہر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں ہے جمع معقلہ بفتح فسکون فضم وہ یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم سکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم راکے جمع مکارم ہے وهی الدیة وتسمی عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفك ای تمسك منه العقل لانه یمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل معنی منع ہے اور دیت خونوں کو بازر کہتی اور روکتی ہے خونریزی سے وبا معنی دانش اور خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکہتی ہے ھھ جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ انکا ذکر ہے جنپر دیت واجب ہے جسکو عاقلہ کہتی ہین تو بجای کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلة اهل الدیوان وهم العسکر وعند الشافعی اهل العشیرة وهم العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہین اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہین ھھ دیوان عبارت ہے اُن اوراق سے جنمین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا مشاہرہ یا ماہیانہ لکہا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت صحابہ کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل و رائگان نہین ہوسکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا آدمی سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اوسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے تو قاتل کی عاقلہ پر یعنی مددگار ونپر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھہ پروا نہین کرتا اور یہہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبًا اپنی انصار و مددگار ونکے بہروسے پر تو مددگار خطاکار ٹہرے مددگاری مین کیونکہ وہی تو سبب ہین اوسکی بیباکی اور تعدی کے تو اونکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو اونہون نے کیون محفوظ نرکہا اسلئے احتیاطی سے تو انہین پر وبال ڈالنا اولی اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا ہم جواب دینگے کہ یہہ اجماع حکم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپنے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہین ہے اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہین پہر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھہ ہوگئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹہر گئی تو یہہ نسخ نہین بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے ملخصا ھو منہم اہل لشکر عاقلہ ہین اوسکو جو اونمین سے ہے یعنی سپاہی لشکری کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالہ اور جس پلٹن مین قاتل ہوگا اونہین پر دیت واجب ہوگی فتجب علیهم کل دیة وجبت بنفس القتل خطا او شبه عمد لا بصلح او شبهة کقتل الاب ابنه عمدا فانه فی ماله کما مر فی الجنایات

کتاب المعاقل

سو اہل لشکر پر واجب ہوگی پر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہہ
کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت اسکے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہونی
سے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجرای خطا میں چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاھم او من ارزاقھم
والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاھرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض
فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل لصبرھم وعنائھم فی امر الدین سو دیت لیجاویگی اہل لشکر کی عطا سے یا اونکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہہ
ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت
کے نہیں بلکہ اونکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء وکذا ما یجب فی مال
القاتل عمدا بان قتل الاب ابنہ یوخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی حالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجاویگی تین سالمین قاضی
کے حکم کرنیکے وقت سے یعنی جیسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اوسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسیطرح دیت واجب ہے قاتل عمد کے مال میں اس
طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سالمین دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی م قضا کے بعد سنین مستقبلہ کی عطا
سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکر کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں
نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سالمین واجب ہوگا کذا فی الطحاوی فان خرجت العطایا فی
اکثر من ثلث او اقل توخذ منہ لحصول المقصود پھر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلی تو اوس سے دیت لیجاویگی
مطلب حاصل ہونیکے سبب سے م یعنی اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں ملے تو تمام دیت اوسی سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایکسال
کے تین مہینوں میں ملا تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اسلئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اوس میں سے لیا جاوے تو اوسکو تکلیف اور حرج ہوگا بخلاف عطا کے
کذا فی المجتبی وان لم یکن القاتل من اھل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر بہ تنویر الابصار اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے
تو اوسکا عاقلہ اوسکا قبیلہ اور اوسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگون سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر الابصار م قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے
یعنی یک جدی لوگ خلاصہ یہہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قصبہ یا برادری کے لوگ اسطرح ہوں کہ جب
اون میں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اوسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی لوگ اوسکی عاقلہ ہیں اور اگر اوسکے
مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور واسطے ہیں پھر اونکے بعد برادری کے لوگ پھر اہل محلہ پھر بازاری
لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہو کہ نہ اوسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اوسکی دو صورتیں ہیں یا اوسکی مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اوسکی مال میں
کذا فی الطحاوی مختصراً بتصرف وتقسم الدیۃ علیھم فی ثلث سنین ای السنین بمعنی العطیات قہستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہوگی تا
پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیئے کہ سنین بمعنی عطیات کے ہیں کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م طحاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات کی حاجت
نہیں ہوسکتی کیونکہ متن کے قول فان خرجت العطایا میں یہہ مضمون مذکور ہوگیا لا یوخذ فی کل سنۃ الا درھم او درھم وثلث ولو زید علی کل
واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی الاربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاوے دیت ہر سال میں مگر ایکدرہم یا ایکدرہم اور تہائی درہم کی اور زیادہ نہ لیا
جائیگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درہم سے بنا بر صحیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایکدرہم لیا گیا تو ہوگی تین سال میں تین درہم ہوتے
اور اگر ایکدرہم اور تہائی درہم کی لیگئی تو چار درہم ہوئے طحاوی نے کہا یہہ قول صحیح تر محمد سے منصوص ہے اور غیر اصح تو درمی کی روایت ہے کہ
ہر سالمین ہر شخص سے چار درہم سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیھم اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اسکی واسطے یعنی دیت پوری ہونیکے واسطے گنجایش نہ کرے تو جو قبیلہ اونکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی

راہ سے وہ بلایا جاتی ہے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہین پھر اونکے فرزند پھر چچا پھر اونکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند
مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین مجتبیٰ مین کہا الحاصل استنصار اہل لشکر اگر اہل ہے تو اوسکے ساتھ قرابت اور نسب اور
آزادی اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب سے مددگاری ہے تو بنابرین اگر قاتل صیاد دین سے ہو تو اوسکی عاقلہ صیاد ہین اور اونکی
اتباع ہے اور اوسکا قبیلہ اور وہ اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی المحیط اور وَالْقَاتِلُ عِنْدَنَا كَأَحَدِهِمْ اور ہم حنفیون کے نزدیک
قاتل بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کی مانند ہے ہم یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اوسی سے ظاہر ہوئی ہے تو اوسکو خارج کرنا عاقلہ سے بے
بیوجہ ہے خلافاً للشافعی ولو القاتل امرأۃ او صبیا او مجنونا فیشارکهم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون ہو اونمین سے ہر ایک عاقلہ
کا شریک ہوگا بنابر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی اونکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلة المعتق قبیلة سیده ہم اور غلام آزاد کا عاقلہ
اوسکے مالک کا قبیلہ ہے یعنی مالک کے ساتھ کذا فی المحیط وعن البرہان وتعقل عن مولى الموالاة مولاه وقبيلته ہم اور مولا موالات کیطرف سے اوسکا
مولا اور اوسکے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انه لا تعقل العاقلة جناية عبد ولا عمد وان سقط قوده بشبهة او قتله ابنه عمدا كما مر
اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمدا چنانچہ
مذکور ہوگیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدية لقوله صلى الله عليه وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا و
لا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحة بل الجاني اور عاقلہ نہین دیتی وہ مال جو لازم ہوا قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے
اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصہ سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقلہ دیت نہین دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار
کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کے بلکہ قاتل اوس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوع تو غریب ہے
لیکن موضحہ کی دیت حدیث مین نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے موقوف ہم یعنی لان المدعى قد فوعه فی اقراره او نقول صحیحة وانما قبلت البينة هنا مع
الاقرار مع انها لا تعتبر معه لانها تثبت ما ليس بثابت باقرار المدعى عليه وهو الوجوب على العاقلة مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین
یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی
اوسکو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولياء المقتول على ان قاضي بلد كذا
قضى بالدية على عاقلته بالبينة وكذبهما العاقلة اي العاقلة فلا شيء عليها اي العاقلة لان تصادقهما ليس بحجة عليهم ولا عليه في ماله الا حصته
لان تصادقهما حجة في حقهما زيلعي اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے
سبب سے اور عاقلہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہین ہے اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہے اور نہ خود قاتل پر واجب
ہے اوسکے مال مین مگر بقدر اوسکے حصے کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق اونہین دونون کے حق مین حجت ہے کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال مین عاقلہ کا
حصہ رسد اقرار اوسکا حجت ہے بشرطیکہ اوسکو واسطے عطا مین ہو چنانچہ عالمگیری مین ہے کافی ہے اور ظاہرا عطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہے نہ قبائل مین کذا فی المحیط
واعلم ان الخصم في ذلك هو الجاني لان الحق عليه ولو كان صبيا فالخصم ابوه خانية قلت يؤخذ من قوله الخصم هو الجاني لا العاقلة
جواب حادثة الفتوى وهي ان صبيا فقأ عين صبية فماتت فاراد وليها تحليف العاقلة على نفي فعل الصبي والجواب انه لا تحليف
لان ذلك فرع صحة الدعوى وهي غير متوجهة على العاقلة وبقي هنا شيء وهو ان العاقلة لو اقروا بفعل الجاني
هل يصح اقرارهم بالنسبة اليهم حتى يقضى عليهم بالدية ام لا فان قلت نعم ينبغي ان يجري الخلاف في حقهم فليطلب فائدة قاله
المصنف محشيا فليحرر اور معلوم کر کہ یمین یعنی دعوی قتل مین خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اوسی پر ثابت ہے اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ
اوسکا باپ ہے کذا فی الخانیۃ مین کہتا ہون کہ اوسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ صغیر نے

صغیرہ کی آنکھ پھوٹ گئی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارثوں نے چاہا کہ قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم عو
صحیح ہونیکی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہوا اور یہان گفتگو کچھہ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو اونکا اقرار بہ نسبت
اونکے صحیح ہوگا تا اینکہ اونپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار اونکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ ہان تو لائق یون ہی کہ قسم اونکے حق مین جاری ہو
اور ہکے فائدہ ظاہر ہونیکے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م
تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہی کہ عاقلہ خصم نہیں تو اونپر قسم بھی نہیں اور اگر یون جواب دو تو سمجھو کہ یہہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اونپر قسم جاری نہوگی
تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان جنی حر علی نفس عبد خطأ فھی علی عاقلتہ یعنی اذا قتلہ لان العاقلۃ لاتتحمل اطراف العبد وقال
الشافعی لاتتحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اوسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہہ ہی کہ آزاد
غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا یدخل صبی و
امرأۃ و مجنون فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنی لو القاتل غیرھم ولا فید حلوان علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ
عاقلہ مین داخل نہیں جبکہ باہم وہ مددگاری نکرتے ہون یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ مین داخل نہین اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو
عاقلہ مین داخل ہونگے بنابر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا م عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اون سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو
تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب دیت مین کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم ولا بعکسہ لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی
طرف سے اور نہ مسلمان کافر کیطرف سے تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینھم وان اختلفت مللھم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنی
ان تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ایکدوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ اونکے دین مختلف
ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہی یعنی جبکہ باہم مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر اونمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی
واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کی مانند چنانچہ مجتبی مین اسکو مشرح بیان کیا ہی م مجتبی مین ہی کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب مین وارد ہین سو ایک مسلمان
نے دوسرے کو قتل کیا تو اوسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہی کذا فی الطحطاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کاللقیط وحربی اسلم فالدیۃ فی بیت المال
فی ظاھر الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیہ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبھا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار
نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی
نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہی یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اوسکے مال مین دیت واجب ہو اس روایت کو زیلعی نے غیر
معتمد کہا ہی قلت وظاھر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تناصرھم قد انعدم وبیت المال قد انھدم یرجح وجوبھا فی مالہ فیؤدی فی
کل سنۃ ثلثۃ دراھم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطفی قال وھذا حسن لابد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع
فی کثیر من المواضع انھا فی ثلث سنین فافھم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہہ ہی کہ وہان کے
لوگونکی باہم مددگاری نیست و نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہہ حال ترجیح دیتا ہی وجوب دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر
سال تین یا چار درہم ادا کرے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہی صاحب مجتبی نے کہا اور یہہ قول خوب ہی اسکا یاد رکھنا ضرور ہی اور مصنف نے اپنی
شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سوا بہ نسبت مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی الطحطاوی
تین سال مین ہی تو اسکو سمجھ لے وھذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیہ اور یہہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال
دیت واجب ہے اوسوقت جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اوسکے مال مین بالاتفاق دیت ہی کذا فی البزازیۃ وصح لہ وارث
معروف مطلقا ولو بعیدا او محرومًا برق او کفر لا تعقلہ بیت المال وھو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کہ جسکا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث ہو غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال پر ہوگی اور
یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ میں شرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ للعجم وبہ جزم فی الدرر قال المصنف لعدم تناصرہم یعنی عجمیوں کیلئے
عاقلہ نہیں ہے کیونکہ سوا اہل دیوان کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے درر میں یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں انکو عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل
لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذلک طلبۃ العلم قلت
وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیہ اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں انکو اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں چنانچہ
کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اوسکے عاقلہ ہیں اور اسیطرح طالب علم باہمدگر عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں کہ
اسیکا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا الباب ومعنی التناصر
انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتبی میں یہہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اوسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اوسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اوسکی کاربرآری میں تاکہ
اوسکو بچالیں اوسکی تکلیف ٹال دیں اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے وفی تنویر البصائر معزیا للحافظیۃ والحق ان التناصر فیہم بالحرف
فہم عاقلتہ الی فلیحفظ واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کیوجہ سے ہے
تو اہل پیشہ ہی عاقلہ ہیں ہم پیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے اور اسی قول کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر
منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ
بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہو ہم یہہ وہی قول ہے جو زیلعی
صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور
جہاں نہ قبیلہ اور برادری ہو اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں ہم وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر
الروایۃ ہے جی اور وجوب مال قاتل کے مالین دیت روایت شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر ہے چنانچہ فقہانے اوسکی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور
حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اوسکے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الوصایا

یہہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت
سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنے
جس چیز کی وصیت کیجائے اوسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اوسکی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً
زید نے خالد سے کہا کہ یہہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ تعم الوصیۃ
والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجیٔ فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی ملکہ
بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اوسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور وہ جسکے
مسائل جدا باب میں آگے آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنی اوسکو مالک کیا بطریق وصیت کے ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں
تابع ہے صاحب درر کا فحینئذ ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عیناً کان او دیناً تو اسوقت میں یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا
کے معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بالموت کے خواہ تملیک کی شے عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین
فانہ نافذ من کل المال کما سیجیٔ میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاوے اسواسطے کہ

کتاب الوصایا

دین کا اقرار نافذ ہی تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہو **م** مصنف نے کہا اور ترکیب اوسکی قیاس کے خلاف ہی کیونکہ وہ
سے تملیک بعد الموت ہوتی ہی تو وقت تملیک کے ملکیت سے خارج ہوا اور جب اوسکی کچھ حاجت نہیں دلالتیانیہ وصحتہا علیہ تعالی فیما سکنہ
اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالی کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر **م** یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہی کہ جب
وصیت کی یہہ تعریف ہوتی کہ وہ تملیک ہی بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب ہی پھر جب
واجب ہوئی تو تبرع کہان رہا اسلئے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہی اور یہہ لفظ تامل وقت جواب
کو ضعف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور یہہ یون عباد کی مانند ہوا کذا فی العینی وجب
علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوٰۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ
لاہل الفسق والا فمستحبۃ اور بنا بر اوس کلام کے جو مجتبی مین ہی وصیت چار قسم ہی واجب ہی وصیت زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوٰۃ
جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کیواسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجر کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہی **م** وجوب زکوٰۃ
وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہے تو اسکو زیلعی کیطرف نسبت کرنا مناسب تہا اور مجتبی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبی کا ترجمہ یہہ ہے کہ وصیت چار
قسم ہی واجب ہی جیسا کہ ردّ ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے جیسا کہ کفارات اور فدیہ صلوٰۃ اور صیام اور اسکی مانند کی وصیت اور مباح ہی
جیسے اغنیا اور اجانب اور اقارب کیواسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کیواسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین
والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کیواسطے واجب نہین ہی اسلئے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نسا
کی آیت سے منسوخ ہی **م** سورۂ بقرہ کی یہہ آیت ہی کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچہہ مال چہوڑے تو وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والون کیواسطے اور سورۂ نسا کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہی جو
ناسخ ہے سورہ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورۂ بقرہ
کی آیت منسوخ ہی اوس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا پہر فرمایا کہ حق
تعالی نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث
مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہہ بحث ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الہدایۃ وسببہا ما ہو
سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے **م** حموی نے کہا وصیت کا سبب ہے جو وصیت کے محاسن مین
مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہوگئے ہین اونکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچہہ حاجت نرہی تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہی کہ اہم وظائف
دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت
اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کیواسطے موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین تاکید فرمایا ہی آیۃ المواریث مین اسلئے کہ تین جگہ من بعد وصیۃ یوصی بہا
او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کیواسطے اور
فرمایا کہ اوس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچہلے دن کا ایمان رکہتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنیکا ارادہ رکہتا ہو یہہ کہ سو رہے مگر اوسکی وصیت
اوسکے سرہانے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے فرمایا نقل کی کہ نفس یاد رکہنے کے لائق نقل کی وہ یہہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اوسکی اولاد صغار
ہیں تو مشائخ نے کہا کہ مال کا چہوڑ جانا اپنی اولاد کیواسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تہوڑا ہو امام نے کہا کہ اوسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال
زیادہ ہو اور وارث غنی ہین تو اسمین واجب سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اوسپر کچہہ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کیواسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین تو

ساعد الطحاوی ...

پہر وصیت کرین کیو اسطی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی وشرائطها کون الموصی اهلاً للتملیك فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضافہ
لعتقه کما سیجئ اور وصیت کی شرط یہ ہے کہ موصی کالائق مالک کرنیکے ہو تو وصیت جائز نہین ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب
وصیت کو اپنے آزاد ہو جانیکے وقت نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقه بالدین لتقدمه علی الوصیة کما سیجئ اور عدم استغراق
مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا وکون الموصی له حیا وقتها تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل
الموصی له فافهمه فان به یسقط ایراد الشرنبلالیه اور موصی لہ جسکے لئے وصیت کی گئی اوسکا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو
یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہے سو اسکو یوجھ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے ؎ صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی
حیات وصیت کیوقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے وکونه غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کیوقت وارث نہونا شرط ہے ؎ یعنی
موصی لہ موصی کا وارث نہو موصی کی موت کیوقت اور اگر وصیت کیوقت وارث ہو اور موت کیوقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی مین ہے کہ اگر ایک
شخص نے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پہر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بہائی کے حق مین وصیت صحیح ہے یعنی اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بہائی
موصی کا وارث نرہا موت کیوقت اور اگر موصی کا بیٹا ہو اور اوسنے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی پہر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے
کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کیوقت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نتہا ولا قاتلا اور موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اوسنے وصیت
قبل از قتل کی ہو پہر اوسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونیکے وصیت کی ہو ہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی وهل یشترط کونه معلوما قلت
نعم کما ذکره ابن سلطان وغیره فی الباب الاٰتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہین مین کہتا ہون ہان اوسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اوسکو ذکر کیا ہے باب آیندہ مین ؎ موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی
وکون الموصی به قابلا للتملیك بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت
ہوا ہو موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کے بواسطے کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا
معدوم ہو ؎ معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پہلون کی وصیت کرنا فلانے شخص کیواسطے جب تک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ
موصی کا کچھ مال نہین پہر اوسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اوسکی موت کیوقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وبان یکون
بمقدار الثلث اور یہہ شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو ؎ طحطاوی نے کہا یہہ لزوم وصیت کی شرط ہے وركنها قوله اوصیت بکذا لفلان
وما یجری مجراه من الالفاظ المستعملة فیها اور وصیت کا رکن موصی کا یہہ قول ہے کہ مین نے وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کیواسطے اور جو اسکے
قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت مین مستعمل ہوتے ہین ؎ چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لئے ٹہرایا وفی البدائع
ذکر انه الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع مین ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہے
؎ غایة البیان مین ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی مین ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت
تملیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کئے لائق نہین اسواسطے کہ قبول ہوا ایجاب سے پہلے انتہے ملخصا قلت والمراد بالقبول ما یعم الصریح
والدلالة بان یموت الموصی له بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجئ مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اس
طرح کہ موصی لہ مرجاے موصی کی موت کے بعد بدون قبول کرنیکے چنانچہ آگے آویگا ؎ موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد بھی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث
ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کی برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اوسکے وارثون کیواسطے خریدنا یا اوسکا دینا
کرنا کذا فی العالمگیریة عن محیط السرخسی وحکمها کون الموصی به ملکا جدیدا للموصی له کما فی الهبة فیلزمه استبراء الجاریة الموصی بها

اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا یہ ہے کہ ملک جدید موصی لہ کی ہو جائیگا جیسا کہ ہبہ مین ملک جدید حاصل ہوتی ہے جو موہوب لہ کو حاصل ہوتی ہے اور وصیت کے جائز ہونے
کا استحسان لازم ہوگا ویجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کیواسطے
در صورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نکرین ف - مانع وصیت جیسا کہ قتل یا مستغرق دین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین ہے مذکورہ
کی دلیل سے یعنی حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہوں لا الزیادۃ علیہ الا ان یجیزہا
ورثتہ بعد موتہ ولا معتبر اجازتہم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ وہم کبار نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا اور وصیت
مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اوسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ اوسکی وفات کے بعد معتبر
ہے ف حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوی کہ ہنوز اونکا حق ثابت نہین ہے اسلئے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث
صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اوسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہین سمجھیں سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے جو صحاح
ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے
کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کرو اور
تہائی بہت ہے یعنی وصیت کیواسطے یعنی یعتبر وارثًا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث
یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کیواسطے ف مریض کے اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث
ہونا اقرار کیوقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا بر خلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ اوسکا وارث نہین تو اقرار
جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اوسکے اوسکا وارث ہو جاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو حادث سبب کے جہت سے بعد اقرار کے جیسا کہ عورت اجنبی کیواسطے اقرار کیا پھر
اوس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قائم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اوس بھائی کیواسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکی
فرزند مر گیا کذا فی الطحطاوی وندب بما قل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم بحصتہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کرنیوالا
ثلث کی وارثون کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصول کے سبب سے اونکو استغنا حاصل ہوا ہو کترکہا ای کما ندب ترکہا بلا احدہما ای غنی او
استغناء لانہ حینئذ صلۃ وصدقۃ جیسی وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تونگری یا استغنا ورثہ کے یعنی جبکہ وارث نہ خود مالدار ہوں نہ میراث کے
حصول سے اونکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے ف یعنی جب وارث
محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اوسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنیکا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات
کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنی
بہتر صدقہ اوس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تنبیہ طحطاوی مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث
چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر واحد دس ہزار درہم کی میراث پاوے و توخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے
یعنی ادای دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے ف حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور
زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت تبرع کی مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ
ولو حکما کمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کی عدم مزاحم کے
سبب سے ف یعنی جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اوسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود و درمین جو تعلق حق وارث
مانع تہا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی ولملوکہ بثلث مالہ اتفاقا وتکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث
فیہا والا سعی فی بقیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شئ فہو لہ اور اپنے غلام کیواسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اوسکی آزادی کی

کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے تو بہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کریگا اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا ہے م اگر موصی کا مال درہم اور دینار سے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درہم ہوا اور غلام کی قیمت سو درہم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اوسکی قیمت ۱۳۰ درہم ہو تو ۳۰ درہم کی کمائی کر کے ادا کرے تب آزاد ہوا اور اگر اوسکی قیمت ۷۰ درہم ہے تو ۳۰ درہم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اوسکی تفصیل تتارخانیہ میں مذکور ہے وبِدَنَانِيْرَ اَوْ دَرَاهِمَ مُرْسَلَةً لَا تَصِحُّ كَمَا لَا تَصِحُّ بِعَيْنٍ مِنْ اَعْيَانِ مَالِهِ اور اگر اپنے غلام کیواسطے دنانیر یا دراہم غیر معینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کی اجناس مال سے ایک جنس کی ہم و در میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کیواسطے اپنی مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درہم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحطاوی نے کہا دینار اور درہم میں عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تھی اور تعیین کی صورت میں تو جنس کی مانند وصیت صحیح نہیں وَصَحَّتْ لِمُكَاتَبِ نَفْسِهِ اَوْ لِمُدَبَّرِهٖ اَوْ لِاُمِّ وَلَدِهٖ اِسْتِحْسَانًا لَا لِمُكَاتَبِ وَارِثِهٖ اور وصیت صحیح ہے اپنی ذاتی مکاتب کیواسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کیواسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وَصَحَّتْ لِلْحَمْلِ وَبِهٖ كَقَوْلِهٖ اَوْصَيْتُ بِحَمْلِ جَارِيَتِيْ اَوْ دَابَّتِيْ هٰذِهٖ لِفُلَانٍ اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک یوں کہا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کیواسطے م اور حمل کیواسطے اسطرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درہم کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستة اشهر لو زوج الحامل حيا ولو ميتا وهي معتدة حين الوصية فلاقل من سنتين بدليل ثبوت نسبه اعتبار وجوده پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت حمل کو اوسوقت صحیح ہوگی کہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہوا اور اگر شوہر اوسکا مردہ ہوا اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کیوقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحطاوی مشروط ہے بدلیل ثابت ہونے اوسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بين الآدمي وغيره من الحيوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ حیوانات میں یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصى بما في بطن دابة فلان لينفق عليه صح تو اگر وصیت کی اوس بچہ کیواسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تا اوسپر صرف کیا جاوے تو صحیح ہے ومدة الحمل للآدمي ستة اشهر وللفيل احدى عشرة سنة وللابل والخيل والحمار سنة وللبقر تسعة اشهر وللشاة خمسة اشهر وللسنور شهران وللكلب اربعون يوما وللطير احد وعشرون يوما قهستاني معزيا للاستيفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لئے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدہی کیواسطے ایک سال ہے اور گائے کیواسطے نو مہینے اور بھیڑ بکری کیواسطے پانچ مہینے اور بلی کیواسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے اکیس دن ہیں چنانچہ قہستانی میں ہے منسوب باستیفا یعنی وقتها اي وقت الوصية وعليه المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں م شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفي النهاية من وقت موت الموصي اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کیوقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے وفي الكافي ما يفيد انه من الاول ان كان له ومن الثاني ان كان به اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکو مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتدا مدت حمل وصیت کیوقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد في الكنز ولا تصح الهبة للحمل لعدم قبضه ولا ولاية لاحد عليه ليقبض عنه زيلعي وغيره کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کیواسطے اوسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اوسپر کسیکی ولایت ہے تاکہ ولی اوسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنه بما اوصى له لم يجز لانه لا ولاية للاب على الجنين ولوالجية تو اگر بچہ شکمی کا باپ اوسکی طرف سے مصالحہ کرے بعوض اوسکے جو بچہ کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکمی کے اوپر کذا فی الولوالجیہ قلت وفيه علم جواب حادثة الفتوى

وھی انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیہا وتوقف الحمل بل قالوا الحمل لا یلی ولا یولی علیہ مین کہتا ہون اور بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اوسکو تصرف کرنا جائز نہین اسمین جو حمل کیواسطے موقوف ہوا بلکہ فقہانے کہا ہے کہ حمل یعنی بچہ شکمی کی ولایت نہین کسی پر اور نہ کسیکی ولایت اوسپر ہو **وصحت بالامۃ الاحملہا** اور لونڈی کی وصیت بدون اوسکے حمل کے صحیح ہو یعنی اگر یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اوسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہہ صحیح ہے **لما تقرر ان کل ما صح افرادہ بالعقد صح استثناءہ منہ وما لا فلا** لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد مین صحیح ہے تو اوسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اوسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت مین درست ہو تو اوسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا **ومن المسلم للذمی وبالعکس** اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کیواسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہو ش دلیل صحت اول کلام الہی ہے **(لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم)** یعنی ہرگز نہین منع کرتا اللہ تعالی اُن کافرون کے احسان کرنے سے جو تمسے نہین لڑے دین مین اور نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو احسان دونو طرف سے درست ہوا حیات مین اسیطرح ممات مین بھی کذا فی الدرر **لا حربی فی دارہ** اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دار الحرب مین اسواسطے کہ وصیت سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقولہ تعالی **(انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین)** حق تعالے نے فرمایا کہ یہی بات ہو کہ اللہ تعالے تمکو روکتا ہے اُن کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے مین کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر **قید بدارہ لان المستامن کالذمی کما افادہ الملا خسرو** مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کی مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ یہہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ش ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر مین عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہے اور سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہو تو یہہ احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب مین ہو نہین یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کیواسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکورہ کے بیان کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ مین **قلت وبہ صرح الحدادی والزیلعی وغیرہما وسیجیء متنا فی وصایا الذمی** مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن مین آویگا وصایا ذمی مین **ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لا تسببا کما مر** اور درست نہین ہو وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کیواسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین ش حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا وصیۃ للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا فی المنح **الا باجازۃ ورثتہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزہا الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث وسنحققہ** وارث کیواسطے وصیت درست نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہی بدلیل قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کیواسطے مگر یہہ کہ وصیت کو وارث جائز کہین یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اوسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے **وہم کبار عقلاء فلم تجز اجازۃ صغیر ومجنون** اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی **واجازۃ المریض کابتداء وصیۃ** اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کی مانند ہے ش یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اوسکو شفا ہوگئی تو وصیت صحیح ہوگئی اور اگر مریض مرگیا اوسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اوسکی موت کی بعد اجازت نہ دین اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہین تو اجازت جائز ہو اور یہہ

ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض ورد البعض جاز على المجيز بقدر حصته اور اگر بعضے وارثون نے اجازت دی اور بعضون نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اوسکے حصہ کے وصیت جائز ہوگی او یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجوز بلا اجازۃ لانهما لیسا اهلا للعقوبۃ یا اگر قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثون کے اسواسطے کہ دونون عقوبت کے لائق نہین او لم یکن له وارث سواه کما فی الخانیۃ ای سوی الموصی له القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجته او هی له ولم یکن ثمة وارث اخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوای اوسکے کذا فی الخانیہ یعنی سوای قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی جورو کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنی زوج کو اور وہان کوئی وارث نہین تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبیۃ فلو اوصت لزوجها بالنصف کان له الکل مجتبیہ مین اتنا زیادہ کہا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اوسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوای زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اوسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قید بالزوجین لان غیرهما لا یحتاج الی الوصیۃ لانه یرث الکل بردا ورحم وقد قدمناه فی الاقرار معزیا للشرنبلالیہ مین کہتا ہون اور فقیہون نے زوجین کی اسواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا رد میراث کی یا قرابت کیوجہ سے اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الاقرار مین شرنبلالیہ کیطرف نسبت کرکے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل ماله ومات ولم یترک وارثا الا امراته فان لم تجز فلها السدس والباقی للموصی له لان له الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلها ربعهما وهو سدس الکل ولو کان مکانها زوج فان لم یجز فله الثلث والباقی للموصی له اور فتاوی نوازل مین ہے کہ وصیت کی ایکمرد کیواسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث نچھوڑا سوای اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت ندی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلئے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی رہی دو تہائیان تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بجای زوج ہو وارث وصیت کرنیوالیکا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت ندی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے ہم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت ندی تو زوج کے مال کے چھہ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اوسمین چوتہائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نرکھی تو اوسکی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو فی وجوه الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہین اوس صغیر سے جسکو نیک بد کی تمیز نہین اگرچہ اوسنے امور نیک مین وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کامون مین اونکی نزدیک صحیح ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجهیزه وامر دفنه فیجوز استحسانا اور اسیطرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہین مگر اوسکی تجہیز اور دفن کے امر مین تو وصیت استحسانا جائز ہے هم لیکن تجہیز اور تکفین مین مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جاویگا اور جو کپڑونکی وصیت کی کفن مین تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھہ کپڑونکی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلانے قبرستان مین فلانے زاہد کے پاس اوسکو دفن کرین تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وعلیه یحمل اجازۃ عمر رضی الله عنه لوصیۃ یافع یعنی المراهق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی الله عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کیواسطے محمول ہے هم یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز کہا تہا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہو یا مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہو کذا فی شرح الحموی وان وصیۃ مات بعد الادراک او اضافها الیه کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایته فلا یملکه تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افاده بقوله صغیر کی وصیت صحیح نہین اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح کہ اگر مین جوان بالغ ہون تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو وصیت جائز

نہوگی صغیر کی قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا کانہ تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق مین اوسکو ملک نہین برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے
آئندہ قول مین اوسکو ذکر کیا ہے ولا من عبدٍ ومکاتبٍ وان ترک المکاتب وفاءً وقیل عندہما تصح فی صورۃ ترک الوفاء درر
اور وصیت صحیح نہین غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادار بدل کتابت کیواسطے مال چھوڑا ہو اور بعضون نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے درصورت
ترک کرنے ادای مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما وعبارۃ الدرر الا اضافہا الی العتق فتصح لزوال المانع وهو حق
المولی مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کیوجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے
مولی کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافہا یعنی غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا ھم یعنی غلام اور مکاتب کی
وصیت حق مولی کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل
اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کالاخرس اور وصیت جائز نہین بستہ زبان سے بطریق اشارہ
کے مگر جبکہ اوسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہانتک کہ اوسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کی مانند ہے ھم معتقل اللسان وہ
ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی ودرر مین ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کی مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کے وصیت اور
نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص مین وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے
نہ بستہ زبان مین وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت لموتہ جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ وکان کالاخرس قالوا
وعلیہ الفتوی درر وسیجئ فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اوسکی موت تک ممتد ہوگئی
تو اوسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اوسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کی مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ
آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہین مگر
موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے ھم تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نکی تو وصیت
موقوف رہیگی اوسکے قبول کرنے پر موصی لہ کی ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل
قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ
ثم ہو بلا قبول فہو ای المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کامر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنیکے نہین ہوتی
مگر جبکہ اوسکا موصی مری پھر موصی لہ مری بدون قبول کرنیکے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے
چنانچہ گذر گیا ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہین مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے
پھر جب موصی لہ مر گیا تو اوسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اوس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے
کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسیطرح اگر بچہ
شکم کیواسطے وصیت کی تو وہ اوسکی ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کیوجہ سے بسبب نہونے اوس شخص کے جسکی ولایت ہو اوسپر تاکہ وہ اوسکی
طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ و
اعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو مغصوب سے
اسطرح کہ اوس چیز کا نام بدل ڈالے اور اوسکا بڑا فائدہ زائل کردے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہو چکا ھم چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اوسکو قطع کیا اور
سیا تو اب اوسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء فی
الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بناءہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اوسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

کی تسلیم کا مانع ہو بدون اوسکی جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر مین برخلاف اوس گھر کی چونہ کاری کے
اور اوسکی عمارت ڈہانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہی تابع مین نہ اصل مین وتصرف عطف علی بقولہ صریح وعطفت ابن الکمال متبعًا للدرر
بأو وعلیہ فہو اصل ثالث فی کون فعلہ یفید الرجوع عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر او یزیل ملکہ فانہ رجوع عاد الیہ ملکہ ثانیًا ام لا کالبیع
والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہی ایسے تصرف سے جو اوسکی ملک کو زائل کردی چنانچہ بیع اور ہبہ یہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی
کی ملک مین دوسری بار آوی یا نہ آوی ہو شارح نے کہا قولہ وتصرف عطف ہی بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہوکر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور
اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہی اوسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے مین چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہی سو اسکو غور کرلے وکذا اذا خلطہ بغیرہ
بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسیطرح رجوع عن الوصیۃ ہی جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اوسکا جدا کرنا ممکن نہین لا یکون
رجوعًا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے راجع نہوگا اوس کپڑے کی دہو دینے سے جسکی اوسنے وصیت کی اسلیے کہ
یہ تصرف تابع مین نہ اصل ہی واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلًا اور یہہ معلوم کر کہ تغیر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلًا
ضرر نہین کرتا وصیت مین ولا بجحودها درر وکنز ووقایہ وفی المجمع بہ یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی
انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہین ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسیطرح ہی درر اور کنز اور وقایہ
کی متن مین اور مجمع مین ہے کہ اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے عینی شرح مجمع مین ہے پہر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہی کہ انکار رجوع
ہے وصیت سے اور سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہی اپنی شرح مین م معلوم ہو کہ یہان دونون قول پر فتوی ہی
ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین نسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر مین اس مسئلہ کا خلاف نہین ذکر کیا اور نہ محمد نے
اپنی کتابون مین لیکن کتاب الوصایا مین انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر مین رجوع نہین کہا اسوجہ سے مشایخ مین اختلاف واقع ہوا بعضون نے کہا کہ
اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعضون نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہی انتہی وکذا لا یکون
رجوعًا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بہا فحرام او ربوا او اخرتہا اور اسیطرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ مین نے کی وہ
حرام ہے یا ربوا ہے یا اوس وصیت مین تاخیر ڈالی مین نے بخلاف قولہ ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ مین نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہہ رجوع
ہے وصیت سے م تاخیر رجوع نہین اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہی اور تاخیر اسقاط نہین وبخلاف قولہ کل وصیۃ
اوصیت بہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاول ویکون لوارثہ
بالاجازۃ کما مر اور برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت مین نے کی وہ باطل ہی یا جو وصیت کہ مین نے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہے یا فلانے میرے
وارث کیواسطے ہے تو ہر ایک یہہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ وارث
کے حق مین وصیت بدون اجازت اور وارثون کے درست نہین ولو کان فلان الاخر میتًا وقتہا فالاولی من الوصیتین
بحالہا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلانا شخص مردہ ہو وصیت کیوقت تو دو وصیتون مین سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہی بسبب باطل ہونے
دوسری وصیت کے ولو حیًّا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ
ہے وصیت کیوقت پہر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنیسے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل
ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثًا او غیر
وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہی اوس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت
کے بعد اسلیے کہ ثابت ہوچکا ہی یہہ کہ جواز وصیت کیواسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت م وصیت تو [illegible]

سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نہیں مگر موت کیوقت وارث ہوگئی نکاح سے اور حالانکہ وارث کیواسطے وصیت جائز نہیں اور ہبہ مریض کا
اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہے صورت میں لیکن مرض کے سبب سے وہ حکماً مضاف الی ما بعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا بیچ وصایا کے موقع
مین کیونکہ تبرع ہے تو اوسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقرلہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار
فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز ھ برخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقرلہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پہر اوس سے
نکاح کیا پہر مرگیا تو اقرار جائز ہے ھ اقرار کیوقت عورت وارث نہ تہی پہر نکاح سے وارث ہوئی تو یہہ اقرار کیواسطے مضر نہیں ویبطل اقرارہ ووصیتہ
وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیوجب تہمۃ الایثار اور باطل
اوسکا اقرار اور اوسکی وصیت اور اوسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کیلئے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد
اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کیوقت تو یہہ تہمت ایثار کا مورث ہو ھ ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ اونمین موت
کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کیوقت موجود ہے تو یہہ تہمت ایثار (ترجیح دینا) کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے
ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بہ علۃ السل وہو قرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ
ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ
اوسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایکسال تک دراز ہوگئی ہو اور اوس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک
سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اوسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہے
جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پہیپڑہ کا قرحہ ہے ھ مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پہرنے سے عاجز ہو پاؤنکی بیماری سے اور مفلوج وہ جسکو فالج
کی بیماری ہو یعنی آدہا دہڑ حس وحرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتہ مین رعشہ ہو یعنی ہاتہ کانپتا ہو خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ امراض مزمنہ جسکو عارض ہون
اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پہر مر جاوے برس سے پہلے تو یہہ مرض الموت ہی تو اوسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں
اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلونمین جنمین مظنہ تہا ہلاک ہونیکا زندہ رہا بچ گیا تو اوسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضون کے حکم مین نرہا یہانتک
کے علاج کیے بہی لائق نرہا کذا فی الدرر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض
الموت یہہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجرید مین کذا فی البزازیۃ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت و
ان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہہ ہے کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو
کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرہ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث
عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اوسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض
یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجایش نرکہتا ہو ھ قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اوس فرض سے
جو حق العبد ہے پہر اوس فرض سے جو حق اللہ ہے پہر واجب پہر نفل ایسا مروی ہے فقہا سے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین
مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطرۃ والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور
قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر
کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام الطحاوی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم
ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرۃ ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طحاوی سے یون مروی ہے کہ ابتدا کیجاے کفارہ
قتل سے پہر کفارہ یمین سے پہر کفارہ ظہار سے پہر کفارہ افطار سے پہر نذر سے پہر صدقہ فطر سے پہر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جاے خراج پر وفی الدر ہذا مذہب ابی حنیفۃ آخر ان

حج النفل افضل من الصدقة اور برجندی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پہلا مذہب یہہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ھ اول یہہ مذہب تہا
کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصى بحج اى بحجة الاسلام احج
عنه راكبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اوسکا وارث یا وصی موصی کیطرف سے حج کراوے سوار کرکے موصی کے شہر سے ھ اسواسطے کہ موصی پر
حج فرض تہا اوس وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اوسیطرح سے اوسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقة من بلده فقال رجل انا احج عنه
بهذا المال ماشيا لا يجزيه قهستاني معزيا للتتمة سو اگر خرچ کفایت نکرے موصی کے شہر سے سو ایکمرد نے کہا کہ میں حج کرونگا میت کیطرف سے
اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو یہہ حج کفایت نکریگا میت کیطرف سے چنانچہ قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول ان كفى نفقته ذلك والا فمن حيث
تكفي اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے
وان مات حاج في طريقه واوصى بالحج عنه يحج من بلده راكبا وقالا من حيث مات استحسانا هدايه ومجتبى وملتقى قلت ومفاده
ان قوله قياس وعليه المتون فكان القياس هنا هو المعتمد فافهم اگر حج کا جانیوالا راہ میں مرگیا اور اوسنے وصیت کی اپنی عوض حج کروانے
کی تو حج کروانا چاہیئے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے چاہیئے استحسان کیوجہ سے کذا فی الہدایۃ والمجتبی والملتقی
مین کہتا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اوسی پر متون فقہ کی مشتمل ہین تو یہان قیاس ہی معتمد ہوا استحسان پر سو اسکو سمجہ کیونکہ
ھ جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہین تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہان قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقته ذلك والا فمن حيث تبلغ اگر اوسکا
خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہین سے سوار کرکے حج کروانا چاہیئے بالاتفاق ومن لا وطن له فمن
حيث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہان سے حج کروانا چاہیئے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصى بان يشترى بكل
ماله عبد فيعتق عنه عن الموصي ولم يجز الورثة بطلت وصیت کی کہ اوسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کیطرف سے اور اوسکے
وارثون نے اسکو جائز نرکہا تو وصیت باطل ہے كذا اذا اوصى بان يشترى له عبد بالف درهم وزاد الالف على الثلث وقالا يشترى
بكل الثلث في المسئلتين مجمع اسیطرح جبکہ وصیت کی یہہ کہ خرید کیا جاوے اوسکو واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار درم ثلث مال سے زیادہ ہین تو وصیت
باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونون صورتون مین غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مريض اوصى بوصايا ثم برئ من مرضه ذلك
وعاش سنين ثم مرض فوصاياه باقية ان لم يقل ان مت من مرضي هذا فقد اوصيت بكذا كذا في الخانية بیمار نے چند وصیتین
کین پہر وہ چنگا ہوگیا یعنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پہر بیمار ہوا تو اوسکی وصیتین باقی ہین اگر اوسنے یون کہا ہو کہ اگر مین اپنی اس مرض سے
مرگیا تو مین نے یہہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضیخان اوصى بوصية ثم جن ان اطبق الجنون حتى بلغ ستة اشهر بطلت والا لا موصی نے
وصیت کی پہر وہ مجنون ہوگیا اگر وہ اوسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہانتک کہ چہہ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ورنہ باطل نہین وكذا لو اوصى ثم اصابه
الوسواس فصار معتوها حتى مات بطلت خانيه اور اسیطرح اگر وصیت کی پہر موصی کو وسواس ہوگیا سو وہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ
مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیہ اوصى بان تعار بيته من فلان او بان يسقى عنه الماء شهرا في الموسم او في سبيل الله فهو
باطل في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى یہہ وصیت کی کہ موصی کا گہر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کیطرف سے مہینہ بہر
حج کے موسم مین یا خدا کی راہ مین تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول مین کذا فی الخانیہ كما لو اوصى بهذا التبن لدواب فلان
فان الوصية باطلة ولو قال يعلف بها دواب فلان جاز چنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہہ بہوسا فلانے شخص کے جانورون کیلئے خاص
ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یون کہا کہ اس بہوسی سے فلانے کے جانورونکو چارا دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصى بان ينفق على فرس
فلان كل شهر كذا جاز وتبطل ببيعه اور اگر یہہ وصیت کی کہ فلانے کے گہوڑے پر ہر مہینے مین اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گہوڑے

کہ بعید الناء وصیت کو باطل کر دیتا ہو م خانیہ مین ہی محمدؒ نے کہا یہہ وصیت صاحب فرس کیواسطے ہی پہر اگر گہوڑا مرگیا یا اوسنے بیچا تو وصیت
باطل ہو گئی انتہی ولو اوصیٰ بسکنیٰ دارہ لرجلٍ ولا مال لہ سواھا جاز ولہ سکناھا مادام حیًا ولیس للوارث بیع ثلثیہا وقال
ابو یوسف لہ ذلک ولہ ان یقاسم الورثۃ ایضًا ویفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گہر کی سکونت کی ایکمرد کیواسطے اور موصی کا
کچھ مال نہیں سوا اوس گہر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اوسمین رہنا یعنی تہائی گہر مین درست ہی جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اوسکے
گہر کی دو تہائیان بیچنا درست نہیں اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہہ بہی جائز ہے کہ وارث وارثون سے مقاسمہ
کرلے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصیٰ بقطنہ لرجلٍ وبحبہ لاخر واوصیٰ بالجوشاۃ معینۃ لرجل وبجلدھا لاخر و
اوصیٰ بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصیٰ لہما ان یدوسا ویسلخ الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکے بنولونکی وصیت کی دوسرے شخص کے لئے اور اوسمین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکی کہال کی
وصیت کی دوسرے کیواسطے اور وصیت کی اوس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہے ایکمرد کیواسطے اور بہوسی کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو یہہ وصیت دونون مردون
کیواسطے جائز ہے اور دونو پر لازم ہے گیہون کا مانڈنا اور بکری کی کہال گوشت سے جدا کرنا م اور اسیطرح دونو پر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ
ہر ایک کا حصہ جدا ہو جاوے اوصیٰ بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ وغیرہ قالوا و
ھذا یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت النفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت
کی اپنی تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اوسکے چراغ مین اور مانند اوسکے علماء نے
کہا کہ یہہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اوسکے چراغون پر جائز ہے اور یہہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن
قندیلون کیواسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیۃ و فی المجتبیٰ اوصیٰ بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر وکذا
للمسجد والمقدس اور مجتبیٰ مین ہے کہ اپنی تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریفہ کیواسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کیواسطے خرچ کیا جاوے اور
کام مین اور اسیطرح حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے م یہہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی الطحطاوی و فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ
جاز لغیرھم اور فقراء کوفہ کی وصیت اونکی سوائے اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہے م اور یہی حکم ہے فقراء حاج اور فقراء مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ
و فی الخانیۃ اوصیٰ بعبدہ بخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنی غلام کی کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اوسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اوس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصیٰ بثلث مالہ لاعمال البر یا
لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کیواسطے کی تو اوسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصیٰ باتخاذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ
کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی یہہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کہانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہہ وصیت باطل ہے چنانچہ
خانیہ مین ابو بکر بلخی سے مروی ہے و فیہا عن ابی جعفر اوصیٰ باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل
لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو فضل طعام ان کثیرًا یضمن والا لا انتہی اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کہانا
طیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کہلایا جاوے اونکو جو ماتم پرسی کیواسطے آدین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کہانا حلال ہے اوسکو جو ماتم
داری مین بہت ٹہرا یا اوسکی مکان کی مسافت دراز ہو اور اوسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور نہ زیادہ مقام ہے اور اگر کہانا بچ رہا تو اگر
کثیر ہے تو اوسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاولی علی طعام یجتمع لہ النائحات
بقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لہن فبطلت والثانی علی ما کان لغیرھن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی ابو بکر بلخی

قول کو جو بطلان وصیت مین سے محمول کیا ہی اوس کہانی پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن نہین تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل
ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اوس کہانی پر جو سوا ہی نوحہ گر اور لوگون کیواسطے پکایا جاتا ہی م نوحہ گرون کے واسطے وصیت کا باطل
ہونا ظاہرا تین دن پر مخصوص نہین کیونکہ وہ تو گناہ ہی یعنے تین دن کے بعد بہی نوحہ گری گناہ ہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملتقطہ شارح کے
اوصی بان یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن
یقرأ عند قبرہ شیئ معین فھی باطلۃ سراجیۃ وسنحققہ یہہ وصیت کی کہ نماز پڑہے اوسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اوسکی لاش کو
اوٹہا لیجاوین دوسرے شہر کیطرف یا اوسکا کفن دیا جاے فلانے کپڑے مین یا اوسکی قبر پر کہگل کیجاے یا اوسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اوسکی قبر کے
پاس قران پڑہے اوسکو کچھہ معین مال دیا جاے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیۃ اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے م شارح نے وصیت
بالخدمۃ کے باب سے پہلے کہا ہی کہ مختار یہہ ہے کہ قبر کی کہگل کرنا نہین اور قران پڑہنا قبر پر اور قاری کو دینا ایسا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے
شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اوسکی وصیت باطل ہی اوصی بثلث
مالہ للہ تعالی فھی باطلۃ وقال محمد تصرف الی وجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی کیواسطے تو یہہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد
نے کہا وصیت مذکور صرف کیجاے نیک کامون مین م وجہ بطلان یہہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک ہین تو لام تملیک کی کچھہ وجہ نہین بدون تاویل اور
توجیہ کے والعبرۃ للظاھر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وھو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درہم کی فلانے
شخص کیواسطے اور حالانکہ ہزار درہم ہین تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کیواسطے سوائے ہزار درہم کے کچھہ نہین م جبکہ ہزار درہم ثلث مال سے خارج
ہوسکین تو اوسکو ہزار درہم ملینگی خواہ ہزار دسوین حصہ سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت لہ بجمیع ما فی ھذا الکیس وھو الف
فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواھر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اس قول مین کہ مین نے فلانے کیواسطے وصیت کی اوس تمام مال کی جو اس
تہیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درہم ہین پہر جو اوسمین دیکہا تو دو ہزار درہم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ بالکل مال موصی لہ کا ہی بشرطیکہ وہ
ثلث مال سے خارج ہووے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیتہ ولو قال ان مت لا یبرأ
للتخاطر قہ اپنے مدیون سے کہا کہ جب مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہی اس دین سے جو تجہپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاویگا
اور اگر یون کہا کہ اگر مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے م مخاطرہ سے مراد اوسپر تعلیق ہے
جو ہنوز موجود نہین لیکن اوسکا ہونا متوقع ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیمارونکی وصیت مین یعنی جو مال
بیمارون کیواسطے وصیت ہین معین ہوا تو مجنون پر بہی منتشر ہوگا اسلیے کہ جنون بہی بیماری ہی وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون وبلا د
خوارزم دون غیرہا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا تو اوسمین بلاد خوارزم کی متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم م متکلم وہ جو علم
عقائد مین گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگونکو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے
ہونگے اور غیر ملکونکے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹہرے انکو علم الہی سے کچھہ نصیب نہین ولو اوصی للعقلاء یصرف
للعلماء الزاھدین لانھم ھم العقلاء فی الحقیقۃ قنیۃ اور اگر وصیت کی عقلمندونکے واسطے تو اوسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین
کذا فی القنیۃ م عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیاے ناپائدار کا انجام غور کر کے اوسکو چہوڑ دیا طحطاوی نے کہا در المختار کے نسخونمین سہو ہے لفظ قنیہ
سے قنیہ کا لفظ ہی اور صواب یہہ ہی کہ قنیہ ہی اسلیے کہ یہہ عبارت قنیہ کی ہی جیسا منح الغفار مین ہی اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹہریگی اسلیے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہی
واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الموصی ووارثہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اوسکے وارثونکے قبضہ مین بجاے امانت کی ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال
مذکور تلف ہو جائیگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہہ باب ہی تہائی مال کی وصیت کے مسائل مین

اِذَا اَوْصٰی بِثُلُثِ مَالِهٖ لِزَیْدٍ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزْ فَثُلُثُهٗ لَهُمَا نِصْفَیْنِ اتِّفَاقًا جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونو شخصون مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجایش نہین رکھتا کیونکہ عدم اجازت کیحالتمین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور استحقاق کے سبب مین دونو برابر ہین لہذا محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وَاِنْ اَوْصٰی بِثُلُثِ مَالِهٖ لِزَیْدٍ وَلِاٰخَرَ بِسُدُسِ مَالِهٖ فَالثُّلُثُ بَیْنَهُمَا اَثْلَاثًا اِتِّفَاقًا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصون مین تین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وَاِنْ اَوْصٰی لِاَحَدِهِمَا بِجَمِیْعِ مَالِهٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ ذٰلِكَ فَثُلُثُهٗ بَیْنَهُمَا نِصْفَانِ لِاَنَّ الْوَصِیَّةَ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ اِذَا لَمْ تُجِزْ تَقَعُ بَاطِلَةً فَیُجْعَلُ كَاَنَّهٗ اَوْصٰی لِكُلٍّ بِالثُّلُثِ فَیُنَصَّفُ اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی اور وارثون نے اوسکو جائز نرکہا تو اوسکے مال کی تہائی دونونمین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جبکہ اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہرگئی تو یہہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونونمین نصفا نصف ہوگی یہہ مذہب ہے امام کا وَقَالَا اَرْبَاعًا لِاَنَّ الْبَاطِلَ مَا زَادَ عَلَی الثُّلُثِ فَاَضْرِبَا الْكُلَّ فِی الثُّلُثِ یَحْصُلُ اَرْبَعَةٌ یُجْعَلُ ثُلُثُ الْمَالِ اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوینگے اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کیا کر ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال مین قرار دیے جاوینگے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اوسمین دقت ہے مطلب ظاہر نہین در کی عبارت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اوسکو واسطے جسکیلئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اوسکو لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باینمعنی باطل ہے کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر مین کہ موصی لہ اوسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اوس زائد کے اسلیے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرًا وَلَا یَضْرِبُ الْمُوْصٰی لَهٗ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَلْمُرَادُ مَا یَضْرِبُ الْمُصْطَلَحُ بَیْنَ الْحُسَّابِ فَعِنْدَهٗ سِهَامُ الْمُوْصِیَةِ اِثْنَانِ فَاَضْرِبْ نِصْفَ كُلٍّ فِی الثُّلُثِ یَكُوْنُ سُدُسًا فَلِكُلٍّ سُدُسُ الْمَالِ وَعِنْدَهُمَا اَرْبَعَةٌ كَمَا قَدَّمْنَا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب مین مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کیواسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہین چنانچہ ہم نے اونکو آگے بیان کردیا ہم شارح کو یون کہنا اولٰے تھا فاضرب نصفہا او فاضرب النصیب کل ضرب مصطلح عبارت ہے اوس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہے جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی اِلَّا فِیْ ثَلٰثِ مَسَائِلَ وَهِیَ الْمُحَابَاةُ وَالسِّعَایَةُ وَالدَّرَاهِمُ الْمُرْسَلَةُ اَیِ الْمُطْلَقَةُ غَیْرُ الْمُقَیَّدَةِ بِثُلُثٍ اَوْ نِصْفٍ اَوْ نَحْوِهِمَا اگر ثلث کا موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلون مین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہہ ہین ایک محابات دوسری سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنی مطلق دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکی سوا اور کوئی قید مذکور نہین ہم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور تنزل کے ہے اور یہان محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی وَمِنْ صُوَرِ ذٰلِكَ اَنْ یُّوْصِیَ لِرَجُلٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ مَثَلًا وَبِمُحَابَاةٍ فِیْ بَیْعٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ اَوْ یُوْصِیَ بِعِتْقِ عَبْدٍ قِیْمَتُهٗ اَلْفُ دِرْهَمٍ وَهِیَ ثُلُثَا مَالِهٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزْ فَالثُّلُثُ بَیْنَهُمَا اَثْلَاثًا اِجْمَاعًا اور اوسکے منجملہ اشکال کی یہہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ہزار درم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کی آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اوسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی

ثلث ان کی وصیت کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز رکہی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم ہزار درم
کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کیصورت یہہ ہی کہ ایکمرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰
درم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درم سو اوسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچ ہو اور موصی کا سوا
ان دو غلامون کے کچہہ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین
تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکو واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درہم
اوسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگرچہ ثلث وصیت زیادہ ہوگیا اور سعایت کیصورت یہہ ہے کہ موصی نے دو غلامونکو آزاد
کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محابات مین مذکور ہوچکی اور اوسکا کچہہ مال غلامونکے سوا نہین تو اول کیواسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث
کی تو وصیت کے سہام تین تہائی ہوان گے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بہی اسیطرح ادتین مقسوم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا
اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کریگا ۲۰ درم مین اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ ۲۰ درم ہی اور سعایت کریگا ۴۰ درم مین
تو ہرایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہی ثلث پر آور دراہم مسئلہ کی یہہ صورت ہی کہ زید کیواسطے وصیت کی ۴۰ درم کی اور دوسرے کیلئے
وصیت کی ۲۰ درم کی اور اوسکا کل مال ۶۰ درم ہی اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نرکہا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص
ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحطاوی ومثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنی فرزند کے حصہ
کی مانند کی وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اوسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا لو لہ ابن موجود اور اپنی فرزند کے حصہ کی دوسری کیواسطے وصیت کی تو
صحیح نہین اگر اوسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطیکہ حصہ فرزند کا قران سے ثابت ہی پہر جب اوسکی وصیت اور شخص کیواسطے ہوئی تو اوسنے فرض الہی کو بدل ڈالا تو
صحیح نہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطیکہ مثل شی مغائر شی ہے وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ
وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایۃ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہی اور یہہ ہوگیا
مانند اسکی کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی
اور مجتبی مین ہی اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند کی اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی ما فی المجتبی ہم لیکن زیادہ علی الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہی
ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے ہم مجتبی مین نصف مال
مذکور ہوا اور سراج مین ثلث مسطور ہی کذا فی الطحطاوی ولہ فی الصورۃ الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کیواسطے پہلی صورت مین تہائی ہی اگر موصی دو فرزندون کے ساتھ وصیت
کی ہم یعنی دو فرزندون کے ساتھ موصی لہ کے لئی بمثل حصہ فرزند وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن یعنی اور اگر ایک فرزند کے ساتھ وصیت کی تو موصی لہ کو نصف ملیگا
ایک فرزند کے ساتھ تو نصف ہے اگر فرزند جائز رکہی ومثلہم البنات اور بیٹیون کی مانند بیٹیون کا حکم ہی ہم یعنی اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اوسکی ایک بیٹی ہی تو موصی لہ کو نصف ہے
اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہی اور دو بیٹیون کے ساتھ ثلث ہی کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہہ ہی کہ جب وصیت کرے کسی
وارث کے حصہ کے برابر کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا جائیگا کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا و بجزء او سہم من مالہ فالبیان الی
الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال سے
ایک جزو یا ایک سہم کی تو اوسکا بیان وارثون کیطرف ہی تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی لہ کو دو جسقدر تمہارا جی چاہی پہر یہہ دریافت کرنا چاہئے کہ برابری
درمیان جزو اور سہم کے یہہ ہمارا متاخرین کا عرف ہی اور اصل روایت تو اسکی مخالف ہی ہم وارثونکو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزو اور سہم کا مدلول مجہول
ہی قلیل اور کثیر کو شامل ہی اور وصیت جہالت سے ممنوع نہین اور وارث موصی کے اوسکی قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہی کہ سہم عبارت
ہی سدس سے امام کے قول مین بنابر بعض روایات کے منح الغفار مین ہی کہ لفظ نصیب اور شقص اور بعض اور حظ اور شی کا سہم اور جزو کی مانند ہی کذا

نے انکو اجازت دی وان قال سدس مالی له ثم قال ثلثه له واجازوا له ثلث ای حصة الثلث فقط فان اجازة الورثة لا تحول
السدس فی الثلث مقدما کان او موخرا اخذا بالتیقن وبهذا اندفع سوال صدر الشریعة واشکال ابن الکمال
اور اگر بولا کہ سدس مال کا یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکو واسطے ہے اور اوسکو وارثون نے اجازت دی تو موصی
لہ کیواسطے تہائی مال ہے یعنی اوسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ
موخر اعتبار یقین کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعة کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا ھم صدر الشریعة کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ثلث اور
سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب ہے کہ موصی لہ کیواسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے فلان
جواب یہہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہو اور یہہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول
سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محل صحیح یہہ
ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی مکررا له سدس لان المعرفة قد اعیدت معرفة اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا
لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مکرر ہوا معرفہ ہوکر ھم یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اوسکو واسطے ہے پھر بھی کہا
کہ میرا سدس مال اوسکا ہے خواہ اوسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اوسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہے اول کا
اور یہان معرفہ لفظ سے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کیطرف وبثلث دراهمه او غنمه او ثیابه متفاوتة فلو متحدة فکالدراهم
او عبیده ان هلک ثلثاه فله جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراهم والغنم اور موصی کے دراہم یا اوسکی بھیڑ بکریون یا اوسکو مختلف
کپڑون کی یا اوسکو غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہوجاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون یعنی درمون
مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمونکی مانند ہین ھم یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم
فلانے کیواسطے ہین پھر درہم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہوگئین تو موصی لہ کیواسطے تمام باقی ہے مثلا اگر نو درہم مال تھا سو چھہ درہم ضائع ہوگئے تو باقی تین درہم
موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع اصناف ماله ای جمیعه اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے سب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا
کذا ذکره اخی چلبی وثلث الباقی فی الاخرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون
مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ھم یعنی اگر تین کپڑے ہم قیمت یا تین غلام ہم قیمت
ہین اور اونمین سے دو کپڑے یا دو غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درہم اور غنم کے
کہ انمین جمیع باقی موصی لہ کا حق ہے وکان الاول کل متحد الجنس کمکیل وموزون وضابطه ما یقسم جبرا وکالثانی
کل مختلف الجنس وضابطه ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درہم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم
کے اور قاعدہ کلیہ اوسکا یہہ ہے کہ اوس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کی مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اوسکا
قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ھم اشیاء متحد الجنس اگر وارث اونمین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعض
نہ چاہتے ہون تو قاضی اونکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اونمین تقسیم جبری نہوگی وبالف وله دین من جنس الالف وعین
فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیه اور موصی نے ہزار درہم کی وصیت کی اور حالانکہ اوسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درہم کی جنس سے
اور عین بھی ہے تو اگر ہزار درہم عین کی تہائی سے نکلے تو اوسکو دیدیا جاوے ھم یعنی اگر اوسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اوسی نقد مین سے ایکہزار درہم موصی لہ کو دیا جاوینگے
ولا یخرج فثلث العین یدفع له وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیه ثلثه حتی یستوفی حقه وهو الالف اور اگر
ہزار درہم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اوسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی اوسکو ملتی جاوے یہانتک کہ اوسکا حق ہزار درم

پوری ہو جاوین ف مثلاً اگر متروکہ ۱۵۰ درم ہے تو ایکسو درم موصی لہ کو دین اور جسقدر دین وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی دیتے رہین ہزار درم
کے پہنچنے تک وثلثہ لزید وعمرو وھو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا
فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید وجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مرا ہوا ہے تو زید کیواسطے پوری تہائی
ملیگی اور اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہین ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اس قول کی مانند ہے کہ اگر وصیت
کی زید اور دیوار کیواسطے ھذا اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ ولا یسلم للآخر
کل الثلث لثبوت الشرکۃ یہہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اوسوقت ہے جبکہ مزاحمت کرنیوالا نکلجاوے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے
بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا ثبوت شرکت کیوجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان مات
وھو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبید اللہ
کیواسطے ہے اگر مین مر جاؤن اور خالد محتاج ہو پھر موصی مرگیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا ف اسواسطے کہ خالد
جو مالدار ہوگیا وصیت مین داخل تہا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کیوجہ سے تو اسصورت مین زید پوری تہائی نپاویگا وکذا لو مات احدھما
قبل الموصی و فی وھبۃ کتبتہ اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مرگیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا اور اس اصل کی شاخین
بہت ہین ف ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر یون کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گہر مین ہوا اور حالانکہ عبد اللہ گہر مین نہین تو زید کو نصف
ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہین کذا فی المنح واصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی
الوصیۃ ثم خرج لفقد شرط لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاھلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ
الزیلعی اور اوسکا قاعدہ معتمد علیہ یہہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت مین داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہہ دوسرے موصی لہ کے
حق مین زیادہ ہو جانیکا موجب نہین ہوتا اور جبکہ وصیت مین داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کیوجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا للکافی حیث قال ولبکر ان لم یکن فمات ولدہ قبل موت
الموصی الی آخرہ اور بعضون نے کہا موت موصی کیوقت کا اعتبار ہے اور اسیکی طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ
اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پھر بکر کا فرزند مرگیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ ف صاحب درر کا تمام کلام یہہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور
اوسکی محتاج فرزند ولد کیواسطے اور بشرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتون مین اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا
مستحق نہین ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت مین انتہی اور اسیکی مانند فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کذا
فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب وقیل فیہ
روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ مین یعنی جبکہ مزاحم خارج ہوجاوے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار مین نہ موت
موصی کے اعتبار مین اور بعضون نے کہا کہ اسمین دو روایتین ہین ولو قال بین زید وعمرو وھو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب
التنصیف حتی لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مرا
ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہوگیا دوسرے شخص کو
ذکر نکیا تو بہی زید کو نصف ہی ملیگا وثلثہ وھو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او
قبلہا لما تقرر ان الوصیۃ ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنیوالا محتاج ہے وصیت کیوقت تو موصی لہ
کیواسطے اوسکا ثلث مال ہے یعنی اوس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت عبارت ہی ایجاب بعد الموت سے ہے ھم طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہوتی تا اطلاق بہم ہوتا اِذَا لَمْ یَکُنِ
الموصی بہ عیناً او نوعاً معیناً ثلث مال مذکورا سوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہوا اَمَّا اِذَا اَوْصٰی بِعَیْنٍ اَوْ نَوْعٍ مِنْ مَالِہٖ
کَثُلُثِ غَنَمِہٖ فَھَلَکَتْ قَبْلَ مَوْتِہٖ بَطَلَتْ لِتَعَلُّقِھَا بِالْعَیْنِ فَتَبْطُلُ بِفَوَاتِھَا وَاِنِ اکْتَسَبَ غَیْرَھَا لیکن جبکہ وصیت میں کوئی اپنے مال سے ایک
نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت
باطل ہو گی اوسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اوسنے سوا اوس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو وَلَوْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ غَنَمٌ عِنْدَ الْوَصِیَّۃِ فَاسْتَفَادَھَا اَیِ الْغَنَمَ
ثُمَّ مَاتَ صَحَّتْ فِی الصَّحِیْحِ لِاَنَّ تَعَلُّقَھَا بِالنَّوْعِ کَتَعَلُّقِھَا بِالْمَالِ اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مر جاوے تو وصیت صحیح
ہے قول صحیح میں اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہی جیسے وصیت کا تعلق مال سے ہے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے وَلَوْ قَالَ لَہٗ شَاۃٌ مِنْ مَالِیْ وَلَیْسَ لَہٗ
غَنَمٌ یُعْطٰی قِیْمَۃَ الشَّاۃِ اور اگر بولا کہ زید کیواسطے گوسپند ہی میرے مال سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اوسکو گوسپند کی قیمت دیجاوے گی
بِخِلَافِ قَوْلِہٖ لَہٗ شَاۃٌ مِنْ غَنَمِیْ وَلَا غَنَمَ لَہٗ یَعْنِیْ لَا شَاۃَ لَہٗ فَاِنَّھَا تَبْطُلُ برخلاف اس قول کے کہ اوسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں
سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے ھم وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسپند کو مال
کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کیطرف
مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وَکَذَا لَوْ لَمْ یُضِفْھَا لِمَالِہٖ وَلَا غَنَمَ لَہٗ وَقِیْلَ تَصِحُّ اور
اسیطرح اگر گوسفند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہو کہ وصیت صحیح ہو وَکَذَا الْحُکْمُ
فِیْ کُلِّ نَوْعٍ مِنْ اَنْوَاعِ الْمَالِ کَالْبَقَرِ وَالثَّوْبِ وَنَحْوِھِمَا زَیْلَعِیْ اور اسیطرح گوسفند کی مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گاو بیل اور کپڑا اور
مانند اونکی کذا فی الزیلعی وَبِثُلُثِہٖ لِاُمَّھَاتِ اَوْلَادِہٖ وَھُنَّ ثَلٰثٌ وَلِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ لَھُنَّ اَیْ اُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ ثَلٰثَۃُ اَسْھُمٍ مِنْ خَمْسَۃٍ
وَسَھْمٌ لِلْفُقَرَاءِ وَسَھْمٌ لِلْمَسَاکِیْنِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رح یُقَسَّمُ اَسْبَاعًا لِاَنَّ لَفْظَ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ جَمْعٌ وَاَقَلُّہٗ اثْنَانِ قُلْنَا اَلْ الْجِنْسِیَّۃُ تُبْطِلُ
الْجَمْعِیَّۃَ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولدیں تین ہیں تو اونکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہام
سے اور فقیروں کیواسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کیواسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقرا و مساکین کا لفظ جمع ہے
اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب میں کہتے ہیں امام کیطرف سے کہ فقرا و مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمعیت کو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر میں تو
جمع ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وَبِثُلُثِہٖ لِزَیْدٍ وَلِلْمَسَاکِیْنِ لِزَیْدٍ نِصْفُہٗ وَلَھُمْ نِصْفُہٗ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ اَثْلَاثًا کَمَا مَرَّ اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور
مساکین کیواسطے تو زید کیواسطے نصف ہے ثلث کا اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے اسلئے کہ اقل
جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا وَلَوْ اَوْصٰی بِثُلُثِہٖ لِزَیْدٍ وَلِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ قُسِّمَ اَثْلَاثًا عِنْدَ الْاِمَامِ وَاَنْصَافًا عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَاَخْمَاسًا
عِنْدَ مُحَمَّدٍ اِخْتِیَارٌ اور اگر وصیت کی اپنی تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر
ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار وَلَوْ اَوْصٰی لِلْمَسَاکِیْنِ کَانَ لَہٗ صَرْفُہٗ اِلٰی مِسْکِیْنٍ وَاحِدٍ
وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا اِلَّا اِلَی اثْنَیْنِ عَلٰی مَا مَرَّ فَلَا یَجُوْزُ صَرْفُھَا لِلْمَسَاکِیْنِ لِاَقَلَّ مِنِ اثْنَیْنِ عِنْدَہٗ وَالْخِلَافُ فِیْمَا اِذَا لَمْ یُشِرْ لِلْمَسَاکِیْنِ فَلَوْ اَشَارَ کَاَنْ یَّقُوْلَ
وَقَالَ ثُلُثُ مَالِیْ لِھٰذِہِ الْمَسَاکِیْنِ لَمْ یَجُزْ صَرْفُہٗ لِوَاحِدٍ اتِّفَاقًا اور اگر وصیت کی مسکینوں کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر
یعنی بطلان جمعیت کیوجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین کیواسطے ہے اوسکا صرف کرنا دو
مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اوس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کر کے معین نہ کیا ہو یا سو اگر اوسنے اونکی طرف
اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اوسکا صرف کرنا ایک مسکین کیطرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں وَلَوْ اَوْصٰی

یعتبر اجیزلہ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصہ وشرح نہایۃ اور اگر وصیت کی بعض کے فقیرون کے واسطے سو وصی نے اونکی
سوا اور فقیر کو دیا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ والشرح نہایۃ ومائۃ لرجل ومائۃ لآخر فقال لآخر
اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی نصیبہما فامکنت المساواۃ فلکل ثلث المائۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایکمرد کیواسطے
اور سو درم کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجھکو شریک کردیا ان دونو مردونکے ساتھ تو تیسرے مرد کیواسطے ہر سیکڑے کی تہائی
ہے اسواسطے کہ پہلے دونو مردون کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگئی تینونکی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیان ملینگی ولو اوصی لہ بمائۃ ولآخر بمائتین
لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ نصف مالکل منہما لتفاوت نصیبہما فیساوی کلا منہما اور اگر مثلاً ۱۰۰ درم کی وصیت
کی ایک مرد کیواسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجھکو دونون کے ساتھ شریک کردیا تو تیسرے
مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا ھ جب دونونکا حصہ متفاوت
ہوا تو تینون شخصونکی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہووے
وبثلث مالہ لرجل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معہ فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے
پھر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو شریک کیا اوسکے ساتھ یا تجھکو داخل کردیا اوسکے ساتھ تو تہائی مال دونون مین نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت
مقتضی ہے مساوات کی اور یہان مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث
استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اوسکی تم تصدیق کیجیو تو اوسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک
استحسان کیوجہ سے ھ وجہ استحسان یہہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اوسکی بطریق وصیت کے ثابت ہوسکتی ہے اور قیاس یہہ ہو کہ تصدیق
نہو اسواسطے کہ مدعیکی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ کل من ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف
الشرع ع برخلاف اس قول کے کہ جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اوسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہو گی اسلئے کہ یہہ خلاف شرع ہے ھ یعنی تصدیق مدعی کی بلا
حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر وصی
اوسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہہ قول وصیت ہوجاویگا ھ وصیت ہو جانیکی یہہ وجہ ہے کہ اوسنے وصی کو
تفویض کیا کذا فی الطحطاوی ولو قال ما ادعی فلان من مالی فہو صادق فان سبق منہ دعوی فی شیء معلوم فہو لہ والا لا یجب
اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اوس شخص سے کوئی دعوی شے معین مین سابق ہوچکا ہو تو وہ شے مدعی کی ہے اور اگر
تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اوسکی نہین کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ
عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ پھر اگر موصی نے چند وصیتین کین اوسکے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اوسنے
اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اوسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کیواسطے اور دو تہائیان
جدا ہونگی وارثون کیواسطے ھ یعنی ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اوسکی تصدیق کرنا
پھر اس قول کے بعد اوسنے چند اشخاص کیواسطے وصیتین کین تو اوسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لئے جدا کرنا چاہیئے اور دو تہائیان وارثون کے
لئے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من
اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم وما بقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون کے ہر فریق سے کہ
مدعی دین کی تصدیق کرو جسقدر چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے ھ پھر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ
مین دین ہے دونو جہتون تو ہر فریق کا اقرار اوسکے حصے مین نافذ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ والدین وان کان مقدما علی الحقین لا انہ

مجہول کیا ہو دین اگرچہ مقدم ہی وصیت اور میراث کے دونو حقون پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہین ہم یہہ جواب کال مقدار کا ہوگا دین تو وصیت
اور میراث پر مقدم ہے پہر ایسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوئین پس دین کے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ
عدم تصدیق ورثہ ان اوسکی عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکرہ اور دین مذکور کے مقرر اور متعین ہو جانیکا طریقہ وہ ہی جو مذکور ہو گیا
یعنی تصدیق فریقین کی قبول خذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والموصی لہم بثلث ما اقروا بہ وما بقی فلہم تو جسقدر دین کا وارثون نے
اقرار کیا وہ اونکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ اونکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین نکلنے کے وہ اونکا
ہے یعنی جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہی اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہی ویحلف کل علی العلم لو ادعی
الزیادۃ اور ہر فریق قسم کہاوی اپنی دانست پر اگر مدعی کچہہ زیادہ دعوے کرے یعنی ہر فریق یون قسم کہاوے کہ واللہ ہم اسیقدر دین کو جانتے ہین
قلت بقی لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا المراد کہ باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال
سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکہی جاویگی یا بقدر وصیت کے ہیں نے اسکی تصریح کتب فقہ مین نہین دیکہی وبقی ایضا ہل یلزمہم ان یصدقوہ
فی اکثر من الثلث براجع ابن الکمال بہ اور یہہ بہی احتمال باقی ہے کہ آیا اونکو لازم ہی یہہ کہ مقر لہ کی تصدیق کرین ثلث سے زیادہ مین اسکی
واسطے ابن کمال کیطرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہہ اصل اعتراض ہی زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہی اور بعضون
نے ضعیف جواب دیا ہی جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارث او قاتل لہ نصف الوصیۃ وبطل
وصیتہ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص کیواسطے اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اوسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنابر اوس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کیواسطے صحیح ہو جاتی ہی وارثون کی اجازت
سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق
نہین تو مزاحم بہی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقر بعقد
سابق بینہما فاذا الغا بعضہ لغا باقیہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح
نہین اجنبی کے حق مین بہی اسلئے کہ یہہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پہر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بہی لغو ہوا
لغو ٹہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہہ ہی کہ وصیت انشاء تصرف ہی یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہی اور اقرار اخبار ہے موجود
سابق سے اور حالانکہ اوسنے خبر دی ہی وصف شرکت کی زمانہ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے ممکن نہو سکتا کیونکہ اوسکی خبر
کے مخالف ہی اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کی ساتہہ ممکن ہی اسواسطے کہ وارث اسمین شریک ہوا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا
اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الاخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد وعندہما یبطل فی الکل بما قلنا زیلعی بعضون
نے کہا کہ یہہ یعنی عدم صحت اقرار اوسوقت ہی جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرین پہر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار
اجنبی کے حصے مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے مین باطل ہی اوسی وجہ سے جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی
بثیاب متفاوتۃ جید ووسط ورد لثلثۃ انفس لکل منہم ثوب فضاع ثوب ولم یدر ای ہو والوارث
یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیۃ لاحد الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور
ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کیواسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پہر ان تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف
ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہی ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے ان دو مردو نمین کے

اگر دیکر واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کیواسطے مین نے وصیت کی تو یہہ وصیت باطل جہالت کے
سبب ہے یعنی معلوم نہین کہ کس شخص کیواسطے وصیت کی الا ان یسلمھا و تسلیموا ما بقی منہا فیعود صحیحۃ لزوال المانع وھو الجھالۃ
مگر یہہ کہ موصی کے وارث مضائقہ نکرین اور باقی کپڑے انکو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثونکا انکار مانع تہا صحت
کا سو تسلیم سے زائل ہوگیا فتقسم لذی الجید ثلثاہ و لذی الردی ثلثاہ و لذی الوسط ثلث کل واحد منھما لان التسویۃ
بقدر الامکان تو عمدہ کپڑے والیکے واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والیکے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والیکو واسطے
دو نو کپڑون مین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی اسواسطے کہ یہہ برابر کرنا ہی بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین
من دار مشترکۃ و قسم وقع فی حظہ فھو للموصی لہ والا یقع فی حظہ فلہ مثل ذراعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب
القسمۃ فلو قال قسموہا و قسم الی اخرہ لکان اولی اگر گہر کے دو شریکون مین سے ایک شریک نے مشترک گہر سے ایک معین کوٹہری کی وصیت
کی اور وہ گہر بانٹا گیا اور وہ کوٹہری موصی کے حصہ مین پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے مین واقع نہوئی تو موصی لہ کے
واسطے کوٹہری کی برابر گز ون سے زمین ناپ دیجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یون کہتا قسمت کیجاوے پہر اگر
کوٹہری اوسکے حصہ مین آوے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلھا ای مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور
اقرار کرنا معین کوٹہری کا مشترک گہر سے وصیت کی مانند ہی حکم مذکور مین ھم یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہہ کوٹہری فلانے شخص کی ہے پہر
اوس گہر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹہری مقر کے حصے مین واقع ہوئی تو اوسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اوسکے حصے مین نہ پڑی تو اوسکی برابر زمین ناپ
دیجاویگی تو یہان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے و بالف عین ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر فاجاز رب
المال الوصیۃ بعد موت الموصی و دفعہ البتہ اور ہزار درم عین یعنی معین کی دوسری شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت
تہین وصیت کی پہر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اوسکی جائز کہی اور ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کئے تو درست ہی و لہ المنع
بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لشرح تکملۃ اور صاحب مال کو بعد اجازت
وصیت کے ہزار درم کا ندینا جائز ہے اسواسطے کہ اوسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تہا اوسپر واجب تہا تو اوسکو جائز ہی کہ تسلیم سے باز رہے
اور تسلیم کرنیکے بعد تو اوسکو پہر لینا جائز نہین کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ
فاجازھا الورثۃ حیث لا یکون لھم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی
عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اوسکی جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کیواسطے وصیت کی پہر اوسکے
وارثون نے وصیت کو جائز کہا اسواسطے کہ یہان وارثونکو اجازت کے بعد منع جائز نہین بلکہ اونپر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہہ
ثابت ہوچکا کہ مجاز لہ یعنی جسکے لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہی موصی کیجانب سے ہم حنفیون کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک اجازت دینے والے
کیطرف سے ھم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج مین صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہی اور امتناع تہا وارثون کے حق سے پہر جب وارثون
نے اجازت دی تو اونکا حق ساقط ہوگیا تو وصیت نافذ ہوگئی موصی کیطرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ
ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا نصفہا استحسانا لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وھی فی ایدیھما فیکون مقرا
بثلث ما معہ وبثلث ما مع اخیہ اور اگر دو فرزندون مین سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت ترکہ کے
تو اوسکا اقرار اوسکے حصے کی تہائی مین صحیح ہے نہ اوسکے نصف حصہ مین اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کیواسطے تمام ترکہ مین ثلث شائع کا اقرار کیا ہے
اور ترکہ دونو فرزندونکے پاس ہی تو وہ مقر ٹہرا اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے پاس ہی اور اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے بہائی کے پاس ہے

یعنے تو اوسکا اقرار اوسکے حق مین مقبول ہے نہ اوسکے بہائی کے حق مین بخلاف ما لو اقرّ احدھما بدین علی ابیھما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث ہر خلاف اوسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اوسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر ہم تو مقرلہ مقر سے تمام ترکہ لیگا تا استیفاء دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھہ نملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہین ہے اسلیے کہ موصی لہ وارث تو نکا شریک ہے تو موصی لہ کچھہ پا دیگا جبتک وارث کو دو نملے کذا فی المنح وبامۃ فولدت بعد موت الموصی ولدا فکلاھما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانیکے بعد اور لونڈی اور اوسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونو موصی لہ کے ہین والا یخرجا اخذ الثلث منہا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پہر اوسکی ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہاکہ دونون سے برابر لیگا ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سوا اوسنے لونڈی کی وصیت کی پہر دکیو اسطے پہر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نرہی اور یہہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ھذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدھما فھو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کی بڑہوتی ہے اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اوس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنی اسواسطے کہ وہ وصیت کے تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کی مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے مین ہم چونکہ اعتاق مرض مین وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اوسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہوگیا لہذا اوسکو کتاب الوصایا مین ذکر کیا لیکن اوسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے المعتبر حال العقد فی تصرف منجز ھو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال ثابت کردے ہم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ سو اگر تصرف منجز صحت کیحالت مین ہو تو اوسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کیحالت مین ہو تو اوسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ھو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اوس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اوسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ہم اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اوسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی موتہ وھو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کیطرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے جیسا کہ یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو گیا وہ صحت کی مانند ہے ہم اسلیے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اوسکی مرض الموت مین اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اوسکا مرض

باب العتق فی المرض

جو تنہا مرض الموت ہے م والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی تو م ثم حد التطاول سنۃ فی المرض المعتبر المبیح لصلوٰتہ قاعدًا اور جاہد اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اوسکو بستر پر نہ ڈالے ہو تو وہ تندرست کی برابر ہے احکام شرعی مین کذا فی المجتبی پھر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کی حد بر قرار بیان کی ہے کہ ایک سال ہے اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کر دے نماز کو بیٹھے م مرض معتبر یعنی جس مرض مین نفوذ تصرف انشائی کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی واعتاقہ ومحاباتہ وھبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اوسکا وقف اور ضامن ہونا ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی مانند ہے م عقود مذکورہ وصیت نہین ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہین نے الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کیوجہ سے محابات کیصورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۱۵۰ درم کو بیچی یا ۱۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خرید مین اور قیمت مثل سے اقص بیع مین اسیکا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ و لیس سا جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف مین یہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اور تفہیم کرنا چاہیے وتزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین یعنی عبد معتق اور محابی اور موہوب لہ اور ضمیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سبکے واسطے کفایت ہو گیا تو فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور قسمت مین ہر ایک کا حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجھپر کہلا ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یستسع العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقھم فیسقط بالاجازۃ اور غلام سعی نکریگا اپنے استخلاص مین اگر اوسکی عتق کی اجازت ہو گئی وارثون کیطرف سے اسواسطے کہ منع عتق تہا وارثون کے حق کے سبب سے تو وہ ساقط ہو جاویگا اونکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فھی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اوسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجائش نہین ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر م صورت اوسکی یہ ہے کہ ۳۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایکسو درم کو بیچا پھر ادس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہین سوا ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات مین صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پھر محابات کی تو دونو برابر ہین م صورت اوسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دوسو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونون میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور جسکا محابات دوسری غلام کو ۱۵۰ درم دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیھما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونو صورتون مین مقدم ہے ووصیتہ بان یعتق عنہ بھذہ المائۃ عبدا لا تنفذ الوصیۃ بما بقی ان ہلک درھم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر کہ اوسکی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درمون سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایکدرم کہین کہو دیا ان سو درمون سے تلف ہوئی اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درمون سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر ان درمون سے ایکدرم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہین ہے وقالا ھما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونو وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث اوسکی غلام کو اوسکی مرنے کے بعد آزاد کرین تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا چنانچہ اسیطرح یہین وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین مین م وجہ بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ

کے حق پر اور اسیطرح دائن کا حق مقدم ہو ورثہ پر ان فدی الورثة العبد لا تبطل وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا
فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا انکے التزام کے سبب سے یعنی انہوں نے اپنے اوپر خود لازم کر لیا تو وہ متبرع
ٹھہرے ولو اوصی بثلثه ای ثلث ماله لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق ہذا العبد فادعی
بکر عتقه فی الصحة لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقه فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث
مع الیمین لانه ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک
شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوی کیا اوسکی آزادی کا موصی کی صحت میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اوسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت
پر مقدم ہو کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے اسلئے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھہ ولا شیٴ
لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابه لبکر لانه المذکور اولا غایة الامر ان القوم مثلوا لزید فغیره المصنف اولا
ونسیه ثانیا والله اعلم اور زید کیواسطے کچھہ نہیں اسیطرح متن اور شرح کے نسخہ میں لاشئ لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ہے ولا شئ لبکر
یعنی بکر کیواسطے کچھہ نہیں اسواسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا اول مذکور ہے غایة الامر یہہ ہے کہ قوم نے یعنی فقیہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل دی ہے
سو مصنف نے اولاً تمثیل کو بدلا اور آخر میں تغییر کو بھول گیا والله اعلم الا ان یفضل من ثلثه شیٴ من قیمة العبد مگر یہہ کہ موصی کی ثلث
مال سے کچھہ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ھ مثلاً ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے
او تقوم حجة علی دعواه فان الموصی له خصم لانه یثبت حقه وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ اعتاق صحت
میں تہا اسواسطے کہ بکر موصی له مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسیطرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد
عتقا فی الصحة ولا مال له غیره فصدقهما الوارث یسعی فی قیمته ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شیٴ
اور اگر دعوی کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت میں اور حالانکہ میت کا کچھہ مال نہیں ہے سوا اس غلام کے
سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کی ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجاوے اور صاحبین نے کہا
کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھہ کوشش قیمت میں نکریگا ھ صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ دین اور عتق ساتھہ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایک کلام
میں تو گویا ساتھہ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع اموال
کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہیں ادنی سے اور اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں تو
اوسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعاہا رجل دینا وآخر
ودیعة وصدقهما الابن فالالف بینہما نصفان عنده وقالا الودیعة اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور
ہزار درم چھوڑے ہوں سو ان درہموں کے دین ہونیکا ایک مرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونیکا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے
دونوں کی تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ھ اس مسئلہ میں
اولیت میں خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علے ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایة فقال عتاق
الودیعة اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامه فی الشرنبلالیة فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ہدایہ میں
اوسکے بالعکس کہا ہے سو یوں کہا ہے کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہے اور صحیح تر وہ قول ہے
جو ہمنے ذکر کیا جیسا کہ کافی میں ہے اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ شرنبلالیہ میں [illegible]

پہلے بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہو کذا فی الطحاوی **باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم**
یہہ باب ہو وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلۃ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال
الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہو جو اوسکے گہر مین ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا
کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ کی مسجد اونکی جامع ہو یعنی اوسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑہتے ہون اور یہہ قول صاحبین کا استحسان ہو اور امام شافعی
نے کہا کہ پڑوسی چالیس گہر تک ہوتا ہو ہر طرف سے محمد نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کیواسطے تو یہہ وصیت اونکو گہر کے ملاصقین کے
واسطے ہو خواہ اونکے دروازہ سے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کابیہا واعمامہا
واخوالہا واخواتہا وغیرہم بشرط موتہ وہی منکوحتہ او معتدۃ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو
مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اوسکے چچا اور اوسکے ماموں اور اوسکی بہنین اور اسکے سوا ہر اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد
مرگیا ہو اور وہ عورت اوسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن لا یستحقہا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن
کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا عنایہ
وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہہ صہر کی تعریف
متقدمین کے عرف مین تہی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور
قہستانی نے اسکو ثابت رکہا ہو مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہو اور شرنبلالیہ مین اوسیکو ثابت رکہا ہو ثم نقل
عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ہذہ
الفائدۃ پہر شرنبلالیہ مین عینی کو شارح ہدایہ سے یہہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہہ قول کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا حق اور ٹہیک یہہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکہنا چاہیے ٭ عینی نے سنن ابو داود وغیرہ سے
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین اونہون نے اونکو مکاتب کیا اور بدل کتابت کیواسطے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئین حضرت نے اونسے نکاح کیا جب صحابہ نے یہہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے صحابہ کے حصے مین آئے تہے انہون نے اونکو آزاد کردیا حضرت
کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سسرالی ہین اور وہ سو خانہ دار تہے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی کذا
فی المنح قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اوسکی ہر محرم عورت کا شوہر ہو چنانچہ
اوسکی بیٹیون اور پہوپہیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخہ مین اسیطرح کل ذی رحم واقع ہو اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل
ذی رحم من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی
وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسیطرح ختن عبارت ہو بنات اور عمات کے شوہرون
کے ہر قرابتدار سے بعضون نے کہا یہہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہے اور
ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہو اور ہمارے ملک مین یون لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی
کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہے ٭ یہہ اشارہ اس طرف ہو کہ دیار روم کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا
عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان
شرح تکملہ قال ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ فی المطول لا تت
اور اہل عبارت ہو اوسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اوسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہو سوا اوسکے لونڈی غلام کی وہ اوسکے اہل ہین اور قول

الوصیۃ للاقارب

صاحبین کا استحسان ہو یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملۃ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہمنے نجات دیدی لوط اور اوسکے اہل کو سواے اوسکی عورت کے انتہی قولہ مین کہتا ہون اور جواب اس استدلال کا امام کیطرف سے بڑی کتابون مین مذکور ہے م استدلال مذکور کا جواب یہہ ہو کہ قرینہ عموم کا وہان موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت میں زوجہ کیواسطے بدلیل نصوص و عرف قال تعالی وسار باھلہ وقال لاھلہ امکثوا ومنہ قولہم تاھل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہی حقیقت مستعملہ کیطرف کذا فی الطحطاوی مختصرا فان اوصی لآلہ فالآل اھل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا وحینئذ یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت ہین اوسکے اہل بیت اور اوسکے اوس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہو اور اسوقت مین یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل مین داخل ہی ہر ایک وہ شخص جو موصی کیطرف منسوب ہے اوسکے باپ دادا کیجانب سے اسلام مین اوسکے پہلے سرے کے باپ تک پدر اقصی کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے یعنی اور وصیت نہین مگر مضاف کیواسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی م پدر اقصی اسلام مین مثلا علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو اوسمین داخل ہے جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہے نسب آبائی کیجانب سے نہ وہ شخص جسکی ننھال ہو سادات مین ولا یعتبر الاقرب والابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل مین سب برابر ہین ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کذا فی الاختیار اور آل مین غنی اور فقیر داخل ہین اگر وہ منحصر نہون کذا فی الاختیار م عبارت اختیار کی یون ہو وان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی یعنی آل مین غنی اور فقیر سب داخل ہین اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہوگیا ہے ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملۃ یعنی اذا کانوا لا یرثونہ اور آل مین داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اوسکا بیٹا اور اوسکی زوجہ کذا فی شرح التکملۃ یعنی جبکہ وہ اوسکے وارث نہون م عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق مین ولا یدخل فیہا اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل مین داخل نہین اوسکی بیٹیونکی اولاد اور نہ اوسکی بہنونکی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اوسکی مان کا قرابت دار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپکے نسب مین داخل ہوتا ہے نہ مان کے نسب مین وجنسہ اھل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اوسکے باپکے اہل بیت ہین اسواسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہے اپنے باپ کا نہ اپنی مان کا م غایۃ البیان مین ہو کہ جنس عبارت ہی نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کیطرف سے وکذا اھل بیتہ واھل نسبہ کآلہ وجنسہ فی الحکم اور اسیطرح ہوتے اہل بیت اور اوسکے اہل نسب اوسکی آل اور اوسکی جنس کی مانند ہین تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کی مانند ہے ولو اوصت المرأۃ لجنسہا او لاھل بیتہا لا یدخل ولدہا الا ان یکون الولد المراۃ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اوس عورت کا بیٹا وصیت مین داخل نہین اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ مان کیطرف الا ان یکون ابوہ ای الولد من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا در وکافی وغیرہما قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم وبہ افتی شیخنا الرملی لعدم مزیۃ فی الحلۃ مگر یہہ کہ باپ اوس فرزند کا اوس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت مین اوس عورت کا بیٹا بھی وصیت مین داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما مین کہتا ہون تو اس تقریر سے یہہ مستفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط مان کیطرف سے غیر معتبر ہی چنانچہ فتاوی ابن نجیم کے آواخر مین مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے مان سے سید ہو کر سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ فضیلت اور بزرگی ہو اوس پسر جسکی مان سیدہ نہین لاتصالہ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی م فتاوی عالمگیری

مین بدائع سے منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص بہ پدر ہے۔ بمادر تو جبکہ ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اوسکو زکوٰۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہیں اور اوسپر وہ مال حلال نہیں جو سادات پر وقف ہوا ہے مع وقف اور یہہ حدیث ہے کہ کل نسب وابن انثی فعصبتہم الابیہم الا اولاد فاطمۃ فانی ابوہم اور عصبتہم تو اسمین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہہ خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اسکی انتہی کذا فی الطحطاوی وان

اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ کذا النسخ قلت صوابہ لذوی قرابتہ او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والون کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہہ وصیت قریب تر کیواسطے پھر اوسکے بعد جو اور قریب تر ہے موصی کے ہر قرابت دار محرم کو ہے شارح نے کہا متن کے نسخون مین لذی قرابتہ ہے قرابتہ ہر قوم ہے مین کہتا ہون لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور بقیہ کلمہ مفرد وہی بصیغہ جمع ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع صواب کہا اور مترجم نے اسیوجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریب فہو عاق والولد ولو ممنوع عن الارث بکفر او رق کا یفیدہ عموم قولہ والوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ مین ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ الارث اور فرزند ممنوع المیراث ہون بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہہ ثابت ہوتا ہے بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہے ہم وجہ نافرمانی کی یہہ ہے کہ اہل لغت کے عرف مین قریب وسکو کہتے ہین جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کیواسطے سے اور تقرب والد کا والد سے بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد ولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت مین داخل ہین ظاہر الروایۃ مین اور بعضون نے کہا داخل نہین اور اسیکو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار مین ہم فتاوے عالمگیریہ مین بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصون اور زیادہ کیواسطے ہوگی یعنی اسلیئے کہ وصیت مین میراث کی مانند اقل جمع دو ہین ہم امام نے اس وصیت مین چار شرطون کو اعتبار کیا ہے اول یہہ کہ مستحق دو شخص ہین یا زیادہ دوسرے یہہ کہ موصی کا قرابت دار محرم ہو تیسرے یہہ کہ اقرب فالاقرب معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کی چوتھے یہہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ فان کان له للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا ارباعا تو اگر وصیت اقارب مین موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہون تو وصیت اوسکی دونون چچاؤن کیواسطے میراث کی مانند اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤن کیواسطے اور دو حصے ماموؤن کیواسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی ولو له عم وخالان کان له النصف ولہما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہون تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونون ماموؤن کیواسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عمہ واحد لا غیر فله نصفہا ویرد النصف الاخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو اور کوئی نہو تو اوسکے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اور اوسکے وارثون کو دیا جاویگا کیونکہ اوسکا کوئی مستحق نہین ولو عمہ وعمۃ استویا لاستواء قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک پھپہو ہو تو دونو برابر ہین اسواسطے کہ دونونکی قرابت یکسان برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کیطرف وصیت صرف ہوگی اسلیئے کہ اونکے نزدیک اقارب مین ودھال اور ننھال کے سب رشتہ دار داخل ہین کذا فی الطحطاوی ولو قال لولد فلان فہی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہہ وصیت مرد اور عورت کیواسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونونکو شامل ہے یہانتک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے

ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلبہ اور داخل ہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فھی للبنات عملاً بالحقیقۃ
اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت پر عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے
اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرف الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو
کلام پھیرا جاویگا مجاز کیطرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار اور چھوڑ دینے سے بچے ش ہ جبکہ فلانے شخص کی اولاد کیواسطے وصیت کی اور اوسکی اولاد صلبی نہیں تھی
تو اب وصیت میں پوتے داخل ہونگے کذا فی العالمگیریہ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہوگی
اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثۃ فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانہ اعتبرہا الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے
کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط تحققہا اسکے
الوصیۃ ھنا ای فی الوصیۃ لورثۃ فلان وماقی ھنا کعقب فلان موت الموصی لورثتہ او لعقبہ قبل موت الموصی لان
الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اسکی معنی میں ہو چنانچہ عقب فلان کی وصیت میں تصحیح
ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکو وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق
نہیں آتا مگر اوسکی موت کے بعد ثم ان کان معھم موصی لہ اخر قسم بینہم وبینہ علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر
کالانثیین کما مر پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو باہمی ورثہ اور باہمی دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو
حصہ ملیگا تو اونکے باہمی مرد کو دونا اور عورت کو نصف اوسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ وعقبہ
بطلت الوصیۃ لورثتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنیوالا مرگیا اوس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کیواسطے وصیت ہوئی تو اوسکے وارثوں
اور عقب کیواسطے وصیت باطل ہوگئی ثم ان کان معھم موصی لہ اخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ و عقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان
الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم لا یتناولھم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص
موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کی فلانے شخص کے لئے اور اسکے وارثوں اور عقب کے لئے تو کل وصیت فلانے موصی لہ کیلئے ہوگی نہ اوسکے وارثوں اور عقب کیواسطے
کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں اونکو مگر بعد مرجانے اوس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وفیہ عقبہ ولدہ من الذکور والاناث
فان ماتوا فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب لابائہم لا لہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اور عقب وہی ہے اوسکی اولاد
خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اوسکے فرزند کی اولاد اسیطرح ہے یعنی اونمیں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں
اسواسطے کہ وہ اپنے باپوں کی عقب میں نہ اوسکی یعنی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو قولہ ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم
بعد البلوغ وعمیانھم وزمنائھم وارامل‍ھم الارمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امراۃ ویؤیدہ قولہ دخل فی الوصیۃ
فقیرھم وغنیھم وذکرھم واناثھم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور اونکے اندھوں اور لنگڑوں اور اونکے مساکین میں تو وصیت
میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور اونکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اوس شخص کا جسکا باپ مرگیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی نہیں ارامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہی ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو
یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اسمیں عورت اور مرد یکساں ہیں و قسم سویۃ ان احصوا بغیر کتاب وحساب
فانہ حینئذ یکون تملیکا لھم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنیکے تو اسوقت
میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا اونکو واسطے ھم عدم احصا اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصا نہو سکیں

بدون لکھنے اور حساب کرنیکے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہون اور بعضون نے کہا کہ یہ حاکم کی رای پر مفوض ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے
کذا فی فتاوی قاضیخان لِاَنَّ الفقراء فیھم یُعطی الوصی من شاء منھم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذٍ فیراد بہ القربۃ اور اگر یتیم
وغیرہ غیر منحصر ہون تو وصیت کا مال اونکے محتاجونکو دیا جاے وصی کو اختیار ہو اونمین سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت مین تو اوس سے قربت مراد ہوگی ھ دریمین ہی اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہو اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم اور
نابینا اور لنگ کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی المحیط و فی بنی فلانٍ یختص بذکورھم ولو اغنیاء
اور اگر وصیت کی بنی فلان مین یعنی فلانے کے فرزندونمین تو بیہ اونکے مردونکے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مردمالدار ہون اِلّا اذا کان فلانٌ عبارۃً
عن اسم قبیلۃٍ او اسم فخذٍ فیتناول الاناث لان المراد حینئذٍ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت
ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتونکو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین
عورتین بھی داخل ہین ھ جبکہ بنی فلان کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ تمیم یعنی بنی تمیم کا
اور اسد یعنی بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہین تو معلوم کرنا چاہیئے کہ عشائر کے اسامی چھ ہین اعلی شعب ہے پھر قبیلہ پھر
عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصراً
وطفل یدخل فیہ اینما مولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ ومتفاوتون یعنی وھو یختص والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسیواسطے یعنی جبکہ فلان
عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اوسمین سواے عتاقت اور مولا ہی موالات اور اوس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل ہو جاتے ہین یعنی جبکہ وہ
لوگ منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالایتام بنی فلانٍ تصح و
ان لم یحصوا علی ما مر لوقوعھا للہ تعالی وھو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت وتمامہ
فی الاختیار اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہو حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہو اگرچہ
وہ لوگ غیر منحصر ہون بنابر تقریر گذشتہ یعنی صحالتین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہو اور اگر لفظ وصیت کا
احتیاج پر دلالت نہین کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہو اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور اسکا
پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہے اَوصی من لہ مُعتِقُون ومُعتَقُون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترکٌ ولا عموم لہ عندنا
ولا قرینۃ تدل علی احدھما جسکو آزاد کرنیوالے اور آزاد کردہ دونو موجود ہین اوسنے وصیت کی اپنی موالی کیواسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ موالے
کا لفظ مشترک ہی اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہین ہم حنفیون کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرے ھ موالے کا لفظ آزاد کنندہ اور
آزاد کردہ دونونکو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ موالی سے
آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر
اصحاب کے نزدیک اسمین کچھہ فرق نہین ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہین ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک و
اختار شمس الائمۃ وصاحب الھدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام
ہوتا ہے جبکہ نفی کے تحت مین واقع ہو ھ صاحب بحر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک مین تنافی نہین اور باقی علما نے اسکا
جواب دیا ہے چنانچہ قول آیندہ مین معلوم ہوگا وحینئذٍ فقولھم لو حلف لا یکلم موالی فلانٍ یعم الاعلی والاسفل لا لوقوعہ فی النفی بل
لان الحامل علی الیمین بغضہ وھو غیر مختلفٍ بعنایہ واقرہ المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھہ فرق
نہین مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہہ قول کہ اگر قسم کہائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالے کا

عام ہے مولا ہی اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور مولائے اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک کے واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ
قسم کھانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہوا اور بغض غیر مختلف ہے مابین الاعلیٰ والاسفل کذا فی العنایۃ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہوا اپنی شرح میں شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم بقرینہ نفی ہے اور علما کے نزدیک علت عموم بغض ہے نفی الا اذا عینہ ای الاعلیٰ او الاسفل
قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کر دے مولائے اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت
باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہو جاوے گی زوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہو گئی اوسکا بیان ہو چکا ویدخل فیہ ای فی الموالی من
اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں لا یدخل فیہ مدبروہ وامہات
اولادہ وعن ابی یوسف یدخلان اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور اوسکی امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ وہ بھی داخل ہیں عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے
ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کیطرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں
کیواسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو اونکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنی بدون علم
دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعض فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں
مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہ ہوگا ش فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے جو فقہ دانی میں اقصی درجہ کو
پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اوسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس
زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کیا ہے الا ماشاء اللہ تو علما مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی
الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا ایک وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اوسکی قبر پر یا اوسکی قبر پر قبہ اور گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی
قاضی خان وغیرہ میں ہے اور پہلے ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہیں لکن قدمنا ہنا فی الکراہیۃ انہ لایکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان
یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قال المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیت
میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت
وصیت ہی مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ش یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بمن یقرأ عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور
او بعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہما فینبغی جوازہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف
میں کہتا ہوں اور اسیطرح یہ لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اوس شخص کیواسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قراۃ کے قبور پر یا اسوجہ
سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قراۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق ہے بدلیل ہے مطلقا یعنی
خواہ عدم جواز کی علت قراۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر
تعیین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القران او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لہ کما شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط
الواقف وبالمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی
مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنیوالا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کیلئے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس
مکان میں قراۃ یا تدریس واقع نہ ہو تو قاری یا مدرس مستحق نہ ہوگا اوس مال کا جو اوسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور
جس مکان کو واقف نے معین کیا ہے اوسکے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے واقف کے غرض فوت ہوتی ہے یعنی اوس مکان کو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر البصائر

نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اوس رسالہ میں ہے جسکا نام الدرۃ السنیہ فی مسئلۃ استحقاق الجد کیا ہے ۔ **باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی**
والثمرۃ یہہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں ہم سبب مصنف نے وصایا اعیان سے فراغت پائی تو اب وصایا منافع کو شروع کیا
صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک
اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہو بعوض اور بلا عوض سو اسیطرح ممات کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے **ویکون**
محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما یستطاق الذہیر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں
موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ وقف میں مفصل مذکور ہو ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی **وبغلتہما**
اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی اونکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہو **فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لاجل**
الوصیۃ ہو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی لہ کو سپرد کیا جاے وصیت کی وجہ سے **ولا تخرج من الثلث تقسم الدار**
اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جاے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی
لہ رہے اور دو تہائی مین وارثون کا اختیار ہے **اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر** اور گھر کی حاصلات کی وصیت مین تو گھر تقسیم نہوگا بنا بر ظاہر
مذہب کے ہم نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی مین ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نرکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جاے اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر مین رہے اور
وارث باقی مین اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایکدن لے اور وارث دو دن تا انقضاے مدت وصیت کذا فی الطحطاوی **وتہایئا العبد فیخدمہم اثلاثا** اور موصی لہ
اور وارث باری مقرر کرلین غلام میں تو وہ اونکی خدمت کرے تین تہائی یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثون کی ہم چونکہ اجزاے غلام
کی قسمت ممکن نہین لہذا اسمین باری معین ہوئی بخلاف گھر کے کہ اوسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے **ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمۃ العبد**
وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہہ مذکور اوسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہو سواے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال
بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اوسمین سے غلام
کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہین تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایکدن وارثون کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی **ولیس**
للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حق فی سکنی کلہا بظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فیخدعون ان یزاحمہم
فی باقیہا والبیع ینافیہ فیمنعوا عنہ وعن ابی یوسف ظہر ذلک اور وارثونکو جائز نہین گھر کی دو تہائی جو اونکے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے
بیچنا بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت مین اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہوجانے اوس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے مین ہے
تو اوسوقت مین موصی لہ وارثون سے مزاحمت کریگا باقی گھر مین اور بیچنا وارثون کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیچ سے اور ابو یوسف
سے یہہ روایت ہے کہ وارثونکو بیچ کرنا جائز ہے **ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یواجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست**
بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لایجوز اور جسکو واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اوسکو غلام
کا یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہین اسواسطے کہ منفعت مال نہین ہے ہمارے قاعدے کے بموجب جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک مین دیا عوض لیکر
تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اوس سے زیادہ تر کا مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہہ جائز نہین کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کرسکے **ولا للموصی**
بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان
حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد تفاوتا اور جسکو واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اوسکو جائز نہین خدمت مین لانا غلام کا یا سکونت
کرنا گھر کا قول اصح مین اور اوسکی مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کسی کے نام وقف ہو تو اوسکو گھر کا اجارہ نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ
موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور خدمت ودراہم کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

ہو استخدام اور سکنی کا۔ ولا یُخرجُ الموصی له العبدَ الموصی بخدمته من الکوفة مثلاً اذا کان ذلک مکانه واهله فی موضعٍ آخر ان
یخرج من الثلث والّا فلا یخرجه الّا باذن الورثة لبقاء حقهم فیه۔ اور باہر نہ لیجاوے موصی له غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً اگر جبکہ وہ اوسکا
مکان ہو اور موصی له کے اہل وعیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا لیجانا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج
نہوتا ہو تو موصی له اوسکو باہر نہ لیجاوے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں ھ خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے
خارج ہو سکتا ہے تو موصی له اوسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجاوے اگر موصی اور موصی له ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی له اور اوسکے اہل وعیال
دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اوسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہیں موصی کے مقصود کے موافق تو جبکہ موصی له کا وطن دوسرا شہر ہوا
تو موصی کا مطلب یہہ ہے کہ موصی له غلام کو اپنی خدمت کیواسطے وہیں لیجاوے اور شارح نے کہا ہے کہنا بہتر تہا من الکوفة الی البصرة الا ان یکون ذلک مکانه
اور اسمیں اشارہ راجع ہوتا بصرہ کیطرف تو اهله فی موضع آخر کی حاجت نرہتی۔ ولو مات الموصی له عاد الی الموصی وبطلت الوصیة اور موصی له
کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکا مستحق نہا۔ ولو مات بعد موت الموصی عاد العبد والدار الی ورثة
الموصی بحکم الملک اور موصی له کی موت کے بعد غلام اور گہر موصی کے وارثوں کی طرف پہر آتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اوسکے مالک ہوتے ہیں۔ ولو قتله الورثة ضمنوا قیمته لیشتری بها عبداً یقوم مقام الاول
ولهذا یمنع المریض من التبرع بالاکثر من الثلث کذا ذکره المصنف فی الرهن۔ اور اگر موصی کی موت کے بعد اوسکے وارثوں نے غلام کو قتل
کیا تو وہ تاوان دینگے اوسکی قیمت کا تاکہ اوس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے و لہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی
سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن میں ھ اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مترجم اسکا اشارہ کرتا ہے کہ مختصر ہے لیکن شارح کی عبارت
میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کہ اسنے لکھا ... واذا اوصی بغلة العبد لفلان وبخدمته لآخر وهو یخرج من الثلث صحّ
وتمامه فی الکفایة۔ اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کے ایک شخص کیواسطے اور اوسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ
غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا بیان کفایہ میں ہے۔ ونفقته اذا لم یطق الخدمة علی
الموصی له بالرقبة الی ان یدرک الخدمة فیصیر کالکبیر ونفقة الکبیر علی صاحب الخدمة اور ترجمہ ... غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ
خدمت نکر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اوسپر ہے جسکے واسطے اوسکی رقبہ کی وصیت ہوئی ہے یہانتک کہ خدمت کرنے کے لائق ہو جاوے تو اب وہ بڑے کی
مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اوسپر ہے جسکی خدمت کیواسطے وصیت ہوئی ہے۔ وان ابی الانفاق علیه ردّه الی من له الرقبة کالمستعیر مع
المعیر اور اگر موصی له بالخدمة اوسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اوس غلام کو پہیر دے اوسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی ہے مستعیر کا حکم ہے معیر کے
ساتھ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کیطرف رد کیا جاویگا۔ فان جنی فالفداء علی من له الخدمة پہر اگر غلام مذکور جنایت کرے
یعنی ازراہ خطا کسیکو قتل کرے تو فدیہ اوسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ہے۔ ولو ابی فداه صاحب الرقبة او دفعه وبطلت الوصیة
اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دیوے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہو گئی یعنی فدیہ یا دفع کیصورت
میں۔ وبثمرة بستانه فمات والحال ان فیه ثمرة له هذه الثمرة فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پہل کی وصیت کی پہر موصی مر گیا
اور حالانکہ باغ میں پہل موجود ہے تو موصی له کیواسطے فقط یہی پہل ہے نہ آیندہ پہل۔ وان زاد ابداً له هذه الثمرة وما یستقبل۔ اور اگر موصی
نے وصیت مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی له کیواسطے یہہ پہل بہی ہے اور زمانہ مستقبل کا بہی پہل ہے۔ کما فی الوصیة بغلة بستانه
فانه له هذه وما یحدث ضمّ ابداً اولا۔ چنانچہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی له کیواسطے یہہ غلہ موجودہ بہی ہے اور وہ
غلہ بہی ہے جو آگے موجود ہوگا خواہ موصی نے ہمیشہ کا لفظ وصیت میں ملا دیا ہو یا نہ ملایا ہو ... فرق یہہ ہے کہ عرف میں ثمرہ ...

سے موجود کا تو معدوم کو شامل نہو گا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہے تو
موجود اور معدوم دونون اسمین داخل ہین بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ انتہی البستان والمسئلۃ
بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ ذیلعی اور مسئلہ سابقہ مین اگر
باغ مین پھل موجود نہو وصیت کیوقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کی مانند ہے ثمرہ معدومہ کے شمول مین جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے ھم
یعنی اگر وصیت کیوقت پھل باغ مین نہین ہین اور اوسنے پھلونکی وصیت ایک شخص کیواسطے کی تو اوسکی مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے
جاوینگے وہ اوسکو ملیگا رہیگا وفی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ
فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اھ اور عنایہ مین ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز مین باغ کا قیام اور درستی ہے صاحب غلہ
پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینیوالا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کی مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض
وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اوس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اوسکی کرایہ
سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکی کذا فی جامع اللغۃ ھم قاموس مین بھی غلہ اسیطرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی
الغلۃ فلیحرر ح مین کہتا ہون اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکی غلہ مین داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے
ھم یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اُس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسیکے واسطے وصیت ہوئی تو اوسکا ثمن موصی لہ کا ہے
مین کہتا ہون کہ اخروٹ اوسکا حق ہے اور وہی اوسکی بیع کا مالک ہے اصالتاً یا وکالتاً اور غیر شخص کی بیع اوسکی اجازت پر موقوف ہے بعد تقریر ہذا اُس
نسخہ کے موجب جسمین جوز کا لفظ بجیم وزاء منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ مین بحاء مہملہ وراء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت کے ثمر سے تو اوسکو
دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہے یا نہیں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کیواسطے تو اوسمین تو ام یعنے
تھونیاں اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما بقی فی وقت موتہ
سواء قال ابدًا او لا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی
بھیڑون کے صوف کی اور اونکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچہ اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے
کیوقت خواہ اوسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی بخلاف
پھل کے کہ اوسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بصحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدًا ولم تخرج من الثلث واجازوا تجعل مسجدًا
لزوال المانع بالاجازۃ تبصر اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر تہائی مال سے باہر نہین ہوتا اور اوسکو وارثون نے اجازت
دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے اور وارثون کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا وان لم یجیزوا
تجعل ثلثہا مسجدًا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت
دونو جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اسصورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنی وبظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف
المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوز اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ
مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونو
جائز ہین کذا فی الدر قال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف
ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل مین اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح
نہین ہوتا بہت سے مواضع مین جیسے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بثلثہ للمسجد لم تجز الوصیۃ

لانه لا یملک وجوزها محمد قال المصنف وبقول محمد افتی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کیواسطے تو وصیت جائز نہیں
اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک ہونیکے نہیں ہے اور محمد نے اسکو جائز کہا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد بحرالرائق کے مصنف نے
هم محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تا ہے الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان یقول الموصی ینفق علیه
فیجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاوے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال
اوصیت بثلثی لفلان او فلان بطلت عند ابی حنیفة لجهالة الموصی له وعند ابی یوسف لهما ان یصطلحا علی اخذ الثلث
وعند محمد یخیر المورثة فاعطوا ایهما شاؤا موصی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص یا فلانے شخص کیواسطے تو
وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونون شخصون کو اختیار ہے کہ آپس مین صلح کرلین
تہائی مال کے لینے مین خواہ نصف نصف پر مصالحہ کرین یا کم وبیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثونکو اختیار ہے اونمین سے جس شخص کو چاہین دین
واللہ تعالے اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیره

یہہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا مین یعنی چنانچہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتدہ کی وصایا مین ذمی جعل داره بیعة او کنیسة او بیت نار فی صحته فمات فهی میراث لانه کوقف لم یسجل
کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کیحالتمین پھر وہ مرگیا تو وہ اوسکے وارثونکی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کی
مانند ہے هم بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادتخانہ نصاری کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانون کا بنانا ذمیون کو دیہات مین
جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہرون اور قصبات مین واما عندهما فلانه معصیة اور صاحبین کے نزدیک تو سو یہہ ہے صحیح نہیں کہ انکا بنانا
معصیت ہے ولیس هو کالمسجد لانهم یسکنون ویدفنون فیه موتاهم حتی لو کان المسجد کذلک یورث قطعا قاله المصنف
وغیره لانه حینئذ لم یصر محررا خالصا لله تعالی اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کی مانند نہیں ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاری اوسمین رہتے ہین اور
اپنے مردے اوسمین دفن کرتے ہین تو اگر مسجد بھی اسیطرح ہو یعنی اوسمین سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہو گی یقینا ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ
نے اسواسطے کہ اسوقت مین محرر خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوگی هم یہہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا
کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق مین ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق مین جسمین بیع اور میراث جاری نہین وان اوصی الذمی ان یبنی
داره بیعة او کنیسة لمعینین فهو جائز من الثلث ویجعل تملیکا اور اگر ذمی نے یہہ وصیت کی کہ اوسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین
لوگون کیواسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہہ تملیک ٹھہریگی اونکے واسطے وان اوصی بداره ان تبنی کنیسة او بیعة فی القری فلو فی المصر
لا یجوز اتفاقا لقوم غیر مسمین صحت عنده لا عندهما لما مر انه معصیة وله انهم یترکون وما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی
یہہ وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات مین بنایا جاوے قوم غیر معین کیواسطے تو یہہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین کی
دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہین اپنے دین پر تو وصیت صحیح
ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر مین کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کوصیة مستامن [illegible]
لا وارث له هنا بکل ماله لمسلم او ذمی کذا فی الوقایة ولا عبرة بمن ثمة لانهم اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اوس
حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہیں دار الاسلام اوسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کیواسطے کذا فی الوقایہ اور کچھ اعتبار نہیں اون وارثون
جو دار الحرب مین ہین اسواسطے کہ وہ درحکم اموات کے ہین ہمارے حق مین ولو اوصی بنصفه مثلا نفذ ورد باقیه لورثته لا الی بیت المال لانه
لا مستحق له فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اوسکے وارثون پر رد کیا جاویگا
میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ اوسکا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک مین وکذا لو اوصی له مسلم او ذمی [illegible] مثله اور اسیطرح جواز وصیت کا حکم

معینین

ہی اگر وہ ایسی مانند ہو جو ہمیشہ رہتا ہے کیواسطے وصیت کرے ولو اعتق عبده عند الموت او دبّره نفذ من الكل لما قلنا اور اگر مستامن نے
اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اوسکے تمام مال سے اوس دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی اسواسطے کہ
اوسکے وارثونکا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کی مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی له مسلم او ذمی جاز علی الاظهر زیلعی اور اگر
مستامن کیواسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الهوی اذا كان لا يكفر فهو بمنزلة المسلم
في الوصية لانا أمرنا ببناء الاحكام على ظاهر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اوسکی بدعت سبب
بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر میں اسواسطے کہ ہم مامور بنا راحکام کے ہیں ظاہر اسلام پر وان كان يكفر فهو بمنزلة المرتد فتكون موقوفة
عنده ونافذة عندهما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اوسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین
کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع ﻫ اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوای نفس کا تابع ہوا بدعت کیطرف مائل ہو کر اگر اوسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ انمیں
سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدا ہوا کبر ہے تو وہ مرتد کی مانند ہے کذا فی الدرر والمرتدة في الوصية كالذمية في الاصح لانها لا تقتل اور عورت
مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کی مانند ہے قول صحیح ترین اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی تو اوسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصية
المطلقة كقوله هذا القدر من مالي او ثلث مالي وصية لا يحل للغني لانها صدقة وهي على الغني حرام وان عممت كقوله يأكل
منها الغني والفقير لان اكل الغني منها انما يصح بطريق التمليك والتمليك انما يصح لمعين والغني لا يتعين ولا يحصى اور وصیت
مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یون کہنا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہیں اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام
ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یون کہنا کہ اوسمین کہا ہی غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کہانا اوسمین صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے
اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین شخص کیواسطے اور غنی معین اور محصور نہیں ﻫ وصیت مطلقہ وہ ہے جسمین غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے
جسمین غنی اور فقیر دونو مذکور ہون ولو خصت الوصية به اي بالغني كقوله هذا القدر من مالي وصية لزيد وهو غني او لقوم اغنياء
محصورين حلّت لهم لصحة تمليكهم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یون کہنا کہ میرا اتنا مال زید کیواسطے وصیت ہے
اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو اونکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کیوجہ سے وكذا الحكم في
الوقف كما حرره المنلا خسرو اور اسیطرح وصیت کی مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر میں اوسکی تحریر اور تنقیح کی ہے ﻫ یعنی وقف
مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف نے اوسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دیا ہو اور جبکہ وقف کو غنی معین کیواسطے یا قوم اغنیاء محصورین کیواسطے
خاص کر دیا تو اونکو حلال ہے اور وہ اوسکی منافع کے مالک ہونگے نہ اوسکے عین کے چونکہ یہ مسئلہ فقط درر میں کلام سابق سے مفہوم ہوتا تھا ضمنا اور واجب
الحفظ تھے اور اکثر لوگ اوس سے غافل تھے لہذا اوسکو ہمنے اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفي جامع الفصولين المتولي على الوقف كالوصي اور
جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا متولی وصی کی مانند ہے ﻫ مطلب یہ کہ اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فروع مسائل ملحقہ شارح کی
اوصى بثلث ماله للصلوات جاز للوصي صرفه للورثة لو محتاجين يعني لغير قرابة الولاد ممن يجوز صرف الكفارة اليهم بخلاف
مطلق الوصية للمساكين فانما تجوز لكل ورثته ولا حدهم يعني لو محتاجين حاضرين بالغين راضين فلو منهم صغير او غائب او حاضر
غير راض لم يجز نمازون کے کفارہ کیواسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اوسکا صرف کرنا موصی کے وارثون پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ
محتاج ہون یعنی بغیر قرابت ولادت کے اون لوگون میں سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہون برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کیواسطے
ہو کیونکہ اوسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون پر اور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون خیرات لینے پر سو اگر اونمیں سے کوئی
صغیر یا غائب ہو یا موجود ہو راضی نہو تو جائز نہیں ﻫ غیر قرابت ولادت کی قید اسلئے لگائی ہے کہ اوسکی واسطے صرف کفارہ جائز نہیں اگرچہ موصی نے اوسکے

معین کر دیا ہو ہشام نے محمد سے روایت کی کہ ثلث مال کے مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہوگئی اور وہ بالغ حاضر ہین تو اگر انہوں نے
اتفاق کیا کہ انکو بواسطے موصی بہٖ کا مال دیا جاوے ایک وارث محتاج ہوگیا سو سب ابن ثون نے اجماع کیا کہ اوسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور اگر وارث نہین صغیر یا
غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصٰی بکفارۃ صلوٰتہ لرجل معین لم یجز لغیرہ بلفتی لفساد الزمان وصیت کی اپنی
نماز کے کفارہ دینے کی ایک معین مرد کیواسطے تو اوسکو غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ھم قضات وغیرہ مین طمع غالب ہے
لہٰذا تغییر وصیت جائز نہین اوصٰی بصلوٰتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لھم عن الفدیۃ لم یجز ولا بد من
القبض ثم التصدق علیھم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارہ کیواسطے اور حالانکہ اوسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہے سو وصی نے
اوس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کیوجہ سے تو یہہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اوس مال کا اول قبض کرنا پھر انکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض ادائے
کفارہ صحیح نہین ولو امر ان یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلا واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وھو معسر یجزیہ
لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے
تہائی مال مثلاً غصب کیا اور اوسکو ضائع کیا سو وصی نے اوسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھکر اور حالانکہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق مین بسبب حاصل ہونے
قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اوسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تھا تو وہ کفایت نکریگا یہہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہین
وفی الجواھر اوصٰی لرجل بعقار ومات فقسمت الترکۃ والموصٰی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب بعد سنین ادعٰی تسمع
ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا
اور موصی لہ اوسی شہر مین ہے اور حالانکہ اوسکو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اوسنے طلب نکیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل
نہوگا بشرطیکہ اوسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو ھم عقار عبارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین
اوصٰی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصٰی قبل قبضہ ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اوسنے گھر
کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت
ضیعۃ علی ولدھا وجعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے
کے چچا کو اوسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شرع داراً اوصٰی بھا لرجل فاخذھا الشفیع من ید الموصٰی لہ
یؤخذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصٰی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظھر انہ اوصٰی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اوسکی وصیت
کی ایک مرد کیواسطے سو اوس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھہ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کی وارثون
سے کچھہ نپاویگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اوسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہین ھم جب گھر شفیع لیگا حق
شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن پھر لینگے کذا فی المنح

باب الوصی وھو الموصٰی الیہ یہہ باب ہے وصی کے احکام مین وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاوے ھم عرب بولتے ہین اوصٰی الی فلان
یعنی اوسکو اپنی مال مین تصرف کرنیکے بعد موت کی وصیت کی اور اوسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اوسکا
وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اوسمین خطرہ ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری
بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہو ابو مطیع نے کہا کہ مین نے ۲۰ برس اپنی قضا کی مدت مین وہ
شخص نہین دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال مین عدل کرتا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصٰی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح
فان ردہ عندہ ای بعلمہ بطل زید کیطرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اوسکو وصی کیا اور اوسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو

وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا یعنی قبول نکیا انکار کیے وصی ہونے سے اور اسکے نزدیک یعنی موصی کی زندگی میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی ھـ اسواسطے کہ
وہ اسمین متبرع ہے اوسپر قبول کرنا واجب نہیں چاہئیے اوسپر دوام اختیار کرے جب چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تبرع لازم کرے اور رجوع میں
فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہان اگر اوسکے سامنے دوسری
بار قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے کہ کسیکو وصی کیا سو اوسنے اوسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہیں کرتا تو نہیں رد ہوا اور وہ وصی نہ ٹھہرا پھر اگر
موصی نے اوس سے کہا کہ مجھے تو قع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اوسنے کہا اچھا قبول کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی وَلَا لَا يَصِحُّ الرَّدُّ بِغَيْبَتِهِ لِئَلَّا
يَصِيرَ مَغرُورًا مِن جِهَتِهِ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اوسکا رد کرنا اوسکے پیچھے یعنی اوسکی عدم موجودگی مین صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ
نہو وصی کی جہت سے وَيَصِحُّ اِخرَاجُهُ عَنهَا وَلَو فِي غَيبَتِهِ عِندَ الاِمَامِ خِلَافًا لِلثَّانِي بزازیہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی
غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں فَإِن سَكَتَ المُوصَى إِلَيهِ فَمَاتَ مُوصِيهِ
فَلَهُ الرَّدُّ وَالقَبُولُ پھر اگر وصی نے سکوت کیا پھر اوسکا وصیت کرنیوالا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے ھـ وصی تصرف للغیر مین متبرع ہے تو
بدون قبول کرنیکے اوسپر وصایت لازم نہیں بانند وکالت کی اور یہان فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کہایا اسلئے کہ اوسنے حال دریافت
کرلیا کہ اوسنے وصایت قبول کی یا نہیں وَلَزِمَ عَقدُ الوَصِيَّةِ بِبَيعِ شَيءٍ مِنَ التَّرِكَةِ وَإِن جَهِلَ بِهِ اي بِكَونِهِ وَصِيًّا فَإِنَّ عِلمَ الوَصِيِّ بِالوِصَايَةِ لَيسَ بِشَرطٍ
فِي صِحَّةِ تَصَرُّفِهِ اور عقد وصیت لازم ہوجاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیکو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو
وصایت کا علم شرط نہیں ہے اوسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بِخِلَافِ الوَكِيلِ فَإِنَّ عِلمَهُ بِالوَكَالَةِ شَرطٌ برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا
معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فَإِن سَكَتَ ثُمَّ رَدَّ بَعدَ مَوتِهِ ثُمَّ قَبِلَ صَحَّ إِلَّا إِذَا أَنفَذَ قَاضٍ رَدَّهُ فَلَا يَصِحُّ قَبُولُهُ بَعدَ ذَلِكَ پھر اگر وصی نے قبول
وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اوسکے رد کرنیکو نافذ کردیا تو اب اسکے بعد قبول
کرنا وصایت کا صحیح نہیں وَلَو أَوصَى إِلَى صَبِيٍّ وَعَبدِ غَيرِهِ وَكَافِرٍ وَفَاسِقٍ بَدَّلَ أَي بَدَّلَهُمُ القَاضِي بِغَيرِهِم إِتمَامًا لِلنَّظَرِ وَلَفظُ بَدَّلَ يُفِيدُ
صِحَّةَ الوَصِيَّةِ فَلَو تَصَرَّفُوا قَبلَ الإِخرَاجِ جَازَ سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل
ڈالا جاوے یعنی قاضی اونکے سوا اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کیواسطے اور تبدیل کرنیکا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور
فاسق کچھ تصرف کرین قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہو کذا فی السراجیہ فَلَو بَلَغَ الصَّبِيُّ وَعَتَقَ العَبدُ وَأَسلَمَ الكَافِرُ وَالمُرتَدُّ وَتَابَ الفَاسِقُ
مجتبی وَفِيهِ فَوَّضَ وِلَايَةَ الوَقفِ لِصَبِيٍّ صَحَّ استِحسَانًا لَم يُخرِجهُمُ القَاضِي عَنهَا أَي عَنِ الوِصَايَةِ لِزَوَالِ المُوجِبِ لِلعَزلِ إِلَّا أَن
يَكُونَ غَيرُهُ أَكفَأَ اختِيَارٌ پھر اگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اونکو وصایا سے
خارج نکرے بسبب زائل ہوجانے اوس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنیکا مگر جبکہ وصی خائن ہوا امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہے
کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے وَالعَبدُ وَالحَالُ أَنَّ وَرَثَتَهُ صِغَارٌ صَحَّ كَإِيصَائِهِ إِلَى مُكَاتَبِهِ أَو مُكَاتَبِ
غَيرِهِ ثُمَّ إِن عَجَزَ فِي الرِّقِّ فَكَالقِنِّ اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حال آنکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہے جیسے کہ وصی کرنا اپنے
مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادائے بدل کتابت سے مملوکیت کیطرف پھیر آگیا تو اوسکا حکم غلام کی مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہین
تو درست ہے اور نہین تو درست نہیں ہے وَإِلَّا لَا وَقَالَا لَا يَصِحُّ مُطلَقًا اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور
صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر وَمَن عَجَزَ عَنِ القِيَامِ بِهَا حَقِيقَةً لَا بِمُجَرَّدِ
إِخبَارِهِ ضَمَّ القَاضِي إِلَيهِ غَيرَهُ رِعَايَةً لِحَقِّ المُوصِي وَالوَرَثَةِ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقۃ نہ فقط وصی کے اظہار سے
تو قاضی اوسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کیواسطے ھـ وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہیں ہوسکتی [illegible]

اسواسطے معتبر نہوا کہ شکایت کرنیوالا گاہے کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظهر للقاضي عجزه اصلا استبدل
غيره اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اوس شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزله الموصي المختار القاضي مع اهليته
لها نفذ عزله وإن جار القاضي وأثم اور اگر قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے
تو اوسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا في صحة عزله والاكثر على الصحة كما في شرح
الوهبانية لكن يجب الإفتاء بعدم الصحة كما في الفصولين وأما عزل الخائن فواجب انتهى قلت وعبارة جامع
الفصولين من الفصل السابع والعشرين الوصي من الميت لو عدلا كافيا لا ينبغي للقاضي ان يعزله فلو عزله
قيل ينعزل اقول الصحيح عندي انه لا ينعزل لان الموصي اشفق بنفسه من القاضي فكيف يعزله وينبغي ان يفتى به
لفساد قضاة الزمان انتهى قال المصنف قال شيخنا فقد ترجح عدم صحة العزل للوصي فكيف بالوظائف بالاوقاف
اشباہ میں ہے فقہا نے اختلاف کیا ہے وصی اول کی صحت عزل میں اور اکثر فقہا صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی
دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی ما فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں
فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اسکی معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اوسنے بہتر سمجھکر
اوسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اوسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کیوجہ سے
انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے اوستاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی
معزولی کیونکر صحیح ہوگی ھ منجملہ وظائف کے تولیت ہے فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اوسکی
شرط یہ ہے کہ اوس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کریگا صحیح ہوگا
اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ میں اسکو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
وبطل فعل احد الوصيين كالمتوليين فانهما في الحكم كالوصيين اشباه و وقف القنية اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل
جیسے دو متولیوں وقف میں سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے کہ دو متولی دو وصی کی مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف القنیہ وفي
مفاده انه لو آجر احدهما ارض الوقف بدون رأي الآخر وقد صارت واقعة الفتوى اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک
متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کی بدون رائے [illegible]
بالاجارة جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کردے تو جائز ہے مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وصيه كل
ايصائه لكل منهما على الانفراد وقيل ينفرد قال ابو الليث وهو الاصح وبه نأخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے
باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا ہے وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لكن الاول صحح في المبسوط وجزم به في الدرر وفي القهستاني انه
اقرب الى الصواب لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے درر میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا
قول قریب تر ہے صواب کی طرف ھ یہاں دونو قول پر فتوی اور فتوی درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وهذا اذا كانا
وصيين او متوليين من جهة الميت او الواقف او قاض واحد اما لو كانا من جهة قاضيين من بلدتين فينفرد احدهما
بالتصرف لان كلا من القاضيين لو تصرف جاز تصرفه فكذا نائبه ولو اراد كل من القاضيين عزل منصوب القاضي الآخر

جاز اِن رأی فیہ المصلحۃ والّا لا وتمامہ فی وکالۃ تنویر الابصار معزیا للملتقطات وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہہ یعنے بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہے جبکہ وہ دونو وصی یا دونو متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیطرف سے ہون اور اگر دونو وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کیطرف سے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اوسکا تصرف جائز ہے تو اسیطرح اسکا نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونو قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اوسمین مصلحت دیکہے اور اگر مصلحت نہ دیکہے تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر الابصار کی کتاب الوکالۃ مین ملتقطات وغیرہا سے منقول ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے وفی وصایا السراجیۃ لو لم یعلم القاضی أنّ للمیت وصیا فنصب له وصیا ثم حضر الوصی فاذا الذی کان فی الوصیۃ فله ذلک فی نصب القاضی لا ینعزل الاول اور سراجیہ کی کتاب الوصایا مین ہے کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پہر میت کا وصی آیا سو اوسکو وصیت مین داخل ہونیکا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء کفنه وتجهیزه والخصومة فی حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبد معین ورد ودیعة وتنفیذ وصیة معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اوسکی تجہیز مین اور اوسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کیواسطے ہبہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پہیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بہی اکیلے سے باطل نہین نہ زاد فی شرح الوهبانیة عشرة اُخری منها رد مغصوب ومشتری شراء فاسد وقسمة کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین بجنس حقه شرح وہبانیہ مین اور دس سوا اسکو جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کئے ہین از انجملہ مغصوب کا پہیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پہیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکی حق کے ہم جنس سے ہم اسی قدر دس مین اور کو شارح نے ذکر کیا از انجملہ عیب کیوجہ سے ثمن مبیع کا پہیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کیطرف خیرات کی وصیت کو جاری کرنا مسکین فقیر یا مسکین کیواسطے وبیع ما یخاف تلفه وجمع اموال ضائعة اور اوس چیز کے بیچنے مین جسکو تلف ہو جانیکا ڈر ہے اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع تبع اتفاقا شرح وهبانیه اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع کی تصریح کر دی تو اوسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیہ وان مات احدهما فان اوصی الی الحی او الی آخر فله التصرف فی الترکة وحده ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اوسیکو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم حلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اوسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوکا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والّا یوص ضمّ القاضی الیه غیره اور اگر وصی مردہ نے وصیت نکی کسیکو تو وصی زندہ کے ساتہہ قاضی دوسرا وصی ملادے کذا فی الدرر اسواسطے کہ میت کا قصد یہہ تہا کہ اوسکی ترکہ مین دو شخصونکی رائے سے انتظام ہو تاکہ ولی واقع نہو سو یہہ امر قاضی کے نصب کئے سے ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفی الاشباه مات احدهما اقام القاضی الآخر مقامه وصدر البحر اور اشباہ مین ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اوسکے قائم مقام قائم کرے یا اوسکے ساتہہ دوسرا ملاوے ولا تبطل الوصیة الا اذا اوصی لهما ان یتصدقا بثلثه حیث شاءا فتعطی وتمامه فی شرح الوهبانیة اور وصیت باطل نہین ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونو وصیون سے کہ اوسکی ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونو چاہین کذا فی الاشباہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے ہم شرح وہبانیہ مین ہے کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلئے کہ ایک موضع مین دونونکا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنیکے تو وصیت باطل

ہوگئی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وھل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہے اور
بعضون نے کہا خلاف نہین وثمرتہ ان المشرف ینفرد دون الوصی کما قررتہ فیما علقتہ علی الملتقی وبلغنی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ مینے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ھ شارح کی شرح ملتقی مین
بہجتی سے منقول ہے کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے اور
اس عبارت سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کا مبنی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ اگر کسی نے
دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اوسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولیٰ ہے اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونیکا اثر یہہ ہے کہ وصی کا تصرف
بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصراً ووصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او
فی مال موصیہ وقایہ وصی فی الترکتین خلافاً للشافعی وصی کا وصی دونو ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اوسکو اپنے
مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت دونو ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وتصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ
نائباً عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث درست ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہوکر یا صغیر وارثون کا نائب ہوکر
موصی لہ کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو میت کے ترکہ سے تہائی مال الگ
دیدے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذٍ اور وارثونکو موصی لہ پر رجوع
کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہوگیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہوجانے قسمت کے اسوقت مین واما قسمتہ عن الموصی لہ الغائب او الصغیر بلا اذن
معھم ای الورثۃ ولو صغاراً زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہوکر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اوسکی اذن
کے وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذٍ فیرجع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ
لانہ کالشریک معہم ای مع الموصی فلا یضمن الوصی لانہ امین اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھیر لے
جبکہ موصی لہ کا حصہ ضائع ہوگیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کی مانند ہے تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون ہی کے پاس
مال ضائع ہوگیا تو جسقدر اونہون نے مال پایا تہا اوسکی تہائی چاہے وارثون سے لے چاہے وصی سے یہہ اوسوقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور
اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا
شئی لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور اوسکو موصی لہ کا حصہ لے رکہنا صحیح ہے اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے
کچہہ نہین اگر اوسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اوسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہوگیا ہو ھ وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت
ثابت ہے امور نافعہ مین ولہذا جسکے تلف ہونیکا خوف ہو اوسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف وصی کے وھذا فی المکیل والموزون لانہ افراز
فی غیرہما لا تجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز مین ہے اسواسطے کہ
قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہے افراز اور جدا کردینے سے اور کیلی وزنی کے سوا اور مال مین قاضی کے بھی قسمت صحیح نہین اسلئے کہ وہ تو یہان عبارت ہے
مبادلہ سے بیع کی مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسیطرح قسمت بھی جائز نہین وان قاسمہم الوصی فی الوصیۃ بحج عن المیت بثلث
ما بقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ لیحج خلافاً لہما وقد تقرر فی المناسک اور اگر وارثونکو قسمت کردی حج کی وصیت مین تو میت
کیطرف سے حج کیا جاویگا باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنیکا مال تلف ہوگیا ہو وصی کے ہاتھ یا اوسکے ہاتھ سے جسکو وصی نے مال دیا تہا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے
اور البتہ یہہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابون مین ولو افرز المیت شیئاً من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ بثلث باقیہ لانہ تعینہ
فاذا ہلک بطلت اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچہہ مال جدا کردیا پہر وہ ضائع ہوگیا اوسکے مرجانے کے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا باقی مال کی

تہائی سے اسلئے کہ اوسنے توجہ کیواسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء للغرماء لتعلق حقھم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے قرض والونکی غیبت مین قرض والونکے واسطے اسلئے کہ انکا حق مالیت سے
متعلق ہے نہ عین متروکہ سے وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ھلاک ثمنہ عندہ اختیار لانہ العاقد
فالعھدۃ علیہ اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اوس غلام کو جسکے بیچنے کی اوسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اوسکا ثمن صدقہ کی طریق سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام
کسی غیر کا مملوک ٹھہرا اور ثمن خرچ ہوجانیکے بعد وصی کے پاس ضمان کیونکہ یہی کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اوسیکے ذمہ پر ہوگا ویرجع الوصی
فی الترکۃ کلھا وقال محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو ھلک الترکۃ اولم تف فلا رجوع وفی المنتقی انہ یرجع
علی من تصدق علیہ لان غنمہ لھم فغرمہ علیھم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ مین یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے پھیرلے اور محمد نے کہا
کہ ثلث متروکہ سے پھیرلے ہم جواب دیتے ہین امام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کھایا اسیکے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے
نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہوگیا یا کفایت نہین کرتا تو اب رجوع نہوگا اور منتقی مین یون مذکور ہے کہ وصی تاوان پھیرلے ان فقیرون سے جنپر ثمن کو اوسنے خیرات
دیا اسلئے کہ فائدہ تصدق کا انکے واسطے ہے تو اوسکا نقصان بھی انہین پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل
من الترکۃ وھلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ
جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال مین وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اوسکا ثمن تلف ہوگیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا
مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثون سے پھیرلیگا اسلئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اوس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیالہ
بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز منیۃ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح کہ
دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کی مانند ہو مقدور مین تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین کذا فی المنیۃ وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وھو الفاحش لانہ لا ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملک
المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے
یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہین اسلئے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جسمین یتیم کیواسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو
بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی وھذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او
اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانہ وکیل اور یہہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اوسوقت
ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کیطرف سے وصی
ہے تو یہہ جائز نہین مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا
ہے حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہین کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وھو قدر النصف
زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہہ ہے کہ بقدر نصف کے
بیشی یا کمی ہو حکم زیلعی مین منفعت ظاہرہ کی تفسیر یون مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا
پندرہ درم کو اپنے خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہین مطلقا خواہ منفعت ظاہرہ ہو یا نہو وبیع
الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وھو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے
قیمت کی برابر اور جسقدر مین کہ غبن واقع ہوا کرتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہہ نہین تو جائز نہین وھذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجیء اور یہہ
تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول مین ہے اور غیر منقول یعنی اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو اذا الوصی

علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار میں تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادتی کے ھ مثلاً میت کے ہمسروں کا کفن تین کپڑے کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کئے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ ضمن ما دفعہ من مال الیتیم ولوالجیہ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت میں زیادتی کی تو یہہ خرید وصی کیواسطے واقع ہوگی تو اسوقت میں وصی تاوان دیگا اسکا جو اسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الوالجیۃ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفع الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور ولوالجیہ میں ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اوسکی ہوشیاری ظاہر ہونیسے پہلے بعد اوسکے بالغ ہونیکے پھر وہ مال ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو دیا جسکا دینا اوسکو جائز نہ تھا ھ یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر تاوان نہیں اگر یتیم کو ۲۵ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار میں کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف ہلاکہ ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی الزیلعی والقہستانی الاصح انہ لا یجوز اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول میں مگر ادائے دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اوسکے تلف ہونیکے خوف سے ایسا ذکر کیا ہی عزمی زادہ نے خانیہ کیطرف نسبت کر کے میں کہتا ہوں اور زیلعی اور قہستانی میں مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہیں ہے اسواسطے کہ اوسکا تلف ہو جانا کمتر ہے ھم اگر میت پر دین مستغرق ہی تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہیں تو صاحبین کے نزدیک بقدر دین غیر منقولہ کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر و اشباہ ملخصا اور صغیر کے عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کے ادا کرنیکے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونیکے لئے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہیں سے متصور نہیں سوا عقار بیچنے کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہیں ہوتی اوسکے مصارف سے یا اوسکی ویران ہو جانیکا یا ناقص ہو جانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے قبضہ میں ہی کذا فی الدرر والاشباہ ملخصا ھم وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو ایسے عقار کی بیع جائز ہے کذا فی الدر قلت وہذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانہما لا یملکان بیع العقار مطلقا میں کہتا ہوں اور یہہ یعنی جواز بیع عقار صغیر بشیار ثمانیہ مذکورہ میں اس شرط سے ہی کہ بائع ماں یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہیں مطلق یعنی ان اشیاء ثمانیہ میں بھی ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کی خرید کا مالک نہیں سوا طعام اور لباس صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو تو سوا گروہ لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہو یا اوسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا صرح بہ ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مالہ ای الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال میں اپنی ذات کے فائدہ کیواسطے سو اگر اوسنے اپنے واسطے اوس مال میں تجارت کی تو منفعت کو خیرات کر دے وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم تمامہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال میں یتیم کیواسطے اور اسکا پورا بیان درر میں ہی ھم درر میں خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال میں تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہیں اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہے خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شئ باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہیں ثمن مثل سے کمتر میں مگر ایک مسئلہ وصیت میں اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانی شخص سے ھم اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہوا تو وصی کو ثمن مثل سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی

وفیہا فی الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا لم یعین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شیئ لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتہی اور اشباہ مین ہی اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اوسکے عمل کی برابر اجرت جائز ہے سو اگر اوسنے عمل نکیا تو اوسکو اجرت نہین ہی اور میت کے وصی کو بنابر قول صحیح کے اجرت نہین ہے اور یہہ یعنی متولی کیواسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہے جبکہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کر دے تو اگر اوسنے اجرت معین نکی اور متولی نے ایک سال مین کوشش کی تو اوسکے واسطے کچھہ اجرت نہین اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کیطرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہی یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجہہ لے اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الوقف مین گذر گیا اور قاضی کے وصی کا تو یہہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اوسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہیٰ فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کما مر وکذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چہوٹے اور بڑے ہون تو وصی چہوٹون کے حصہ کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ مین مذکور ہو چکا اور اسیطرح بالغ وارثون کے حصے کو بیچ کر ے بنابر تفصیل گذشتہ کے ؏ تفصیل مذکور یہہ ہے کہ ادای دین اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہے نہ اسکے سوا ہے مین کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیع العقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اوسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین ملک صغیر کا باقی رکہنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح مین مذکور ہے ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا ؏ اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہین تو مقر لہ کو اوسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیئ من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز ہے اسطرح کہ یہہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہہ کہ اقرار کرنیوالا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصو نمین ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لا تسمع درر اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار کیا دوسرے شخص کیواسطے پہر دعویٰ کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اوسکا دعویٰ مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کیوجہہ سے ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہے صغیر کے مال مین تصرف کرنیکا صغیر کے دادا سے اور اگر اوسکا وصی نہو تو دادا احق ہے چنانچہ کتاب الحجر مین ثابت ہو چکا ہی وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ مین ہے کہ دادا کو عقار کے اور اسباب کی بیع ادای دین کیواسطے اور وصیتون کے جاری کرنیکے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ اوسکے لئے یہہ جائز ہے

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہہ فصل ہے وصیون کی گواہی کے مسائل مین ؏ اس فصل مین شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تہا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہے گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے ؏ اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا تصرف جاری ہی اور بالغ کے مال میت مین وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت مین تو اس تہمت سے اونکی گواہی باطل ٹہری وصحت شہادتہما بغیرہ اے بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونون کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہو

دونون وصیون کے ولایت کے ادس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ
الآخرین للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہے گواہی دو مرد دیگر اور دو شخص دیگر واسطے ہزار درم کے دین ہونیکی میت پر اور صحیح ہے گواہی نہین دونون
شخصونکی پہلو دونون گواہونکی واسطے بانند اسی ہزار درم کے دین کی یعنی فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی
گواہی دی تو دونون گواہیان صحیح نہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف بر خلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین
یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درم کی وصیت کی ہو سو یہہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا یقبل
فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کی اور البتہ یہہ مسئلہ
کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لا تثبتھا الشرکۃ
فتبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلونکی گواہی ثلث مال کی یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے
شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ؏ کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت ہو گئی اور شرکت قبول
شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین
آخر لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مرد دین نے اور دو مرد دین کیواسطے کسی چیز مثلا غلام کی وصیت کی گواہی
دی اور مشہود لہمانے شاہدان کیواسطے دوسری چیز مثلا باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونو فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت
بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الرامی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لانہما یثبتان لانفسہما معینا و
حینئذ فیضم القاضی بہما ثالثا وجوبا لاقرارہما بآخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کما لو انکر دو وصیون نے یہہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان
دونو کے ساتھ وصی کیا ہو تو یہہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونو وصیون کے اپنی ذاتون کیواسطے مددگار اور اسصورت مین قاضی ان دونو کی ساتھ
تیسرا وصی ملاوے بنابر وجوب کے کیونکہ انہون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونو وصیونکا تصرف کرنا سوا تیسرے کے بیدون وصی کے جائز نہین چنانچہ
ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ
مگر یہہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنی زید یون دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ان دونو کے ساتھ تو اب دونو وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہو گی اسلئے
کہ دونو وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما
اوصی الی رجل لجرہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹون نے جب یہہ گواہی دی کہ انکے باپ نے ایکمرد کو وصی کیا ہے تو
گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونون نے اپنی واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کیواسطے وہذا لو منکرا ولو یدعی تقبل
استحسانا اور یہہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونیکا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونیکا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی بطور
استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان
القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ بر خلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹون نے یہہ گواہی دی کہ
انکے باپ نے زید کو اپنی قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہو کیونکہ یہہ گواہی کسیطرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا نکرے
اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمیکی جانب سے وکیل کے قائم کرنیکا بیٹون کی طلب سے مالک نہین بر خلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت
لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کی گواہی میت کی ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو
گو کہ اسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ رجع مطلقا وعلیہ الفتوی در ر وصی نے میت کی وصیت کو
جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اوسقدر مال ترکہ میت سی بھرے ہرطرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہی کذا فی الدرر ؏ وصی رجوع کری ہرطرح

خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت لله ہو یا للعباد کذا فی الطحطاوی مختصراً کوکیل ادّی الثمن من ماله فان له ان یرجع جیسا کہ وہ
وکیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سو اوسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذا الوصی اذا اشتری کسوة للصغیر او اشتری او انفق علیه
من مال نفسه فانه یرجع اذا اشهد علی ذلك اور اسیطرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدی جسکو صغیر پر خرچ
کرتا ہو تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جبکہ اسپر اوسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ مین اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہون یا صغیر کے مال
سے بھر لونگا فی البزازیة وانما شرط الاشهاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشهاد انتهی قلت
لكن فی القنیة والخلاصة والخانیة له ان یرجع بالثمن وان لم یشهد بخلاف الابوین وسیجیء ما یفیده فتنبه بزازیہ مین
گواہ کرنا اسواسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق مین تو مقبول ہے نہ حق رجوع مین بدون گواہ کرنیکے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا
ہون لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اوسنے گواہ نکر لیا ہو بر خلاف ماں باپ کے اور ذکر رجوع بلا اشہاد جائز
نہین اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ھ شرنبلالیہ مین ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت مین مضطرب ہے
اور یہ استدراک طعام اور لباس کیطرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت مین طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی
دین المیت الثابت شرعاً او کفنه او ادّی خراج الیتیم او عشره من مال نفسه یا وصی وہ دین میت کا جو شرعاً اوسپر ثابت ہے ادا کیا
یا اوسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاماً او کسوة للصغیر او کفن الوارث المیت او
قضی دینه من مال نفسه فانه یرجع ولا یکون متطوعاً یا وارث بالغ نے صغیر کیواسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن
دیا یا اوسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے ترکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہوگا یعنی اوسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت من
مال نفسه قبل قوله فیه قیل هو مستدرك بقوله او کفنه اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اوسکا قول اسمین مقبول ہوگا شارح نے
کہا کہ بعضون نے کہا کہ یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنه ھ حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف
کرتا یعنی اسواسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونون یعنی وارث اور وصی
کفن کے مجرا دینے مین ترکہ سے متفق ہین لیکن وہ مقدار قیمت مین مختلف ہین تو وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے مغایر ٹھہرا فتامل
اشتری او باع الوصی شیئاً من مال الیتیم فطلب منه باکثر مما باعه رجع القاضی فیه الی اهل البصیرة والامانة ان اخبره اثنان منهم انه
باع بقیمته وان قیمته ذلك لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے یتیم کا کچھ مال بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی
اوسکی بیچے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی اسمین اہل بصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر ... سے دو شخص اسکو خبر دین کہ وصی نے مال
یتیم کو اوسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور اوس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نکرے اوس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدة
یشتری باکثر و فی السوق باقل لا ینقض القاضی البیع لذلك ای لاجل تلك الزیادة بل یرجع الی اهل البصیرة فلو اجتمع رجلان
منهم علی شیء یؤخذ بقولهما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلك عندهما کما فی التنویر اور اگر مزایدہ مین یعنی جہان بیع من یزید ہوتی ہے جسکو
بالفعل ہمارے عرف مین نیلام کہتے ہین وہ مال خریدا جاتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار مین کمتر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے
بلکہ رجوع کرے سمجھ والے تجارت پیشہ لوگون کیطرف پھر اگر لوگون مین سے دو مرد متفق ہون ایک چیز پر تو اونہین دونون کا قول لیا جاتا ہے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول
کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود مین کافی ہے وعلی هذا قیم الوقف اذا اجر مستغل الوقف ثم جاء آخر
یزید فی الاجر الكل فی الدر مختصراً یا للخانية وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا
زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہ مسائل در مین مذکور ہین فتاوی قاضی خان سے منقول فصل ۶

مسائل لحقہ شارحے يقبل قول الوصي فيما يدعيه من الانفاق بلا بينة الا في ثنتي عشرة مسئلة على ما في الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنیکے
دعوےمین بدون گواہون کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلونمین مقبول نہین جیسا کہ اشباہ مین مذکور ہین ھم مسائل مذکورہ کو شارح اتے گنکر تا ہو ادعى قضاء
دين الميت پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنیکا دعوی کیا ھم صورت اوسکی یہہ ہو کہ وصی نے دعوی کیا کہ مین نے مرضی کا دین
اپنے مال سے ادا کیا بعد یتیم اوسکی تکذیب کرتا ہو اور ادا وسکے ادا کرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعى قضاءه من ماله بعد
بيع التركة قبل قبض ثمنها دوسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا ادا ہو دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اوسکے ثمن قبض کرنے سے پہلے
او ان اليتيم استهلك مال آخر فدفع ضمانه تیسرا مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسریکا مال ضائع کیا سو وصی نے اوسکا تاوان دیا
ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تونے اس مرد کا مال طفلی مین اتنا تلف کیا تہا اور مین نے تیریطرف سے ادا کیا تہا سو یتیم نے اسکی تکذیب
کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا في الطحطاوي او اذن له بتجارة فركبته ديون فقضاها عنه چوتہا مسئلہ یہہ
ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگون کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے اونکو ادا کیا یتیم کیطرف سے او ادى خراج
ارضه في وقت لا تصلح للزراعة پانچوان مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت کے لائق نہ تہی
ھم تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصوصیت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت موصی کے وقت
پر کذا في الطحطاوي او جعل عبده الآبق چہٹا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کے انعام دینے کا ھم یہہ محمد کا قول
ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہے کذا في الحموي والطحطاوي او فدى عبده الجاني ساتوان مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا اتفاق
الاتفاق على محرم له آٹہوان مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنیکا ھم صورت اوسکی یہہ ہو کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے
تیرے اندھے بہائی کیواسطے اتنا ماہیانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اوسکو اتنے برس تک ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کبھی قاضی نے یہہ حکم
نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہو سبکے نزدیک کذا في الطحطاوي عن تتارخانیہ او على رقيقه الذين ماتوا نوان مسئلہ یہہ
یا دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم کے ان غلامون پر جو مر گئے ھم یہہ قول محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق
وصی کا قول مقبول ہے کذا في الطحطاوي والانفاق عليه مما في ذمته یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اوس مال کے خرچ کرنیکا جو وصی پر واجب الادا
تہا ھم یہہ مسئلہ اشباہ مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجئے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہہ ہو کہ وصی چاہتا ہو کہ مین ادای دین
فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اوسکی تصدیق بدون شہادت کے نہو گی کذا في الطحطاوي وكذا من مال نفسه حال غيبة ماله و اراد الرجوع دسوان
مسئلہ یہہ ہے اور اسیطرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تہا اور اوسنے پہیر لینے کا ارادہ کیا ھم بشرطیکہ وصی
نے اسپر گواہ نکیا ہو کہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہون پہیر لینے کیواسطے اور اگر اوسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا في الطحطاوي عن تتارخانیہ او
انه زوج اليتيم امرأة ودفع مهرها من ماله وهي ميتة گیارہوان مسئلہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اوسکا
مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہے الثانية عشر اتجر وربح ثم ادعى انه كان مضاربا بارہوان مسئلہ یہہ ہے کہ
وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پہر دعوی کیا کہ اوسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ھم یہان بہی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر
گواہ کر لیا ہو تو نفع مین شریک ہوگا کذا في الطحطاوي والاصل ان كل شيء كان مسلطا عليه فانه يصدق فيه والا فلا قاعدہ
کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اوسمین اوسکی تصدیق کیجاویگی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہین تو اوسمین اوسکی بلا شہادت
تصدیق نہوگی ھم تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اوسکا مکذب نہو کذا في الحموي ثم بهت القاضي وصيا فبيعه مع انه من مسائل الاشباہ

قاضی میت کیطرف سے وصی کو مقرر کرے اُن اٹھ مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں ھ نصب وصی کا طریقہ یہہ ہے کہ قاضی کے رو برو گواہ گواہی دیں کہ
فلان شخص مرگیا اور اوسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہوگا قاضی کا وصی
اور نصب وصی کا اختیار فقط اوس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کیطرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان له دین او علیہ او
لتنفیذ وصیتہ منجملہ مواضع سبعہ کے یہہ تین مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کیواسطے وزاد فی
الزواہر موضعین آخرین اشتری الاب من طفله شیئا فوجد به عیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں
دو مقام اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اوسمیں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کریگا تاکہ باپ وہ چیز عیب کیوجہ سے اوسکو پھیر دے
واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ ینصب والا فلا وعن اهمال المجمع الفتاوی اور جبکہ اوس صغیر کے اثبات حق کی حاجت
ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب زواہر نے ان دونو مسئلوں کو
مجمع الفتاوی کیطرف نسبت کیا ہے ھ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ آتا جاتا نہو یہہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ
کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضون نے کہا کہ غیبت منقطعہ یہ ہے کہ ایسی مکان میں ہو جہاں قافلہ نجاتا ہو مگر سال میں ایکبار یہہ قول قدوری
کا مختار ہے اور بعضون نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضون
نے کہا ۳ منزل ہو اور بعضون نے کہا ۳۰ منزل اور بعضون نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت
الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسه ولا ان یبیع ممن لا تقبل شهادته له قاضی کا وصی میت کے وصی کی برابر ہے مگر آٹھ جگہہ میں
اوسکی برابر نہیں ہے ایک یہہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے ترکہ سے جائز نہیں ہے دوسری صورت یہہ ہے کہ بیچنا اوس شخص سے جسکے حق میں وصی
کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدا من القاضی تیسری صورت یہہ ہے اور جائز نہیں اوسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے
اذن سے ھ یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد خصومت کے وصی اوس چیز پر قبضہ نکرے تاوقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید ندے
برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوکا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یؤجر الصغیر لعمل ما
چوتھی صورت یہہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسیکام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عند موته پانچوین صورت یہہ ہے اور وصی قاضی کو
جائز نہیں یہہ کہ اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصه القاضی تخصص چھٹی صورت یہہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کردیا معنے
ایک نوع میں وصی کیا تو وہ خصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نهاه عن
بعض التصرفات صح نهیه ساتوین صورت یہہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے منع کرے تو اوسکا روکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے
کذا فی الاشباہ عن البزازیه فله عزله ولو عدلا آٹھوین صورت یہہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اوسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن
القنیه خلافا للبیت بخلاف وصی المیت فی ذلک کله برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھون مسئلوں میں وفی الخزانة وصی وصی القاضی
کوصیه الا فی الوصیة العامة انتهی وبه یحصل التوفیق در خزانہ میں ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کی برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عام
ہو انتہی کذا فی الاشباہ اور اسی سے رفع اختلاف دونو قولونکا رفع ہو گیا ھ یعنی یہہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہوگیا اشباہ میں پانچوین صورت
یہہ ہے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو
اختلاف رفع ہوگیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرعه فی مرضه انما ینفذ من
الثلث عند عدم الاجازة لا فی تبرعه فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرة المثل لانها تبطل بموته فلا اضرار علی الورثة
وفی حیاته لا ملک لهم لکن فی العمادیة انها من الثلث فلعله روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا اوسکے مرض مین نافذ نہین ہوتا مگر ثلث متروکہ مین درحال عدم اجازت وارثون کے مگر اوسکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ
ہوگا اسطرح پر کہ اوسنے کوئی گھر وغیرہ اجرت مثل سے کم اجرت پر اجارہ دیا یعنی اوسکی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اوسنے دس درم کو اجارہ دیا تو یہہ جائز اور نافذ
ہے اسلئے کہ اجارہ مذکورہ مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثون پر ضرر رسانی نہین ہے اور اوسکی حیات مین تو وارثون کی کچھ ملکیت نہین لیکن عادہ مین ہے
کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہو تو شاید کہ اسمین دو روایتین ہین باعَ مالَ الیتیمِ وصیُّہٗ والمشتری مُفلِسٌ یُؤَجَّلُ ثلثۃَ ایامٍ فان
نَقَدَ والّا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی تین دن کی مدت ٹھہراوے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن
حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکرَ الشراءَ وقد قبضَ یرفعُ الوصیُّ الامرَ للحاکمِ فیقولُ ان کان بینکما بیعٌ فقد
فسختُہٗ پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونو
مین بیع واقع ہوتی ہو تو البتہ مین نے اوس بیع کو فسخ کر دیا ف اس قول کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے
تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبِلَ الوصایۃَ ثم ارادَ عزلَ نفسہٖ لم یجُزْ الّا عند الحاکمِ وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات
کو معزول کرنا چاہا تو یہہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک ف حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اوسکو عاجز یا کثیر الاشغال
جانے تو اوسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح ہے ایک یہہ کہ موصی اسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپکو معزول کرے دوسری صورت یہہ ہے
کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اوسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی دفعَ الیتیمِ مالَہٗ
بعدَ بلوغہٖ واشہدَ الیتیمُ علی نفسہٖ انہٗ لم یبقَ من ترکۃِ والدِہٖ لا قلیلٌ ولا کثیرٌ ثم ادّعی شیئاً فی یدِ الوصیِّ انہٗ من ترکۃِ ابیہ وبرہن
تُسمَعُ وصی نے یتیم کو اوسکا مال اوسکے بالغ ہونے کے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اوسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہین رہا وصی کے پاس نہ
کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اوسکا دعوی مسموع ہوگا
ف یہہ اشہاد ابراء معلوم نہین نہ شخص معلوم ہے نہ مجہول ہے تو یہہ فقط اقرار ہے جو ابراء کا مستلزم نہین تو یہہ اوسکے دعوی کا مانع نہین برخلاف اوس
ابراء کے جو مجہول سے ہو معلوم کیواسطے یعنی شخص معین سے کسی چیز غیر معین کا ابراء کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہوا اوسکو مجھے حلال اور معاف
کر دے سو عمرو نے اسطرح کہا تو زید بری الذمہ ہوگیا اور یہہ ابراء صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ
مختصراً للوصیِّ الاکلُ والرکوبُ بقدرِ الحاجۃِ قال تعالی ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کہانا اور
اوسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہئیے دستور کے موافق کہاوے ف کہانا اور سوار ہونا مقید
بمدت سعی کے ہے یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہے اوسیقدر مدت تک کہانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ ولہٗ ان
یُنفِقَ فی تعلیمِ القرانِ والادبِ ان تاہّلَ لذلک اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قران اور ادب مین خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے ف
شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انہین کی تعلیم ہوتی ہے انہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان
علم سے ہے تو وصی خرچ کرکے اوسکو تمام قران اور علوم مذکورہ پڑہا دے والّا فلیُنفِق علیہ بقدرِ ما یتعلّمُ القراءۃَ الواجبۃَ فی الصلوۃ مجتبیٰ
اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہئیے کہ اوسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرأت واجبہ نماز کی سیکہہ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قران پڑہنا واجب ہے اوسقدر
اوسکو سکہا دے کذا فی المجتبی وفیہ جُعِلَ للوصیِّ مشرفٌ لم یتصرّفْ بدونہٖ وقیل للمشرفِ ان یتصرّفَ مجتبی مین ہے کہ وصی کیواسطے مشرف
مقرر ہوا تو وصی بدون اوسکے تصرف متروکہ مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے ف اس مسئلہ کا بیان باب
الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للابِ اعارۃُ طفلِہٖ اتفاقاً لا مالِہٖ علی الاکثرِ اور مجتبی مین ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے
بالاتفاق نہ اوسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وفیہ یملکُ الابُ لا الجدُّ عند عدمِ الوصیِّ ما یملکہُ الوصیُّ مجتبی مین ہے کہ وصی

ہونے کیوجہ سے باپ مالک ہوا اُس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہے اور دادا مالک نہیں ہوتا وصی کی برابر لا الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ و بین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہے اُس مال کی قسمت کرنیکا جو مشترک ہو مابین باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں ہے قنیہ میں مذکور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہو اوسکی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اوسمیں صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہے کذا فی الملتقط وصی یملک الاب و الجد بیع مال احد طفلیہ للآخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں ہے یعنی اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اوسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ دونوں یتیموں کی خیرخواہی کا مامور ہے سو یہاں ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسیطرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہیں ہو لو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اوسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بدعقل ہو تو اگر اوسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع لو لہ مال والا لا لوجوبہما علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنی لڑکی کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ میں اسقدر قیمت لڑکے کے مال سے پھیر لونگا تو اوسکا پھیرنا اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ اسوقت میں یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور واجبی میں رجوع جائز نہیں ومثلہ لو اشتری لہ دارا او عبدا ایرجع سواء کان لہ مال او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وھو حسن یجب حفظہ اور مانند لباس یا طعام کے اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اوسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کرنیپر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم ہے قنیہ تلخیص قنیہ میں لکھا ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں کچھ خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کی تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور ختم وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے اوسنے صرف کیا تو اوسکے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الملتقط مختصرا واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم ؂

کتاب الخنثیٰ

اس کتاب میں خنثے کے احکام مذکور ہیں ہم قلنی مشتق ہے خنث بفتح خا معجمہ و سکون نون سے اور خنث لغت میں عبارت ہے نرمی اور تکسر سے اور اسی سے مخنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اوسکا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف متضاد ہیں ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہے پھر کا ہے اشتباہ واقع ہوتا ہے اسطرح کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جسمیں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الملتقط فی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر ذکر النادر الوجود عقبہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ھو ذو فرج و ذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثے وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر اور تانیث دونوں علامتوں سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اوسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا بیکار ہے اور اگر اوسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت تو دول یعنی مسہ کی مانند ہے کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو جو اسبق اور اقدم ہے حکم ہے یعنی جس شے سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اوسکا اعتبار ہے اسواسطے کہ اقدمیت اسکی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر وہ دونوں برابر ہوں اسطرح کہ دونوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے ہم مشکل اسواسطے کہا کہ احد الامرین سے کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت مخرج اصالت کی دلیل ہے وللاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ اونہوں نے ابو یوسف

سے فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی هذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحيته او وصل الى
امرأة او احتلم كما يحتلم الرجل فرجل یہہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پہر اگر وہ بالغ ہوا اور اوسکی ڈاڑہی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع
کیا یا اوسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظهر له ثدي او لبن او حاض او حبل او امكن الوطي فامرأة اور اگر اسکے
پستان ظاہر ہوئی یا دودہ نکلا یا اوسکو حیض آیا یا اوسکو حمل رہا یا جماع اوسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے م ظہور لبن سے مراد یہہ ہے کہ دودہ پستان سے عورتون
عورتونکی مانند دودہ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودہ نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر کوئی کہے
کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودہ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اوسکا جواب یہہ ہے کہ گاہے دودہ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی ہوتی
ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہین پہر جب دودہ اوترا تو تمیز واقع ہوگئی اور امکان حمل کی یہہ صورت ہے کہ خنثے نے منی روئی مین لیکر اپنی شرمگاہ
مین داخل کی اور امکان وطی کی یہہ صورت ہے کہ عورتون نے اوسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظهر له
علامة اصلا او تعارضت العلامات فمشكل لعدم المرجح اور اگر اوسکو کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ
خنثے مشکل ہے بوجہ عدم مرجح کیوجہ سے م تعارض علامات کی مثلا یہہ صورت ہے کہ پستان ابہری اور داڑہی نکلی ایک ساتھہ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے
ساتھہ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھہ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انه تعد اضلاعه فان ضلع المرأة يزيد
على ضلع الرجل بواحد كذا في العيني اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثے کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیون
سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے م اسمین اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہہ ہے کہ بائین طرف کی ہوتی ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ مرد کی پسلیان
پہر مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ بعضون نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونو کی پسلیان برابر ہین اور بنا بر قول تفاوت
اضلاع کے وجہ اوسکی یون مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری ہوئی
واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا وحينئذ فيؤخذ في امره بما هو الاحوط في كل الاحكام اور اسوقت مین یعنی درصورت اشکال اور عدم ترجیح کے
وقت تو عمل کیا جاویگا خنثے مشکل کے امر مین اوس چیز کے ساتھہ جسمین زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام مین قلت لكن قدمنا انه لا يجب الغسل
بايلاج فيه وانه لا يتعلق التحريم بلمسه فتنبه مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین ذکر کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور
اوسکو چہونے سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا یعنی ان دونو صورتون مین عمل باحتیاط نہین ہے م یہان اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان
وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نرہا اوسکا جواب یہہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی جیسے داڑہی نمودار ہوگئی تو اشکال
ثابت ہوگیا اور اسیطرح دودہ مین کلام ہے کذا فی الطحطاوی فيقف بين صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کہڑا ہو مردون
اور عورتون کی صف کے مابین مین م یعنی نہ مردونکی صف مین کہڑا ہو نہ عورتون کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتون کی
صف مین کہڑے ہونے سے اوسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردونکی صف مین کہڑے ہونے سے اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی نیز اوسکے داہنین اور
بائین اور پیچہے کا شخص بنا منہ والا احتیاطا نماز کا اعادہ کرے پہر اگر خنثے بالغ ہے اور عورتونکی صف مین کہڑا ہوا تو اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ
ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہون تو اسطرح کہڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چہوڑین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ حد
الشهوة تبتاع له امة تختنه من ماله فتكون امته اور جبکہ خنثی حد شہوت کو پہنچے تو اوسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اوسکی
ختنہ کرے سو خرید سے اوسکی وہ لونڈی ٹہریگی یا اوسکی مانند عورت ہوگی م یعنی اگر واقع مین خنثی مرد ہے تو وہ اوسکی لونڈی ہوئی تو اوسکو نظر کرنا شرمگاہ
کا مطلقا جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کیطرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی وذلك لان ختانه رجلا او امرأة احتياطا لولا
ضرورة لان الختان عندنا سنة اور یہہ مکروہ ہے کہ خنثی کی ختنہ مرد کرے یا عورت بنابر احتیاط کے اور کچہہ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیون کے نزدیک

سنت ہی نہ فرض ہے ہم یہہ مذکور ہے خنثی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال
ثمنہا ع م اور اگر خنثے کا مال نہو تو ختنہ کرنیوالی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاوے پہر ختنہ کے بعد بیچڈالی جاوے اور ثمن اوسکا بیت المال
مین داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کیواسطے مقرر ہے کذا فی الحموی اوبَین وجہ امرأۃ تختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح
وان انثی فنظر الجنس اخف ثم تطلقہا وتعتد لان خلا بہا احتیاطا یا خنثے نکاح کرے ختنہ کرنیوالی عورت سے تاکہ وہ اوسکا ختنہ کردے اسلئے
کہ اگر خنثے مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کیطرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پہر خنثے ختنہ کے بعد اوسکو طلاق
دیدے اور ختنہ کرنیوالی عدت مین بیٹھے بنابر احتیاط کے اگر خنثی نے اوسکے ساتھ خلوت کی ہو ہم یہہ قول طحاوی نے اپنے اوستاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال
کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اوسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اوس سے خلاص نہین ہوسکتی اور وجوب
مہر کا عقد سے یقین نہین ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثے مشکل مرگیا اور یہہ معلوم نہین ہوسکتا کہ اوسپر نفقہ واجب ہے یا نہین رازی نے یون کہا ہے اور
علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لیلے اختیار
بشروط کیوجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانے مین ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہے تو نکاح کرلینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن
الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثے مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے ولا یخلو بہ غیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی
نکرے سواے اوسکے محرم کے وان قبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثے مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی ہم
تو جائز نہوگا خنثے کی ماں کو اوس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اوسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثے مشکل
سفر نکرے بدون محرم کے اس احتمال کیوجہ سے کہ وہ عورت ہے ہم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اوسکو سفر درست نہین وان
قال انا رجل او امرأۃ لا عبرۃ بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثے مشکل کہے کہ مین مرد ہون یا عورت ہون تو اوسکا کچھہ اعتبار
نہین صحیح قول مین اسواسطے کہ یہہ دعوی ہے بدون دلیل کے وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضون نے کہا کہ اوسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
اوسپر سواے اوسکے کوئی واقف نہین لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا تقبل وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی مین ہے کہ بعد
ثابت ہوجانے اوسکی اشکال کے قول اوسکا مقبول نہین اور قبل از ثبوت اشکال قول اوسکا مقبول ہے مین کہتا ہون اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین
المذکورین حاصل ہوگئی ہم یعنی عدم قبول کا قول اوسصورت مین ہے جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اوسصورت مین ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہین
اسیطرح کی تفصیل عالمگیری مین مذکور ہے محیط سے ویضعف مانقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ھذا التفصیل
اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہہ کہ اس تفصیل مذکور پر اوسکو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا
منوالکاہ رہنا ہم قہستانی مین فرائض شریفی سے یون ہے کہ اگر خنثے نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کیطرف مائل ہونے کی خبردی تو قول اوسکا مقبول ہوگا
اور بعد اوسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اوسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اوسنے اپنے مرد ہونیکی خبردی پہر اوسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول
مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل ... واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثے مرگیا قبل ظاہر
ہونے اوسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اوسکو تیمم کروایا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے ہم چونکہ اوسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہین ہوا اوسکو مرد
یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنیوالا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ مین کپڑا لپیٹ کے تیمم کرادے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کے مانند اوس مرد کی جو عورتون
مین مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر ان کان مراہقا غسل میت ذکر او انثی اور خنثے مشکل قریب البلوغ ہونیکی حالت مین کسی مردہ کے غسل مین حاضر
نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثے مشکل کی قبر پر دفن کیوقت پردہ کرلینا عورت کی مانند ویوضع الرجل
بقرب الامام ثم ھو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم دفعۃ لتحقق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پہر خنثے مشکل پہر عورت جبکہ اونپر جنازہ

نمازہ پڑہی جاوے حق ترتیب کی رعایت کرنیکے واسطے ؁ خنثے کا جنازہ مرد کے بعد رکہا جاوے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثے مرد کے ساتھہ قبر میں ایک قبر میں دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکہا جاوے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثے ساتھہ دفن ہوں تو خنثے کو مقدم کرنا چاہئے شاید کہ وہ مرد ہو خنثے کا کفن پانچ کپڑے چاہئے عورت کی مانند اسکو قبر میں محرم قرابت والا رکہے انوثت کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنح وتمام فروعہ فی احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف جلیل لطیف اور خنثے کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ میرے نزدیک اسمیں ایک تالیف مجلد کلان ہے ؁ منجملہ مسائل خنثے مشکل کے یہہ ہے کہ اوسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کیواسطے اور اوسکی نماز عورت کی مانند ہی شکل میں اور اخفا میں اور وہ نکاح نکرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اوسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اوسکے ساتھہ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہو گیا اور اگر اوسنے اپنی مانند دوسرے خنثے مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی المطولات والمختصرات

وله فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین به یفتی کاستحقاقہ اور خنثے مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ؁ اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہو گا وہ اوسکو دیا جائیگا یہہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثے مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اوسکو مرد فرض کرنے میں کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہو گا وہ خنثے کو ملیگا اور اگر ایک تقدیر میں خنثے محروم ٹہریگا تو اوسکو کچہہ نملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتوں میں بدتر حالت ہو گی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی حال اوسکا نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونوں کو شامل ہے کذا فی الحلبی تصغیر و قالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اوسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترکہ معه ابنا واحدا له سهمان وللخنثی سهم تو اگر خنثے مشکل کا باپ مرگیا اور خنثے کے ساتھہ ایک بیٹا اوسنے چہوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہیں اور خنثے کا ایک سہم ؁ خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثے عورت کے حکم میں ہے میراث میں تاوقتیکہ اوسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف له ثلاثة من سبعة وعند محمد له خمسة من اثنی عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثے کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے ؁ صاحبین کی دلیل مطولات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفة له سهم من ثلاثة لانه الاقل وهو متیقن به فیقتصر علیه لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثے کا ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اوسی پر اقتصار ہو گا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا ؁ توضیح اوسکی یہہ ہے کہ یہاں اثبات مال کی ابتدا کی حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثے مشکل میں دونو سببوں سے کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتدا بدون سبب تحقق کے شرعا جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن ہی واجب ہو گیا اوسی پر اقتصار کرینگے کذا فی العینی شرح الہدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیر ذکر قدرناه کزوج وام وشقیقة هی خنثی فله السدس علی انه عصبة لانه الاقل تو اگر اقل ہوا اس تقدیر پر کہ خنثے کو مرد فرض کیجئے تو اوسکو سہم مرد ہی ٹہراوینگے چنانچہ یہہ صورت ہے کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور اوسکی بہن چہوڑ کر جو خنثے ہے تو اوسکو چہٹا حصہ ملیگا بنا براسکی کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ؁ تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثے کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر انثی کان النصف وعالت الی ثمانیة اور اگر صورت مذکورہ میں خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اوسکا نصف حصہ ہے اور مسئلہ چہہ سہم کا آٹہہ سہموں کیطرف عول کریگا ؁ یہہ مسئلہ دونو تقدیر میں چہہ سہموں سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جبکہ خنثے کی میراث اقل النصیبین ٹہری تو اس مسئلہ میں اوسکو عورت نہ ٹہرایا کیونکہ اوسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اوسکو مرد قرار دیا تاکہ اوسکا حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء له کزوج وام وولدیها وشقیقة خنثی فلا شیء له لانه عصبة ولو قدر انثی کان لها النصف وعالت الی تسعة اور اگر خنثے محروم ٹہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اوسکو دینا کچہہ نہیں

چنانچہ اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور مان اور دو اخیافی بہائی اور ایک سگا بہائی خنثے چہوڑ کر تو خنثے کو مرد فرض کرنے مین کچہہ حصہ نہین
کیونکہ وہ عصبہ ہوا اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اوسکا حصہ نصف ہے کیونکہ وہ صاحب فرض ہوا اور اسوقت مین مسئلہ نو سہم کیطرف عول کریگا
ہم اس مسئلہ مین زوج کا حصہ نصف ہے اور مان کا چہٹا اور دونون اخیافی بہائیونکا تہائی اور سگا بہائی جو خنثے ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ
اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچہہ باقی رہے سو یہان کچہہ باقی نہ رہا اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا تو اوسکا حصہ نصف ہے تو یہان
اسوء الحالین کے اوسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف پاوے لو مات عن عم وولد اخ خنثی فلذا انثی وکان المال کلہ
للعم اور اگر ایک شخص مرگیا اپنا ایک چچا اور بہائی کا ایک ولد چہوڑ کر جو خنثے ہے تو خنثی کو یہان عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ہم خنثی کو
عورت اسواسطے فرض کیا کہ بہتیجی چچا کے روبرو وارث نہین ہوتی اور اگر اوسکو مرد فرض کرتے تو وہ بہتیجا ٹہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ
ہر چند دونو عصبہ ہین لیکن بہتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرق وھو من دأب المصنفین لتدارک ما لا یذکر فیما کان ینبغی ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبہا عقب المناسب لہا ولہ الحمد
یہہ ذکر ہے مسائل شتے مین شتے جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرقہ اور یہہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر
کرتے ہین واسطے تدارک ان مسائل کے جو وہان مذکور نہین ہوئی جہان اونکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تہا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مینے اکثر مسائل
ملا دیے اونکی مواقع مناسبہ مین اور خدا کو حمد ہے جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ھذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قد
وعدناک بہ فی اول نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم مین وہ کلام ہے جسکا ہمنے تجہہ سے وعدہ کیا
تہا اول نواقض وضو مین ہم او مان کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی علت اور تاثیر
اسکے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ھذہ مقدمۃ
کبری وھی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور
وہ یعنی کبری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونو مقدمون سے ملکر یہہ نتیجہ حاصل ہوا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ
ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس انتہی لیکن اس شکل مین صغری
کے ثابت کرنیکی حاجت ہے اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین نسبت بمجتبی مذکور ہے اوسکا حاصل کلام یہہ ہے کہ اوس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے
اور بنا بر اس قول کے مدمن خمر کا بہی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولی بالنجاسۃ ہے ہم وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ شی رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے مین غیر رقیق
چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اشبہ من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر یہہ مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا
تشبیہ اوسمین ہے وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کی مانند ہے ہم یہہ تقبیح اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن العز فینبغی ان ینقض الوضوء
وھو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن العز نے کہا تو اسوقت مین یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو
کو توڑیگا اور یہہ مسئلہ عجیب و غریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونیکی وجہ سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا یعنی اور متن
مین اوسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وھو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی
فظاہر اذ لم یرو عن احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالی
اونکو آفات سے محفوظ رکہے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاتا ہے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اوس پر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی عدم
روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہہ مسئلہ معتمد علما سے ایک عالم سے بہی مروی نہین اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہین ہم مقدمہ اولی
یہہ مسئلہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے وتشہد ببطلانہا مسئلۃ الجلالۃ اذا علفت بلبن الخنزیر فیدۃ اللواحل انہا تصیر بعد ذلک

لا یبقی لہ اثر فکذلک نقول فی عرق مدمن الخمر ٭ در مقدمہ ادب کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے بکری کے بچہ کا مسئلہ جبکہ اوسکا بچہ سؤر کے دودھ سے پالا جاوی اسواسطے کہ علما نے اوسکی حلت اکل کی علت بیان کی دودھ مستہلک ہو رہا ہو گیا ہی اسطرح کہ اوسکا کچھ اثر باقی نہین رہتا تو اسیطرح ہم دائم الخمر کے پسینہ مین کہین گے یعنی شراب اوسکی بدن مین مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اسکا اثر باقی نرہا ٭ یہہ استدلال نقلی ہے نہ عقلی مگر یون کہین کہ عقل اسکی تائید کرتی ہے ویکفینا فی ضعفہ غرابتہ وخروجہ عن الجادۃ فیجب طرحہ عن الشرح متنا وشرحا اور ہمکو کفایت کرتا ہی اسکی ضعیف ہونے مین اسکا غریب اور نادر ہونا اور اوسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے ٭ سرح بفتح سین مہملہ وراء مہملہ ہی طلاوہی جیسا مجملا اوسکی معانی کے درخت بھی ہی اور یہی متبادر ہی بقرینہ لفظ طرح یعنی اس درخت کا پھل ساقط کیا جاوی یعنی فروع مذہب سے گرایا جاوی انتہی ملخصا ٭ اور منجملہ معانی خرم کے فناء دار بھی ہی کذا فی القاموس اور فناء دار عبارت ہی کشادگی پیشخانہ سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہی سلئے کہ متن بمنزلہ گھر کی اور سرح بجای صحن پیشخانہ ہی لہذا ترجمہ اسیکا کیا واللہ اعلم خبز وجد فی خلالہ خرء فارۃ فان کان الخرء صلبا رمی بہ واکل الخبز ٭ ایک روٹی ہی جسکے اندر چوہی کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہی تو پھینکدیجاوی اور روٹی کھائی جاوی ولا یفسد خرء الفارۃ الدھن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ اولونہ فی الدھن ونحوہ لفحشہ وامکان التحرز عنہ حینئذ خانیہ ٭ چوہی کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہون کو فاسد نہین کرتی ضرورت کیوجہ سے مگر جبکہ اوسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکی مانند مسائل چیزمین ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہی بسبب اسکی کثرت کے اور اسوجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت مین ممکن ہی کذا فی الخانیہ ٭ خانیہ مین ہی کہ چوہی کی مینگنی جبکہ گیہون مین پڑ گئی اور گیہون کے ساتھ پس گئی تو اوسکی آٹے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین مگر اوسوقت جبکہ کثرت سی ہو اور اوسکا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اسکا کھانا درست نہین کذا فی الطحطاوی فی السنن الرواتب لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی باب الوتر ٭ سنن رواتب سنتون مین نہ درود پڑہا جاوی اور نہ دعاء استفتاح یہہ مسئلہ باب الوتر مین مذکور ہو گیا ٭ سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتین اور جمعہ کے اول کی چار رکعتین اور بعد کی چار رکعتین ہین اس کتاب کی باب الوتر مین یون مذکور ہی کہ درود نہ پڑہا جاوی ظہر کے قبل کی چار رکعتون کی قعدہ اولی مین اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتون مین اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کو اوٹھی کیونکہ سنت موکدہ ہونیکے سبب سے یہہ فرض کے مشابہ ہو گئین اور باقی چار رکعتون مین درود بھی پڑہا جائی اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلئے کہ ہر دوگانہ جداگانہ نماز ہی الدعوۃ المستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علی قول عامۃ مشایخنا اشباہ وقدمناہ فی الجمعۃ عن التاتارخانیہ ٭ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیون کے نزدیک عصر کے وقت ہی بموجب قول اکثر ہمارے علما کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعہ مین تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ٭ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جمعہ مین ایکوقت دعا مقبول ہوتی ہی اسوقت کے تعیین مین اختلاف علما ہی حنفیونکا یہی مذہب ہی جو مذکور ہوا التحریمۃ فی الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم ٭ خارج ہونا نماز سے موقوف نہین علیکم کے لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو دخل رجل فی صلوتہ بعدہ لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ ٭ اور اسوقت مین یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایک مقتدی اپنی نماز مین داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز مین داخل نٹھہریگا شارح کہتا ہی اسکو صفۃ الصلوۃ مین مقدم ذکر کیا ہی لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر لکن لا یسیل لو عصر لا ینجس قدمناہ قبیل کتاب الصلوۃ ٭ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑی مین سو اوسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تہا کہ اگر اوسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوۃ سے پہلے ذکر کیا ہی متن کے نسخون مین اسیطرح علی ثوب طاہر ہی اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہی ٭ نجاست سے مراد یہہ ہے کہ پیشاب اور اوسکی مانند کی نجاست نہین ہی بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہی اسطرح پر کہ نجاست کا اثر خشک کپڑی مین ظاہر نہین نور الایضاح اور اوسکی شرح صغیر مین ہی کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسی ناپاک تر کپڑے مین کہ اگر ناپاک کو نچوڑتی تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہین ہوتا اسلئے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہین آتا مگر اسمین اختلاف ہی کہ اگر پاک خشک کپڑی کو نچوڑتی تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہین اصح قول مین سو یہہ مسئلہ نہین اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہی کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہی اور نچوڑنے سے نہین ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہین آتی مگر اوسصورت مین جبکہ ناپاک

اگر اوسکو پڑھنے سے نہ نکلتا ہو تو بھی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی بالضمائر جنکے ضمیر کا مرجع قریب ثوب طاہر تہا لیکن چونکہ حلوانی کا
قول مفتی بہ کے مخالف تہا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم۔ کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او غسل رجلہ ومشی علی
ارض نجسۃ او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا یتنجس اذا لا نیہ۔ چنانچہ اگر تر کپڑا پہیلایا یا ناپاک خشک رسی پر یا پانوں کو دہویا اور ناپاک زمین پر چلا یا
ناپاک فرش پر سویا اور اوسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پانوں یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہوگا کذا فی الخانیۃ ہم مترجم نے کہا یا پاک زمین پر تر پانوں سے
اسطرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پانوں میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پانوں سے تو ناپاک ہوگا اور معراج میں ہے اور اگر خشک
قدم پاک رکہا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں اور فقط عادت اور تراوٹ کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے لیئے
بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی نوی الزکوۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان۔ ادا ہر زکوۃ کی نیت کی مگر اوسکا
قرض نام رکہا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قولوں میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا ہم صحیح تر روایت یہی ہو کہ نیت دافع کا اعتبار ہے لیکن
والیکا علم ضرور نہیں گو ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی من لہ حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بمال وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ
وقدمناہ قبیل باب المصرف۔ جسکا حصہ بیت المال میں ہے جیسے علما دین ہو اوسنے بیت المال کا مال پایا تو اوسکو لینا اوسکا باعتبار دیانت کے جائز ہے یہی مسئلہ
باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے ہم بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علما اور مقاتلین اور عمال اور انکی اولاد اور طالب العلم اور واعظ دین میں شرح زیلعی
میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور وہ مرجاوے اور اوسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکور سے ہو تو اپنی ذات پر
خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضایع ہوگا اسواسطے کہ حکام اوسکی مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص
بیت المال کا مصرف نہیں تو او مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم اخر
فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم۔ روزہ توڑا رمضان کے ایکدن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہانتک کہ
دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اوسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اوسنے دو رمضانوں کے چندروزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے
اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح۔ اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نکی یعنی یوں
نکہا کہ فلانے مہینے کی فلانی تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے ہم اسلیئے کہ ایک مہینہ واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں۔ ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ
صح ایضا وان لم ینو اول الصلوۃ علیہ او اخر صلوۃ علیہ کذا فی الاکثر۔ تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے
جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نکرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑہتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑہتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسیطرح کنز میں ہے
ہم مسکین کی شرح کنز میں ہے کہ دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلے پچھلی تاریخ کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد
نہیں کہ دونو رمضان کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضونکی نیت کرنیوالا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اوسکا نفل ہو جاتا ہے قال
المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوۃ وفی رمضانین الخ قلت وھکذا قدمنہ فی باب قضاء الفوائت تبعا للدرر وغیرھا
اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب
قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہوکر ہم طحطاوی نے کہا اور تصحیح کرنے والا مجتبی میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی
قضا ہو مگر تعیین احوط ہے اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں تعیین
اور اوسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کے ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو شرط تعیین کے قول پر بھی جائز ہے
اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اوسکی متعین کرنے سے اور اسیطرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اوسکے بعد کی نماز اول ہو گئی
اور جو اوسکی پہلی ہے وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مخلص ہے اوس شخص کو جسکو وقت فوت یاد نرہا اور اوسپر مشتبہ ہو گئی

یا اوسنے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأيته في البحر قبيل باب اللعان ما نصه ونية التعيين لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاة الترتيب واجبة عليه ولا يمكنه مراعاته الا بنية التعيين حتى لو سقط الترتيب بكثرة الفوائت يكفيه نية الظهر لا غير كذا في المحيط وهو تفصيل حسن في الصلوة ينبغي حفظه انتهى بلفظه پھر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اوسپر واجب ہے اور اوسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلا کفایت کرتی ہے اوسکی سوا اور نہیں ہی مذکور ہی محیط مین اور یہہ تفصیل خوب ہے نماز مین اسکا یاد رکہنا لائق ہے انتہے بلفظہ ثم رأيته نقله عنه في الاشباه في بحث تعيين المنوي ثم قال وهذا مشكل كما ذكره اصحابنا كقاضي خان وغيره خلافه وهو المعتمد كذا في التبيين انتهى بحر وقد فليتنبه لذلك پھر دیکھا مین نے صاحب بحر الرائق کو اوسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پھر کہا اور یہہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت مین مشکل ہے اور جو ہمارے علما نے ذکر کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکی خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے اونکی کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے چنانچہ تبیین مین لکھا ہے بحر وفي الاشباه تو اوس سے آگاہ رہنا ہم وجہ اشکال یہہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اوس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کیواسطے اور سب نمازین من قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ اونکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا في الحموي حاشية الاشباه طحطاوی نے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول بھی قوی ہے جیسا کہ معتمد کے حاشیہ مین ہے اگرچہ تعیین احوط ہے داس شاة تلطخ بالدم احرق الرأس وزال عنه الدم فاتخذ منه مرقة جاز استعمالها والحرق كالغسل وقدمنا انه من المطهرات بہیڑ بکری کا سر خون مین لتہڑا آگ سی جلا یا گیا اور خون اوس سی دور ہو گیا پہر اوسکا شوربا بنایا گیا تو اوسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دہونے کی برابر ہے پاک کر دینے مین اور ہمنے کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہے ہم آگ نجاست کو فنا کر دیتی ہے بیان تک کہ شی ناپاک مین ناپاکی کا کچھ اثر نہین رہتا یا جلا کر راکھ کر دیتی ہے بطریق استحالہ کے لہذا اگر گوبر جلا کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجا ہے یا کہ سور نمک سار مین گر کے نمک بنجا ہے کذا في الطحطاوي سلطان جعل الخراج لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے ہم یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام اور محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہے کہ محل خلاف اسوقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اوسکا نہین ہے تو بالاتفاق جائز نہین کذا في الطحطاوي وان جعل له العشر لا لانه زكوة قلت وقد قدمته في الجهاد وقدمته في الزكوة ايضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے مین کہتا ہون کہ مین نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ مین بھی مذکور کر دیا ہے ہم لیکن اگر زمیندار فقیر ہو تو اوسکو بھی دینا درست ہے کذا في الطحطاوي عن التتارخانية عجز اصحاب الخراج عن زراعة الارض واداء الخراج ودفع الامام الاراضي الى غيرهم بالاجرة ليعطوا الخراج من اجرتها المستحقة جاز اہل خراج عاجز ہو گئی زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصو نکو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین اوسکی اجرت مستحقہ سے تو یہہ جائز ہے فان فضل شيء من اجرتها دفعه الى الملاك رعاية للحقين پہر اگر کچھ فاضل بچے اوسکی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک کو دیدے دونو حقون کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلا سو روپیہ کو اجارہ دی اور خراج اوسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ نے اور بیس روپیہ زمیندار کو دیدے فان لم يجد الامام من يستأجرها باعها لقادر على الزراعة واخذ الخراج الماضي من الثمن لو عليهم خراج ورد الفضل لاربابها زيلعي پہر اگر بادشاہ اوسکو اجارہ پر لینے والا نہ پاوے تو اوسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اوسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہوا اور زائد کو اوسکے مالکون پر رد کرے کذا في الزيلعي قلت قدمنا في الجهاد ترجيح سقوطه بالتداخل فيحمل على المرجوح او على ان مراده الخراج السنة الماضية فقط مین کہتا ہون اوسے کتاب الجہاد مین مذکور کیا ہے راجح ہونا سقوط خراج کا بتداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا

جاتا ہے ھ سقوط بالتداخل کا محل اوس وقت ہے جبکہ مالک عاجز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہین ہوا تو سبکے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہہ محمل خوب ہے فتاوی
قاضی خان مین ہے کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نکیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلی سال کا خراج نہ لیا جاویگا انتہی اوسپر سے ساقط ہوگا تھے
ابھی یہہ صریح ہے سال ماضی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی ھ غلط مذبوحة بميتة فان كانت المذبوحة اكثر تحرى واكل والا بان كانت الميتة
اكثر او استويا لا يتحرى لو في حالة الاختيار بان يجد ذكية والا تحرى واكل مطلقا وحين چند بھیڑ بکریان مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر
ہون تو اٹکل کرے اور کہاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونو برابر ہون تو اٹکل نکرے اگر اختیار کی حالت مین ہو بطور کہ ذبح کی بکری پاوے
اور نہین تو اٹکل کرے اور کہاوے ہر طرحسے خواہ برابر ہون یا کم و زیادہ اور بھیڑ گذر گیا ھ کثرت کا اعتبار ہوا سطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ
اباحت مین کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہین ہوتی ہے محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہے ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین
تو اوسکا اعتبار ساقط ہوا و نفی حرج کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہے برخلاف کثرت یا مساوات مقدار کے کہ وہان ضرورت نہین تو اوس
سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخون در المختار مین یون ہے و مر فی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نرہا جہان اس مسئلہ کو مذکور کرچکا اور بعض نسخون مین یون ہے کما مر فی آثار الحاد
کذا فی الطحطاوی سے اور عرب کے لکھی ایک نسخہ صحیحہ مین فقط و مر ہے مین نے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ مذبوحہ کی علامت یہہ ہے کہ
اوسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کے خون سے بہری ہوتی ہین ایماء الاخرس وكتابته كالبيان باللسان گونگے کا اشارہ اور
لکھنا بیان کی مانند ہے یعنی زبان سے بولنے کی برابر ہے ھ یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کی مانند ہے ثبوت احکام مین بشرطیکہ
حاکم اوسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اوسکا کوئی اشارہ فہم ثقہ سمجھا دے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت
کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ھ بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ھ معتقل اللسان بفتح قاف وہ ہے
جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلیف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعي هما سواء اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونو برابر ہین ـــ فی
وصية ونكاح وطلاق وبيع وشراء وقود وغيرها من الاحكام اي ايماء الاخرس فيما ذكر معتبر ومثله معتقل اللسان ان علمت اشارته
وامتدت عقلته الى موته به يفتي قلت وحرر في الوصايا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کی مانند ہے وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرا اور قصاص
وغیرہ من الاحکام مین یعنے گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہے اور گونگے کی مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اوسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اوسکا عدم تکلم اوسکی موت
تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہے مین کہتا ہون اور یہہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہو گیا وذكره هنا الاكمل وابن الكمال والزيلعي وغيرهم ثم
مفاد كلامهم انه لو اقر بالاشارة او طلق مثلا توقف فان مات على عقلته نفذ مستندا والا لا اور معتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
وغیرہ نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اونکے کلام سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا
حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مر گیا اوسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ
نافذ نہوگا ھ جب طلاق نافذ ہوا تو اوسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اوسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعليه فلو تزوج بالاشارة
لا يحل وطؤها لعدم نفاذه لكنه اذا مات يحال كان لها المهر من تركته قال المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے
نکاح کیا تو اوسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مر جاویگا زوجہ کا مہر اوسکی متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین لكن ذكر ابنه في الزواهر عند ذكر الاشباه الاحكام الاربعة لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ
کے ذکر کے نزدیک ھ یعنی ماسکہ اک ہے علما و مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکور وہ یہہ ہین اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار چنانچہ انشاء طلاق و
عتاق اور انقلاب یہہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہو جاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت کی نہین وہ
علت ہو گئی اور استناد یہہ کہ حکم سے حال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اوس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تہا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہے سال

پوشیدہ ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جب تک نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہہ کہ سے الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تہا پہلے سے جیسا کہ آج یون کہا کہ اگر زید گہر مین
ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور عمرو دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گہر مین تہا تو طلاق آج ہی سے واقع ہو گی اور آج ہی سے عدت شروع ہو گی اور استناد اور تبیین مین فرق یہہ
ہے کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً الخ قولہم والضابط للمقتصر والمستند الخ ما صح تعلیقہ بالشرط
یقع مقتصراً وما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق بخلافہ ذلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح
تعلیقہ بالشرط مقتصراً انتہیٰ صاحب زاہر نے کہا کہ متقدمین علما کا یہہ قول ور قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کیواسطے یہہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے
واقع ہوتا ہو اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی جیسا کہ بحر الرائق مین ہے باب التعلیق سے مخالف ہی اوسکو جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
کیطرف منسوب کیا ہی اسواسطے کہ مقتضا ر قاعدہ مذکورہ یہہ ہی کہ طلاق اور عتاق اور اونکی مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد
کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہی لا تکون اشارۃ وکتابۃ کالبیان فی حدٍ لانہا تندرئ بالشبہات
لکونہا حق اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ لما مر سبب گونگے کا اشارہ اور لکہنا اوسکا بیان کی مانند کسی حد مین نہین ہو اسواسطے کہ حد بسبب شبہات سے ٹالی
جاتی ہین اسلئے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اوسکا اشارہ اور کتابت کذا فی السنیہ وهل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم
نعم ولم ارہ صریحاً اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہو جانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اوسکا صحیح ہے اور ہم نے اسکو
صریح نہین دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر ومر فی الصوم روزہ دار اپنی معشوق کی رال
نگل گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اوسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہہ مذکور ہو گیا ہم اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے
گہنا تا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہے تو خمیر وغیرہ کی مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اوسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کی مانند ہو گئی کذا فی الطحطاوی
قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مر فی الحج مقتول ہو جانا بعضے حاجیونکا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور یہہ مذکور ہو چکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا
من الدخول علیہا وهو یسکن معہا فی بیتہا نشوز بخلاف حرمناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنی زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور
حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ کے گہر مین نافرمانی ہی خلاف جیسا کہ ہمنے اس مسئلہ کے باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ہم نافرمانی اسواسطے کہ
اوسنے اوسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا ولکن ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنیٰ علیہ
اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گہر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہین بسبب اوس کے جب ہو سکنی کے زوج پر او کان یسکنہا فی بیت
الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنیٰ فیہ حرام بخلاف لو کان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گہر مین رہتا ہو سو زوجہ
زوج سے علیحدہ ہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہی اسلئے کہ غصب کے مکان مین رہنا حرام ہی برخلاف اوس صورت کے کہ مکان مین شبہہ ہو ہم شبہہ
کیطور یہہ ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع
امتک واریدا بیتاً علیحدۃ لیس لہا ذلک لانہا ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور
مین علیحدہ گہر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسیطرح زوجہ کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اوسکو اختیار نہین اور یہہ سب باب النفقہ مین
مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی
سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ
کنایۃ علیٰ ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اوسنے اپنے غلام سے کہا اے مولی میرے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہی بنا بر اوس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی
یعنی کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً مولی کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہو گی لیکن منح الغفار مین یون
تعلیل مذکور ہے کہ مولی کے حقیقی معنی ثبوت ولاء اعلیٰ العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہو گا انتہی اور ظاہراً اس کلام سے

اشتراط نیت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف
المنقول عقار متنازع فیہ نہ نکالا جاوے قابض کے ہاتھہ سے جبتک مدعی اپنے دعوے کے موافق یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھہ مین ہے کذا فی الحموی گواہ
نگذرانے بخلاف منقول کے ھ یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھہ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے سے کہ ہان یہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین
ہے مواضعت یعنی دونون کے گٹھہ جانے کے احتمال کیوجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے
تاکہ حاکم اوسکا حکم دیدے پہر جب اوسنے حکم کیا تو اب اوسکو توڑنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ اگر اوس عقار کا کوئی اور مدعی دعوے کرے تو اوسکا دعوے
مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے مواضعت کی تہمت دفع ہوجاویگی تو اوسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اوسکے قبضہ سے خارج کرنیکا سبب ثابت
ہوجاویگا اوسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق
المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ کی یہہ تصدیق کہ وہ عقار اوسکی یعنی میرے قبضہ مین ہے قول
صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھہ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ آخرہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی
زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتأمل مین کہتا ہون ہمنے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین
یہہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرے وھذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہہ اوسوقت ہے جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوے کیا
یعنی قبل شہادت اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھہ مین ہے ملک مطلق کے دعوے مین ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید واقر ذو الید
بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ
ایضا کما یستفاد من البزازیۃ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوے کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوے کیا کہ عقار میرے قبضے مین ہے سو قابض
ذی الید نے اوسکی خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونیکا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نرہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا چنانچہ
خرید کا دعوے جیسا ذی الید پر صحیح ہو لیتا ہے غیر ذی الید پر بھی صحیح ہے چنانچہ بزازیہ مین شرح مذکور ہے عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ
کمنقول ھو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بہ یفتی وکتاب الحکم القاضی تلک التاجیر لیا مرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی
ولایت اور حکومت مین نہین تو اوس قاضی کا حکم اوس عقار مین صحیح ہے جیسے مال منقول مین صحیح ہے یہی قول صحیح ہے اور کتاب القضا مین آگے مذکور ہوچکا کہ وہی
شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی قول مفتی بہ ہے اور وہان کا قاضی حکم لکھہ بھیجے اوس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہے تاکہ وہ اوس زمین کے دلانیکا
حکم کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہے اور اسی قول پر صاحب کنز
اور ملتقی چلا ہے ھ مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ قاضی کا
حکم محدود مین صحیح ہے اگرچہ عقار محدود اوسکی قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او
بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی ونحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وھو
المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پہر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پہر آیا سوا اسکے مجکو کچھہ اور ظاہر ہوا یعنی مین نے ناحق حکم کیا تاکہ مین
گواہون کے فریب مین پڑگیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کردیا یا مانند اسکے اور کچھہ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق
ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کے حق تلفی کیوجہ سے ھ اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ رای اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو رای ثانی سے جدا اوسکی برابر ہی منقوض
نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے اگر صحیح دعوے اور شہادت
مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ھ صحیح دعوی وہ ہے جسکے دعوے کے احکام متعلق ہون تو اوسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین اور مطالبہ
جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہے تو فاسد دعوے

اور شہادت غیر مستقیمہ مین اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور فاسد دعوی کیصورت یہہ ہی کہ محدود کا دعوی کرے اور حدیں
بیان نکرے کہ وہ باغ ہے یا عمارت زمین ہی اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کی یہہ ہی کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنی علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا
حکم جاری رکھنا لائق نہین کذا فی البحر الرائق عن الحموی بالجملہ لا ینقض الا فی ثلث مرت فی القضاء لو بعلمہ او بخلاف مذھبہ او ظہر خطاؤہ قاضی
کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہی مگر تین صورتوں مین نافذ نہین جو کتاب القضا مین مذکور ہوگئین یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون
گواہون کے حکم کیا یا اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بیمینہ قالہ ابن
الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافا لمحمد زاد فی البحر والمنفذ قاض آخر فحینئذ لا یکون القول لہ فی انہ
لم یقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف وھو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہون نے قاضی سے کہا کہ تونے
حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی ایسا کہا ہی ابن الغرس نے فوائد بدریہ مین بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا ہی
کہ یہہ قول محمد کے خلاف ہی بحر الرائق مین یہہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نکر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم
قضا مین مقبول نہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہہ قید خوب ہی مین واقف نہوا اس قید پر سواے صاحب بحر کے اور کسی کتاب مین شرط
نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان یتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر من تنازع شرعی
شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ مین حقوق عباد سے یہہ ہے کہ حکم حادثہ مین اسطرح کہ انفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے
مخاصم پر جو منازع شرعی ہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اوسکو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے
حنفی کو اوسکا نافذ کرنا جائز نہین طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق مین جیسا کہ حدود اور عتق اور طلاق مین حادثہ ہونا
شرط نہین اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوگیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا
نزاع معتبر نہین انتہی فلو برھن حنفی علی آخر عند قاض فقضی بہ ببرھان بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینھما لم ینفذ قضاؤہ
لفقد شرطہ وھو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء یحکم بمذھبہ لا غیر کما قدمنا فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے
شخص پر قاضی کے روبرو گواہون سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اوسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ تخاصم
مین تداعی در باہم حاضر ہونا دار القضا مین واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہہ
قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق جیسا کہ ہمنے اسکو کتاب القضا مین ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ
مین اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الی الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ ویعمل الحنفی بمقتضی مذھبہ لعدم تقدم ما یمنع من ذلک
لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ھی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کیطرف
مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اوسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی بمقتضا اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اوس شرط کے
جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی بمخرج فتوی یعنی انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہوگئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ
کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد مین اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل ومر فی القضاء قیدنا بارتیابہ فی
حکم الاول فافاد انہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد مین پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم مین تو اوسکو جائز ہی اصل کے گواہون کو طلب کرنا کہ جیسا
کہ مذکور ہوگیا کتاب القضا مین مصنف نے قاضی اول کے حکم مین تردد کی قید لگائی تو یہہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمین اوسکو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض
نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین فسادہ بطریقہ
فللثانی نقضہ فوائد بدریہ مین کہا کہ فقہانے کہا ہی کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہین جاتا اور درستی اور راستی پر محمول ہوتا ہی بخلاف قضا دوسرے قاضی کے کہ

فوائد

متقی نہیں یا جاہل ہو کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اُس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ خفا ظاہر ہو گئی ہو اور اسکا طریقہ مخصوص ہے تو دوسرے قاضی کو اوسکا توڑنا
جائز ہے ۱۲ ھم قاضی اول کی قضا میں ارتیاب کیصورت یہہ ہے کہ وہ متقی نہیں ہو جو چاہتا ہو اسکا حکم کر دیتا ہو اور ظہور وجہ فساد کی یہہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم
کیا اور حالانکہ پہلے اوسمین نہیں کہ وہ بائع ہے یا صاف زمین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو ان صورتین قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی و اذا ترتب
تعییر التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینعقد لما مر فی اول البیوع عن الخلاصة والبزازیة والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد
پر تو منعقد نہ ہو گی جیسے پہلے مذکور ہو گیا اول کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ۱۲ ھم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے جسمین شرط
ہو جو مقتضا ہو بیع نہیں اور ترتب کے لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا
فی الطحطاوی و کذا قوم لو سأل رجلا عن شیء فاقر به وهم یرونه و یسمعون کلامه و هو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلک الاقرار
اگر کسی شخص نے چھپا رکھا قوم کو پہر ایک مرد سے پوچہا سو اوسنے اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اوسکو دیکہتے ہین اور اوسکا کلام سنتے ہین اور وہ یعنی مقر اونکو
نہین دیکہتا ہے تو اونکی گواہی اوس شخص کے اس اقرار پر جائز ہے و ان سمعوا کلامه و لم یروه لا تجوز شهادتهم علیه لان النغمة تشتبه فقعرا
الا اذا علموا انه لیس فیه غیره بان دخلوا البیت ثم خرجوا و جلسوا علی بابه و لا مسلک له غیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره و لم یروه وقته
اور اگر لوگون نے کلام اوسکا سنا اور اوسکو نہ دیکہا تو اونکی گواہی اوسپر جائز نہیں ہے اسلئے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہو گا
مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اوس مکان مین سوا اوس اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہیں ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹہری مین داخل ہوئے پہر باہر نکلے اور اوسکے دروازہ پر
بیٹہے اور واوس کوٹہری کا سوا اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں پہر ایک مرد اوس کوٹہری مین داخل ہوا سو اُن لوگون نے اسکا اقرار سنا اور اقرار کیوقت اوسکو
نہین دیکہا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کیوجہ سے باع عقارا او حیوانا او ثوبا و ابنه او امرأته او غیرهما من اقاربه حاضر یعلم به
ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لا تسمع دعواه کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعا للتزویر و الحیل بیچا عقار یا
جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اوسکی عورت یا اونکے سوا کوئی اور قرابتدار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہو پہر مثلا بائع کے بیٹے نے یہہ دعوی کیا کہ مبیع میری
ملک ہے نہ بائع کی تو اوسکا یہہ دعوی مسموع نہو گا اسیطرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہے کنز اور ملتقی مین اور اوسکا ساکت رہنا بیان کی مانند ٹہرایا قطع تزویر
اور قطع حیل فاسدہ کیواسطے ۱۲ ھم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل
کرکے اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوے اوسکا مسموع نہو گا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہوا جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ یہہ مخفی نہین جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی
مختصرا و قالوا فی من زوجها بلا جهاز ان سکوته عن طلب الجهاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجهاز بعد سکوته کما فی البحر
اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اوس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہے بعدہ جہیز
تو اب طلب جہیز کا مالک نہو گا بعد ساکت رہنے کے چنانچہ باب المہر مین گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوته و لو جارا لا یکون رضی برخلاف اجنبی
شخص کے اسواسطے کہ اوسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہو گا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم و تصرف المشتری فیه زرعا
و بناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم مبیع کیوقت اور مشتری
نے اوسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانیسے تو اب اوسکا دعوی مسموع نہو گا بنا بر اوس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہے تا کہ فاسد لالچ قطع ہو جاوے
و بخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیہ آخر الفصل
الخامس و غیرہ اور برخلاف اسصورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اوسکا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم حنفیون کے نزدیک
برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے اخیر مین مذکور ہے اور اوسکے سوا اور کتابون مین بھی ۱۲ ھم سکوت مالک اسواسطے رضا نہوا

کہ بیان سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا او کنت وقفتہا واراد تحلیف
المدعی علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما نسب
الی الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اوسکو وقف
کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہی تو یہ اوسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اوس پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے نہ اس
سے کہ دعوی بائع کا صحیح تھا بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں بے دن دعوی کے بھی گواہی مقبول ہوجاتی ہے برخلاف اوس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم
قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں محقق بیان کیا ہے وھبت مھرھا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا
مھرھا وقالوا کانت الھبۃ فی مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ھذا ما اعتمدہ فی الخانیۃ متابعا لروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہا ما فی
فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکرہ الخ
زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثوں نے اوسکا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اوسکے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے
کہا بلکہ اوسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول
کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اوسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اسواسطے کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط
مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ ھم باقی کلام قاضی خان کا یہ ہے کہ یہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کیطرف مضاف ہوں
قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراح الکنز کالزیلعی وابن
سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول
کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کی مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے
کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظھرہ ابن الھمام فی اخر المھر فقال
ووجہ الظاھر ان الورثۃ لم یکن لھم حق بل لھا وھم یدعونہ لانفسھم والزوج منکر فالقول لہ میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی
ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثوں کا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اوسکا دعوی کرتے
ہیں اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلھا لانہ
یمین من جھتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کرسکتا ہے اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج
کی جہت سے قسم یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہے
اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اوسی مجلس پر منحصر ہے
برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں اور اوسمیں زوج کو رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک بکذا علی انی متی عزلتک
فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے کو یہ کہہ کر
تجھکو اسکام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجھکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکے معزول کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو معزول کیا
پھر تجھکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کیواسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک
فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ لما صار من لفظ کلما الحنیۃ بحر اگر یوں کہا کہ
ہر بار میں تجھکو معزول کردوں سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکی معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں نے وکالت معلقہ سے اور میں نے تجھکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو
حاصل ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہے تو اب معزول ہوجاویگا فتفطن بکذا التعلیق شرطہ ان یکون [illegible]

او عن شیء استحق فی الذمۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی روسے جو نہ دینے سے پس ظاہر ہے کہ درمون پر صلح کی دینار دونی یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ میں ولا یکون دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین تتعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فجاز الافتراق عنہ
اور اگر صلح دین کی دین سے نہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہو گئی ذمہ پر دین باقی نرہی تو اسکے قبض سے پہلے افتراق جائز ہے
یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف مین افتراق جائز نہیں قال المدعی لا بینۃ لی فبرھن
ولو بعد حلف خصمہ جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ لیمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برھن علی الحق
قبل وقضی لہ بالمال خانیہ مدعی نے کہا کہ میرے دعوی پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی
اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کی طلب کرنیکے وقت یون کہا کہ جب تو قسم کہائیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اوس مال سے جو تجھپر ہے اور اوسنے قسم کہائی
پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر تو گواہی مقبول ہو گی اور اوسکو مال دلایا جائیگا کذا فی الخانیہ ھم طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے
نقل کیا وہ یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہائے کہ ہزار درم مجھپر ہین تو مین اونکو ادا کرون سو اوسنے قسم
کہائی پس مدعا علیہ نے درم ادا کئے سو اگر اوسنے شرط مذکور پر ادا کئے تو یہ باطل ہے اور اگر نہ کئے ولیکن پھیر لیا جائز ہے اسواسطے کہ یہ شرط باطل مطابق شرع کے
نہین اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین منکر پر ہے نہ مدعی پر انتہی او قال الشاہد لا شہادۃ لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکیر
یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پھر اوسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی بسبب امکان توفیق کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد
نہین رہی تو اوسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہین کما لو قال لیس لی عند فلان شہادۃ ثم جاء بہ فشہد او قال
لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بہا بالحجۃ فانہا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم تسمع للتناقض چنانچہ اگر ایک شخص
کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پھر اوسی شخص کو لایا سو اوسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق کی فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی نہین پھر وہ
حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکیر برخلاف اوسکی جبکہ بولا کہ
میرا حق نہین ہے پھر اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ھم اگر کوئی کہے کہ یہان بھی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اوسکا
جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ مین برات ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہو گی کذا فی الطحطاوی الامام الذی ولاہ
الخلیفۃ ان یقطع من الاقطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکذا نائبہ جس حاکم کو بادشاہ نے
حکومت دی ہو اوسکو اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا معین کردے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ وہ قطعہ زمین دینے سے چلنے پھرنے والونکو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہے تو اسیطرح اوسکے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا لیقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہین صادرہ السلطان ولم یعین
بیع مالہ فلو عینہ فمکرہ الا ان یاخذ الثمن طوعا فباع مالہ بسبب المصادرۃ صح بیعہ لانہ غیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال
طلب کیا اور اوسکی مال کا بیچنا مقرر نہین کیا یعنی زبان سے نہین کہا کہ یہہ مال بیچکر مال دو سو اوسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو بیع اوسکی صحیح ہے اسواسطے کہ بائع مکرہ
نہین یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین یہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اوسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکرہ ہے یعنی
اوسکی بیع اب صحیح نہین مگر یہہ کہ وہ شخص ثمن اوسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اوسکی صحیح ہو گی کالدائن اذا حبس بالدین فباع مالہ لقضائہ
صح اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سے سو اوسنے اپنا مال بیچا ادا دین کیواسطے تو بیع اوسکی بالاتفاق صحیح ہے خوفہا زوجہا
او غیرہ بالضرب حتی وہبت مہرہا لم یصح ان قدر علی الضرب لانہا مکرہۃ علیہ عورت کو اوسکے خاوند نے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہانتک کہ
اوسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہ ہبہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اسواسطے کہ اوسپر جبر ہوا مال کی بخشش پر ھم ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اسواسطے کہ
ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہین ہوتا وان اکرہہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکرہ واقع ولا یلزم المال بہ لما قلنا

اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اوسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہو گی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہین ہوتا اوس دلیل سے جو ہم نے مسئلہ سابقہ مین مذکور کی ہم اسمین فقط سے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہین طلاق مین کذا فی الطحطاوی عن المصنف ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وهبت المهر للزوج لم یصح قالوا وهی الحیلة قلت انما تتم بقبوله فیعلم حیلتها الا ان یقال انه یتمکن المحال من مطالبته برفعه الی من لا یشترط قبوله اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنی زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہوگا فقیہون نے کہا ہی اور یہی حیلہ ہی مین کہتا ہون کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اوسکی حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور حالانکہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے مگر یہہ کہ یون جواب دیا جاوی کہ محال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اوسکی نالش کرکے اوس قاضی کے پاس جو محال علیہ کے قبول کو شرط نہین کرتا اتخذ بئرا فی ملکه او بالوعة فنز منها حائط جاره وطلب جاره تحویله لم یجبر علیه ومفاده انه لو سقط لم یضمن دفعا للاذی ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اوس سے اوسکی ہمسایہ کی دیوار تر ہو گئی اور اوسکے ہمسایہ نے اوسکی تحویل چاہی تو اوسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے یہہ مستفاد ہوتا ہی کہ اوسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کیواسطے ہم عدم جبر کی وجہہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک مین مختار ہے وان سقط الحائط منه لم یضمن لعدم تعدیه اذ حفره فی ملکه فکان تسببا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوش سے تو کہودنیوالے پر ضمان لازم نہوگا اوسکی عدم تعدی سے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ملک مین کنوان کہودا تو یہہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اور سکا اور ضامن فاعل ہوتا ہی نہ متسبب وصرح فی آخر الاجارة انه لو سقی ارضه سقیا لا تحتمله فتعدی لجاره ضمن اور کتاب الاجارہ آخر مین گذر گیا یہہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اوسمین نہ ٹھہرا سو اوسکے ہمسایہ تک پونہچا یعنی اوسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دین علیها لصحة امرها زوج نے اپنی زوجہ کے گہر مین عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اوسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے دین سکے اوا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ویکون غاصبا للعرصة فیؤمر بالتفریغ بطلبها اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہے گا زمین کا تو اوسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب پر یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہو گی تو حکم ہوگا ولها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع فی البناء فلا رجوع له اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اوسکی اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے مین احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اوسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمه ولا بینة فالقول للمنکر بیمینه اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن مین اختلاف کیا اور کسیکے گواہ نہین تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارة لها او له فالقول له لانه هو المتملک کما افاده شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونون نے اختلاف اسمین کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہان زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہی چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب مین یہہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال هذه رضیعتی ثم اعترف بالخطاء وصدقته فی خطاه فله ان یتزوجها اذ الرضاع یثبت علیه بان قال فان اذ انه لا یثبت الا بالقول کقوله هو حق او صدق او کما قلت او اشهد علیه بذلک شهودا او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہہ عورت میری شیرخوار کی یعنی میری زوجہ کا اسنے دودہ پیا ہی پہر اوسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اوسکی چوک جانے کی تصدیق کی تو اوس مرد کو اوس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی بشرطیکہ شیرخوار گی سکے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوار گی کا حق یا درست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہی یا اوس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو یا جو انہین معنی ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنیوالا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالین ذکر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہا کہ اوسکی شیرخوارگی حق یا درست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اسپر گواہ کر کے پہر بعد اس ثبات قول کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اوسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اوسکی خطا کی تصدیق کرے تو وہ اوسپر حرام ہو جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل یکون ذکر الثبات اقرارا به بذلک الثبات اختلاف تصحیح والمستور

حاصله ان التکرار لایثبت الا بقوله اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہو یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمونکا جو مبسوط مین شرح مذکور ہی اور حاصل مبسوط
یہہ ہی کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا ھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ حابل غریمه فقتله انسان من یدہ
لم یضمن لانه تسبیب اور اگر ایکمرد نے اپنی مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اوسکو اوسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اوس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطیکہ کھینچ لینا
سبب ہی یعنی بھاگنے کی ھ واُن کی حق تلفی ہوتی مدیون کے بھاگجانے سے تو لازم کیطرف حق تلفی مضاف نہوگی جو اوسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق
علی مال غیرہ او امسك هاربا من عدوہ حتی قتله عدوہ لیسا قلنا اور اسیطرح جبکہ ایکشخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اوسنے چورایا
یا ایکشخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا اوسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اوسکو دشمن نے اوسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اوسوجہ
سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ہے ھ یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی ید مال لانسان
فقال له سلطان ادفع الی هذا المال والا اقطع یدک او اضربك خمسین فدفعه لم یضمن الدافع لانه مکرہ ایکشخص کے ہاتھ مین
دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے اوس سے کہا کہ یہہ مال مجکو دے اور اگر مجکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اوسنے اوسکو مال دیا تو دینے
والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسپر اکراہ ہوا اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الاخرة لاتسمع دعواہ بعدہ
ای بعد هذا القول ذکرہ فی القنیة ایکشخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اوسکا دعوی مسموع
نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہی الاجازة تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالك غصبه صح اجازته وحینئذ فیبرأ
الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلونکو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز
رکھا تو اوسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت مین تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب تاوان سے ھ اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین خلاف
نہین ہی جیسا کہ فضولی کے تصرفات مین ولو انتفع به فامرہ بالحفظ لایبرأ عن الضمان مالم یحفظ وتمامه فی العمادیة اور اگر غاصب نے مغصوب سے
نفع لیا پھر مالک نے اوسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اوسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے ھ
انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور وہ اوسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع
منجلا فی الصحراء فصید به حمار وحش وسمی علیه فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجدہ میتا من ساعته لم یحل زیلعی ووجد
الحمار مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط ان یذبحه انسان او یجرحه ولا قدرۃ فی المنجل ایکشخص نے جال جنگل مین رکھا اوس سے گورخر کا شکار کرنے کے واسطے
بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نکہایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے
اور نہین قدرت جانور کی مانند ہی جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں اسواسطے کہ اگر اوسکو
اوسی ساعت مین مردہ پاویگا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیها والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة
والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراهة ذلك مکروہ تحریمی ہین بھیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود
اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور نرہ بدلیل اوس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت مین وارد ہی شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزونکو مکروہ تنزیہی
کہا ہی اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان شاءاللہ اقرب بدلیل ہے وجمعها بعضهم فی بیت واحد فقال ع فقل ذکر والانثیان مثانة + کذاك
دم ثم المرارة والغدد + اور بعضے فقیہون نے سبعیا اونکو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا ہی سو تو کہہ کہ مکروہ نرہ ہے اور دونون فوطے
اور پھکنا اسیطرح خون ہی پھر پتا اور غدود ھ اس بیت مین چھ چیزین ہین ساتوین ذال غیرہ ع اذا ما ذکیت شاة فکلها + سوی سبع
ففیهن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح کیجاوے تو اوسکو کہا
سوا سات چیزون کے کہ اونکے کہانے مین وبال ہے سو وہ حاء مہملہ ہی پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ھ حاء مہملہ سی

حا یعنی خرج مراد ہی اور غا معجمہ سے خصیہ اور عین سے عذرہ اور دال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہے للقاضی
اقراض مال الغائب والطفل واللقطة بشرط ولی یتقل منت فی القضاء ۔ قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے ان شرطوں کے
ساتھ جو کتاب القضا میں مذکور ہو چکیں ھ شروط مذکورہ یہہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنیوالا نہو اور مستقرض مقدور والا ہووے
بخلاف الاب والوصی والملتقط الا اذا انشدها حتی ساغ جاز تصدقہ فاقراضہ اولی تبیلے برخلاف باپ اور وصی اور لقطہ پانیوالے کے یعنی
باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہے جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگون میں خوب ظاہر کر دے یہانتک کہ وہ مشہور ہوجاوے
تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہے تو اوسکو قرض دینا بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ھ طحطاوی کے نسخہ میں یون عبارت ہے الا اذا اشدھا
حتے ساغ تصدقہ فاقراضہ اولے دونون عبارتونکا حاصل مطلب ایک ہی قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامرأتہ طالق لا تطلق امرأتہ
لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الخانیہ ۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکونکو عذاب کریگا تو اوسکی عورت مطلقہ ہے اس قائل کی عورت پر
طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکون میں سے بعضون پر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے وظاہر توجیہہ ان المراد بالبعض من تصدق علیہ المشرک
فی الجملۃ بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالحسنی او اطفال المشرکین فانھم مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وھی سالبۃ
جزئیۃ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تاویل مسئلہ مذکورہ کی یہہ ہے کہ اس بعض غیر معذب سے
لوگ مراد ہیں جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہے یعنی کسی زمانہ میں شرک کا مرتکب ہوا ہو اسطرح پر کہ اپنی عمر میں مشرک ہو پہر اوسکا خاتمہ بخیر ہوا ہو یعنی کلمہ
توحید ہی یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہون کیونکہ وہ شرعا مشرک ہیں یعنی بحکم دین آبائی انپر مشرک کا اطلاق ہے پہر جب یہہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب
نہیں اور یہہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہی صادق نہ آیا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ھ منطق میں ثابت ہی کہ صدق
سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہیں رہتا موجبہ کلیہ یہان ان کان اللہ یعذب المشرکین ہے اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنی کل
مشرک معذب اطفال مشرکین میں اختلاف ہے علما کا مشہور یہہ ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہونگے وقد اورد ھذا الفرع علی غیر ھذا الوجہ ابن وھبان فقال
ع وھل قائل لا یدخل النار کافر + ولکنها بالمؤمنین تعمر اور ایسا ہی ابن وہبان اس مسئلہ کو اس کے سواے اور طرح پر لایا ہی وہبانیہ میں
سوال کیا ہے یون کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخ میں کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنون سے معمور ہوگی قال وجعنا کان الکفار لما
یرون النار یؤمنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعھم قال تعالی فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا باسنا ابن وہبان نے کہا اور اس بیت کا معنی
ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکھیں گے اللہ تعالی پر اور اوسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور اوس وقت کا ایمان اونکو نفع نکریگا حق تعالی نے فرمایا تو انکا فرما
اونکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکھینگے ہمارا عذاب ھ تو دوزخیون پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ ثمرات اونکی ایمان کے ادا ہی ممکن نہیں
تو یہہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیجاویگی ثم استغفر اللہ من ھذا اللفظ ولعل البیت معنی آخر وھو ان عمارھا الخزنۃ القائمون بامرھا
وھم مؤمنون ففی البیت سؤالان ۔ اور بیت مذکور کے پہلے مصرعہ کا ایک مطلب اور بہی ہے وہ یہہ ہے کہ دوزخ کے رہنیوالے اوسکے وکیل فرشتے
ہیں جو اسکے کام پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مؤمن واقعی ہیں تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت میں دو سوال ہیں اگرچہ سوال ثانی میں ایک ستر ہے کذا فی الطحطاوی
قال ابن الشحنۃ وعندی ان ھذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یذکر ویسطر ولا یقبل تاویل قائلہ انتہی قلت ھذا مما وضح وجہہ
ونکلم فیہ فکیف لا تقول فلا تعقل ۔ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اوسکا بولنا جائز نہیں اور اسکا لائق نہیں ہے کہ
کتاب میں لکہیں اور سطور ہو اور مناسب نہیں کہ اوسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنانی قبول کیجاوے انتہی کلام ابن شحنہ شارح کہتا ہے میں کہتا ہون اور یہہ یعنی بیت کا
سوال ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے اوسکی وجہ کے اوسمین کلام کیا گیا اور اسکو مسلم نرکہا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخ میں داخل نہوگا
کیونکر مانا جاویگا سو آخر کتاب کے دیکہنیوالے اسسے غافل نہوجیوے ھ ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ بعض نے یہہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص امام

ابو حنیفہ سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اوس شخص کے حق مین جو کہتا ہی کہ مین بہشت کی امید نہین رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہون اور مردار اور خون کھاتا ہون
اور بدون دیکھے گواہی دیتا ہون اور خدا سے نہین ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہون اور حق سے بغض رکھتا ہون اور فتنہ کو دوست رکھتا ہون
سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو اونہون نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہی بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہی
نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹڈی کہاتا ہے اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اوسنے خدا کو اور اوسکے رسول کو نہین دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہین
ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہی اور جنازے کی نماز پڑھتا ہے اور موت کو مبغوض کہتا ہی اور مال کو جو فتنہ ہی دوست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت
مین ایک طرحکا استبعاد ہی تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہین اور مین تو اس حکایت کی صحت کو امام کیطرف نہین مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہین کہتا مگر
ایسے کلام کو مہم کہتا ہون اور اوسکی تاویل اور توجیہ کو نہین مانتا خصوصًا اس زمانے مین جسمین بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالی مین
پھیل پڑے ہین المنتقی مین شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی ہم سبحان اللہ علمار دین ایسے قول پر اسقدر انکار کرتے ہین اگر ہمارے زمانہ کے جتہ جبون اور بیباکون کا
کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ من شرور الادب وفضول الکلام نثور ابن شحنہ قال فقد قضی بنقله علی نفسه بالانکار وانه ماکان ینبغی له
ان یدونه وباللہ التوفیق پھر مجھے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنی مین نے ایسے
کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب مین داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہین ہم طحطاوی نے کہا ابن
شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہی اور اوس نظم مین یہ بیت بھی داخل ہے صبی حشفته ظاهرة بحیث لو رآه انسان ظنه مختونا ولا تقطع
جلدة ذکره الا بتشدید الوتر که علی حاله ایک لڑکا ہی جسکی سپاری اسطرح نمود ہی کہ اگر آدمی اوسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہی اور اوسکے
نازے کی کھال قطع نہین ہو سکتی مگر سخت دردرسانی سے تو وہ اوسی حالت پر چھوڑا جای ہم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہی پھر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع
کرنے کی حاجت نہی کشیخ اسلم وقال اهل النظر لا یطیق الختان ترك ایضا مانند اوس بوڑھے کی جو مسلمان ہو گیا اور واقفکار نے کہا کہ یہ ختنے کی طاقت
نہین رکھتا تو اسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جاے ولو ختن ولم تقطع الجلدة کلها ینظر فان قطع الاکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما
دونه لا یکون ختانا یعتد به لعدم الختان حقیقة وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو
ختنہ ثابت ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ نہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی ہم ختنہ حقیقی وہ ہی جسمین سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ
وہ ہی جسمین نصف سے اکثر کٹے لان للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنة کما جاء فی الخبر وهو من شعائر الاسلام وخصائصه فلو اجتمع اهل بلدة
علی ترکه حاربهم الامام فلا یترك الا لعذر وعذر شیخ لا یطیق ظاهر اور اصل یہہ ہی کہ ختنہ کرنا مرد کے حق مین سنت ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی اور وہ
علامات اسلام اور اوسکی مخصوصات سے ہی تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کرین تو مسلمانون کا حاکم اونسے قتال اور جدال کرے تو ختنہ کسیطرح ترک نہین
ہوسکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بوڑھا کہ مسلمان ہوا اور اوسکی طاقت نہین رکھتا ہی تو اوسکا عذر ظاہر ہے ووقته غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی
الملتقی اور ختنے کا وقت غیر معلوم ہی یعنی کسی عمر مین ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہین اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہین کذا فی
الملتقی ہم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اوسی عمر مین اوسکا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہہ قول کافی مین مذکور ہوا اور
اختلاف اوسکی مین اتنا زیادہ کہا ہی کہ اگر اس سے کم عمر ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور بعضون نے کہا جبتک بالغ نہو ختنہ کرے
اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہو اور قبل بلوغ کے اوسپر طہارت واجب نہین کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضون نے کہا کہ دس برس مین ختنہ کا وقت ہی
ہم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کیواسطے مارنے کا حکم ہے تاکہ اوسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاه اثنا عشر سنة وقیل تسعة
یطاقة وهو الاشبه اور بعضون نے کہا اعتبار مدت ختنہ بارہ برس ہین اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہی اور یہی قول مناسب تر ہے لیکن
قال ابو حنیفة لا علم لی بوقته ولم یرد عنهما فیه شیء فلذا اختلف المشائخ فیه اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجھکو علم نہین ختنہ کرنیکے وقت کا اور

استحسان کی دلیل سے هم صورت اوسکی یہہ ہی کہ مثلاً خالد کہی زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجہپر تو سو اشرفی تجہہ سے لونگا اور اگر تو بڑہ جاوی تو مین کچہہ تجہکو نہ دونگا یہہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہی دونو طرف کی ہار جیت کے احتمال سے سو یہان صرف ایک طرف اسکا احتمال ہی بلکہ اگر ایک طرف ہارتا ہی اور دوسری طرف جیتتا تو قمار کی مانند ہوتا یہی وجہہ ہی استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوارونکی جماعت سے کہا کہ جو تممین سے آگے بڑہ جاوے وہ مجہسے اسقدر مال لیلے یا اوسنے تیر اندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہہ جائز ہی اور مسابقت کی مانند فقہا ہین اگر کسی مسئلہ مین تنازع واقع ہوا در صورت صحیح ہونیکے واسطے مال مقرر ہوا ایکجانب سے یا دونو جانب سے بشرطا دخال ثالث محلل کے اسلئے کہ علت کیوجہ سے سبکو شامل ہی کیونکہ دونون باہم سیکہنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی غیر ھذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیء وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گہوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیر اندازی کے سوا اور چیزون مین جیسا خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا مال شرط کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شی مین مسابقت جائز ہے اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہی هم یہہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کی فتاوی عالمگیری مین زیلعی سے منقول ہین اور یہہ بہی مذکور ہی کہ باب مسابقت مین جواز مذکور سے مراد حلت ہی نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دی تو حاکم جبر سے اوسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کو اوسپر نافذ نکریگا ولا یصلے علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے حضرات ملائکہ کے اور وںپر نبولا جاوے مگر بطریق پیروی کے هم یعنی یون کہنا سچا نہی بالاستقلال کہ اللھم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا درست ہی کہ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی (ھو الذی یصلی علیکم) اولئک علیہم صلوات) لیکن جمہور علما اسکے مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہہ خاص علامت ہی تو غیر انبیا اونکے ساتہہ شریک ہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہی وہ دعا پر محمول ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ آیا یہہ مکروہ تحریمی ہی یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہی نووی نے اذکار مین اور کہا ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ کراہت تنزیہی ہی اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہی ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ اللہ علے نبیہ کی ثنا کرنا ہی حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ دعا مراد ہی فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہی کہ یہہ بہترین اقوال ہی اور اسطرح صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہی اور خدا سے تمنا کرنے کی اوسکی بارگاہ مین رسول مقبول پر صلے اللہ علیہ وسلم کذا فی الطحطاوی وھل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہی لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہی کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہی یعنی یون کہنا اللھم ترحم علی محمد جائز نہین هم بعضون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلئے کہ صلوۃ کی مانند تعظیم پر دلالت نہین کرتا ہی دیہنا غیر انبیا اور ملائکہ کو بہی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بہی ہی اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہین یقینا اور بعضون نے کہا کہ اللھم ترحم علی محمد کہنا جائز ہی اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الہی کے خزانہ اکمل مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسماء معظمہ سے واجب ہی تو فقیر غریب مسکین فرید طرید کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہی خصوصاً اہل حرمین کی حضرت کے سبب خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے ہین رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی وحقق الشامی تبعا لا استقلالا فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور شامی نے اوسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونو قولون کا اختلاف رفع ہوگیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا هم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضاء الہی مین نہایت سرگرم تہے اور خوشنودی حق کیواسطے جان نثاری کرتے تہے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین نسبت کی اور لوگ اگر چہ قطب الاقطاب ہون اونکا ادنی مرتبہ صحابی کی برابر نہین ہوسکتی جسکو نہین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکہے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہی اون

لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہے جیسا کہ ذو القرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمة
للکرمانی اور بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہے انکی نام لینے کیوقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ قرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہے
والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعُبّاد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہے اور جو انکے بعد ہین انمین علماء اور عبّاد اور
باقی نیک لوگ ہم تابعین وہ لوگ ہین جنہون نے حضرت کو نہین دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسه الترحم
للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح ذکره الکرمانی اور اسیطرح عکس اسکا جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور
انکے بعد کے صالحین کیواسطے بنابر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے قرمانی نے ہم ولہذا کتب فقہ مین اماموں کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور
ہین وقال الزیلعی الاولی ان یدعو للصحابة بالرضی وللتابعین بالرحمة ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ صحابہ کیواسطے
رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کیواسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ہم
اور تجاوز کی اسلئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہو گئی کذا فی الطحطاوی علی الحموی ولا یعطاء باسم النیروز
والمهرجان لا یجوز ای الهدایا باسم هذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحفہ رسانی ان دونون دنون کے نام
سے حرام ہے ہم نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنیسے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہوین تاریخ ہے مہرماہ کی آتش پرست دونون دنون
مین عید کیا کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانونکو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان قصد تعظیمه کما یعظمه المشرکون
یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد الله خمسین سنة ثم اهدی لمشرک یوم النیروز بیضة یرید تعظیم ذلک الیوم فقد کفر وحبط عمله ہم اور اگر نوروز کی
تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنیوالا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر کوئی حق تعالی کی عبادت کرے پچاس برس پھر کسی کو
بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہو گیا اور اسکا عمل حبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامه ولو اهدی لمسلم
ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادة الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اوس دن کی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ تحفہ رسانی مروجہ کی
عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعله قبله او بعده نفیا للشبهة اور لائق یہہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اوسکے تحفہ رسانی کرے تاکہ شبہہ
نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیه ما لم یشتره قبل ان اراد تعظیمه
کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی کہ جو اسکے قبل خریدتا نہ تھا اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اوس خریداری
سے ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھانے پینے اور لذت ستانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا بأس بلبس القلانس غیر حریر الا قدر
اربع اصابع سراً جید او کچھہ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوائے ریشمی کے اور سوا اوس کپڑے کے جسپر ریشم ہے چار انگلیون سے زیادہ کذا فی
ہم قلانس جمع ہے قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اوسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوهرة مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اسمین
کو شامل ہو ذخیرہ مین ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح انه صلی الله علیه وسلم لبسها اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر تین انگل سے زیادہ ریشم ہو اوسکی پہننے کی
حرمت صحیح قول سے ثابت ہے یعنی برخلاف اوس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال
ذنب العمامة بین کتفیه الی وسط ظهره وقیل لموضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی
پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکره ای للرجال کما مر فی باب الکراهیة لبس المعصفر والمزعفر لقول
ابن عمر رضی الله عنهما نهانا رسول الله صلی الله علیه وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانه زی الشیطان اور مردونکو مکروہ ہے جیسا کہ
باب الکراهیة مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا
اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا ویستحب التجمل واباح الله الزینة بقوله تعالی قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده الایة

للقرمانی

اور مستحب ہی تجمل یعنی آرائش اور حق تعالی نے زینت کو مباح کیا ہی بدلیل قول حق تعالی کے تو کہہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون کیواسطے نکالی
الی اخر الآیۃ ھ تمرتاشی نے کہا کہ مستحب ہی کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ دینار تھی بدلیل
آیۃ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الآیہ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو یہہ پسند کرتا ہی کہ اوسکی نعمت کا اثر
نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تہی اور ایکبار نماز پڑہتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تہی جسکی قیمت
چار ہزار درم تہی چنانچہ زیلعی نے ذکر کیا ہی اور امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تہا کہ امیر المومنین عمر ایسا قمیص پہنتے تہے جسپر ٹیلے اور پیوند تہے آپ نے جواب دیا
کہ وہ امیر المومنین تہے حکمت کے سبب ایسا کرتے تہے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کہانے کہاتے تو اونکے عامل انمین اونکی پیروی کرتے اور اگر
عمال کو کہیں عمدہ لباس اور طعام نملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود ویستحب للشاب العالم
اَنْ یَتَقَدَّمَ عَلَی الشَّیْخِ الْجَاهِلِ وَلَوْ قُرَشِیًّا قَالَ اللهُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ فَالرَّافِعُ هُوَ اللهُ فَمَنْ یَضَعُهُ یَضَعُهُ اللهُ فِیْ جَهَنَّمَ وَلِاَنَّهُمْ
عَلَی الْآدَمِیِّ سَوَدَ رِثَةُ الْاَنْبِیَاءِ بِلَا خِلَافٍ ق اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا
ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنیوالا اللہ تعالی ہی سو جو اوسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی اوسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولو الامر جنکی
اطاعت کا قرآن مجید مین امر ہی علماء دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق اسمین خلاف نہین ھ پوری آیت یون ہے
وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ یعنی جب کہا جاتا ہی کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے
ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات اونکی جو ایمان لائے تم مین سے اور اونکی جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اُسکا عالم ہی اور دانا ہی تفسیر بیضاوی مین
ہی کہ حق تعالی نے عالمون کیے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلندی عزت کے ساتھ اُس عمل کا مقتضی ہی جو مقترن
بعزت ہو اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر جیسی چودہوین رات کے
چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو مجلس مین نزدیک
اور بلند بیٹہاتے تہے تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر اونکی فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسیطرح حضرت کے بعد بہی علما کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس
کہا کہ علما کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا حق شاگرد
پر یکسان ہی برابر ہے یہہ کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اوسکی مقام پر نہ بیٹہے اور اوسکی کلام کو نہ ادب سے ذکر کر
اور چلنے مین اوسکے آگے نہ بڑہے لہذا زوج کا حق زوجہ پر اس سے بہی زیادہ ہی وہ یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے ہر مباح کام کو وہ امر کرے منقول
ہے کہ زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین
اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی فرمایا علم کو اسیقدر شرف
کفایت کرتا ہی کہ مگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہی اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہی کہ جاہل بہی جہالت سے بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفت
ہوجاتا ہی اِخْتَضَبَ لِاَجْلِ التَّزَیُّنِ لِلنِّسَاءِ وَالْجَوَارِیْ جَازَ فِی الْاَصَحِّ وَیُکْرَهُ بِالسَّوَادِ وَقِیْلَ لَا د مٌ فِی الْحَظْرِ ایک شخص نے خضاب کیا
آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لئے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور یہہ
مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ھ ابو یوسف سے مروی ہی کہ جیسے مجکو یہہ پسند آتا ہی کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہی اوسکو میرا آرائش
کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہہ ہی کہ نہین کیا اور مجتبی مین ہی کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھہ پانو مین لگانا لائق
نہین کہ یہہ آرائش ہی اور وہ عورتونکو مباح ہی آکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہہ ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
خضاب کیا یا نہین انس رضہ نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تہا اونکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہی کہ انہون نے حضرت

کا زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہے خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا سو جس نے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا
مقام یہہ ہے کہ خضاب بنا افضل ہے یا ترک کرنا اسکا بعضوں نے کہا کہ ترک افضل ہے اسلئے کہ تغیر پیری سے نہی وارد ہے اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام
کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضے
سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیوں کا مذہب یہہ ہے
کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی یا
سرخی کا اور اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ پیری کو تغیر کرو اور بچو سیاہی سے انتہے قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت
غیر مجاہدین کے حق میں ہے اور مجاہدین کو حرام نہیں کافروں پر رعب ڈالنے کے واسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محمل ہے قالہ الحموی
کذا فی الطحطاوی ھم میں نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہے جو وسمہ کے سوا اور چیز
سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم کل یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح
لما روی انه علیه الصلوۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہے کہانا تکیہ لگا کر قول صحیح میں اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے کہانا کہایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی احس بالزلزلۃ فی بیته ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گہر میں سو وہ بہاگا میدان کیطرف تو یہہ مکروہ نہیں بلکہ بہاگنا
مستحب ہے بدلیل فرار کرنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جہکی دیوار سے واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالی
فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انه لو خرج نجا ولو دخل ابتلی به کرہ له ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ
وعلیه حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اوس شہر سے جس میں وبا ہے سو اگر وہ یہہ جانتا ہے کہ ہر شے حق تعالی کی تقدیر
سے ہے تو کچہ مضائقہ نہیں اوسکے نکلنے میں وبا کے شہر سے اور وہاں جانے میں جہاں وبا نہیں ہے اور اگر اوسکے نزدیک یہہ عقیدہ ہے کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر
وبا کے شہر میں گیا تو اوسمیں مبتلا ہوگا تو اوسکو یہہ مکروہ ہے تو وہاں نجاوے اور نہ وہاں سے نکلے تاکہ اسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر نہی وارد
خروج کی نہی حدیث شریف میں محمول ہے کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منه لیس له ان یغزو لما ینزل جزا زبیہ
وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں ہے کہ وہاں اوس سے زیادہ تر کوئی عالم نہیں اوسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ جائز نہیں ہے چنانچہ جزازیہ
وغیرہ میں ہے ھم یہہ قول محمول ہے اوس جہاد پر جو ہنوز فرض عین نہیں ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانونکو زیادہ تر ثواب میں اوس جہاد
کے ثواب سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہے قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموته فاخذ من ترکته لا یاخذ
من المرابحۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وهو جواب المتاخرین قنیۃ وبه افتی المرحوم ابو السعود آفندی مفتی الثقلین
وعلله بالرفق للجانبین وقد قدمته قبل فصل القرض مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اوسکے مرنے سے
دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا نقد الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اوس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹہری تہی مگر
ایام گذشتہ کے لیکن یہی جواب ہے علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت
جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہے اور مقرر میں نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہے ھم صورت اسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی
کی اور دوسرے کے ہاتھہ ۲۰ درم کو بیچ کی دس مہینے کے وعدہ پر پہر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہئے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فصل مسئلہ محمد شارح کافی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن
فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ کذا آخر کنز الدقائق میں ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہہ ہے کہ ہر ۴۰ دن میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کرے ھم

اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالی افلا یتدبرون القرآن **خاتمہ** قران خوان پر سلام کرنا چاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا
نہ دینا دونون درست ہی قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے تو افضل یہہ ہی کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قران مین آوے تو اوسپر صلوۃ واجب
نہین امام سے روایت ہی کہ جسنے قران کو سال مین دو بار ختم کیا تو اوسنے قران کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے فنیہ مین ہی بہتر یہہ ہے
کہ ہر ہفتہ مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہی اوسکے واسطے تطہر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اوس مکان کو فرش دینا اور شمع سے روشن
کرنا اور اہل و عیال کو ختم کیوقت جمع کرنا اور انکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قران کا شروع کرنا اور قران کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب
یہہ ہے کہ تین دن سے کم مدت مین ختم نکرے اور مستحب ہی کہ ہر سال ایکبار اوسکو قران سنا دے جو اوس سے زیادہ تر جانتا ہی اور بہترین اوقات قران کیواسطے
مبارک رمضان ہی اور بازار مین اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکانمین قران پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو رکھہ چھوڑے پڑہا کرے تاکہ وہ مہجور اور
متروک نہ ٹھہرے اور اگر آدمی مصحف کو اپنی گہر مین رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہین اور تفسیر قران کی اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہین اور اگر مصحف
ایسا کہنہ ہوگیا ہو کہ اسمین پڑھنا ممکن نہین تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر بغلی قبر کی مانند کہود کر دفن کردے یا اوسکو دہو ڈالے یا ایسی پاک جگہہ مین رکھدے جہان
نجاست اور ملحدون کے ہاتھہ نہ پہنچین اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتب مسطر کیطرف پانو پھیلانا نوم یا غیر نوم مین مکروہ ہے اور جو قران غلط پڑھتا ہو تو بتانا
افضل ہے جیسے راہ بہولے کو راہ بتانا حدیث مین وارد ہی کہ میری امت کا گناہ سب سے سامنے آئیگا تو مین نے اس سے زیادہ ترکوئی گناہ ندیکہا کہ مرد آیت یا
سورت سیکہکر بہول گیا نسیان سے مراد یہہ ہی کہ اوسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور لیٹ کر قران پڑھنے مین کچھہ مضائقہ نہین لیکن پڑھنے کیوقت اپنے دونون
پانوون سمیٹ لے اگر لڑکا گہر مین قران پڑھتا ہو اور گہر والے کام مین مشغول ہون تو ترک استماع مین معذور ہین اگر انہون نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے
اور اگر قران پڑھنا شروع ہوگیا تو معذور نہین اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہی قران خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم *

كتاب الفرائض یہہ کتاب ہی فرائض کے مسائل مین ہم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہی فرض سے اور فرض لغت مین
بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کو ہی اور اصطلاح شرع مین فرض وہ ہی جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام کہا کہ
سہام مقدر مقطوع معین ہین جو دلیل قطعی سے ثابت ہین تو اسمین لغوی معنی اور شرعی دونون پایا ہوگئی کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار ہی علم
باصول من فقہ وحساب یعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض علم ہی فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جنسے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہوجاتا ہی ہم اور
موضوع علم فرائض کا ترکات ہین اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہی اہل استحقاق کو اور ارکان اوسکے تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکی
تین ہین مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری جیسے حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے
استخراج کی تین اصول ہین کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہی اور اصل ثالث اجماع امت ہی جیسے جد اور دادی
کی وراثت عمر فاروق رضہ کے اجتہاد سے ثابت ہی اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہوگیا اور قیاس کو فرائض مین کچھہ دخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا الحقوق
ہنا خمسۃ بل کلاستقراء اور حقوق یہان پانچ ہین باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ مین حصر استقرائی ہی نہ حصر عقلی کان
الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق ترکہ میت یا میت کا ہی یا میت پر ہی یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز والثانی اما ان یتعلق
بالذمۃ وہو الدین المطلق او لا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کیوقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا
یا متعلق بذمہ میت ہی وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہین اور وہ متعلق بعین ہی والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث
اور تیسرا یا اختیاری ہی وہ وصیت ہی یا اضطراری ہی جسمین اختیار کو کچھہ دخل نہین وہ میراث ہی کہ شرع کی جہت سے ثابت ہی وسمی فرائض لان اللہ
تعالی قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام کہا گیا اسلئے کہ حق تعالی نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر
اور واضح کردیا جیسے دنکو روشن کیا اپنے آفتاب سے ہم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اوسکی تقدیر ملک مقرب اور نبی مرسل پر

مفروض نہین کی اور ہر ایک کا حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سی خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہا
سے کہ اونمین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اوسکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولہذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر
واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری انتہی میں کہتا ہون اور اسیواسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا
نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض کو کبھی نص سی ثابت ہی اور گاہی قیاس سی ہم بیان اسکا یہہ ہی کہ علم
یا فقط نص سی ثابت ہی یا نص اور غیر نص دونون سی ثابت ہی تو جو علم کہ فقط نص سی ثابت ہی وہ فرائض ہی اور جو نص اور غیر نص دونون سی ثابت ہی وہ فرائض
کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سی مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سی ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت
وغیرہ بالحیوۃ اور بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سی اور غیر فرائض کے حیات سی ہم یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کی
دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سی متعلق ہے اور باقی علوم حیات سی اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم
فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سی ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سی ثابت ہے ہم یعنی جس سی ملک ثابت ہوتی ہی وہ دو قسم ہی اختیاری اور ضروری
اختیاری جیسی کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا کہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وھل ارث الحی من الحی ام من المیت
المعتمد الثانی شرح الوھبانیۃ اور کیا ارث زندہ کی زندہ سی ہوتی یا مردہ سی معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہی مردہ کا کذا فی شرح الوہبانیہ
ہم شرح وہبانیہ مین ہی کہ ارث کیوقت مین علما کا اختلاف ہی مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزو اجزا حیات مورث سی وقت ہی میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہی ہر طرح سے تو اگر اوسکا وارث اسحالت مین مالک ہو تو لازم
آوے کہ ایک چیز دو شخصون کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصرا یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق
حق الغیر بعینہا کالرھن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاوی میت کے اس ترکہ سے جو
خالی ہو تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہو اور اجارہ کا گھر ہم ترکہ لغت مین
بمعنے متروک ہے اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہے جسکی عین سی غیر کا حق متعلق نہو گیا ہو تو مال کی قید سی اہل عیال کہ خارج ہوگئی تعلق حق غیر کا عین ترکہ سی جیسا کہ رہن غیرہ
رہن کی صورت یہہ ہی کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً بائع گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور بائع مرتہن کے پاس ہی اور راہن نے سوای بائع کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن
کا دین مقدم ہو راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین بائع سی متعلق ہو گیا سو اگر ادا دین کے بعد کچھہ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی
صورت یہہ ہی کہ غلام نے اپنے مولے کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولے کا کچھہ مال نہین سوای غلام کے اور مولیٰ مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر
حقدار ہی مولی سی ہان اگر دیت دیکر کچھہ باقی رہے تو اوس سی مولیٰ کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہہ صورت ہی کہ اوسپر لوگون کے دین ہین مالک کی
زندگی مین پھر مالک مرگیا اور اوسکا کچھہ مال نہین سوا اوسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہہ ہی کہ مثلا غلام بیچا زید کے ہاتھہ ثمن
معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھہ مال نہین سوای اس غلام کے تو بائع احق ہی اس غلام
محبوس کا تجہیز مشتری سی اور دار مستاجرہ کی یہہ صورت ہی کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اوسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا سو ابھی
ختم ہوگیا اور زید مستاجر کی کچھہ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوای اس گھر کے کچھہ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی
الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم ہین تجہیز تکفین پر بسبب متعلق ہوجانے حقوق کے
مال کے ساتھہ مال کے ترکہ ہو جانے سی پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہی سو یہہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہوگئی تھی بتجہیزہ یبدأ بالتکفین
من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سی ابتدا کیجاوی میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے جیسا کہ
کفن مسنون یا بقدر اوسکے جو میت اپنی زندگی مین پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہی ہم ضوء السراج مین ہی کہ تنگی اور اسراف [illegible]

نماز کی راہ ہو اور قیمت کی راہ سے شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ
تو یہہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہہ اسراف ہو اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہہ تنگی ہو اور قیمت کے
اعتبار سے اگر جمعہ و عیدین زندگی میں مرد مثل متوسط کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح
کی عبارت میں لفظ الا یعنی وارث [illegible] تو عدد و قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ اوسکے دین میں قصور نہوا ہو
کفن دینے کے بعد اگر [illegible] ظاہر ہوا ہو اور اسی دین میں تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا مستعمل اور عورت کے
اسیطرح تین کپڑے ہیں کذا فی المحیط ولو هلك كفنه فلو قبل تفسخه كفن مرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے
سے پہلے کفن تلف ہوا تو اوسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونیکے بعد ہر بار ہم توضیح اوسکی یہہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے
قبر میں [illegible] تو ہر بار اوسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر ہے تو اول بار کیطرح اوسکو کفن دینا چاہیئے اگر میت کا بدن درست
ہو اور اگر [illegible] ہو تو اوسکا ترکہ [illegible] ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیئے اور اسیطرح کرنا چاہیئے اگر چند بار کفن چورا یا گیا ہو اور ادای دین اور قسمت سے پہلے اور اگر
وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قرضہ دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کیواسطے لیا جاویگا بقدر انکی میراث کے اور اسی سے کفن دیا جاویگا اسیطرح
بیان ہوگا بقدر مال میراث کذا فی الطحطاوی و كل من كل ماله اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا ثلث مال سے ثم تقدم ديونه التي لها
مطالب من جهة العباد پھر میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو عباد کی جہت سے ہم جہت عباد کی قید سے
وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالی کیطرف سے ہو چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ويقدم دين الصحة على دين المرض ان جهل سببه اور
صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین پر اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو ہم صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اوسکا
اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کیحالت میں یا جو مرض کی مانند ہے چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے
والا فيستويان كما بسطه السيد اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونو حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اوسکو شرح
بیان کیا ہے ہم معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اوسنے کچھ خرید کیا
تھا یا کسیکا مال تلف کیا تھا تو یہہ دین حقیقت میں صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اوسکا وجوب اوسکے اقرار کے سوا ہے اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کی
برابر ہو گیا ہم حکم پہنچے کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی و متوسط و ضعیف - قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ
حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا ذکر آیا اور متوسط وہ ہے جو گواہوں سے یا صحت کے اقرار سے یا مرض میں معاینہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت
ہوا اور معلوم کرنا چاہیئے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کی مانند ہے تو اوسمیں وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور
اگر ترکہ زیادہ ہو تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہہ ہے کہ بقدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی
قیاس المرہون شرح ملتقی میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنیکا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اسصورت میں مالک اوسکا نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا
واما دين الله فان اوصى به وجب تنفيذه من ثلث الباقي والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اوسکے ادا کرنے کی وصیت
کی تو اوسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں ہم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر
میت نے مثلا اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضوں کے
نزدیک نماز میت سے ساقط نہیں ہوتی ہے اسواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ خطا
مرتب ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کی مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل یہاں توگنجایش رحمت الہی اور اوسکی کمال کرم اور فضل کا
امیدوار ہے اور یہہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے

بدلے ہے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوٰۃ کے اسواسطے کہ اوسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی
ثم تقدم وصیته ولو مطلقة علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کیجاے اگرچہ وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول
صحیح کے برخلاف اوس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہے ھ وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت مقیدہ وہ ہے
جو شے معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہو وہ یہ ہے کہ بنسبت ثلث مال کی
وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کی مانند تاتارخانیہ سے منقول ہے
یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم مین ثلث ما بقی بعد التجہیز والدیون وصیت جاری ہو اوس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ھ وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرطیکہ تجہیز اور ادای دیون کے بالترتیب وجود
ایک کو جبکہ دوسرا امر نپایا جاے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نپائی گئے اسطرح کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندہ نے اوسکو کھالیا اور وہ کسیکا مدیون
نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہو مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکہتا ہو تو بھی کل مال کے
ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اوتنا مال بخیر قسمت سے ساقط کیا جاے نہ اسقدر کہ
جدا کرکے مال باقی سے اور موصی لہ کو تسلیم کردیا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیة اهتماما لکونها مظنة التفریط اور وصیت آیہ قرآنی
مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب اسکے کہ وصیت مظنہ تفریط کا ہے ھ یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد
ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا مظنہ تفریط کے ہو اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے
اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہو اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کرکے لے سکتے ہین تو اوسکے ادا کرنے مین احتمال ہے تفریط
کا بخلاف دین کے کہ ورثا اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا اور وصیت کی ترغیب کیواسطے تقدیم ہے
ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثته پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جاے میت کے وارثون
ھ صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادای دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتہا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو
اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان
حقوق متقدمہ پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث
ہے تو تمام مال اوسیکا ہے سوای زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علما فرائض کے عرف مین وارث
وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اوس شخص کے جسسے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو وہ باین معنی حق تعالی نے فرمایا کہ ونحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے
والے ہین بعد فنا خلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین ہو اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے
کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثهم بالکتاب مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے ھ کتاب اللہ مین باپ اور ماں
اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بھائی اور بہنون کی میراث ثابت ہو او السنة کقوله علیه الصلوة والسلام اطعموا الجدات
السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا طعام کرو یعنی چھٹا حصہ اونکو دو ھ جدہ
کی ارث سنت سے ثابت ہے اسیطرح بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولا یا فعلا مروی ہوا در حدیث کا لفظ
قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت
سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی او الاجماع کجعل
الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کی مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کی مانند ٹھہرانا

ھم اجماع امت سے مراد اتفاق رای مجتہدین امت محمدی سے حکم شرعی پر جس زمانہ مین کہ واقع ہوا اور مراد انسے اہل حل و عقد ہین اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد
کے اتفاق کا کچھہ اعتبار نہین اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو لمصحف به یفتی و
قیل لا یورث وانما هو للقاری من ولدیه صیرفیة باحد ثلثة برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور
وارث مستحق میراث کا ہوتا ہی منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے یا اور نکاح صحیح سے اور ولاسے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالاۃ کی استحقاق ارث ہر چیز
مین ہے اگرچہ مصحف ہو اسی قول کا فتوی ہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مصحف مین میراث جاری نہین مصحف تو میت کے دو فرزندون مین سے قاری فرزند
کا ہے کذا فی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث مین تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہین ھم نکاح فاسد وہ جسمین شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو
اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثون کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونون سے متعلق ہی مانند حق موصی
لہ کے تو ایک وارث کو نہین پہنچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلا کتاب یا باغ آپ لے اور اوسکی قیمت باقی وارثونکو دے مگر انکی رضامندی سے یہہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء
دین مالیت ترکہ سے متعلق ہین نہ عین ترکہ سے یہ اسلیے وارثونکو جائز ہی کہ اپنے مال سے دین ادا کرین اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لین کذا فی الطحطاوی والمستحقون
للترکة عشرة اصناف مرتبة کما افادہ بقوله اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہین علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول مین اوسکو بیان کیا ہے
فیبدا بذوی الفروض ای السهام المقدرة تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجاے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہین ھم سہام مقدرہ یعنے
جو حصے کہ معین اور مصرح ہین کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوة والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہہ ہین نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث
اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھوان اور دو تہائیان اور تہائی اور چھٹا حصہ وهم اثنا عشر عشرة من النسب ثلثة من الرجال وسبعة من
النساء واثنان من السبب وهما الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہین دس نسب کی راہ سے جنمین تین مرد ہین اور سات عورتین اور دو سببی یا ہمی شوہر اور زوجہ ہین
ھم تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتون سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور مان اور دادی
یہہ وارث نسبی ہین اور زوجین وارث سببی ہین ثم بالعصبات ال للجنس فیستوی فیه الواحد والجمع وجمعه للازدواج النسبیة لانها اقوی
پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہین عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہی تو اوسمین واحد اور
جمع برابر ہی اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہی ھم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ
سے ہوا اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وهو العصبة السببیة پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت
ہوا اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہی ثم عصبته الذکور لانه لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنیوالے کے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالے کی
عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتون کو ولاسے کچھہ حق نہین سوا اوسکی ولا کے جسکو اونہون نے خود آزاد کیا ہو یعنے اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اوسکی میراث پاویگی
اور اگر اوسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اوسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی مین ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اوسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اوسکی میراث
فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھہ حق نہین انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیة بقدر حقوقهم پھر اگر عصبات مذکورین سے کوئی
نہووے تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت انکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب
ربع کو ربع کذا قاله ابن الکمال ھم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہوگئی اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق
اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اونکو بھی دوبارہ دیا جاویگا آبی الحدادی نے کہا کہ اس زمانے مین رد علی الزوجین
پر فتوی ہی بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ مین ہی کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال مین نرکھا جاوے بلکہ اونہین کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاے
کیونکہ وہ اقرب ہین میت کیطرف من جهة السبب بنسبت اور شخصون کے اور اسیطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی رد المحتار اور حاشیہ عجم زادہ مین قنیہ
سے ہے کہ بنات معتق کے اور اوسکو ذوی الارحام وارث ہوتے ہین ہمارے زمانہ مین جسکے معتق کا کوئی وارث نسبی نہوا اور اسیطرح ہمارے زمانے مین

زندہ ہیں پر رد و میراث ہوگا اور اوسکو بعض مشایخ نے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہی اوسکے پھر محمد زادہ نے کہا کیونکر اسپر فتوی ہے نہیں کہ ہمارے زمانے میں بیت المال
نہیں بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے میں تھا اور اگر سلطان کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد الرحیم
شہید میں بھی اسیطرح رد غیر الزوجین کی تعلیل مذکور ہے اور رسم المشروم میں قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف اور باقی عالم
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ مقبول ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم ذوی الارحام ـہ پھر ذوی الارحام ـم یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات
مذکورہ نہوں تو ترکہ میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اوسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا
وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسیطرح اہل فرض کے
باقی رہے مال سے اونکو دیا جاتا ہے قالہ الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی ماں کیطرف
سے قرابت دار ہوں یا اوسکے باپ کیطرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب میں جہۃ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ثم بعدھم مولی الموالاۃ کما مر فی
کتاب الولاء ـہ پھر بعد اصناف مذکورہ کے مولی موالاۃ ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء میں گذر گیا ـم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام
سے کوئی نہو تو مولی موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت میں بمعنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع میں یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی ہے یعنی دوست
ہے میرے مال کا تو وارث ہوگا جبکہ میں مروں اور میری طرف سے دیت دیگا اگر میں کسیکو قتل کروں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہہ قبول کیا تو اب عقد ولا کی صحیح ہوگئی
اور قائل اس کلام کا اوسکا مولی ہوا اوسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اوسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافا للشافعی اور
اگر دونو طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے کہا شرائطہ وہ یہہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہوا اور عجمی ہو عربی نہو اور نہ اوسکے موالی سے ہو اور عقد ولا کی
وقت اوسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اوسکی طرف سے بیت المال یا مولی موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو اور اوسکے مجہول النسب ہونیکا یا ہونے کی شرط میں اختلاف ہے
اور اسیطرح اسلام کی اشتراط میں اختلاف ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصا وله الباقي بعد فرض احد الزوجين كرہ البتہ ـہ اور بعد فرض احد الزوجین
کے باقی مال مولی موالاۃ کا ہی سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ـم وارث ہونا مولی موالاۃ مروی ہے حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن
عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علمانے عمل کیا ہے اور اوسپر دلیل ہے قولہ تعالی والذين عقدت ايمانكم فآتوهم
نصيبهم یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت اونکی طرف اختصاص پر
دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فآتوهم نصیبا اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول
کہ آیہ کریمہ میں قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت میں فآتوهم نصيبهم اوس سے مرتبط نہیں ہوتا بلکہ مراد حقیقۃ یا ایمن ہے بنابر عادت کے اسطرح کہ ہر ایک معاقدین
سے دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہی معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمیں بہت ہیں ازانجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہی اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہی تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ ترحقدار ہے اوسکی زندگی اور موت میں اھـ
یعنی زندگی میں اوسکی طرف سے دیت جنایت کی دیگا اور موت کے بعد اوسکی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی ملخصا عن ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر لـہ
بنسب علی غیرہ لـم یثبت ـہ پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح کہ اوس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب
ثابت نہیں ہوا ـم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب لڑکو بھائی
کہا تو زید کا باپ اوسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہیں اور اوسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اوسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن میت کے
باپ سے اوسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اوسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ
بالنسب علی الغیر اسطرح کہ اوسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جبکہ مقر مر جاوے اپنے اقرار کے اصرار پر چنانچہ یوں اقرار کرتا کہ یہہ میرا بھائی ہے یا چچا اور
مانند اسکی انتہی فلو ثبت بان صدقه المقر علیه او اقر بمثل اقراره او شهد رجل آخر ثبت نسبه حقيقة وزاحم الورثة وان رجع المقر

تو اگر مقر لہ کا نسب ثابت ہو گیا اسطرح کہ مقر علیہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے اگر دو نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو ایسا
نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقر لہ مثل سگے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاوے هم مقر علیہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً
زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون مثلاً زید کی اولاد یون
کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح کہ وہ بھی بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہرچند رجوع اقرار سے مانع ارث مین معتبر ہے
لیکن مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی فلذا لو صدقہ المقر لہ قبل
رجوعہ وتمامہ فی شروح السراجیۃ سیما روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسطرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی
تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً روح الشروح مین اور البتہ مین نے اوسکا خلاصہ بیان کیا ہے سراجیہ
کی شرح مین هم طحطاوی نے کہا کہ شارح اسمین یعنے تصدیق مقر لہ سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ
کیطرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت اسمین صریح ہے کہ
تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی انتہے ملخصاً ثم بعدہم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پہر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکۂ میت کا لیگا جسکی واسطے
تہائی مال سے زیادہ وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو هم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا افراز شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے
کہ اگر اوسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسمین اوسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تہی
پہر جبکہ ایک بہی وارث نپایا گیا تو جسکے واسطے جو موصی معین کر دیگا وہ پورا اوسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ
بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پہ مقدم نہین کیا گیا مقر لہ مگر اسی وجہ سے کہ مقر لہ مین ایک طرحکی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ
کے کہ اوسمین قرابت کا کچھ احتمال نہین هم یعنی حال مقر لہ کا تو یہ ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہوا ہے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ
اسی اقرار پر مصر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پہر مراتب تسعہ کے بعد میت کا
ترکہ بیت المال مین رکھا جاوے وارث کی راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کیواسطے لا وارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے هم روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضی
سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین خوشی سے داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑہا تو اوسکا حق بیت المال مین ہر سال دو سو درم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر
وہ دنیا مین نپاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین لکھا ہے کہ مصارف بیت المال علاج ہے بیمارون کا اور کفن مُردون کا اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب او
معیشت سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ومن انعم علی ما ہہنا ادعیۃ اور موانع ارث کے بنا بر استقصا کے چار ہین هم جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث
کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اوسکے ساتھ ارتفاع موانع بہی ضرور ہے تاکہ وہ ہر جسکے ہونے سے مقتضا سبب
ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کی صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اوسکے اوس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولا کی
خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص فانی کی مانند ہو جاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذر جانے اوسکی
مدت کے داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ وہ داخل ہو وہ نسب اور نکاح اور ولا
جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصاً کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ والباقی رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا
مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہو کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ
کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من
الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہوگا لیکن اوسکا
مال اوسکے وارثون کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور موروث اور حاجب ہوگا بقدر اوسکی حریت کے جو اوسمین ثابت ہے وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ ثبوت

فیما اذا تبق مسعود تکلہ صورتہا مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایۃ تلک الجنایۃ فدیۃ لورثتہ ولعل ذکرہ
لائمتنا فتحر اور البتہ علمار شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ ذکر کیا ہے جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ
ہے کہ حربی مستامن پر دار الاسلام مین جنایت واقع ہوئی یعنی کسی نے اوسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب مین لاحق ہوا پھر وہان گرفتار ہوکر غلام ہوا اور اوسی غلامی کیحالت مین
اوسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اوسکا خونبہا اوسکے وارثون کا ہے لیکن یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام مین نہین دیکھا تو اسکی تفتیش اور تحقیق کرنا چاہیے والقتل
الموجب للقود او الکفارۃ وان سقط بحرمۃ الابوۃ علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب
حرمت پدری کے ساقط ہوجاوے چنانچہ کتاب الجنایات مین مذکور ہو چکا ہم قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا
کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہین وہ مانع میراث کا نہین چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک مین کنوان کھودا یا پتھر رکھا اور اوسکا مورث اوس مین
گرکے مر گیا تو کنوان کھودنیوالا اور پتھر کا رکھنیوالا اوسکی میراث سے محروم نہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی کے نزدیک قاتل مطلقا وارث
نہین ہوتا خواہ اوسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے پہلے تو مقتول
قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتین اسلاما وکفرا اور تیسرا
مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہو اور مورث کافر یا عکس اسکا تو ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور اگر اسلام اور کفر
کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی ہو اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور
امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونیسے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے
مال مین تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری ہے مرتد کے اوس مال مین جو اوسنے زمان اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث
مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کیطرف اسی کیونکہ ارتداد سے وہ ہلاک ٹھہر گیا کہ متصف بزندگی سے ایمان تھا سو اوس سے فوت ہو گیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم
کی مانند ہے بدلیل قولہ تعالی او من کان میتا فاحییناہ یعنی جو کافر تھا اوسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بھی مرتد سے موت بسبب اعتبار اور تذکرہ اور حجر علی الامام
مقصود کی سبیل سے ہے تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک قطع امید نہو جاوے اور اوسکی قتل یا موت یا قضاء بالالحاق سے پھر جب قطع امید ہوئی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہریگا ارتداد
کیوقت سے تو اوسکا مسلم وارث اوسکی میراث پاویگا اور جو اوسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا
وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو امام اور صاحبین کے نزدیک دونو حالتون کے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون کا مال
بیت المال مین رکھا جاویگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر صورتہا کافر مات عن زوجۃ حاملا ووقفنا المیراث
للحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحا لائمتنا مین کہتا ہون اور علمار شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جسمین کافر کے مال کا مسلمان
وارث ہوتا ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑکر اور پیٹ کے حمل کی میراث اوٹھا رکھی ہے اوسکی زوجہ مسلمان ہوئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ
لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور مین نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام مین صریحا نہین دیکھا ہم اسلام مین لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والا بتغیر واختلاف الدارین
فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکون کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے
ہم اختلاف دارین تباین لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے ہے اسواسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیری
عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہ کہ حقیقۃ اور حکما دونو طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب مین اور کافر ذمی دار الاسلام مین
اور ثانی یہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر طیار ہے ساتھ اوس ذمی کے جو دار الاسلام مین ہے یا وہ کافر حربی دو ملک کے
دار الاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب مین اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام مین ساتھ اوس حربی
کے جو دار الحرب مین ہے اور وہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دو قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہو اور امام شافعی کے نزدیک بھی بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن میں اونکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کحربی وذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو جیسا کہ حربی اور ذمی میں ہے یعنی حربی مرگیا دار الحرب میں اور اوسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو
ذمی اوس حربی کا وارث نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہہ حربی اوس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی
او حکما کمستامن وذمی وکحربیین من دارین مختلفین کترکی وهندی لانقطاع العصمۃ فیما بینهم یا اختلاف دار کا حکما ہو
جیسا کہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا جیسا کہ دو حربی دو ملکوں مختلف کے جیسا کہ ترکی اور ہندی تو انمیں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان اونکے ھم قوله
کحربیین کو اگر بصیغہ مجہول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃ تو اختلاف حقیقی
کی مثال میں اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک
مختلف میں ہیں حکما تو بہتر یہہ تھا کہ شارح بجای کحربیین کے کمستامنین کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو
حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اوسکو پاتا ہے تو اسمین اس کلام کیطرف اشارہ ہے کہ جب دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد و پیمان ہو باہم مددگاری کا تو دو
دونوں دار مختلف نہیں ہیں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ھم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار
مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہے مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور
اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیونکا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم اُن سبکو
شامل ہے تو انمیں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب تو دار الاحکام نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق
ہوتا ہے انتہی اور در روم الشرح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اوسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اثنای بلاد
اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں چنانچہ کافرونکی دین باوجودیکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی ہے
قلت وبقی من الموانع جهالۃ تاریخ الموت کالغرقی والحرقی والهدمی والقتلی کما سیجیء میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث کے باقی رہی
یعنی میں مجہول ہونا تاریخ موتی کا جیسا کہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا
ھم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق ہو کر مرگئے تو انمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اسواسطے کہ
اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوای اہلیت کے اور وجہ سے سو وہ مانع میں داخل نہیں تو جسنے اشتباہ تاریخ
ہونے کو مانع کہا اوسنے خطا کی انتہی قنیہ اور منہا جهالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی المجتبی منها ارضعت صبیا مع ولدها
وماتت وجهل ولدها فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبی میں از انجملہ
یہہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکونمیں سے اوسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکو
میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبه ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبرا فهما مسلمان ولا یرثان من ابویهما زاد فی القنیۃ
الا ان یصطلحا فلهما ان یاخذا المیراث بینهما اور اسیطرح اگر مشتبہ ہو جاوے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونو لڑکے بالغ ہوں تو
وہ دونو مسلمان ہیں اور میراث نہ پاوینگے اپنے باپوں کی قنیہ میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہہ کہ دونوں لڑکے آپسمیں صلح کرلیں تو اونکو میراث لینا
جائز ہے آپسمیں نصفانصف یا جسقدر پر صلح ہوئی ھم دونو کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انہیں
کی ہے لیکن اوسکا مستحق متعین نہیں مگر عدم تعین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر وہ حقی وارث کو پہونچا وہ تو اوسکا حق ہے اور جو دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا
مستحق کیطرف سے ثم یقدم ذوی الفروض المقدرۃ المقدم منهم الزوجۃ لانها اصل الولاد لانها تتقدم الاولاد مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض
کا بیان کیا تو زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اوسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

وکلد او ولد ابنٍ وابٍ سکفل سو کہا مصنف نے تو بھر فرض اور بین سے ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ
اگرچہ نیچا ہو یعنی پوتا یا پرپوتا یا سڑپوتا ہو ولد اور ولدالابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے بہرصورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ
خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ آپس میں برابر بانٹ لین گی بعدم اولویت کیونکہ یہی کذا فی الطحطاوی والربع لہا عند عدمہما
فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولدالابن نہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا
ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فالثمن کما لو ادعی رجلان فالثمن کالمیتة وبرہنا ولم تکن فی بیت واحد منہم ولا دخل بہا فانہم
یقتسمون میراث زوج لعدم الاولویة مع احدہما ای الولد او ولد الابن اور زوجہ کا حصہ چوتھائی ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک
زوجہ ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردوں نے یا زیادہ نے دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنی نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیوں کے کسیکے گھر میں نتھی
اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپس میں بانٹ لین گی برابر بعدم اولویت کیونکہ یہی ہے اور اگر زوجہ زندہ ہے نکاح کا چند مرد دعوی کریں
اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور نہ اوسنے
قربت بھی کی ہو اور اگر دعوی میں تاریخ کا پس وپیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہے کذا فی الطحطاوی والنصف له عند عدمہما فللزوج حالتان النصف
والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض
المطلق وهو السدس وذلك مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا
ولدالابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونوں کے نہونے کیوقت یعنی جبکہ ولد اور ولدالابن
نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی
یا پوتی کے ساتھ ہے باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لیگی اور جو باقی رہا اوسکو باپ دادا بطریق
عصوبت کے لیگا قلت وفی الاشباہ الجد کالاب الا فی ثلث عشرة مسئلة خمس فی الفرائض والباقی فی غیرها میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ دادا
باپ کی مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کی مانند نہیں پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں ہم فرائض کے پانچ مسئلے
یہہ ہین پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲ یہہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو
چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں اوسکی باقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجای باپ کے دادا ہو تو ماں اوسکی تمام مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳ یہہ کہ بنی
اعیان اور بنی علات ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہہ
کہ آزاد کرنیوالے کا باپ اوسکے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہہ نہیں ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو بحسب
نملیگا باقی اماموں کے نزدیک ۵ یہہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنیوالا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کیواسطے مخصوص ہے اور صاحبین
نے کہا کہ دونوں مشترک ہیں اور اگر دادا کی بجای باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی یہہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر زید
کی اقربا زید کیواسطے مثلا تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہوگا دادا اوسکا داخل ہوگا ظاہر الروایة میں ۲ یہہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب
ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنی ولد کی ولا کو اپنے موالی کیطرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی کیطرف ۴ یہہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے
باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑکر تو اوسکی ولایت زید کے باپ کو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہہ کہ اگر
صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجای
دادا کے باپ ہوتا تو اوسیکو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہوگیا دادا کی موجودگی سے اوسکی یتیمی زائل نہیں ہوتی ۸ یہہ کہ
اگر میت مر گیا اور بیوہ اوسکی اور اولاد صغار ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک ماں ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ

بان پر ہے اور دو تہائیان دادی اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تو تمام نفقہ اوسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ و نزاد ابن المصنف فی زواهرہ
آخر ہی من الفصولین ضمن الاب مہر صبیہ فادّی یرجع لو شرط والا لا ولو ولیًا غیرہ او وصیًا یرجع مطلقًا انتہی فقولہ او ولیًا غیرہ
یدخل الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنی حاشیہ اشباہ میں جسکا نام زواہر الجواہر ہی اشباہ کے تیرہ مسئلوں پر ایک اور
مسئلہ زیادہ کیا ہی فصولین سی نقل کرکے وہ مسئلہ یہہ ہی کہ باپ نے اپنی طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پہر مہر اوسکا ادا کیا اپنی مال سی تو صغیر کے مال سی پہیر لے
اگر اوسنے ادا کیوقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نکیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپکے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کرکے
مہر ادا کیا ہو تو رجوع کری مطلقًا انتہی یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی
وصی کی مانند مطلقا رجوع کریگا بر خلاف باپکے و للام ثلثۃ احوال السدس مع احدہما او مع اثنین من الاخوۃ او من الاخوات فصاعدًا
من ای جہۃ کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات ہین چھٹا حصہ ہے بیٹی یا پوتے کے ساتھہ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھہ بھائی بہن دو
ہون یا زیادہ کسی جہت سی ہون اگرچہ ملے جلے ہون م اگر ایک شخص مرگیا ماں اور فرزند چھوڑکر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اوسکی ماں کا حصہ
سدس ہی قال اللہ تعالی (ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد) اسواسطی کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونونکو شامل ہے اور
ولد الابن کو بھی عام ہی اور اسپر اجماع ہی امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہی توریث مین اور اسیطرح ماں کا حصہ میت کے دو بھائیون کے ساتھہ
یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھہ یا زیادہ سدس ہی خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور
تیسرا مادری والثلث عند عدمہم اور ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہون یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث
الباقی مع الاب واحد الزوجین اور ماں کیواسطی باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھہ م یہان دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے
کہ ایکعورت زوج کو اور ماں باپ کو چھوڑکر مرگئی تو تقسیم چھہ سہم سی صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنی ایک سہم ماں کا اور باقی دو
سہم باپکے دوسری صورت یہہ ہی کہ ایک شخص مرگیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑکر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سی صحیح ہوگی زوجہ کی چوتہائی اور باقی مال کی تہائی
ماں کی یعنی تین سہم اور باقی چھہ سہم باپکے ہر چند ماتن نے ان دونو حالتونکو آگے ذکر کیا ہی مگر شارح نے یہان ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ماں کے تینون حالات ایکجگہ
متصل ذکر کرنا بہتر تھا اس متفرق بیان سی کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجای باپکے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ ماں کو جمیع مال کا ثلث ملیگا
انتہی والسدس للجدۃ مطلقا کام ام وام اب اور سدس حصہ ہی جدہ کا مطلقا خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونو
جدہ صحیحہ ہین اپنے نواسے اور پوتے کے ترکہ سی چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدًا یشترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدۃ
من ذوی الارحام کما سیجئ متحاذیات فی الدرجۃ لان القربی تحجب البعدی مطلقا کما سیجئ ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی
سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنی جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہوچکین اسواسطی کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین سے ہے نہ ذوی الفروض مین
چنانچہ اوسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطی کہ جدہ قریبہ جدہ
بعیدہ کی حاجب ہوتی ہی مطلقا خواہ جدہ قریبہ حاجبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ
اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی م اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہین ایک اوس کی ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسی
طرح اوسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم و حوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہی جسکی نسبت الی المیت مین ایک یا
دو ماؤن مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہی کہ دو ماؤون کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطی کہ جو باپ کہ میت کے ساتھہ نانا کہلاتا ہی بواسطہ عورت کے
وہ جد فاسد ہی انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہی اسواسطی کہ دو ماؤن مین یعنی میت کے ماں مین اور نانا کے ماں مین نانا واسطہ واقع ہوا
معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سی ثابت ہوا اور جدات کے سدس کی دلیل یہہ روایت ہی کہ ایک شخص کی نانی یعنی ماں کی ماں صدیق اکبر کے پاس آئی اور

بولی کہ میرے نواسی کا حصہ مجکو دیجیے صدیق نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین منصوص نہین پاتا ہون اور تیری میراث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
کچھہ نہین سنا ولیکن مین اصحاب سے مشورہ کرتا ہون پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے
پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجیے تو صدیق نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور حدیث مین تیرے واسطے کچھہ حصہ نہین
پاتا لیکن مجکو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونون مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اوسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصا والسدس لبنت الابن
فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے ھم جب کہ
مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اُن لوگون کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ جیسا کہ جدہ یا بعض صورتین جیسے پوتیان اور پوتیون کے چہہ حالات ہین تین حال تو
بیٹیون کی مانند ہین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھہ اونکا بھائی بھی ہے تو بھائی اونکو عصبہ کر دیگا
للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیون کو مخصوص ہین از انجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھہ ملیگا دوسرا حال یہہ کہ دو یا زیادہ
بیٹیون کے ساتھہ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اونکے ساتھہ بھائی ہوگا درجہ مین برابر یا اسفل تر اونکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہوا نہین سے
اور تیسرا حال یہہ ہے کہ فرزند صلبی سے بھی پوتیان ساقط ہو جاتی ہین اور یہہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہین ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو
سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جا کذا فی الطحطاوی والسدس للاخت لاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لاب وام تکملۃ
للثلثین اور چھٹا حصہ ہے ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنے کیواسطے ھم یعنی اگر سوتیلی بہن
سگی بہن کے ساتھہ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنون کے پانچ احوال
ہین اور یہی پانچون احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی تیسرا یہہ کہ اگر انکے
ساتھہ بھائی سگا ہوگا تو اونکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھہ عصبہ ہو جاتی ہین لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا الاخوات مع البنات
عصبات پانچوان یہہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہو جاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہو
ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی
بہن کے ساتھہ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین مگر
یہہ کہ اونکے ساتھہ بھائی ہو تو البتہ انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھہ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس
للواحد من ولد الام والثلث لاثنین فصاعدا من ولد الام ذکورھم کاناثھم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی
اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد اونکے عورتونکی برابر ہین ھم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ
نے زید سے نکاح کیا اوس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئی تو محمود اور صابرہ حامد کا اخیافی
اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث
پاوینگے تیسرا حال یہہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونیسے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اونکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ
کی وجہ سے والثلث للام عند عدم من لها معہ السدس ممن ذکرنا اور تہائی ماں کیواسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھہ ماں کو سدس ملتا ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ ایسے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی ولها ثلث الباقی بعد فرض احد
الزوجین کاملا فقط اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین شرح مین وذلک
فی زوج وابوین وامرأۃ وابوین فلها حینئذ الربع اور یہہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین مین تو اسصورت مین درحقیقت ان کیواسطے چوتہائی ھم

ام کا لفظ یہان زیادہ کرنا ادب ایسکے مسئلہ مین بھول چوک ہی شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہین کیا ثلث باقی ربع ہی کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ مین گذر گیا کہ اگر زوجہ مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اوسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنی تین سہم زوجہ کے ہین اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی مان کی ہی سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل ترکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہین اور برابر ہی وابویہ فی ام فلہا حینئذ السدس یا تہائی باقی کی مان کو ہے زوج اور والدین مین تو اسوقت مین درحقیقت مان کیواسطے سدس ہے ہم یہہ صورت بھی ترجمہ مین گذر چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم کہ تو ایک سہم کل مال کا سدس ہی یہان اعتراض وارد ہوتا تہا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اوسکو ثلث کیون کہا شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین دیا وسمی ثلثا تادبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ان کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث) یعنی اگر میت کا ولد نہوا اور اوسکے والدین اوسکے وارث ہون تو اوسکی مان کیواسطے تہائی ہی باپ کا حصہ اسواسطے نہین ذکر فرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور مان کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہی سو علی ہذا القیاس یون ہی کہ مان کا حصہ جب کہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہون ثلث باقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمین تفضیل انثی کی اوس ذکر پر لازم آتی ہے جو اوسکے برابر ہے جہت اور قرب مین اور یہہ موضوع شرعی کے مخالف ہی کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصا والثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وھو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب الا الزوج لانہ لا یتعدد ثلثین یعنی دو تہائیان اون دو شخصون یا زیادہ لوگون کی ہین جنکا فرض حصہ نصف ہی وہ پانچ ہین بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہین اسواسطے کہ اوسمین تعداد اور کثرت نہین ہم یعنی زوج کے حق مین دو تہائیون کا تحقق نہین ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہین مگر متعدد اشخاص جو کہ انفراد کیحالت مین نصف کے وارث ہوتے ہین فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فرض مقدرہ کلام مجید مین چھ ہین نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہی اور بنت الابن کا فرض ہی جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہی اور سوتیلی بہن کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجہ کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہی یعنی ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیون کا یا زیادہ کا فرض ہی اور دو پوتیون یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی اور سوتیلی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہی مان کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور دو بہنین اور دو بھائی ہون نہ دو بہنین اور اولاد مادری کا فرض ہی دو ہون یا زیادہ ذکور ہون یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہی باپ کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسیطرح فرض ہی جبکہ میت کا باپ نہو اور مان کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو یا اخوات دو بھائی ہون یا دو بہنین اور جدہ صحیحہ کا فرض ہی خواہ ایک جدہ ہو یا زیادہ ایکوقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہی سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات

یہہ فصل ہے عصبات کے مسائل مین ہم عصبات جمع ہی عصبہ کی اور عصبہ مطلقا لغت مین عبارت ہی محیط بالشیء سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی مین موجود ہین کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہین عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی تو بہتر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم ہین اسواسطے منحصر ہوئی کہ اگر ثبوت عصوبت مین غیر کے ملنے کی حاجت نہین تو وہ عصبہ بنفسہ ہی یعنی بذاتہ خود بلا حاجت انضمام شخص اخر عصبہ ہی اور اگر عصبہ ہونا غیر کا محتاج ہی تو اگر عصوبت مین یہہ غیر بھی اوسکا شریک ہی تو وہ عصبہ بغیرہ ہی اور اگر غیر اوسکے ساتھ شریک نہین ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہی فیحوز العصبۃ بنفسہ وھو کل ذکر فالانثی لا تکون عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ ذو فرض وکالاب الام فا

ابن البنت فان هما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے جسکے رشتہ مین میت کیطرف عورت نہ داخل ہو شارح نے مرد کی قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ نانا اور نیہائی کہ وہ عصبہ
فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ ان کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نواسا اور نانی اسواسطے کہ وہ دونون ذوی الارحام سے ہین نہ صاحب فرض ہین نہ عصبہ فما ابقتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ لیتا ہے اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنی جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا تو سب باقی مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ
اہل فروض متعدد ہون یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تہا شارح نے اوسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس ہے جمعیت باطل ہوگئی وعند
الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کیحالت مین تمام مال کو لیتا ہی ایک جہت سے ہم یعنی اگر اہل فروض نہون فقط عصبہ
بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے پس انفراد مین سے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض ہی
مال لیتا ہے جبکہ اوسکے ساتھ عصبہ نہو اسلئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنیکے تو ایک جہت سے
اوسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ کے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہی ثم العصبات بانفسہا اربعۃ اصناف جزء
المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہین میت کا جز پھر میت کی اصل پھر میت کے باپ
کا جز پھر میت کے دادا کا جز ہم میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور
میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اوسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات مین زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم
ہوگی پھر اوسکے بعد اوسی جو قریب تر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت
کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پرپوتا اور پوتے کا پوتا ہم اکمل نے کہا تقدیم بیٹی کی باپ پر یعنی میراث
مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہی دلیل نقلی تو قرآن مجید مین موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہین کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت
کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہی صرف مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کیواسطے تو مقتضا
اسکا یہ ہے کہ اوسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اوسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی سے بمقدار حصہ پدری کے اوسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی اپنا
مین اوسکی خواہش دلی کو باقی رکہا کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم اصلہ الاب پھر فرع کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا
یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہین ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر متروکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ ایک
بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہوچکا اہل فروض کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا پھر یون تنہا
مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کی مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پھر باپ کے
جد صحیح مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا اسر دادا اسکے بعد ذلک واما اب الام فمن اسباب
مین ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہی ذوی الارحام مین داخل ہے نہ عصبات مین ثم جزء ابیہ الاخ لابوین
ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنی سگا بھائی میت کا مقدم ہی پھر اوسکے بعد سوتیلا بھائی مقدم ہو بھتیجون پر ثم ابنہ لابوین ثم
لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنی بھتیجے کا
بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل وعلیہا الفتوی تاخیر بھائیون کی دادا سے
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
یعنی بھائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہو ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیون کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا
مقدم ہی پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اوسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہون اعمام پدری سے مقدم ہین ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکا سوتیلا چچا ہے ثم
ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپکے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد باپکے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد
پھر بیٹے اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفل پھر بیٹے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسیطرح
مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہون کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ھ اور اگر ایکدرجے کے عصبات
کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار اونکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اونکے اصول کے مثلا میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہین یا ایک
چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہین تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابھا
اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہین بیٹا ہونا باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیحھم
بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بابوین واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت
تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب یا اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ ادنین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا
ترجیح ویکانی سے قرابت کے قوی ہونے کیوجہ سے سو عصبات مین سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے
سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ھ درجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم مین اول جہت معتبر ہے تو جزء میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر
مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبون مین سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت مین بیٹا اور پوتا یکسان ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب
ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب مین بھی عصبات برابر ہون تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہے
اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر بھائیون مین اور بھتیجون اور چچون مین اور چچیرے بھائیون مین اور فرع اور اصول مین قوت قرابت کی یعنی سگا اور سوتیلا کا
اعتبار نہین ہو سکتا اور چونکہ یہہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور اونکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ بےمحل ہے
کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہہ جواب ہو سکتا ہے کہ اُسکا بھائی عصبہ بنفسہ ہے تو اسکی ذیل مین بہن کی بھی قوت قرابت کو مذکور کردیا
کذا فی الطحطاوی ملخصا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مان کے فرزند باہم وارث ہونگے نہ سوتیلی ماؤن کے فرزند ھ یہہ حدیث ترمذی مین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث
مذکور کا یہہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے سگے بھائیکا نہ سوتیلے بھائیکا والحاصل انہ عند الاستواء فی
الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہہ ہے کہ درجہ برابر ہونیکے نزدیک دو قرابت والیکی تقدیم ہوتی
ہے اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اعلی یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے ھ برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو
طرف سے قرابت رکھتا ہے باپکی طرف سے بھی اور ماں کیطرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کیطرف سے یا ماں کیطرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال
چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگی بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال وبغیرہ عصبۃ
البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی
ہین بیٹیان بیٹون کے ہونے سے اور پوتیان عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین پوتون کے ہونے سے اگرچہ درجات مین سافل ہون ھ بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید
دلیل ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد مین وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتون کے حصہ کے برابر یعنے
اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم ہر ایک
بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا علی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیان اور بیٹے ہون اسیطرح بنین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہئیے والاخوات
لابوین او لاب باخیہن اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین اپنے بھائی کے ہونیسے ھ اور بہنون کا عصبہ ہونا اپنے بھائیون کے ہونیسے

حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وَاِنْ کَانُوْا اِخْوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَاۤءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَھُنَّ اَلَّا مَعَ ذَوَاتِ النِّصْفِ وَالثُّلُثَیْنِ بِصُوْرَتِ عَصَبَۃٍ بِاَخَوَاتِھِنَّ تو عصبہ بغیرہ جانتا ہے بیٹیوں میں نصف اور ثلثین کے حصے والیاں وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے ھ اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور اوسکا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگے ہوں یا سوتیلے تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکمًا کابن ابن ابن یُعَصِّبُ مَنْ مِثْلُہٗ اَوْ فَوْقَہٗ اگرچہ بہنوں کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنی برابر کی درجہ والی بہن کو یا اوس بہن کو جو اوس سے اونچے درجہ والی ہو ھ عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر تین میں ہوتا ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور اوسکی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیری بہنوں کو بھی جو درجے میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو اون سے اسفل ہے درجہ میں تو ان میں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیب میں آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع غیرہ فقال ومع غیرہ کالاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ھنا الجنس پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ بیں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں جمعوں سے جنس مراد ہے ھ مترجم اور اوسکی شرح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اوسکا جواب دیا کہ جمع پر الف لام کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ موالی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ اونکی ماں کا مولی ہے ھ ولد الملاعنہ یہ ہے کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اوسکی زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اوسکی ماں کے ساتھ ملا دیا تو وہ اوس شخص کی مانند ہو گیا جسکو باپ کیطرف سے کچھ قرابت نہیں تو اسیطرح سبب ہوا کہ اوسکی ماں کے موالی اوسکے وارث ہوں اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اوسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اوسکا باپ ہی نتھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب شریک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونوں مولے ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولے کے قرابت دار اوسکی میراث میں باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کی قرابتدار ہیں اور اگر مولے مر گیا تو دوسرا باقی مولے ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالموالی ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لھما اور متن میں مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنیوالے اور عصبہ دونوں کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اوسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح بیان کیا ہے ماں کا موالی انکا عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعًا انکا کوئی باپ نہیں جس سے انکا نسب ثابت ہوا اور وہ اوسکے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وھی ان ولد الزنا یرث من توامہ میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لاب وام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے ماں جائے بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے ثم یختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی کرتے ہیں یعنی سو عصبہ سببی مولی سے غلام کا آزاد کرنیوالا ھ مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنیوالا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

ہین واقع ہوا تو وہین اور باقی عصبات مین کوئی اور جہد وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور ہر دو ذوی الفروض پر بھی مقدم ہی اور یہی قول ہو علی مرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سے اور مذہب جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل مطولات مین مذکور ہین ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المتقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولے العتاقۃ کے بعد اسکا عصبہ بنفسہ ہو بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولا قرابت ہو نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہی اوسکے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا سو جو ہی عصبہ سببی ہی اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہی پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اوسکا دادا اگرچہ عالی ہوا نہ آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اوسکے عصبات معلوم کرنا چاہیئے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث مین الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب ولا سے مراد ولاء عتاقہ ہی نہ ولاء میراث یعنی ولا عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا واذا ترک المعتق اب مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اپنے مولے کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولے کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کو واسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جدہ ای جد المولی واخاہ فھو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینھما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولے کا دادا اور اوسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ مین مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونون کے مابین مین مال مقسوم ہوگا میراث کی مانند ولیس ھنا عصبۃ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور یہان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتونکو ولا مین کچھہ حصہ نہین مگر اوس غلام کا ولا ہی جسکو عورتون نے آپ آزاد کیا اسلئے آخر الحدیث ہم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی ہین لہذا وہ ولاء عتاقت مین بموجب حدیث کے بیدخل ہین اور یہہ حدیث ٹکڑا ہی حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہے وھو وان کان فیہ شذوذ لکنہ تاکد بکلام کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشھور کما تبطلہ السید واقرہ المصنف اور یہہ حدیث مین اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اوسکو شرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اوسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی ہم شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی منفرد ہوا تو اوسکو نظر کرنا چاہیئے اگر اوسکی روایت اوس راوی کے مخالف ہو جو اوس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے تو اوسکی روایت شاذ مردود ہی یعنی قبول کرنیکے لائق نہین ہی اور اگر اوسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہی تو اگر اوس راوی کی حفظ اور اتقان پر اعتماد ہی تو وہ مقبول ہی اوسکا انفراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اوسکی حفظ و اتقان پر اعتماد نہین تو اوسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول مین آحاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد اوسکی متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو اونکی گواہی بمنزلہ متواتر کے قبضہ ہی جصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتونکو ولا مین کچھہ نہین کذا فی الطحطاوی

ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحجب ستۃ من الورثۃ بحال الستۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چھہ وارث کسی حالت مین محروم میراث سے نہین ہوتے الستۃ یعنی چھہ یعنی باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کیواسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہی اور بیٹی تین حال سے خالی نہین اوسکا یا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وھم غیر ھولاء الستۃ سواء کانوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہین جو ایک حال مین تو وارث ہوتے ہین اور دوسری حالت مین بالکل محجوب ہو جاتے ہین اور وہ فریق سوا ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنین

۱۲ یعنی کا مرتبہ ... [illegible]

وهو مبني على اصلين اور حجب کی بنا دو اصلون پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدون کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن میں دونون اصلین یا
ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوگی والا وارث ہوگی احدهما ان يحجب الاقرب من سواهم الابعد لما مر انه يقدم الاقرب فالاقرب
اتحد في السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ اونکے سوا جو کبھی محروم نہین ہوتے اور وارثون مین سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب
فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونون قرابتیں سبب ارث مین متحد ہون یا نہون ھ یعنی حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب
ہوتا ہے چنانچہ عصبات مین مذکور ہو چکا کہ میت کا جز میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنی فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب
ہے وعلی ہذا القیاس ذوی الفروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنین سگی بہنون کے
ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثاني ان من ادلى بشخص لا يرث معه كابن الابن لا يرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل
یہ ہے کہ جسکی قرابت لگتی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اوس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت دادا
سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا ولد الام فيرثون معها لعدم استغراقها التركة ... مگر مادری بھائی سو مان کے
ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ مان تمام متروکہ کو نہین پاتی ایک جہت سے ھ یعنی ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ مان کے ہے تو مقتضا اصل ثانی یہ تھا
کہ مادری بھائی مان کے ساتھ وارث نہوتا مگر اوسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ مان سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض
اور عصبات مین سے کوئی باقی نہین سوا مان کے تو اب وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً ورداً والمحروم كالابن الكافر والقاتل لا يحجب
عندنا اصلاً اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ھ جب محروم مین علت میراث کی
نہین تو وہ استحقاق ارث مین میت کی مانند ہوگیا تو اسطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے ہے ... والمحجوب يحجب اتفاقاً كالاثنين
بالاب ... اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے
سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی مان کو وكالاخوة والاخوات فانهم يحجبون بالاب حرمانا ويحجبون الام من الثلث الى السدس حجب
نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنی بالکل محجوب ہو جاتی ہین اور بھائی بہنین مان کی حاجب ہوتی ہین
ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنی بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہین کہ مان کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے
اور دوسری حجب نقصان کی وحجب النقصان لخمسة الام وبنت الابن والاخت لاب والزوجين اور حجب نقصان پانچ شخصون کو حاصل
ہوتا ہے مان اور پوتی اور سوتیلی بہن اور شوہر اور جورو کو ھ مان تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک لیکن ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنون کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے نصف
سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور شوہر محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے
کذا فی الطحطاوی ويسقط بنو الاعيان وهم الاخوة والاخوات لاب وام بثلثة بالابن وابنه وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند
ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہو جاتی ہین تین شخصون کے ہونے سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور تیسرا
باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور چوتھا شخص دادا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ھ برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین
نے مصنف کی مانند خود حجب کو اور اونکی مستحقون کو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب مین بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب
سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اوسکے ذکر کیوقت بیان کر دئے تو باب الحجب مین حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے
حالت سقوط بھی مقدم مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا يقاسمهم على اصول زيد ويفتى بالاول وهو السقوط كما هو مذهب ابي حنيفة و
اصول زيد مبسوطة في المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوی دیا گیا ہے
اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ مین شرح مذکور ہین ھ شرح الفقہا مین اصول زید یون

مذکور ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کی برابر حصہ لیتے برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر
ثلث سے کم ہوگا تو اوسکے لئے ثلث مفروض ہوگا اور باقی وہ بہائیان بہنین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد چہوڑے تو متروکہ
انہین نصفانصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بہائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی
مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بہائیون مین مقسوم ہوگا اسواسطے کہ اسصورت مین مقاسمہ سے چوتہائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد
اور بہائیون کیساتہ کوئی صاحب فرض ہے تو اوسکو فرض دیا جاویگا پہر مال کیا جاویگا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس
تو جو انہین سے جو اوسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اوسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً و فی الوہبانیة
ما اسقطا اولاد عیان وعلة ٭ وقد اسقط النعمان ہو الحبر اور وہبانیہ مین ہے اور صاحبین نے سگے بہائیون اور سوتیلی بہائیون کو دادا کے ساتھ ساقط
نہین کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے اونکو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور معتمد ہے ھم قولہ وعلة کا واو بمعنی او ہے یعنی اسواسطے کہ عینی
کے بعد علاتی وارث ہوتا ہے نہ اوسکے ساتہ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیة وان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور سقوط بنی
اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
ویسقط بنو العلات وہم الاخوة والاخوات لاب بہم ای ببنی الاعیان ایضا وبہولاء ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا
بالاخت لاب وام اذا صارت عصبة کما علمتہ اور بنو العلات یعنی سوتیلی بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین سگے بہائیون سے بہی اور ان شخصون سے
یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسیطرح ساقط ہوتی ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاوے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اوسکو معلوم کر چکا ہے ھم چونکہ بنی
اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا اونکے ہوتے ہوئے وہ ساقط ہو جاتی ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے
بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چہوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاوینگے
کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیاف وہم الاخوة والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم
من قبیل الکلالة کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہو جاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہوا اور باپ
اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح
بیان کیا ہے ھم بالاجماع جد سے متعلق ہے یعنی بخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر
وتسقط الجدات مطلقا ابویات او امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور
نانیان اس سے ساقط ہو جاتی ہین والابویات بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث مع الجد
لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ کما لا تسقط ام الاب اور اسیطرح سے جد سے ساقط ہو جاتی ہین دادیان مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی ماں ساقط نہین ہوتی اصلی کی
وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جد بخود جد ہی جد کی تو وہ دونون باپ کی مانند ہوئی اصلی قرابت مین
یعنی ہو جیسے کہ والدین وارث ہوتے ہین ایسے ہی جد اور جدہ وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہة کانت البعدی کذلک وارثة کانت القربی ام
محجوبة کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ کو اسیطرح ہر جہت والیکو محجوب کرتی ہے
خواہ قریبہ وارثہ ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہے حجب المحجوب کی شرح مین ھم تو چار صورتون مین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ
مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسری یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے تیسری یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو
محجوب کرتی ہے چوتہے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعتا وکانت احدہما ذات قرابة واحدة کام الاب
کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیة وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی مطلقا فہم والاخری

تو جسمین ایک قرابت کی جہت ہو گی اوسکو ایک حصہ ملیگا اور جسمین دو جہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اور حقیقت مین متعدد ہے تو
اوسکو دو حصے ملینگے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے سابق ہی وھما ای ابو حنیفۃ وابو یوسف انصفا قا باعتبار الابدان وبہ قال مالک و
الشافعی وبہ جزم فی الکنز فقال وذات جہتین کذات جہۃ اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے نصا نصف قسمت کی ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی
امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین سو کنز مین یون کہا ہی کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کی برابر ہی ھم فقول شیخین کی وجہ یہ ہے
کہ اگر جہت کے تعدد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد وجہت واحدہ کی مانند ہی اور یہان
اسیطرح ہے کہ دو قرابت والیکو بھی جدہ بولتی ہین ایک قرابت والیکی مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہو گی ایک قرابت والیکے ساتھ تو شیخین کے
نزدیک انہین بھی سدس نصا نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والیکو اور تین حصے تین قرابت والیکو ملینگے
طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہے سراجیہ مین ابو یوسف کے ساتھ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہین کیا ہے اور اوسکی شرح فرائض شریفی مین ہے کہ
سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابات احدی الجدتین مین کچھ روایت نہین ہی لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض
مین یون مذکور ہی کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کی قول کی مانند ہی انتہے واذا استکمل البنات والاخوات لابوین فرضھن وھو
الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورۃ الاولی واخ فی الثانیۃ موازای مساو
او نازل ای سافل فحینئذ یعصبہن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض حصہ یعنی
دو تہائیان پورا بہر لین تو پوتیان ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورتمین اور بہائی کے عصبہ کر دینے سے
دوسری صورتمین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کی برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت ہی ابن الابن بنات کو اور سوتیلا
بھائی اپنی بہنونکو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق قو اخیر سورہ نسا مین مذکور ہے [illegible] وفی الطحطاوی [illegible]
ظاہر کلامہم یعنی بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب بل المال للذکر دون [illegible]
لانہا من ذوی الارحام قال فی الرحبیۃ ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف
مطلق بولنے مین ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا
اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد کرنے والیکا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال ان صورتون مین مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسواسطے کہ مذکورات یعنی یہ چارون
صورتون مین ذوی الارحام سی ہے رحبیہ مین کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنی برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو نسب مین یعنی [illegible] ھم
پس مذکورہ صورتون مین عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت مین اور جو عورت کہ صاحب
فرض نہو جیسا کہ امثلہ مذکورہ مین تو وہ اوسکا بھائی اوسکو عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا
نازل فقط ابن الابن کی صفت ہی نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اوسکی صفت نہین ہو سکتا
ان یجعلہ نعتہ [illegible] کہ تقدیم صفت کی قبیل از معطوف نسبۃ تھی کذا فی الطحطاوی ملخصا بخلاف ابن الابن دونہ سافل فانہ یعصبہا [illegible] اذ وقوعہ
فیمن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ بخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر والی
کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی اون عورتونکو جو اوس سے نیچے درجے والیان ہین ھم یعنی اگر
عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اور اوسکا بھتیجا اوسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی
چنانچہ اگلی مثال مین واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن اخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بہذہ الصورۃ

الفریق الثالث		الفریق الثانی		الفریق الاول	
ابن		ابن		ابن	
ابن		ابن		ابن بنت	علیا
ابن		ابن بنت	علیا	ابن بنت	وسطی
ابن بنت	علیا	ابن بنت	وسطی	ابن بنت	سفلی
ابن بنت	وسطی	ابن بنت	سفلی		
ابن بنت	سفلی				

سو اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اسطرح کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہے اور دوسری فرزند کی پوتیاں تین چھوڑیں اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اسکے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کریں تو واضح ہوتا ہے ہم توضیح اسکی یہ ہے کہ میت کے پہلے بیٹے نے بیٹا چھوڑا پھر اوسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اوسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اوسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علے ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پوتے نے اسیطرح علے الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مرگئے تمام طبقات کے اور لڑکیاں اونکی باقی رہیں اور میت جد اعلے ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا قال العلیا من الفریق الاول لا یوازیها احد فلها النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کو برابر کوئی عورت نہیں تو جد اعلی کے متروکہ سے اوسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اوسمین اور میت مین ایک واسطہ ہے بر خلاف اور بنات کے لہذا اوسکی برابر مین کوئی عورت نہین تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بنت صلبی کے ہے والوسطی من الفریق الاول توازیها العلیا من الفریق الثانی فیکون لهما السدس تکملة للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونو کو سدس ملیگا ثلثین کے پورا کرنیکے واسطے ہم یعنی دونو پوتیاں اسواسطے ہم درجہ ہوتین کہ میت مین اور انمین دو دو واسطے ہین انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پائیگی تو ثلثین مین سدس باقی رہتا تھا وہ اونکو ملا کہ دو تہائیاں پوری ہوجاوین ولا شیء للسفلیات اور کچھ نہیں ہے نیچی پوتیوں کیواسطے ہم اور یہ نیچی تین پوتیون سے دو تہائیاں پائین اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیوں سے زیادہ نہیں ہے اور عصبیت انکی قطعا ثابت نہیں تو اصلا اونکو میراث نہ ملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الا ان یکون معهن او اسفل منهن غلام فیعصبهن ومن بحذائها ومن فوقها ممن لم تکن صاحبة فرض ویسقط السفلیات سفلیات کے لئے کچھ نہیں مگر یہ کہ سفلیات مین کسیکے ساتھ بھائی ہو یا اوس سے نیچے ہو تو وہ اوسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اوس سے اوپر والی کو جو صاحب فرض نہیں ہے عصبہ کریگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاوینگی ہم تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اوسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کے سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہوکر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور چھ سفلیات مین آٹھ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ ہو فرض ہو تو تمام مال اوسمین اور اوسکی بہن مین تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیون کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور باقی اوسمین اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی سفلیات ساقط ہوجاوینگی کذا فی الطحطاوی والشریفی ویأخذ ابن عشر کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارة السراجیة وغیرها خذ احد ابی عشر

هو ابن عم لام المشرك بين الفرض شارح نے کہا قوله ابن عم مصنف کے نسخہ مین اسیطرح ہی یا ابن عم مرقوم ہے اور رشید وغیرہ کی عبارت یا ابن عم احدها
عصبۃ ہی یعنی وہ چچیرے بھائیون میں جو اخیافی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ دو بھائی ہین ہر ایک نے
ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلا حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پہر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مر گیا اور
دوسرے بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اُس سے دوسرا بیٹا اوسکا حمید نام پیدا ہوا پہر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی
جو اوسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑکر مر گیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحطاوی ہی ہمشیرۃ وکذا لو کان
الآخر زوجا فله النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اوسکو نصف حصہ لیگا فرضیت کے حساب سے ویقتسمان الباقی
بینهما نصفین بالعصوبۃ حیث لا مانع من الارث بهما فیرث بجهتی فرض وتعصیب اور دونو چچیرے بھائی باقی مالکو اپسمین نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی
راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین ہے اوسکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے ہم پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس ہین اور
دوسرے صورت مین نصف اور اگر زوجہ کا مثلا بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم ہونے کیوجہ سے اور زوجیت کیوجہ سے اور اخیافیت کیوجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی
الطحطاوی واما بفرض وتعصیب معا بجهۃ واحدۃ فلیس الا الاب والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھ ہونا ایکہی جہت سے یہہ تو پایا نہین
جاتا کسی وارث مین سوای باپ اور دادا کے ہم جہت واحد یہان اُبوت ہی یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جهتا تعصیب کابن هو
ابن ابن عم بان نکح ابن عمها فتلد ابنا مین کہتا ہون اور کاہی عصوبت کی دو جہتین جمع ہو جاتی ہین چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت
نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پہر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن
اس مثال مین خلل ہے کہ یہان میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کیوجہ سے اسواسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہے مگر اسکا یون
جواب دیا جاتا ہی کہ اجتماع جہتین یہان مراد ہی قطع نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی وکابن هو معتق اور جیسا کہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو ہم صورت
اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہی فرزندی کی جہت سے بھی اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد
یجتمع جهتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحهم المحارم ویتوارثون بهما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجهتین وتمامه فی کتب
الفرائض وتاتی الاشارۃ الیه فی الغرقی اور کبہی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہہ تو متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتون
سے نکاح کر لیتے ہین اور باہم وارث ہونگے دونو جہت سے سا تہہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم
فرائض کی کتابون مین مذکور ہے اور اسکی طرف غرقیونکی فصل مین اشارہ آدیگا مثلا مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا فرزند ہی اس عورت
کا اور بہائی بھی ہی پہر اگر وہ مر گیا تو اوسنے اپنی مان اور بہن کو چھوڑا تو وہ اوسکی وارث ہوگی دونون جہت سے یعنی مان ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی
جہت سے بھی ولو ترکت زوجا واما او جدۃ واخوۃ لام واخوۃ لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدۃ السدس وولد الام
الثلث ولا شیء للاخوۃ لابوین لانهم عصبۃ ولم یبق لهم شیء اور اگر ایک عورت نے زوج اور مان یا دادی کو اور اخیافی بہائیون اور سگے بھائیونکو چھوڑا
تو زوج نصف ترکہ لیگا اور مان یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لین گے اور سگے بھائیون کیواسطے کچھ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور انکے
واسطے کچھ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھ باقی نہین رہا وعند مالك والشافعی
یشترك بین الصنفین بالسویۃ کان الکل اولاد ام اور مالک اور شافعی کے نزدیک پہلی دونو قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم
ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مشہور ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہی اور بعضون نے اسکو بکسر را مہملہ
بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذلك یفرض مالك والشافعی للاخت لابوین او لاب
النصف وللجد السدس مع زوج وام فتعول الی تسعۃ اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی سگی بہن یا سوتیلی بہن کیواسطے نصف کو فرض کہتے ہین اور دادا

داخل ہوگا ہر سہم میں سبع یعنی ساتوین حصے کا تو و ہ چھ مین سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی اسلیے خلاصہ یہہ ہے کہ ایک چھٹہ کا سدس تھا جب چھہ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ جو نسبت ہے اس کی نسبت سے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہوگئی وَاَوَّلُ مَن حَکَمَ بِالعَولِ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہین ہم فاروق اعظم کے زمانے مین ایک صورت واقع ہوئی جسکا مخرج اوسکے اداے فروض سے تنگ تہا تو اصحاب کبار سے آپنے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کیطرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نکیا مگر ابن عباس نے اونکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام مین واقع ہوا بعہد خلافت فاروقی مین وہ یہہ تہا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہری تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھہ سے ہوا اور اوسنے عول کیا آٹھہ کیطرف فتوی البخاری ہم سبعۃ مہر دریافت کرنا چاہیئے کہ مخرج حصون کے سات ہین ہم وجہہ اسکی یہہ ہے کہ کتاب اللہ مین چھہ فرض مذکور ہین نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہین اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہون تو کثیر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہون تو مسئلہ آٹھہ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چھہ سے ہوگا اور یہہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہین اور جبکہ نوع اول مین نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھہ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھہ سے ہوگا تو یہہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ مین داخل ہے اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹھہ چھہ بارہ چوبیس اَربَعۃٌ لَا تَعُولُ الاِثنَانِ وَالثَّلٰثَۃُ وَالاَربَعَۃُ وَالثَّمَانِیَۃُ مخارج سبعہ مین سے چار مخرج تو عول نہین کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھہ ہم یہہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھہ زیادہ باقی رہتا ہے تو بہر صورت عول کی حاجت نہین ہوتی مثلا دو کا مسئلہ اوسوقت ہوگا جو نصف جمع ہون چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلے ہذا القیاس ہے البواقی کذا فی الشریفیہ تبصرہ وَثَلٰثَۃٌ قَد تَعُولُ یا لاختلاط کا بیچ فے باب المخارج اور تین مخارج مین کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کیوجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج مین آویگا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہے فَسِتَّۃٌ تَعُولُ اَربَعَ عَولَاتٍ اِلیٰ عَشَرَۃٍ وِترًا وَشَفعًا تو چھہ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونو کے اعتبار سے یعنی چھہ عول کرتا ہے سات کیطرف اور آٹھہ کیطرف اور نو کی طرف اور دس کیطرف فَتَعُولُ اِلیٰ سَبعَۃٍ کَزَوجٍ وَشَقِیقَتَینِ تو چھہ کا عول ہوتا ہے سات کیطرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہونے مین ہم تو اسصورت مین سدس کے ساتھ عول ہوا یعنی چھہ سے زیادہ کرنیسے سات ہوگئے اور بقدر نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ مین طحطاوی سے مذکور ہوگئی وَلِثَمَانِیَۃٍ کَھُم وَاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے آٹھہ کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں مین یعنی زوج اور دو سگی بہنون اور ماں مین ہم تو اسصورت مین ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھہ کی تہائی دو ہے جب اسکو چھہ پر زیادہ کیا تو آٹھہ ہوگئی تو ہر سہم ورثہ مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھہ کا وَلِتِسعَۃٍ کَھُم وَاَخٍ لِاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے نو کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بہائی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی مین ہم تو اسصورت مین نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھہ کا جب اسکو چھہ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہہ صورت اولی زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تہا تو اوسنے چاہا کہ مین نصف مال لون تو علماء حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انہون نے فرمایا کہ ثلث مال اوسکا حصہ ہے وَلِعَشَرَۃٍ کَھُم وَاٰخَرَ لِاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے دس کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بہائی اخیافی مین یعنی زوج اور دو سگی بہین اور ماں اور دو اخیافی بہائی مین ہم تو اسصورت مین ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چھہ کے جب انکو چھہ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین قاضی شریح نے زوج کیواسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہرون

اُہو نشاء پہرتا تہا اور لوگون سے سوال کرتا تہا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑکر اور اوسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چھوڑا سو زوج کا حصہ کیا ہے تو لوگ کہتے نصف ہے
تو وہ کہتا تہا کہ شریح قاضی نے نہ مجھکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اوسکو طلب کیا یون کہکر کہ مجھے خبر ہو لتو باتی ہے ہمارے پاس پہر جب وہ آیا
تو اوسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہے اور وہ اچہی حکم کو ظلم کیطرف نسبت کرتا ہے اور ایسے حکم کی مجہسے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہے
یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے انتہے مختصراً بالجملہ وہ شخص جاہل تہا عول کی حقیقت نہ سمجہا تہا لہذا اس حکم کو خوب نہ جانتا تہا
فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے جبکہ چہہ وغیرہ یا نو یا آٹھ کیطرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہے اور اگر سات کیطرف عول کرے تو احتمال ہے
کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی وَاِثْنَا عَشَرَ تَعُوْلُ ثَلٰثًا اِلٰی سَبْعَۃَ عَشَرَ وِتْرًا لَا شَفْعًا فَتَعُوْلُ لِثَلٰثَۃَ عَشَرَ کَزَوْجَۃٍ وَشَقِیْقَتَیْنِ وَاُمٍّ وَلِخَمْسَۃَ عَشَرَ کَہُمْ
وَاَخٍ لِاُمٍّ وَلِسَبْعَۃَ عَشَرَ کَہُمْ وَاَخٍ اٰخَرَ لِاُمٍّ اور بارہ عول کرتا ہے تین بار سترہ تک طاق عدد مین نہ جفت مین تو بارہ عول کرتا ہے تیرہ کیطرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور مان مین اور پندرہ
کیطرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور اخیافی بہائی مین اور سترہ کیطرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور دو اخیافی بہائی مین ہم
جب بارہ کا عول سترہ کیطرف کیا تو میت مرد ہو اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونونکا احتمال ہے کذا فی العالمگیریۃ وَاَرْبَعَۃٌ وَعِشْرُوْنَ تَعُوْلُ
اِلٰی سَبْعَۃٍ وَعِشْرِیْنَ فَقَطْ کَامْرَاَۃٍ وَبِنْتَیْنِ وَاَبَوَیْنِ وَتُسَمَّی الْمِنْبَرِیَّۃَ اور چوبیس کا عول ہوتا ہے فقط ستائیس کیطرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو
بیٹیون اور مان اور باپکے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہین ہم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ
سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑہتے تہے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہے تو فرمایا کہ
صَارَ ثُمُنُہَا تُسْعًا یعنی اوسکا آٹہوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطانت اور ذکاوت کا اور منسوری کی شرح
ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے سوال ہوا وہ خطبہ یہہ تہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَحْکُمُ بِالْحَقِّ قَطْعًا وَ
یَجْزِیْ کُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی وَاِلَیْہِ الْمَعَادُ وَالرُّجْعٰی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صَارَ ثُمُنُہَا تُسْعًا انتہے خواہرزادہ کی شرح مین ہے کہ علی مرتضی
کمال حاذق و ماہر تہے علم حساب مین حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قرآن مین پڑہتے ہو وَلَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ
ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا اور ہماری کتاب مین تین سو برس مذکور ہے اور یہہ مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری
کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونانکے حساب کے موافق ہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہے
اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا اس فی البدیہہ جواب سے اور مسلمان ہوگیا ولہذا کہا گیا ہے کہ
علی مرتضی معجزہ تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد
اور مطیع تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تہے آپکی نبوت کے اور یہہ ایسا کلام ہے جیسا بعضے علماء نے کہا کہ امام ابو حنیفہ معجزہ تہے معجزات
نبوی سے کذا فی الطحطاوی وَالرَّدُّ ضِدُّہٗ کا ماصرّ اور رد ضد ہے عول کا چنانچہ اول باب مین گذر گیا ہم مسائل فرائض کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور
فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور دو
سوتیلی بہنین چہوڑین تو سوتیلیون کا فرض حصہ ثلث ہے اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسیطرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام
سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اوسکو عصبہ لیگا تو یہہ فریضہ عادلہ ہے یعنی اوسا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ
اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور مان کو چہوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین
اور مان کا سدس ہے اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہے رد کا یعنی سدس باقی انہین وارثونکو پہیر دیا جاوے اور فریضہ عائلہ وہ
ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اوسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہوچکین کذا فی العالمگیریۃ وَحِیْنَئِذٍ فَاِنْ
فَضَلَ عَنْہَا اَیْ عَنِ الْفُرُوْضِ الْمَالُ اِذْ لَا عَصَبَۃَ ثَمَّ رُدَّ ذٰلِکَ الْفَاضِلُ عَلَیْہِمْ بِقَدْرِ سِہَامِہِمْ اِجْمَاعًا لِفَسَادِ بَیْتِ الْمَالِ اور اسوقت

ہون تو تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کیواسطے بطریقہ اختصار کیا ہم دو سدس ہونے کی یہہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چھہ سے ہوا اور دونون کے دو سہم ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہے تو اس تقدیر مین بھی مسئلہ چھہ سے ہے اور وارثون کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیونکو دو ثلث مال کی اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہے تو یہاں بھی مسئلہ چھہ سے ہے اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونون مسئلے چار سے قرار دئے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اسطرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور سدس جمع ہون چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو توان تینون صور تونمین بھی مسئلہ چھہ سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور ماں کا ایک سہم ہے تو متروکہ کی پانچ حصے کئے اونمین سے چار خمس بیٹیونکو اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت مین تین جنس وارثونکی جمع ہوتی ہین اور منجملہ چھہ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہین اونمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو اونپر متروکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر اونکی سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بھی چھہ سے پانچ سہم اخذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم اور اسیطرح ماں کی سگی بہن کے ساتھہ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا قصر مسافت کیواسطے یعنے دو قسمتونکو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وھو الزوجان اعطی من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فھی من اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ وھی تستقیم علیھن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھہ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہین ہوتا اوسکو اوسکا فرض دیا جاوے اوسکے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاوے اونکی ذاتونپر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہے باقی رہے تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھہ حاجت نہین ہے زوج کا فرض اولاد کے ساتھہ چوتھائی ہے تو اوسکا کمتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیونپر بلا کسر قسمت ہوگئے ضرب کی کچھہ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤسھم ای رؤس من یرد علیھم کزوج وست بنات ضربت فقہا وھو ھنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وھو ھنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھہ بیٹیونمین تو اونکا وفق جو کہ یہاں دو ہے اوسکے مخرج مین ضرب کیا جاوے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھہ ہوگا تو زوج کی دو اور بیٹیون کے چھہ سہم اقل فرض زوج چار ہے پھر جبکہ زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھہ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چھہ مین توافق بالثلث ہے تو رؤس بنات کا وفق جو یہاں دو ہے چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی والا ای وان لا یوافق بل باین ضرب کل عدد رؤسھم فیہ ای فی المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ھنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین کان للزوج واحد ضربناہ فی المضروب یکن خمسۃ فھو لہ والباقی ثلثۃ اضربھا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے انمین زوج کا فرض ایک ہی باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض
ایک تہا اوسکو ضرب کر مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیونکا تین ہے اوسکو بھی مضروب مین
یعنی پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھم یہہ صورت بھی صورتین سابقین کی مانند ہے اصل اسکی بارہ ہے اجتماع ربع
اور ثلثین کہیے جیسے لیکن اسکو چار کیطرف پہیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پہر جب اونمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر
مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے تو عدد روس بنات کو مخرج مین یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا
کذا فی شرح الفرائض الشریفی والرابع لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا اکثر منہا بحکم الاستقراء اذ لا ترد مع اربع طوائف اصلا کما بالاستقراء
اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسو کے ساتھ دو جنسون سے زیادہ یعنی قسم رابع نہین ہوسکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ رد نہوگا چار
جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ھم یعنی اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اوسکی مثال مذکور
ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسو کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین
ہوجاتی ہین اور چار جنسون کے ساتھ ہرگز نہین ہوتا استقرائی دلیل سے ولعل ہذا نکتۃ اقتصارہ فیما مر منہا علی الجنسین والا شارۃ
کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنیکا دو جنسو پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا ھم یعنی مصنف نے جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس
ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسیواسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ھم
اور اقتصار سے یہہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والافراد بالثانی بعضہ لا کلہ فتامّلہ اور اگر اقتصار علی الجنسین کا یہہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو
مصنف کی کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اوسکا سو اسکو تامل کر ھم یعنی قسم ثانی کی بعضی صورت یعنی جنسین دو جنسین مجتمعان
مراد ہین نہ اوسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین ہوتا ثم من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ
علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین
ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اوسکو قسمت کر اون وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاے چنانچہ زوجہ
اور چار دادیان اور چھہ اخیافی بہنین وارث ہون ھم استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی ومختصر
فمخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ تستقیم علی سہم الجدات وسہمی الاخوات لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق کما سیجیء
تو مسئلہ مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اونمین سے زوجہ کا ایک ہی باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنونکے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن
بعد تو منکسر ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اوسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ھم چار دادیون کا حصہ ایک تہا وہ اونپر قسمت نہین ہوتا اور
اسیطرح بہنونکا حصہ دو ہے وہ اونپر بٹ نہین سکتا وان لم یستقم فاضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل
مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو من یرد علیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل
ہوگا اسی سے دونو فریق کے حصونکا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات و
تسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ من یرد علیہ وھی
خمسۃ لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین فہی مخرج فرض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھہ دادیان وارث ہون تو
مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھہ تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہی باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلیے بیٹیون اور دادیونکے فرض دو
ثلث اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھہ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کا ضرب کیا حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہوا دونو فریق کے فرض کا ھم من یرد علیہ

تھے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو اوسکی دو ثلث چار ہونگی اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموعہ فرضین پانچ ہوئے سبب پانچ کو آٹھ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے

ثم اضرب سهام من لا یرد علیه وهو سهم للزوجات فی خمسة مسئلة من یرد علیه یکن خمسة فهی حق الزوجات الاربع من الاربعین ہر من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربعہ کا حق ہی ۴۰ مین سے واضرب سهام کل فریق من یرد علیه وهی اربعة للبنات وسهم للجدات فیما بقی ای فی السبعة الباقیة من مخرج فرض من لا یرد علیه یکن للبنات ثمانیة وعشرون وللجدات سبعة فاستقام فرض کل فریق لکنه منکسر علی آحاد کل فریق فصححها بالاصول السبعة الاتیة فی باب المخارج تصح من الف واربعمائة واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کر اون سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ درست ہوگیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اوسکی تصحیح کر لی اون سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج مین تو صحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چار سو اور ۴۰ سہم سے ہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہی اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہی اور اونمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ ہی اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وتصح الاولی من ثمانیة واربعین ولولا خشیة الاطالة لاوسعت الکلام هنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہوجاتا ہی ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ہم ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہی اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہی اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہی اور ہر ایک کا حصہ چار ہی کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام یہ باب ہی توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ہم منبر بین ہی کہ رحم اصل مین منبت ہی ولد کا اور اوسکا ظرف پھر قرابت اور وصلت من جهة الولاد سے برحم ہوگئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت مین ذو رحم عبارت ہی صاحب قرابت سی مطلقاً خواہ قرابت من جهة الولاد ہو یا نہو هو کل قریب لیس بذی سهم ولا عصبة فهو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین ہم یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہی اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہی امام اور صاحبین اور اونکے اتباعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس بروایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین اونکے نزدیک جسوقت اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکھا جاتا ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والونکی دلیل یہہ ہے کہ حق تعالی نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کیواسطے کچھہ مذکور نہین کیا اگر اونکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالونکی دلیل یہہ آیت ہی واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وتمامه فیه ولا یرث مع ذی سهم ولا عصبة سوی الزوجین لعدم الرد علیهما اور ذو رحم وارث نہین ہوتا ساتھ صاحب فرض اور نہ عصبہ کے سوا زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم اونکے ساتھ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ اونپر رد کرنا فرض کا نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابة تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کیوجہ سے ہم جمیع مال کے لفظ مین اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کی مانند ہی اوسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہی اور قرب کا ہی ہوتا ہی قرب درجہ سے اور کاہی قوت قرابت سی تو جیسے تعصیب مین بیٹا مقدم ہی باپ پر اسیطرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہی اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربهم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا نزدیک تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہی عصبات کی ترتیب کی مانند یعنی جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہی اسیطرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہین ہوتا فهم اربعة اصناف جزء المیت ثم اصله ثم جزء ابویه ثم جزء جدیه او جدتیه توکل ذوی الارحام چار قسم ہین قسم اول میت کا جز یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ ناتی اور ناتن پہر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیان پہر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بہانجا اور بہانجی پہر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی تن اگر مضمر مین وجیز مین یقدم جزء المیت وهم اولاد البنات و اولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنی جبکہ یہہ قاعدہ ٹہرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی قسام مین اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیونکی اولاد سے اور پوتیون کی اولاد سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ کچہہ درجہ سافل اور نازل ہون ہم تو اگر میت کی ناتن یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لیگی نانا اور نانی کو کچہہ نملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کی مانند ثم اصله وهم الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پہر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ کچہہ درجہ عالی اور اونچے ہون ہم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکہے بواسطہ عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہہ ہے کہ اس قسم مین بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کی مانند مطلقا خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ثم جزء ابویه وهم اولاد الاخوات لابوین او لاب و اولاد الاخوة و الاخوات لام وبنات الاخوة لابوین او لاب وان نزلوا پہر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد اور سگے بہائیون یا سوتیلے بہائیونکی بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون ہم یہہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنی بہانجے اور بہانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بہائیونکی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بھتیجے عصبات مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہوگیا اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بہانجی مقدم ہے بہائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بہائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بہائی کی پوتی لیگی بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویقدم الجد علیهم خلافا لهما اور مقدم ہے نانا ان پر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین کے ہم امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہہ روایت مشہور نہین اور نہ اسپر فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بہانجے اور بہانجیون اور بھتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین کے نزدیک بہانجے اور بہانجیان اور بھتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کی قیاس سے ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے بہائیون پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیه او جدتیه پہر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ہم یہہ ذوی الارحام کی چوتہی قسم ہے اور اسلئے ان مذکورات سے جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی مراد ہے وهم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہین ہم یہہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہین ماموں تو بہائی ہین میت کی ماں کے اور خالہ بہنین ہین اوسکی تو اگر ماں کے سگے بہائی بہن ہین تو میت کے نانا کیطرف منسوب ہین اور اگر ماں کی اخیافی بہائی بہن ہین تو میت کی ماں کیطرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنی میت کے باپ کے اخیافی یعنی مادری بہائی ہین اعمام مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمات اور پہوپہیان بہی ذوی الارحام سے مطلقا سگی ہون یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کیطرف منسوب ہین جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اوسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری در مین بلا برین یہان کوئی اقرب اور ابعد نہین اور انمین حکم یہہ ہے کہ انمین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکہنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہین اگر متحد ہے مطلب کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے ہے تو اقرب اولی ہے بالاجماع یعنی سگا اولی ہے سوتیلے سے اور سوتیلا اولی ہے اخیافی

ہے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی مین بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری سکنے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کیواسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وبنات الاعمام واولاد ھؤلاء اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال اور خالات اور اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الاباء والامھات واخوالھم وخالاتھم واعمام الاباء لام واعمام الامھات کلھم واولاد ھؤلاء وان بعدوا بالعلو والسفول پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور اونکے ماموں اور خالائین اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اوپر اور نیچے ہوکر ھ یعنی جبکہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اوسکی ماں کے چچا اور ماموں اور عمہ اور خالہ کیطرف تو اگر انمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بعدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہے تو باپ کی قرابت والونکو دو تہائیان ہین اور ماں کی قرابت والونکو ایک تہائی اسیطرح آخر تک اور اگر یہہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہ کیطرف پھر انکے بعد انکی اولاد کیطرف اسیطرح غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی وشرح السراجیۃ ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم مین ھ قسم رابع مین یہہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انمین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہہ اطلاق اوسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ واتحدت الجھۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ھ ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع مین یہہ نہین ہوتا ہان انکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کیواسطے ایک تہائی ہے ھ طحطاوی نے کہا یہہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور انکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کیوقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے ھ در صورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سبکا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نانی کو دو ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وھو ھنا البطن الثانی فھو ابن بنت وبنت بنت فیما اعتبر صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیھم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فیصیر یکون الثلثان لبنت ابن البنت نصیب ابیھا والثلث لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ کذا فی السراجیۃ وشرحھا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت مین چنانچہ نانی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو تقسیم کیا ہے اوس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنی نانی اور ناتن مین تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو اونپر مال کو تین حصے کر کے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اوسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان نانی کی بیٹی کی ہونگی جو اوسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اوسکی ماں کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اوسکی

اتفسر جو نہیں تھے یعنی یہاں نہایت مختصر مذکور ہوا ہے جبکہ اصول میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور صفات
اصول کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلیٰ بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اوسکی فرع کیواسطے مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف
کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں ناتی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی ناتی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کے اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب
کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اوسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہے فمن
شاء الاستبصار فليرجع اليها وهما اعتبرا الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا ہم یہ ضمیر کا مرجع مقدم مذکور
نہیں ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لكن قول محمد اشهر الروايتين عن ابی حنيفة فی جميع ذوی الارحام وعليه الفتوى
كذا فی شرح السراجية للمصنف لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اوسی قول پر فتوی ہے
ایسا مذکور ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں ہم وهكذا فی العالمگيرية عن الكافی اور یہی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول
صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا
اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے وفی الملتقى وبقول محمد يفتى سئلت عمن ترك بنت شقيق وابن وبنت شقيقة كيف تقسم
فاجبت بانهم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحينئذ تصير الشقيقة كشقيقتين فيقسم المال بينهما نصفين ثم يقسم نصف الشقيقة على اولادها
اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے مجھسے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اوسکا ترکہ
کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اسطرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت میں
سگی بہن دو سگی بہنوں کی مانند ہو جاویگی یعنی اسواسطے کہ اوسکی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں
کے ہو گئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اوسکی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر مقسوم ہوگا ہم یہہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر اونکا مذہب یہہ ہے
کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری
اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب
سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل میں اعتبار کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کی دو فرع ہیں لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو
بہنوں کے قرار دیا اور ترکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اوسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک
تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من المواضع

فصل فی الغرقى والحرقى وغيرهم

یہہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام
میں ہم غرقى جمع غريق کی اور حرقى جمع حريق کی جیسے قتلى جمع قتيل کی مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے
لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی آگ سے جل گئے یا اونپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہہ قرار
دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ ہی ایک ہی آن میں مر گئے ولا توارث بين الغرقى والحرقى الا اذا علم ترتيب الموتى فيرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں
باہم وارث ہونا نہیں یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جاوے اسطرح کہ تعیین کے بعد شبہہ واقع نہو تو اب پچھلا
مردہ وارث ہوگا پہلے مردہ کا ہم مترجم کہتا ہے اور اوسکے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہہ ہے کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اوسکا حکم
ظاہر ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اوسمیں شبہہ پڑ گیا اوسکا حکم یہہ ہے کہ اوس کی
میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کر لیں اسواسطے کہ یاد آ جانیکی مایوسی نہیں ہے تیسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق
بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہہ ہے کہ سبکی موت ساتھ ہی ہو پانچویں صورت یہہ ہے کہ سبقت اور معیت کچھہ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا
وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وعلی محمد زاده محشی الشریفیة فلو جهل عينه اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہیں مجہول ہو جاوے یعنی اوسکی تعیین کے بعد التباس

اور جب اشتباہ واقع ہوا اوسکی ذات مین اور یہہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہو چکین کذا فی الطحطاوی واعطی کل بالیقین ووقف المشکوک فیہ
حتی یتبین او یصطلحوا اشرح مجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جاوے یعنی یاد پڑ جاے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کرلین کذا فی شرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات اخذا ہما ولم
یدر ایہما ہو یجعل کانہما ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما مر فتدبر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح
مین ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمحمد اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصون مین سے ایک شخص اول مرگیا اور یہہ معلوم نہین کہ دو شخصون
مین سے کون شخص پہلے مرا تو یہہ ٹہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھ ہی مرگئے ثبوت تعارض کیوجہ سے دونون مین اور یہہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے
جو گذر گیا تو اسکو سوچ لے ہم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہوگیا
کذا فی الطحطاوی یعنی صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بلاتعیین ہوا اور صورت ثانیہ مین علم علی التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی
نرہا واذا لم یعلم ترتیبہم فتقسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک
میت کا مال اُن لوگون مین سے اوسکے زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سے ہم یعنی استحقاق
میراث کے سبب مین یہان شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسری کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن
نہین استحقاق میراث کا متحقق نہین اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین
مین اسیطرح کا حکم کیا یعنی زندونکو مردونکی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ طاعون عمواس مین دیا سے لوگ مرگئے تو عمر فاروق
نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں بھی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم اور
کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت اور سبب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فروض اور عصوبت اور رحم کی طرف
سے جبکہ کفار احکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب
احدہما الاخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصون مین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا
حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ہم چنانچہ مجوسی نے اپنی مان سے نکاح کیا اوس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہہ بیٹی اوس مجوسی کی اخیافی
بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونیکی جہت سے اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونیکی راہ سے
وان لم یحجب احدہما الاخر ورث بالقرابتین جمیعا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونون قرابتون
کی جہت سے ہم شخصیون کے نزدیک چنانچہ جسکو ہم آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
اور اوس سے فرزند پیدا ہوا تو یہہ عورت اوسکی مان ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو مان ہونے کی راہ سے تہائی
ترکہ پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرث بانکحۃ مستحلۃ عندہم ای الکفار لو تحاکموا وہم مجوسیاہ لان النکاح الفاسد
لا یوجب التوارث بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوسی کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان والا فلا انتہی ط
اور کفار وارث نہین ہوتے اون نکاحون سے جو اونکے نزدیک حلال ہین یعنی جن نکاحونکو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی مان سے اسواسطے کہ نکاح فاسد درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسیطرح مجوس مین بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اور کہا
مصنف نے کہا کہ کافر نہین جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اوسی نکاح پر ثابت رکھے جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر
بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاوین تو باہم وارث نہونگے انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ مین ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام
فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی مان کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہم بیان کر چکے

ہے یعنی ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ ترُوس کئے ہین یعنی چار سہم دو بیٹیون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اوسکی مافی الیدمین جو نو ہین اور اوسکی سہام
مین جو چھہ ہین تو ان دونون مین موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہی تو اوسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول مین جو سولہ ہین تو حاصل ہوئی ۳۲ جسکے
سہام سولہ سہی تھی یعنی میت اول کے ورثہ کے سو دو لیگا دو مین ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جسکی سہام چھہ سے ہین
یعنی میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے مافی الید کا وفق ہے سو میت اول کی مان کے تین سہم تھے سولہ سے
جب انکو دو مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئی تو یہہ مان کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی تو یہہ زوج کا حصہ ہوا اور
یہہ آٹھہ کی تقسیم زوج کے وارثون پر بھی مستقیم ہے اوسمین سے زوجہ کے دو سہم اور اوسکی باپ کے چار سہم اور اوسکی مان کے دو سہم اور میت ثانی کی مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا
اوسکو تین مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئی اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین مین ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوا انمین سے ہر ایک کا حصہ چھہ ہوا اور بیٹی کا
تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہوگئی کذا فی الطحطاوی والشریفی لتقطا والا یکن بینهما موافقة بل مباینة ضربت کل الثانی فی کل الاول یحصل
مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول مین
حاصل ہوگا دونون مسئلون کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علے تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول مین موافقت
اور مباینت کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیونکو چھوڑکر مرگئی اور
اوسکے ہاتھہ مین نو سہم ہین چھہ سہم اوسنے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہی پائے اور تین سہم اپنی نانی سے جو میت ثالث ہی پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا
اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار سے ہی اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اور اوسکا نصف جسکو یعنی ایک دے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیون پر قسمت نہین ہوسکتا
مباینت کیوجہ سے تو بھائیون کے رؤس کو اصل مسئلے مین یعنی دو مین ضرب کیا حاصل ہوئی چار اوسمین سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ
کے ہاتھہ مین نو سہم ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہی تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئی ۱۲۸ تو جسکا حصہ
۳۲ مین تھا وہ حصہ چار مین یعنی مسئلہ جدہ مین ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین سے وہ جدہ کی مافی الید یعنی نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت
ثانی جو زوج ہی میت اول کا اوسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تھا ۳۲ سے اوسکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی اب اوسکا یہہ حصہ ہوا اور میت ثانی
کی مان کا بھی حصہ دو تھا اوسکو بھی چار مین ضرب کیا آٹھہ ہوئے یہہ اوسکی مان کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار مین ضرب کیا
سولہہ حاصل ہوئے یہہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دو نو فرزندون کا حصہ چھہ تھا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس
حاصل ہوئے یہہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اوسکو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہہ اوسکا حصہ ہوا
اور میت رابع یعنی جدہ مذکورہ کی زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کی مافی الید یعنی نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے یہہ اوسکا حصہ
ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اوسکو بھی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحطاوی ملتقطا
فتضرب سهام ورثة المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقه سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام کو ضرب
کریگا تو مضروب مین یعنی تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام مذکورہ کو ضرب کرنے کیا
مضروب مین ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا فیما قبل بیان ہوا بعد تفصیل مذکور ہوگیا اسلئے مکرر نقل نہیں
وسهام ورثة المیت الثانی فی کل ما فی یده او فی وفقه من التصحیح الاول ای اور میت ثانی کے وارثون کے سہام کو ضرب کریگا میت ثانی
کے تمام مافی الید مین علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کریگا علی تقدیر الموافقۃ ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلت
سابقا وان کان فیهم من یرث من المیتین ضربت نصیبه من الاول فی الثانی او وفقه ونصیبه من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقه
اور اگر وارثون مین وہ وارث ہو جو دونون میت سے میراث پاتا ہی تو اوسکے حصہ کو اول سے ضرب کریگا تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اوسکے وفق مین اگر

ہو کہ مخرج اور کسر حروف میں شریک ہیں اور اصطلاح میں ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہمنام ہیں چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ
ہمنام نہیں ہے کیونکہ اوسکا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہئے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر
ہے ربع سے اور مخرج اوسکا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعة والثمن من ثمانية والثانی الثلث والثلثان کلاهما من ثلثة و
السدس من ستة اور منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہیں یہ دونون نکلتی ہیں ثلثہ سے اور
سدس ستہ سے ہے سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہے دوسرا سین تے کے ساتھ بدلگیا اور اسیطرح
دال تے ہوگئی اور پہلی تے دوسری تے میں مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلا الثمن وضعفه وضعف ضعفه او تقول
النصف ونصفه ونصف نصفه فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہے تو مثلا تو یون کہے کہ ثمن اور اوسکا دونا اور اوسکے دونے
کا دونا یا تو یون کہے کہ نصف اور اوسکا آدھا اور آدھے کا آدھا انتہی اسکلام سے مراد یہہ ہے کہ ثمن کو جب دونا کیجیئے تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جو دونا
کیجیئے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیئے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جو دونا کیجیئے تو ثلثین ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیئے تو ربع ہوتا ہے
اور ربع کو نصف کیجیئے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف میں ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہے اوسکا سبب یہہ ہے کہ
انہون نے ان فروض میں سے اوس فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلاکسر نکلتے ہیں
تو انہون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اوسمین سے بلاکسر
نکلتے ہیں تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی قلت واخصر الکل ان تقول الربع والثلث ونصف کل وضعفه میں کہتا ہون اور جمیع فروض
میں سب عبارتون سے مختصر یہہ عبارت ہے کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند انتہی تو اس عبارت میں فروض ستہ جمع ہوگئے
نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فاذا جاء
فی المسئلة من هذه الفروض احاد فمخرج کل فرد منفرد سمیه الا النصف فانه من اثنین پھر جبکہ مسئلہ فرائض میں ان چھہ فرضون سے ایک ایک فرض آئے
تو ہر فرد فرض کا مخرج اوسکا ہمنام عدد ہے سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس ہو تو اوسکا
مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ واذا جاء مثنی او ثلاث وهما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد
ایضا یکون مخرجا لضعفه واضعافه کالستة هی مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه اور جبکہ کسی مسئلے میں فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آوین
اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جزو کا مخرج ہے سو وہی عدد اوسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنی چھہ سدس کا اور اوسکے دوچند
یعنی ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنی ثلثین کا مخرج ہے انتہی یعنی اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہے بشرطیکہ فروض مجتمعہ ایک نوع سے ہون
چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہے اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہے سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا بھی مخرج ہے اور سبب اسکا یہہ ہے کہ اکثر کا مخرج
اقل میں موجود ہے بلاکسر تو اقل کے مخرج میں استغنا ہے اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہہ سدس کی مخرج میں یعنی ستہ میں موجود ہے
اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج میں داخل ہے فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضه
فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبها من اثنین وثلثة
پھر جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنی تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جس وقت کہ مسئلے میں نصف اور ثلثین
اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چھہ کا مرکب ہونا دو کے ضرب
کرنے سے تین میں حاصل ہوا ہے انتہی یہہ مثال ہے اختلاط نصف کی بکل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہیں ذکر کی سو
فرائض شریفی میں اوسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنونکو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا

فقد ثلثین سے اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور پوتی وارث ہوا اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور مان وارث ہون او اختلط الربع من

النوع الاول بکل الثانی او ببعضه فاذا کان فی المسئلة زوجة ومن ذکرهن اثنی عشر لترکبها من ضرب الاربعة فی ثلثة لموافقتهما بالنصف

یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھہ یا بعض کے ساتھہ تو جبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اوسکا بارہ سے ہو بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار سے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھہ کو چار کے ساتھہ توافق بالنصف ہے هم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھہ بیان کئے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان یہہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ سے ہو اسواسطے کہ چھہ تمام نوع ثانی کا مخرج ہے پھر ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھہ مین موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چھہ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوے کذا فی الشریفیۃ

او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثانی واما بکله فغیر متصور الا علی رأی ابن مسعود او فی الوصایا فلیحفظ فمن اربعة وعشرین

یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھہ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھہ متصور نہیں مگر عبداللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہوسکتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے هم ابن مسعود رض کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہوگیا ربع سے ثمن کیطرف اور ہمارے مذہب مین یہہ متصور نہیں اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس مان ہوگی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہوسکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا مان ہے یا اوسکی اولاد اور مان یہان محجوب ہوچکی ثلث سے سدس کیطرف اور اسکی اولاد تو جمیع ثلث سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھہ ہوگا نہ ثلث کے ساتھہ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہے کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت ۲۴ کو ۳۳ کیطرف عول کر کے تقسیم کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصرا

کزوجة وبنتین وام لترکبها من ضرب الثمانیة فی ثلثة لما قدمنا من موافقة الستة بالنصف

مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور مان بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھہ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھہ مین توافق بالنصف ہے هم بیان اوسکا یہہ ہے کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھہ ہے اور اوسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھہ مین اور آٹھہ مین جو ثمن کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھہ مین یا آٹھہ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے

ولا یجتمع اکثر من اربعة فروض فی مسئلة وحکمة

اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہیں ہوتے هم اس کلیہ پر یہہ اعتراض ہے کہ کبھی پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہوجاتے ہین چنانچہ زوج اور مان اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کہا کہ چھہ فرض بھی جمع ہوسکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھہ زوجہ بھی ہو اسطرح کہ خنثی مشکل پر ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت نے اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثی کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہہ ہے کہ اونمین سدس مکرر ہوگیا اور کلام ہے فروض غیر مکررہ مین

میں اور اعتراض ثانی کا یہہ جواب ہے کہ وہ نادر الوقوع ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف
اور اصحاب فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام میں چار فرقوں سے زیادہ پر کسر
واقع نہیں ہوتی ہے ھم یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہیں فرائض شریفی میں لکھے کہ تصحیح مسائل فرائض
سے حاجت یہہ ہے کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح سہام لئے جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنی سب وارثوں کے سہام پورے ہوں کسی کا سہم تہائی
چوتھائی نہو اور تصحیح مسائل کیواسطے سات قاعدوں کیطرف حاجت ہے ان میں سے تین قاعدے تو ابین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہیں اور چار قاعدے
ابین رؤس اور رؤس کے ہیں سو تین میں کا پہلا قاعدہ مسمی باستقامت ہے وہ یہہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر بے ٹوٹے منقسم ہو جاویں بدون کسر پڑنے کے
تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں وارث ہوں اسواسطے کہ یہاں مسئلہ چھہ سے ہے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک
ایک اور بیٹیوں کے دو ثلث ہیں یعنی چار ہر بیٹی کے دو دو سہم تو سہام مستقیم ہو گئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہہ ہے کہ ایک گروہ
کا حصہ ٹوٹتا ہو لیکن اونکے سہام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے میں ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہوا اور اگر عول ہوگا
تو اصل اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیاں یا زوج اور والدین اور چھہ بیٹیاں اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے
سہام میں کسر پڑتی ہو لیکن اونکے سہام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مباینت ہے تو یہاں تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور
جدہ اور تین اخیافی بہنیں اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلے اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جو ابین
رؤس کے ہیں سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف نے ان اصول سبعہ میں سے چھہ قاعدوں کو ذکر کیا اور استقامت
کو اوسنے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہیں اور یہہ پہلے چاروں قاعدے نہیں ہوتے مگر وہاں جن مسائل میں دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ
پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی مختلطا واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ
کامرأۃ واخوین للمرأۃ الربع یبقی لہما ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر
ٹوٹ پھوٹ جاویں تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول دونوں میں ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ
اور دو بھائی وارث ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافق کی بھی نسبت نہیں تو دو
کو یعنی عدد رؤس کو چار میں یعنی اصل مسئلے میں ضرب کئے تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ھم یہہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یوں مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی
بہنیں وارث ہیں اصل مسئلہ چھہ ہے اوسکا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہوا اور اوسکے ثلثین یعنی چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کیطرف اور
یہاں فقط بہنوں کے سہام انپر مستقیم نہیں اور اونکے سہام اور رؤس یعنی چار اور پانچ میں مباینت ہے تو یہی عدد رؤس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور
اسکے عول یعنی سات میں ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے اونکو مضروب یعنی پانچ میں
ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سہم تھے اونکو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین
قاعدوں کے ابین واقع سہام او عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کامرأۃ وست اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم
بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثوں کے سہام میں اور انکے عدد رؤس میں توافق ہو تو انکے عدد رؤس کے
وفق کو اصل مسئلے میں تو ضرب کر ہو اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول میں ضرب کر ہو چنانچہ زوجہ اور چھہ بھائی وارث ہوں تو بھائیوں
کے تین سہم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس یعنی چھہ میں توافق ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو یہہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ھم یہہ مثال
مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھہ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدسین
اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنی چار سہم اور چھہ بیٹیوں کے دو ثلث یعنی آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا

تو ابھی بارہ کو اصل مسئلے مین کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہوگئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق
کی مانند عمل کیجئے فریقین مین تو فقط مماثلت مذکور ہے اور توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہوچکے سوا اونکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی
الطحطاوی وان وافق بعضها بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدهما ای احد الاعداد
فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعه ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وهو جزء السهم وهو فی مسئلتنا مائة وثمانون
فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون لتحصل اربعة آلاف وثلثمائة وعشرون ومنها تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق
کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چھہ چچا تو اعداد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے
اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہوا اوسکو تیسرے اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اوسکے تمام مین ضرب کرے پھر
چوتھے مین اسیطرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اوسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پھر مجتمع کو جو جزو سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہے
اصل مسئلے مین جو یہان ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلا کسر صحیح ہوگی ھم اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنی تین وہ
اونپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد رؤس مین تباین ہے تو تمام عدد رؤس کو جو چار ہے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیونکی دو تہائیان ہین یعنی سولہ اور وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین توافق بالنصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین تباین ہے تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھہ چچون کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ اونپر مستقیم نہین اور
اسمین اور اونکے عدد رؤس مین تباین ہے تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہمکو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظہ سے چار اور چھہ اور نو اور پندرہ پھر ہمنے
اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چھہ مین موافقت بالنصف پائی سوا ان دونو مین سے ایک کو اوسکے نصف کیطرف پھیرا اور اوسکو دوسرے مین ضرب کیا
تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور
پندرہ مین بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنی ۲۴ مین
ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلے مین تین تھا اوسکو مضروب مین یعنی ۱۸۰ مین ضرب کیا
۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیونکا حصہ سولہ تھا اوسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ
۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھہ چچون کا حصہ
ایک تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیهم سهامهم
کامرأتین وستة جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدهما ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع ثم الحاصل
جزء السهم وهو هنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات والجدات لسهامهم بالنصف فاضربها فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون یحصل خمسة آلاف واربعون
ومنها تستقیم اور اگر اعداد رؤس متباین ہون اور اونکے سہام ٹوٹین چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیان اور دس بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو اعداد الاعداد
کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے تمام ثالث مین اور اوسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزو سہم یعنی مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہے
بسبب توافق بالنصف کے رؤس بنات اور جدات کے اونکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہے حاصل ہونگے پانچ ہزار اور ۴۰
اور انہین سے مسئلہ مستقیم ہوگا ھم اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنی تین وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے رؤس اور سہام مین تباین
ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے عدد رؤس اور
عدد سہام مین موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیونکا حصہ دو ثلث ہے یعنی سولہ وہ اونپر مستقیم
نہین اور اونکے رؤس اور سہام مین موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکی نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ باقی ہے یعنی ایک اون پر

تقسیم نہیں ہیں اور ایک میں اور امہات میں مباینت ہی تو ہمنے اونکے تمام عدد رؤس کو یعنی ستات کو لیا تو ہماری پاس اعداد ماخوذہ رؤس سے دو اور تین
اور پانچ اور سات حاصل ہوے اور یہہ سب عدد متباین ہیں تو ہمنے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوے پہر اس حاصل کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوے
پہر ۳۰ کو سات میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوے یہی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پہر ہمنے اس مبلغ کو اصل مسئلے یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموعہ ۵۰۴۰
ہوے انہیں سے مسئلہ صحیح ہوگیا سب فریقوں پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے اوسکو مضروب میں یعنی ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوے
تو ہر زوجہ کو اونمین سے ۳۱۵ سہم ملے اور چہ دادیوں کا حصہ چار سہم کا تہا اوسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو
۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیون کے سہم سولہ تھے اوسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچون
کا حصہ ایک تہا اوسکو بھی اوسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصون کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشریفی طحطاوی
نے کہا جزء سہم یہان عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اوس مبلغ کے ضرب کرنیسے عدد ثالث مین مبلغ
ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع مین مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہام بنات اور جدات کا توافق بمثال سابق سے ظاہر
ہوگیا شارح نے یہہ تقلیل اسواسطے مذکور کی کہ اگر یہہ موافقت نہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف معرفت تماثل اور توافق اور تداخل اور
تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہے وإذا أردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين هذه مقدمة يحتاج إليها في تقسيم
التركة اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کو کوئی سے دو عددون مین شارح نے کہا اس مقدمہ کیطرف حاجت پڑتی ہے ترکہ کی تقسیم
مین یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر کے بدون اسکے نہین ہوسکتا فتماثل العددين كون أحدهما مساويا للآخر كثلاثة وثلاثة سو دو
عدد کا تماثل ہونا ایکعدد کا برابر دوسرے عدد کے جیساکہ تین اور تین ہم اور ایسے دونو عددونکو متماثلین کہتے ہین اور یہان اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ
دونون عدد دو محل مین واقع ہون جیساکہ رؤس اور سہام مین اور اگر محل کا اعتبار نکیجیے تو تین مطلق مین تعدد نہین تو متصف بمساوات نہون گے
قطعا كذا في الشريفي والطحطاوي وتداخل العددين المختلفين بأحد أمرين على هذا إما أن يعد أقلهما الأكثر أي يفنيه وذلك بأن يكون الأكثر العددين
منقسما على الأقل قسمة صحيحة بلا كسر كتسعة والستة على ثلثة واثنين اور عددین مختلفین کا تداخل بنابر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے
یا اسطرح کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دیوے اور فنا یہی کہ اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جاوے قسمت صحیحہ بدون کسر کے جیسے نسبت ہونا چھ کا تین یا دو پر ہم اقل اکثر
کو فنا کر دے یعنی اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائین تو اکثر سے کچھ باقی نرہے جیساکہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائیے تو چھ بالکل فانی ہو جاوے اور
اسیطرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائیے تو کچھ باقی نرہے تو ایسے عددونکو اصطلاح مین متداخلین کہتے ہین برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہین ہوتا
صورت اخیرہ مین تداخل کی تعریف مین دو فرد زیادہ نادر کو ہین ایک یہہ ہے کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجئے تو اکثر کی برابر
ہوجاوے دوسری یہہ ہے کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہہ مذکور مین قبیل اختلاف فی العبارۃ کے ہے وتوافق العددين أن لا يعد
أقلهما الأكثر ولكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما أربعة فهما متوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نکرے لیکن
اقل اور اکثر دونونکو تیسرا عدد فنا کر دے جیساکہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونونکو چار فنا کر دیتا ہے تو آٹھ اور بیس متوافق بالربع ہین توافق عددین
یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء مین یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہ مین معلوم کرنا چاہیے کہ قول امح مین واحد عددون مین داخل نہین اسواسطے کہ عدد عبارت
کمیت متالف عن الوحدات سے اور واحد ایسا نہین ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجیے کہ جو مراتب عدد مین واقع ہو یا کم کے
جواب مین پڑے تو اسمین واحد بھی داخل ہے تو یہان یون کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نکرے ولیکن اونکو عدد ثالث جو واحد
کے سوا ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح مین متباین واحد اور کسی شی کے تداخل نہین بلکہ تباین ہے کذا فی الشریفی والطحطاوی
المسقط وتباين العددين أن لا يعد العددين المختلفين معا عدد ثالث أصلا كالتسعة مع العشرة اور دو عددونکا تباین اسطرح ہوتا ہے کہ

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرے عدد اتصال نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کو پورا اور عدد سوا ایک کے نہیں
فنا دیتا اور وہ اعداد علی الاصح عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہیں بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی
تھی لہذا مصنف نے اوسکی توضیح قول آیندہ سے شروع کی فاذا اردت معرفۃ التوافق والتباین بین العددین المختلفین اسقط الاقل من الاکثر من
الجانبین مرارا حتی اذا اتفقا فی درجۃ واحدۃ اور جبکہ تو ارادہ کرے باہمی عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار
ساقط اور ختم کر یہانتک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق ہو جاوین ہم مثلا جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا
ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں یعنی ایک ہی باقی
رہا دونو عددوں میں سے اسقاط کے درجات میں فان توافقا فی واحد فلا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاوین واحد
میں تو وہ دونو عدد متباین ہیں اور ان دونوں وفق نہیں وان توافقا فی اثنین فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو
وہ دونو عدد متوافقین بالنصف ہیں ہم مثلا اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دوبار ساقط کیجئے تو دو باقی رہیں گے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرائیے تو بھی دو
ہی باقی رہیں گے تو یہ دونو عدد یعنی اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشریفیہ طحطاوی نے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث وامثالہا
کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونو عددوں کو فنا کر دیتا ہے وفی ثلثۃ فبالثلث ہکذا الی العشرۃ وتسمی الکسور المنطقۃ یا عددین
تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسیطرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں ہم یعنی اگر عددین دو میں توافق کریں چنانچہ چار اور دس
تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں چنانچہ آٹھ اور بارہ تو
متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات میں
بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں
متوافقین بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنی تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اوسکے مخرج کیطرف ممکن ہے چنانچہ یوں
کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع ایسے اخیر الکسور المنطقہ تک باوجود کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اوسکی مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من
احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم یعنی گونگا کہا ہے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی وفی احد عشر
فبجزء من احد عشر ہکذا وتسمی الاصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونو عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسیطرح
بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہی اصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہویں جزء کا مخرج ہے تو دونوں عدد
گیارہویں جزء میں متوافق ہیں اور اسیطرح توافق ہونا بارہویں جزء میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہویں میں چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسیطرح
اور بقیہ جزوں میں توافق چنانچہ ۳۴ اور ۵۱ میں کذا فی الطحطاوی ملخصا تتمہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں اگر دونوں
برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں ورنہ اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں ورنہ اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور
جس کسر کا وہ عدد ثالث مخرج ہے وہی حصہ ان دونوں عدد کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث ان کو فنا نکرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو
ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافق اور تباین پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین
ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاوے اسیطرح چند بار کیا جاوے یہانتک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا
مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا ہے یا باقی رہتا ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب واذا اردت معرفۃ تصحیح کل فریق
فالبنات والجدات والاعمام وغیرہم من التصحیح الذی ستقف علی الکل فاضرب ما کان لہ ای لکل فریق من اصل المسئلۃ فیما ای فی وفق عدد
الذی صح الذی ضربتہ فی اصل المسئلۃ یخرج نصیبہ ای نصیب الفریق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات

اور اعمام وغیرہم کے آپس میں تقسیم سے جو منقسم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اوسکو ضرب کرے اوس جزو سہم اور مضروب میں جسکو
تونے ضرب کیا ہے اصل مسئلے میں تو اوس فریق کا حصہ نکل آویگا مثلاً تباین کی مثال مذکور میں جزو سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا
اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱۰ میں تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے وعلی ہذا القیاس
معرفت نصیب بنات وجدات و اعمام ثم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد ذلک الفریق ضربت سہام کل وارث فی جزء
السہم المضروب فیخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے اوس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزو سہم مضروب میں
ضرب کر اوسکا حصہ نکل آویگا مثلاً تو مسئلہ مذکورہ میں تباین اعداد رؤس کیوجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں تین سہم کا تھا پھر جب تین کو
دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اوسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو
یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اوسکو عدد رؤس یعنی ۱۰ پر تقسیم کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوئے سو اوسکو
جبکہ اوسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اوسکو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو
ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اوسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا
تھا پھر جب اوسکو سات چچون پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتوان حصہ حاصل ہوا سو اوسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا وله
طریق آخر ابین اور ہر وارث کے حصہ کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کیطرف حاجت نہیں پڑتی برخلاف اور
طریقون کے وهو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم وحدہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد
من آحاد ذلک الفریق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ یہہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط اونکی عدد رؤس کیطرف پھر اسی نسبت کی
مانند دے تو مضروب سے اوس فریق کے ہر ایک شخص کو مثلاً تو مسئلہ مذکورہ میں جب کہ تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی اونکی عدد رؤس کیطرف یعنی تین کی دو کیطرف تو
مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰ سے اسی نسبت کی مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو
۳۱۵ ہوتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو اونکی عدد رؤس یعنی دس کیطرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل
مضروب اور اوسکے تین خمس کی مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہنچے اور جبکہ سہام جدات کو اونکی عدد رؤس کیطرف یعنی چار کو چھ کیطرف نسبت کیا تو واحد
کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو اونکے عدد رؤس کیطرف یعنی ایک کو سات
کیطرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصے کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس ۳۰ حاصل ہوئے فائدہ جبکہ مواریث سے
مقصود یہہ ہے کہ ہر وارث کو اوسکا حق دیا جاوے اس اہتمام کیواسطے علماء نے اسکے تین طریقے ذکر کئے ہیں دو طریقے تو ذکر کئے جا چکے ایک یہہ ضرب سہام کل
وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہہ ہے کہ مضروب کو تقسیم کرے ہر فریق پر تو جو خارج قسمت ہو
فریق منقسم علیہم پر ضرب کر تو جو حاصل ہو وہی حصہ ہوگا اوس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت
۱۰۵ تھا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو دس بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو اونکے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا
اور جبکہ اوسی مضروب کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جب اونکو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ
ہے ہر دادی کا اور جبکہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو اونکے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا تیس
حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی واذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کلا وحدہ او معا بتقدیم الغرماء علی
المواریث کما فی شرح السراجیۃ للحلبی اور جبکہ تو ارادہ کرے ترکہ میت کو تقسیم کرنا ورثہ اور ارباب دیون کے یعنی فقط وارثوں یا قرضخواہوں میں یا ایک ساتھ دونوں کو

حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا
وَاِنَّمَا قَضَاءُ الدُّيُونِ فَاِنْ وَفَى بِهَا اور ادا کرنی دیون کا تو بیہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروکہ پورا پڑا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہے وَاِنْ لَمْ يَفِ وَتَعَدَّدَ الغُرَمَاءُ
اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں یعنی اگر تعدد ہو نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی لیگا فَيُنْزَلُ مَجْمُوعُ الدُّيُونِ
كَالتَّصْحِيحِ لِلْمَسْئَلَةِ وَيُنْزَلُ كُلُّ دَيْنِ غَرِيمٍ كَسِهَامِ وَارِثٍ وَيُعْمَلُ كَمَا مَرَّ در صورت عدم الوفا اور تعدد ارباب دیون کے اوتاری تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے
اور ہر وائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کر تو جو قسمت بین الورثہ میں عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ ایک شخص مر گیا
نو اشرفیوں کا متروکہ چھوڑ کر اور اوسپر دس اشرفیاں ایک شخص کی اودھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ
کے قرار دے اور اوسکے دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر دو نوں میں توافق ہو چنانچہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی
والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے تیس پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہہ دس کا حصہ ہوا
نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج
ہوئے تین یہہ پانچ اشرفیوں والیکا حصہ ہے اور اگر ایسی صورتیں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہے تو
ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ
میں ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اوسکو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہہ دس اشرفیوں والے
دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں
اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والی دائن کا اور اگر صورتیں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق
بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والیکے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل
کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہہ حصہ ہے دس اشرفیوں والیکا اور پانچ اشرفیوں والی کے دین کو
بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والیکا اور یہہ بھی اعتبار
ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ یعنی پانچ کا میں ضرب کرے اور یہہ بھی توافق اور تداخل کی دو صورتوں میں وفق کا اور نہیں اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی
والشریفی قَوْ تَشَرَّعَ فِي مَسْئَلَةِ التَّخَارُجِ پھر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم
صلح کر لیں بعض وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اوس مال کے جو اوسکے حصے سے کمتر ہے اور یہہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح
میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ
اپنی مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مر گئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو اونکے وارثوں
نے اس عورت سے صلح کر لی اوسکی ربع ثمن یعنی آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اوسکو نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر فرزدہ
اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصف للہ تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہہ دلیل
ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی بشرطیکہ ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ
یعنی نیک مال نیکبخت کیواسطے کیا ہی خوب ہے کذا فی الطحطاوی فَقَالَ وَمَنْ صَالَحَ مِنَ الوَرَثَةِ وَالغُرَمَاءِ عَلَى شَيْءٍ مَعْلُومٍ مِنْهَا طَرَحَ سِهَامَهُ مِنَ التَّصْحِيحِ
وَجَعَلَ كَأَنَّهُ اسْتَوْفَى نَصِيبَهُ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اس وارث کے سہام یا
اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اوسنے اپنا حصہ پھر پایا ہم یعنی ہم دو مصالح بین الورثہ اولا مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر
اوسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی والطحطاوی کہا شے معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں کرتے

قطعہ تاریخ اردو طبعزاد شاعر باجوش وخرد مولوی نواب نیاز احمد خان صاحب متخلص بہوش بریلوی

چھپا [illegible] کا ترجمہ … جو صیقلی مطبع میں اس طور کا
کہ مثل اسکا عالم میں دیکھا نہیں … وہ چھپکر گویا ہوا معجزہ
پسند آئی ہر اک کو جب وہ کتاب … تو ہاتف نے بر[illegible] دل کہا

قطعہ تاریخ فارسی طبعزاد سید قاسم علی متخلص بہ خواہان بریلوی

چو در سلک طبع آمد این دُرِّ مکنون … کہ مثلش ندیدہ نگہ دیدۂ خلق
یکایک سروشی پے سال طبعش … بگفتا کتاب پسندیدۂ خلق

ایضا در فارسی

چو طبع این کتاب در مختار … رسید از دست یکتا عالمان بہ آخر
پے تاریخ سالش گفت خواہان … شدہ بیمثل مطبوع [illegible] نادر

ایضا در فارسی

شدہ مطبوع عالم در مختار … بہر جانب ز طبعش رفت شہرت
اگر پرسی ز من از روے ایمان … بگویم سال او دُرِّ رہ شریعت

ایضا در اردو

جناب [illegible] صاحب کرم … سلامت انکو رکھے رب اکبر
انہوں نے طبع فرمائی بتصحیح … کتاب در مختار ای برادر
نہایت مستند اسکی مسائل … ملی جس سے ہمیں راہ پیمبر
کہو خواہان سے خواہان اسکی تاریخ … لو چھاپی یہہ کتاب فقہ بہتر

قطعہ تاریخ از شیرین مقال منشی مٹھو لال کاتب نسخہ ہذا

ہزار شکر کہ شد طبع این کتاب عجیب … کمال بہجت و فرحت بہ اہل ایمان افزود
ز جوش طبع پی سال گفتم این مصراع … ہزار و دو صد و ہشتاد و ہشت ہجری بود

ایضا در اردو

چھپ گیا جب یہہ نسخۂ نادر … فکر تاریخ تب ہوئی پیدا
سر دین سے صدا پایا سال طبع … دُر نایاب ہے شریعت کا